

کفری بالبرکات با ان یحدث بكل ما سمع (حدیث صحیح)
 اور یہ سچا جہان ہے جو ہر حال ہے کہ ہر شے ہو قابلیت یہاں کہے

مذہبی داستانیں

(دوسرا)

ان کی حقیقت

حصہ ششم

قرآن، حدیث، تہذیب و تمدن اور فن و رجال کی روشنی میں

پیش
 علامہ حبیب الرحمن صدیقی کاندھلوی

شائع کنندہ

الرحمن پبلشنگ ٹرسٹ رجسٹرڈ

7/3 - 1-A - ناظم آباد، کراچی ۷۶۰۰ - فون: ۱۵۱۵ (۶۵۵)

(جملہ حقوق محفوظ)

نام کتاب _____ نثری داستانیں اور ان کی حقیقت (حصہ سوم)
مصنف _____ علامہ حبیب الرحمن صدیقی کاندھلوی

کتابت _____ حافظ عبدالستار واحدی
صفحات کتاب _____ ۵۲۰ صفحات
تعداد کتاب _____ ۶۰۰
قیمت _____ پچاسی روپیہ صرف (۸۵/-)
مطبع _____ روحانی ڈائجسٹ پریس - ناظم آباد، کراچی

_____ ناشر _____

الرحمن پبلشنگ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
مکان نمبر ۳ - ۷ - ۷۱، بلاک نمبر ۱، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

عرض ناشر

اُس اللہ بزرگ و برتر کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے اس ناچیز ادارہ کو ”مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت“ کا تیسرا حصہ مدیر ناظرین کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

موضوع تالیف اور مدعاے تحریر کے متعلق تو کتاب ہذا کے پہلے اور دوسرے حصے میں عرض ناشر کے زیر عنوان ”گزارش احوال واقعی“ میں ”اظہار یہ“ قدرے وضاحت کے ساتھ ضبط تحریر میں لایا جا چکا ہے اس پر مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت تو نہ تھی پھر بھی رسمًا اور تبرکًا چند تاثرات پیش کئے جا رہے ہیں۔

یہ امر باعث تعجب نہیں کہ جب ”مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت“ کا پہلا اور اس کے بعد دوسرا حصہ منظر عام پر آیا تو اس کی پذیرائی نہ صرف اہل علم اور دینی شغف رکھنے والے حضرات نے کی بلکہ ہمارے علوم دینیہ کے مدارس نے بھی کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اصرار کیا کہ اس سلسلہ کو مزید وسعت دی جائے۔ اور وہ تمام غلط عقائد اور موضوع روایات جو ہمارے معاشرے میں مذہبی تقدس حاصل کر چکی ہیں انہیں نقد و نظر کی کسوٹی پر رکھ کر اس کی اصل پوزیشن عوام الناس کے سامنے لائی جائے۔ یہ بظاہر صبر آزما اور نگہن کام تھا۔ لیکن دوسری طرف مسلمانوں میں عقائد اور فکر و نظر کی جو خرابیاں پیدا ہو رہی تھیں اس کے پیش نظر اس پر خطر گھاٹی سے گزرنا بھی ضروری تھا۔ ان موضوع روایات کا تواتر کے ساتھ عوام الناس کے کانوں تک پہنچانے کا فریضہ بڑے سلیقہ کے ساتھ ہمارے بیشتر صوفیائے کرام نے اپنی عقیدت اور سادگی کی بنا پر اور ہمارے

واعظانِ خوش الحان نے اپنی سحر بیانی کے ساتھ انجام دیا ہے اس میں مزید چاشنی کا کام ہمارے نعت اور منقبت گو شعرا کرام نے ادا کیا ہے۔ پھر اس کو گائیگی کے رُکوپا میں شہرِ قریمہ قریمہ ایسے والہانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ کیا عوام اور کیا خواص سب ہی اس سحر سے متاثر ہوئے ہیں۔

روایت اور درایت کا فن گوڑا قیم ہے لیکن اس بات کی کم ہی کوشش کی گئی ہے کہ اس پورے ذخیرہ علم سے سچ اور جھوٹ کو علیحدہ کیا جائے۔ عمری زبان میں تو اس سلسلہ میں کافی مواد موجود ہے۔ لیکن اردو زبان میں ”موضوعات“ پر سولے دو ایک کتابوں کے اور وہ بھی عربی سے اردو میں ترجمہ علاوہ کوئی دقیق کام نہیں کیا گیا علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے البتہ اس طرف توجہ دی تھی لیکن ایک تو ان کے پاس کام کی کثرت تھی یا ہجوم مشاغل اور دوسرے یہ کہ عمر نے وفانہ کی اس لئے زیادہ کام نہ ہو سکا۔ موجودہ زمانے میں محترم علامہ حبیب الرحمن صاحب صدیقی کا ندھلوی یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی پیرائہ سالی کے باوجود جوان عظم انجک محنت اور شب و روز کی دیدہ ریزی کے بعد صحیح سمت میں ایک مثبت کوشش کی ہے اور اردو دان طبقہ کے مطالعہ کے لئے خاصا مواد فراہم کیا ہے ان کی اس کاوش کو سراہنے کا وقت تو پچاس سال کے بعد ہی آئے گا لیکن جو نگاہ دور رس رکھتے ہیں انہوں نے ابھی سے محسوس کر لیا ہے کہ یہ پودا یقیناً بار آور ہوگا اور پھل پھول لا کر ایک نئی بہار کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ کم سواد اخبارات و رسائل اور حکومت کے ذرائع ابلاغ جو بیشتر کم علم حضرات کی بلا تحقیق، دین کے نام پر لکھی ہوئی موضوع روایات پر مبنی مواد، شائع اور نشر عام کرتے رہتے ہیں اس کے اثرات کو کم کرنے کے لئے دین کی صحیح سمجھ رکھنے والے اہل علم و فضل علماء اور دانشور سامنے آئیں۔ اور اس

چھان پٹھک کے کام میں اپنی توانائیاں صرف کریں۔ اور سچ کو جھوٹ سے علیحدہ کر کے عوام الناس میں صحیح دینی مواد فراہم کریں۔ ساتھ ہی حکومت (مرکزی، صوبائی، بلدیاتی) کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ذرائع ابلاغ اور اسکول اور کالج کی سطح پر رکھی جانے والی نصابی کتابوں میں ضروری رد و بدل کر کے آئندہ آنے والی نسلوں کو ان دیوبالائی داستانوں سے محفوظ کرنے میں سرگرمی سے عمل پیرا ہو۔
وما علینا الا البلاغ

نظام الدین خان

۲۴ مئی ۱۹۸۸ء

وضاحت

بعض حضرات کو یہ اعتراض ہے کہ میں بہت سی روایات کے بارے میں اپنی کوئی رائے نہیں لکھتا۔ اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر وہ روایات میرے نزدیک درست نہ ہوں تو میں انہیں مذہبی داستان میں نقل نہ کرتا۔ گویا اس کتاب میں کسی روایت کا نقل کرنا خود اس امر کی دلیل ہے کہ روایت مذکور میرے نزدیک صرف ایک داستان ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

(علامہ) حبیب الرحمن صدیقی (کاندھلوی)

علامہ امین احسن اصلاحی کا تجزیہ

مخدومی حضرت علامہ صاحب زید مجدد کم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

پچھلے ماہ کے "اشراق" میں جب جناب جاوید صاحب نے "مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت حصہ دوم" کا مقدمہ چھاپا تو علامہ اصلاحی صاحب نے پڑھ لیا بس پھر کیا تھا اپنے قریبی ساتھیوں کو بمعہ جناب جاوید صاحب بلا لیا اور فرمانے لگے "میں نے زندگی میں صرف دو آدمی اس لفظ "علامہ" کے مستحق دیکھے ہیں ایک علامہ عباسی مرحوم اور دوسرے علامہ صیب الرحمن صاحب" تو حضرت یہ بخفا تبصرہ اصلاحی صاحب کا۔ چند دن پہلے حضرت کا تازہ تبصرہ ایک صاحب مجھے لکھوا کر گئے ہیں وہ بھی سن لیں۔ پہلی بات تو حضرت نے یہ پوچھی "کہ یہ نوجوان جنہوں نے "مذہبی داستانیں" لکھی ہے میری طرف سے ان کو کہیں کہ جیسے آپ نے میلادی حدیثیں دیکھی ہیں ایسی ہی فقہی حدیثوں کو بھی دیکھیں" جب ان کو بتایا گیا کہ یہ نوجوان نہیں بلکہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں تو فرمانے لگے: "بھائی یہ تو بہت صدمے کی بات ہے ان کی تحریر تو جوان ہے۔ پھر بہ آواز بلند ایک گھنٹہ تک دعائیں کرتے رہے۔ اور سب کو تلقین کی۔" میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں آپ لوگ جہاں تک پہنچا سکیں ان کی کتابیں خاص کر علماء حضرات تک پہنچائیں" اور فرمانے لگے: "میں ایک گھنٹے سے زیادہ مطالعہ نہیں کر سکتا لیکن ان کی کتاب لیکر بیٹھتا ہوں۔ جب تھک جاتا ہوں تو اوپر اوپر پھر پھر اگر مطالعہ شروع کر دیتا ہوں" اور جن صاحب نے آپ کی کتاب پیش کی تھیں ان کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں: "اس نے مجھے چھنسا دیا ہے میں کسی اور کتاب کو دیکھنے سے بھی رہا۔" جب

حضرت سے یہ کہا گیا کہ تیسری جلد بھی چھپ رہی ہے تو فرمانے لگے: ”ان سے میری طرف سے درخواست کریں کہ جتنی جلد ہو سکے جلد ہی چھاپیں اور دعا کریں کہ میں پڑھ کر مروں۔“ آخر میں سب سے کہا کہ ”سب سن لو اگر تم نے ان کتابوں کو جگہ جگہ پھیلانے میں کوتاہی کی تو تم اللہ کے مجرم ہو گے۔“

تو حضرت یہ تھا تبصرہ علامہ اصلاحی صاحب کا جو میرے وقتہ لگایا گیا تھا کہ آپ حضرت گاندھیکا صاحب کو کراچی خط لکھیں۔ تو حضرت میں تو ان پڑھ آدمی ہوں جیسے ٹوٹے پھوٹے الفاظ مجھ سے لکھے جاتے تھے لکھ دیئے ہیں۔ رمضان کی بابرکت راتوں میں آپ کی صحت اور عمر میں برکت کی دعائیں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ امت پر رحم فرمائے اور آپ سے دین کا انشا کام لے کر سب کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔

فقط والسلام

محمد معاویہ

۱۰ مئی ۱۹۸۸ء

حاجی پورہ ، باغبان پورہ

لاہور

سُرخیاں

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۳۰	حضرت علیؑ کی امارت حج۔	۲۷	مانند علمی
۱۳۰	حنش بن المعتمر	۳۱	مقدمہ - پروفیسر ڈاکٹر محمد زبیر قادری
۱۳۰	انامدینۃ العلم وعلی بابہا۔	۹۳	پنج تن - علامہ عبدالقدوس گامشہ
۱۳۱	اے علیؑ جو تجھ سے بغض رکھے	۹۹	واقعہ مباہلہ - علامہ شبیر الرحمن صدیقی
	وہ منافق ہے۔	۱۰۵	اصلاحات اور ان کی تشریح
۱۳۳	پرندے کا گوشت کھانا۔	۱۱۰	حضرت علیؑ سے متعلق وضعی روایتیں
۱۳۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینے	۱۱۲	جعفر بن سلیمان
	میں مجھ سے ابتدا فرماتے۔	۱۱۶	میں جس کا مولیٰ ہوں علیؑ اس
۱۳۸	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چار		کے مولیٰ ہیں۔
	شخصوں کی محبت فرض تھی۔	۱۱۷	میمون ابو عبد اللہ
۱۵۰	اسماعیل بن موسیٰ الفزاری	۱۱۸	عدی بن ثابت
۱۵۰	میرا قرضہ صرف علیؑ ادا کر سکتے ہیں	۱۱۹	علی بن زید بن جعدان
۱۵۱	حضرت علیؑ کی فضیلت۔	۱۲۶	سب سے پہلے نماز پڑھنے
۱۵۲	عمر بن ابی سلمہ بن عبد الرحمن		والے حضرت علیؑ ہیں۔
۱۵۵	حضرت سعد کا حضرت علیؑ کے	۱۲۶	عمر بن میمون
	بالے میں فیصلہ۔	۱۲۷	ابراہیم بن المختار الرازی
۱۵۸	حاتم بن اسماعیل	۱۲۷	محمد بن حمید الرازی
۱۵۹	موسى بن مسلم بن رومان	۱۲۹	ابو بلج الفزاری

۱۵۹	ابو معاویہ الضریحیہ۔	۱۸۰	کپڑے استعمال فرماتے۔
۱۶۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب حضرت علیؑ تھے۔	۱۸۱	عثمان بن ابی شیبہ۔
۱۶۱	جمیع بن عمر التیمی۔	۱۸۲	محمد بن عبد الرحمن بن ابی سلیمان۔
۱۶۲	جمیع بن عمیر۔	۱۸۳	اوصیاء کا خاتمہ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے ذریعہ ہوا۔
۱۶۳	ابو الحجاج	۱۸۴	سہمی کا ایک جانشین ہونا ہے۔
۱۶۴	جعفر بن زیاد الاحمری الکوفی۔	۱۸۵	حکیم بن جبیر۔
۱۶۵	عبداللہ بن عطار۔	۱۸۶	سلمہ بن الابرش۔
۱۶۶	جوئے سجانی والا۔	۱۸۷	محمد بن حمید الرازی۔
۱۶۷	سفیان بن ویح۔	۱۸۸	علیؑ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں۔
۱۶۸	قاضی شریک۔	۱۸۹	عمرو بن میمون۔
۱۶۹	حضرت علیؑ منافقین کی پہچان کا ذریعہ ہیں۔	۱۹۰	یحییٰ بن ابی سالم القزازی۔
۱۷۰	ابو ہارون العبدی۔	۱۹۱	ابراہیم بن المختار الرازی۔
۱۷۱	جعفر بن سلیمان الضبعی	۱۹۲	میمون ابو عبداللہ۔
۱۷۲	اے اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک میں علیؑ کو نہ دیکھ لوں۔	۱۹۳	عوف الاعرابی۔
۱۷۳	جابر بن صبح۔	۱۹۴	غثیمہ بن خلیفہ۔
۱۷۴	ابو الجراح البہزی۔	۱۹۵	غثیمہ بن محمد الانصاری۔
۱۷۵	ابو عاصم۔	۱۹۶	غثیمہ بن ابی غثیمہ۔
۱۷۶	حضرت علیؑ سردیوں میں گرمیوں کے	۱۹۷	غثیمہ بن عبدالرحمن الکوفی۔
۱۷۷		۱۹۸	حضرت علیؑ کو ظلم کے ایک ہزار باب تعلیم دیئے گئے۔

۲۱۶	حضرت علیؑ سید العرب ہیں۔	۱۹۳	عبداللہ بن ابیہ۔
۲۱۶	محمد بن حمید۔	۱۹۶	حضرت علیؑ کی زرہ کا قصہ۔
۲۱۷	خارجہ بن معصب۔	۲۰۱	حکیم بن خزام۔
۲۱۸	میری اولاد علیؑ کی پشت سے پیدا کی گئی ہے۔	۲۰۱	حضرت علیؑ نے نبوت کو دوسرے روز نماز پڑھنی شروع فرمادی تھی۔
۲۱۸	یحییٰ بن العلاء۔	۲۰۲	علی بن عباس۔
۲۱۹	میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔	۲۰۳	اسمعیل بن موسیٰ۔
۲۲۰	عمر بن عبداللہ بن علی۔	۲۰۳	اللہ تعالیٰ نے باشندگان زمین سے صرف وہ شخصوں کو پسند کیا ہے
۲۲۱	حضرت علیؑ ہر مسلم کے مولیٰ ہیں۔	۲۰۳	ابراہیم۔
۲۲۲	اللہ تعالیٰ نے علیؑ کی مخصوص طور پر مغفرت فرمائی ہے۔	۲۰۳	عبدالسلام بن صالح۔
۲۲۳	عباد اکلبی۔	۲۰۵	عبدالرزاق بن ہمام۔
۲۲۳	حضرت علیؑ تاویل قرآن پر جنگ کریں گے۔	۲۱۰	زید بن شیع۔
۲۲۳	اسمعیل بن رجار۔	۲۱۱	حضرت علیؑ سے سرگوشی۔
۲۲۳	مومن کے صحیفہ کا عنوان علیؑ ہیں۔	۲۱۲	علی بن المنذر۔
۲۲۳	اے علیؑ تیرا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔	۲۱۲	محمد بن فضیل بن غزوان۔
۲۲۳	حسن بن بشر۔	۲۱۳	اے علیؑ تو عیسیٰ بن مریم کی طرح ہے۔
۲۲۵	میں نے اللہ تعالیٰ سے علیؑ کے بار میں پانچ امور کا سوال کیا تھا۔	۲۱۳	حکیم بن عبدالملک۔
۲۲۵		۲۱۳	خالد بن مخلد۔
		۲۱۳	سفیان بن وکیع۔
		۲۱۳	تیرا بھائی علیؑ بہتر بھائی ہے۔
		۲۱۵	مسلم بن خالد الخزومی۔

۲۲۳	رکوع کی حالت میں زکوٰۃ کی ادائیگی۔	۲۲۴	عیسیٰ بن عبد اللہ۔
۲۲۵	عیسیٰ بن عبد اللہ۔	۲۲۴	اے علی شیریں منزل میری منزل کے سامنے ہوگی۔
۲۲۶	حضرت علیؑ کو مولینا کا خطاب۔	۲۲۶	عمار بن سیف الضبی۔
۲۲۷	حنش۔	۲۲۶	محابلی۔
۲۲۸	حضرت حسنؑ اور حضرت علیؑ کا مکالمہ۔	۲۲۷	عمار بن سیف۔
۲۲۳	برتری بن اسماعیل۔	۲۲۸	علیؑ بن ابی طالب جنت میں صبح کے تارے کی طرح چمکتے ہوں گے۔
۲۲۵	شعیب۔	۲۲۹	علیؑ تمہیں صراطِ مستقیم پر چلائیگا۔
۲۲۵	سب سے اول حوض پر حضرت علیؑ آئیں گے۔	۲۳۰	علیؑ مقتول ہو کر مرے گئے۔
۲۲۵	ابو معاویۃ الزعفرانی۔	۲۳۱	ناصح۔
۲۲۷	اے علیؑ تو میرا وارث ہے۔	۲۳۱	اسماعیل بن ابان۔
۲۲۸	علیؑ کی خلافت۔	۲۳۲	ناصح بن عبد اللہ۔
۲۲۹	مینا۔	۲۳۲	اسماعیل بن ابان۔
۲۲۹	ہمام۔	۲۳۲	علیؑ تو حضورؐ کا نفس ہیں۔
۲۲۹	اے علیؑ جب تم عائشہؓ پر غالب آؤ تو اسے امن کی جگہ پہنچا دینا۔	۲۳۳	خالد بن اسماعیل۔
۲۵۰	ابو اسمار۔	۲۳۳	محمد بن المہدی۔
۲۵۰	محمد بن ابی سحیل۔	۲۳۳	سب سے پہلے جس کی روح نے مجھے سلام کیا وہ علیؑ کی روح تھی۔
۲۵۰	فضیل بن سلیمان۔	۲۳۳	عبد اللہ بن ایوب۔
۲۵۰	پتیل کا بت اکھاڑنا۔	۲۳۳	ایوب بن ابی علاج۔
۲۵۲	ابو مریم۔		

۲۵۲	حضرت علیؑ کی محبت شجرہ و حجرہ	۲۶۶
۲۵۲	پر لازم ہے۔	
۲۵۳	جندی	۲۶۷
۲۵۳	حوض کوثر پر حضرت علیؑ کا جھنڈا	۲۶۷
۲۵۴	ابو عبد الرحمن السعدی	۲۶۸
۲۵۵	حارث بن حصیرہ	۲۶۹
۲۵۶	قیامت کے روز میرا جھنڈا	۲۶۹
۲۵۶	علیؑ کے ہاتھ میں ہوگا۔	
۲۵۷	لانہر بن عبد اللہ	۲۷۰
۲۵۷	ناصر بن عبد اللہ الحمصی	۲۷۰
۲۵۹	بغض علیؑ کے باعث اس امت	۲۷۱
۲۶۰	سے بارش روک لی جائے گی	
۲۶۱	ابو سعید التستری	۲۷۱
۲۶۲	حسن بن عثمان	۲۷۲
۲۶۲	تازہ کھجوروں کی شاخ	۲۷۲
۲۶۳	اسحاق بن ابراہیم	۲۷۳
۲۶۳	علیؑ سے بغض رکھنے والا خواہ	۲۷۳
۲۶۴	یہودی ہو کر مرے یا نصرانی	۲۷۴
۲۶۴	علی بن قمر بن	۲۷۴
۲۶۴	جارود بن یسید	۲۷۴
۲۶۵	علیؑ کے محافظ فرشتے دیگر	۲۷۵
۲۶۵	فرشتوں پر فخر کرتے ہیں۔	
	نعیم بن حکیم	
	اسباط بن محمد القرشی	
	آخری وصیتیں	
	سورۃ توبہ کا قصہ	
	زید بن شیعہ الہمدانی	
	حنش	
	سیماک	
	محمد بن جابر	
	اے اللہ اس آنے والے کو علیؑ	
	بناوے۔	
	اللہ اعلیٰ ہے اور علیؑ نہیں	
	جعفر بن احمد	
	صدیق اکبر حضرت علیؑ ہیں	
	ذارع	
	صدقہ بن موسیٰ بن تمیم	
	عباد بن یعقوب	
	علی بن ہاشم	
	محمد بن عبد اللہ	
	علی بن ہاشم بن البرید	
	اے علیؑ میرا اور تیرا جگر نہ موت	
	میں ہے۔	
	بشر بن ابراہیم	

۲۸۴	علیؑ قیامت تک حجت ہیں۔	۲۸۴	کو کھا جاتی ہے۔
۲۸۴	مطر بن ابی مطر۔	۲۸۴	محمد بن مسلمۃ اللہؑ نکائی۔
۲۸۵	اے علیؑ میں وصال نہیں ہوں۔	۲۸۵	حضرت علیؑ سید المرسلین ہیں۔
۲۸۵	موسٰی بن قیس۔	۲۸۵	علی بن عباس۔
۲۸۶	اہل فضل کو اہل فضل ہی پہنچتے ہیں۔	۲۸۶	حارث بن حصیرہ۔
۲۸۶	محمد بن ذکریا الغلابی۔	۲۸۶	ابراہیم بن محمد بن میمون۔
۲۸۶	ذراع۔	۲۸۶	محمد بن عثمان بن ابی شیبہ۔
۲۸۸	عباس بن بکار۔	۲۸۸	محمد بن احمد بن علی۔
۲۸۸	صدقۃ بن موسٰی۔	۲۸۸	علیؑ اور فاطمہؑ کی منت۔
۲۸۹	میرے لئے صحیفہ اور دو آلاؤ۔	۲۸۹	اصبح بن نباتہ۔
۲۸۹	عطیۃ العونی۔	۲۸۹	محمد بن کثیر الکوفی۔
۲۹۰	نصر بن مزاحم۔	۲۹۰	میں (علیؑ) سترہ رمضان کو زخمی ہوں گا۔
۲۹۰	حضرت علیؑ کی ذریت قیامت تک اوصیا کو ختم کرے گی۔	۲۹۰	اصبح بن نباتہ۔
۲۹۰	حسن بن محمد الغنوی۔	۲۹۰	سعد الأسکاف۔
۲۹۰	ابراہیم بن عبد اللہ۔	۲۹۰	میری شرم گاہ علیؑ کے علاوہ کوئی نہ دیکھے۔
۲۹۱	حضرت علیؑ کا نام قرآن میں موجود ہے۔	۲۹۱	یحییٰ بن یعلیٰ الأسلمی۔
۲۹۱	حضرت علیؑ میں پانچ انبیاء کی خصوصیات۔	۲۹۱	جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو علیؑ آپ کے سینہ سے چمٹے ہوئے تھے۔
۲۹۱	ابو عمر۔	۲۹۱	مسم الملانی۔
۲۹۱	حضرت علیؑ کی محبت برائیوں	۲۹۱	

۳۰۵	جنت میں حضرت علیؑ کی سواری	۲۹۶	حضرت علیؑ غریش کے بائیں طرف
۳۰۷	اصبغ بن نباتہ۔		کھڑے ہوں گے۔
۳۰۷	عبادۃ الاسدی۔	۲۹۶	حکم بن ظہیر۔
۳۰۷	قیامت کے روز چار اشخاص	۲۹۸	حکم بن ظہیر انفراری۔
	سوار ہو کر آئیں گے۔		حضرت علیؑ قیامت کے روز
۳۰۸	علیؑ کے چہرے کی جانب دیکھنا	۲۹۹	ایک منبر پر بیٹھے ہوں گے۔
	عبادت ہے۔	۲۹۹	اسماعیل بن موسیٰ۔
۳۰۹	حسن بن علی العدوی۔		دوزخ پر سے گزرنے کے لئے
۳۱۱	حضرت علیؑ اور ان کے بھائی	۲۹۹	پاسپورٹ کی ضرورت ہے
	جعفر کا ایک خاص واقعہ۔	۲۹۹	محمد بن فارس العبدی
۳۱۲	حماد بن جویں الکوفی۔		اے علیؑ تو اور تیرے شیعہ جنت
۳۱۳	علیؑ شعیب البشر میں۔	۳۰۰	میں جائیں گے۔
۳۱۳	تم نے عثمانؓ کی بیعت کی اور	۳۰۰	جئیع۔
	علیؑ کو چھوڑ دیا۔	۳۰۰	سوار۔
۳۱۵	سفیان بن وکیع۔		علیؑ کے پروانے کے بغیر کوئی جہنم
۳۱۶	مسند احمد کی ایک پُر لطف کہانی	۳۰۱	پر سے نہیں گذر سکتا۔
	عمرو بن مہمون۔	۳۰۹	ابراہیم بن عبد اللہ الصاعدی۔
۳۱۸	ابو بلج عمرو بن مہمون۔		اے علیؑ جس سے تم بغض رکھو اسے
۳۲۰	حضرت علیؑ صدیق اکبر ہیں۔	۳۰۲	جہنم میں داخل کر دو۔
۳۲۲	محمد بن اسماعیل۔	۳۰۳	اسحاق النخعی۔
۳۲۴	عبید اللہ بن موسیٰ العبدی الکوفی۔	۳۰۴	یحییٰ بن عبد الحمید الحنفی الکوفی۔
۳۲۳	عمار بن صالح البقیعی الکوفی۔	۳۰۵	دوزخ سے نجات کا پروانہ۔

۲۲۶	حسین بن سلیمان۔	۲۲۳	منہال بن عمرو الکوفی۔
۲۲۷	عبد الملک بن عمیر۔	۲۲۲	عباد بن عبد اللہ الاسدی الکوفی
۲۲۸	حضرت علیؑ سے محبت کرنے والے	۲۲۵	خلیفہ کی پہچان۔
۲۲۹	کو موت کے وقت کوئی حسرت	۲۲۴	ثابت بن ابی صفیہ۔
	نہ ہوگی۔	۲۲۹	حضرت علیؑ کا محل کہاں ہوگا۔
۲۳۰	حضرت علیؑ کے ذریعہ اللہ فرشتوں	۲۳۰	حضرت علیؑ کے لئے عرش پر
	پر فخر کرتا ہے۔		قبہ لگایا جائے گا۔
۲۳۱	علی بن الحسین الباشمی۔	۲۳۱	داؤد بن حصین۔
۲۳۲	لیث بن ابی سلیم۔	۲۳۲	علیؑ کا گوشت میرے گوشت
۲۳۳	مدینہ میرے اور تیرے علاوہ		سے بنا ہے۔
۲۳۴	کسی کے لائق نہیں۔	۲۳۳	داہر
۲۳۵	اوتٹ کی خریداری۔	۲۳۴	عباد بن ربیع۔
۲۳۶	حفص بن اسلم الاصغر	۲۳۵	میں نے عرش کے پائے پر لکھا
۲۳۷	مجھے تین قسم کے لوگوں سے	۲۳۶	ہوا دیکھا.....
۲۳۸	جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔	۲۳۷	حضرت علیؑ خیر البریہ ہیں۔
۲۳۹	حکم بن حبیب۔	۲۳۸	حسن بن محمد۔
۲۴۰	فطر بن خلیفہ۔	۲۳۹	دبری۔
۲۴۱	عبد اللہ بن موسیٰ۔	۲۴۰	میرے بعد علم علیؑ اور سلمان سے
۲۴۲	علیؑ کے باعث مجھے پانچ	۲۴۱	حاصل کرنا۔
	خوبیاں دی گئیں۔	۲۴۲	اے علیؑ وہ شخص جھوٹ بولتا
۲۴۳	خلف بن ابی بکر۔		ہے جو مجھ سے محبت کا دعویٰ
۲۴۴	شریک بن عبد اللہ۔		کرتا ہے اور تجھ سے نفی رکھتا ہے

۳۵۰	وطن کی محبت ایمان میں خلل ہے	۳۴۶	حادث الاغور۔
۳۵۸	جو شخص حضرت علیؑ کی جنگوں کے بارے میں شبہ کرے وہ کافر ہے	۳۴۸	حضرت علیؑ جنت کی ایک اونٹنی پر سوار ہو کر آئیں گے۔
۳۵۸	سود۔		جو میرے اہل بیت سے بغض رکھے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔
۳۵۹	حضورؐ کی تائید حضرت علیؑ سے کی گئی۔	۳۴۹	آل محمد نبوت کے درخت ہیں۔
۳۶۰	عباس بن بکار۔	۳۵۰	ضحاک۔
۳۶۰	محمد بن السائب۔	۳۵۱	جو سیر۔
۳۶۰	علیؑ سے منافق کے سوا کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔	۳۵۱	بحر بن کشیر۔
۳۶۱	ربیع بن ہبل۔	۳۵۲	اہل بیت سے بغض رکھنے والا
۳۶۱	احمد بن صلح۔	۳۵۳	قیامت کے دن یہودیت کی حالت میں اُٹھے گا۔
۳۶۱	دلال۔		سدیف
۳۶۱	اے علیؑ تجھ سے مومن کے سوا کوئی محبت نہیں کر سکتا۔	۳۵۵	حرب ابن الحسن الطحان۔
۳۶۲	عبداللہ بن عبدالرحمان۔	۳۵۵	شیعہ جب قبروں سے اٹھیں گے تو گناہوں سے پاک ہوں گے۔
۳۶۲	مساور الحمیری۔	۳۵۵	محمد بن سالم۔
۳۶۳	حضرت علیؑ رضی رسولؐ ہیں۔	۳۵۶	محمد بن علی۔
۳۶۳	ابوعصام خالد بن عبید البصری۔	۳۵۶	محمد بن علی الکندی۔
۳۶۳	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ کی تخلیق ایک درخت سے ہوئی۔	۳۵۶	میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔

۳۶۸	عثمان بن عبداللہ الاموی الشامی۔	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت	۳۶۸
۳۶۵	عثمان بن عبداللہ۔	ہارون اور حضرت علی ایک مٹی	۳۶۵
۳۶۵	ہمام۔	سے پیدا ہوئے۔	۳۶۵
۳۶۶	مینا ابن ابی مینا۔	محمد بن خلف۔	۳۶۶
۳۶۶	عبدالرزاق۔	حضرت علیؑ کے علاوہ کسی کا	۳۶۶
۳۶۷	صباح بن یحییٰ۔	اور پر نہیں پڑھتا۔	۳۶۷
۳۶۷	حارث بن حصیر۔	محمد بن عبید اللہ۔	۳۶۷
۳۶۷	جمیع بن عقیان۔	عباد بن عبدالصمد۔	۳۶۷
۳۶۷	سابقین تین ہیں۔	حضرت علیؑ نے اس امت کے	۳۶۷
۳۶۸	حسین بن حسن۔	پانچ یا سات سال قبل اللہ کی	۳۶۸
۳۶۸	حسین بن ابی الستری العسقلانی۔	عبادت کی تھی۔	۳۶۸
۳۶۸	حضرت علیؑ تمام نیک لوگوں کے	حبیب بن جویہ۔	۳۶۸
۳۶۸	امام ہیں۔	ایضاً۔	۳۶۸
۳۶۸	احمد بن عبداللہ بن یزید الحارانی۔	علیؑ اہل خیران کو جزیرۃ العرب	۳۶۸
۳۶۸	عبدالرزاق بن ہمام۔	سے نکال دو۔	۳۶۸
۳۶۸	عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔	خلف۔	۳۶۸
۳۶۸	حاکم ذہبی کی نظر میں۔	قیس بن الرزیع۔	۳۶۸
۳۶۸	اے علیؑ تیرے علاوہ مجھے کوئی	اشعث بن سوار۔	۳۶۸
۳۶۸	غسل نہ دے۔	جنگ صفین میں ستر بدری	۳۶۸
۳۶۸	عبدالصمد بن النعمان۔	موجود تھے۔	۳۶۸
۳۶۸	کیسان ابو عمرو۔	ابراہیم بن عثمان۔	۳۶۸
۳۶۸	یزید بن بلال۔	حضرت علیؑ امیر المومنین ہیں۔	۳۶۸

۲۹۸	ابراہیم بن محمد۔	۲۸۹	صوحانی کھجور کا اعلان	۲۹۸
۲۹۸	قاسم بن جندب۔	۲۸۹	احمد بن نصر۔	۲۹۸
۲۹۹	حارث بن حصبر۔	۲۸۹	صدقہ۔	۲۹۹
۲۹۹	علی بن عابس۔	۲۹۱	علی رضا۔	۲۹۹
۲۹۹	محمد بن عثمان بن ابی شیبہ۔	۲۹۱	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت	۲۹۹
۲۹۹	رافضیوں کو قتل کر دو۔	۲۹۱	علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے۔	۲۹۹
۲۹۹	ابو الحجاج۔	۲۹۲	میرے بعد قتنہ واقع ہو گا لہذا	۲۹۹
۲۹۹	میں معاویہؓ کے ساتھ حساب	۲۹۲	تم علیؑ کو لازم پکڑ لینا	۲۹۹
۲۹۹	کے لئے رُلوں گا۔	۲۹۲	میں نے رسول اللہؐ کی نائیب حضرت	۲۹۹
۲۹۹	تین قسم کے لوگوں سے جنگ کرنا	۲۹۲	علیؑ کے ذریعہ کی ہے۔	۲۹۹
۲۹۹	اصغ بن نباتہ۔	۲۹۲	حضرت علیؑ کو شیطان ایک ٹکٹی	۲۹۹
۲۹۹	علی بن الحزور۔	۲۹۲	کی شکل میں نظر آیا۔	۲۹۹
۲۹۹	مجھے قسطنطین اور رافقین سے	۲۹۲	ہر نبی کا ایک وحی ہوتا ہے۔	۲۹۹
۲۹۹	جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔	۲۹۲	شریک۔	۲۹۹
۲۹۹	خلیل بن مرہ۔	۲۹۲	ابن اسحاق۔	۲۹۹
۲۹۹	علی بادری میں	۲۹۲	سلمۃ الابرش۔	۲۹۹
۲۹۹	حسن بن اکھین	۲۹۵	حمید الرازی۔	۲۹۹
۲۹۹	معاذ بن مسلم	۲۹۵	ابو ربیعۃ الایادی۔	۲۹۹
۲۹۹	عطاء بن السائب	۲۹۵	حضرت علیؑ خیر البشر میں	۲۹۹
۲۹۹	اے علیؑ تجھے جو غصہ دلانے گا میں	۲۹۵	عطیہ۔	۲۹۹
۲۹۹	اس کے باپ کو اس کی ماں کے	۲۹۵	صالح الخياط۔	۲۹۹
۲۹۹	رحم میں شریک بنا دوں گا۔	۲۹۵	حضرت علیؑ کو دو سپید کپڑے پہنا	۲۹۹
۲۹۹	اسحاق بن محمد النخعی۔	۲۹۵		۲۹۹

جائیں گے

اعلیٰ میری جگہ ایسے ہی ہیں جیسے

عبد المؤمن بن القاسم الانصاری۔ ۴۰۸

میر میر میرے بدن پر

ابان بن تغلب۔ ۴۰۸

حسین الاشقر

قیس بن الزبیر

عمران بن مقسم

حسین الاشقر

نہال بن عمرو۔ ۴۰۹

علیؑ سے حسد رکھنے والا مجھ سے

اے علیؑ تو قیامت کے روز لوگوں

حسد رکھتا ہے۔

کو حوض کوثر سے بھگائے گا۔ ۴۰۹

سلام۔

سلام بن سلیمان۔ ۴۰۹

سب سے پہلے حوض کوثر پر

زید العنمی۔ ۴۰۹

حضرت علیؑ آئیں گے۔

حضرت علیؑ دوبارہ قتل ہونگے۔ ۴۰۹

ماربلی۔

حضرت علیؑ دنیا و آخرت میں

علیؑ سے قیامت تک منافق

سروا رہیں۔ ۴۱۰

کے علاوہ کوئی بغض نہیں کر سکتا۔

میرے بعد جو خود کو رسول کا بھائی

نقیع بن الحارث النخعی الکوفی الاعلیٰ۔ ۴۱۰

کہے وہ کذاب ہے۔ ۴۱۱

حارث بن حصیرہ الازدی۔ ۴۱۱

قیامت کے روز حضرت علیؑ

جو شخص میری طرح سے زندگ

جھنڈا اٹھائیں گے۔

گزارنا پاتا ہے وہ علیؑ سے دوستی

ناصح بن عبد اللہ البجلی۔ ۴۲۰

رکھے۔ ۴۱۲

اسماعیل بن ابان القنوی۔ ۴۲۰

علیؑ سے کیا عہد لیا گیا تھا

بشر بن مہران الحنظل۔ ۴۲۰

علیؑ کے فضائل میں ہزار کے

موسیٰ بن قیس۔ ۴۲۱

اقرب ہیں۔ ۴۲۱

مالک بن جعونہ۔ ۴۲۱

عیسیٰ بن عبد اللہ۔ ۴۲۱

۴۲۱	قیامت کے روز سب اقل	۴۲۱	اہل بیت میں دو فرقیہ ہونا۔
۴۲۲	علیؑ مجھ سے ملاقات کریں گے۔	۴۲۲	نور علی چھڑی۔
۴۲۲	اے اللہ! علیؑ سے مدد طلب کر	۴۲۲	جنت میں تیرا باغیچہ اس باغیچہ سے بہتر ہے۔
۴۲۳	مہملہل بعدی۔	۴۲۳	یونس بن جبار۔ الاسیدی الکوفی
۴۲۳	حضرت علیؑ کی آنکھوں میں ٹھوک لگانا۔	۴۲۳	حضرت علیؑ امام المتقین ہیں۔
۴۲۴	معنی	۴۲۴	ہلال بن ابی حمید۔
۴۲۴	علیؑ خلق الہی پر اللہ کی حجت ہے	۴۲۴	عمرو بن الحصین العقیل
۴۲۵	عبداللہ بن موسیٰ۔	۴۲۵	جنت کے خزانے حضرت علیؑ کے
۴۲۵	حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کو	۴۲۵	ہاتھ میں ہوں گے۔
۴۲۶	حکومت نہیں مل سکتی۔	۴۲۶	لابز ابو عمر و التیمی۔
۴۲۶	اسحاق بن سبیحی۔	۴۲۶	بغض علیؑ کا انجام۔
۴۲۷	عثمان بن فائد۔	۴۲۷	شیعہ فروس کے ایک چشمہ
۴۲۷	خیبر کے روز تلواریں جبرائیلؑ لے	۴۲۷	سے پیدا ہوئے۔
۴۲۸	ہاتھ میں تھی۔	۴۲۸	عبید بن مہرن۔
۴۲۸	علیؑ انبیاء کرام کا ایک نمونہ۔	۴۲۸	تو مجھ سے جنگ کر بگاڑ حالانکہ
۴۲۹	مسعر بن عقیب الہمدانی	۴۲۹	یہ تیرا ظم ہو گا۔
۴۲۹	حضرت علیؑ بادلوں میں۔	۴۲۹	عبداللہ بن مسلم الرقاشی
۴۳۰	مسعدہ	۴۳۰	عبداللہ بن محمد الرقاشی۔
۴۳۰	اے اللہ! تو علیؑ سے دوستی رکھ۔	۴۳۰	جعفر بن سلیمان الضبعی۔
۴۳۱	تاج میں بسطام الہدی	۴۳۱	علیؑ سے پیار مجھ سے کوئی محبت
۴۳۱	حضرت علیؑ کے کان	۴۳۱	نہیں کرتا۔

۴۵۰	جنت میں داخلہ کے لئے علیؑ	۴۴۰	عبدالرحمان بن محمد الحاسب
۴۵۰	لی محبت لازمی ہے۔	۴۴۰	حضرت علیؑ کی شب عروسی کا
۴۵۰	یحییٰ بن یعلیٰ الاسلمی الکوفی	۴۴۰	بسترینڈھے لی کمال تھی
۴۵۰	عمار بن زریق	۴۴۰	عبداللہ بن میمون القدر
۴۵۰	ابو اسحاق سبعی	۴۴۱	قتل عثمان کو روز علیؑ ولید پر
۴۵۱	زیاد بن مطرف	۴۴۱	سوار ہو کر آئے۔
۴۵۱	اے علیؑ تیری جانب سے لوگوں	۴۴۱	ابراہیم بن علی الرافعی
۴۵۲	کے دلوں میں کیفیت ہے	۴۴۲	جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے
۴۵۲	فضل بن عمیر القبیسی	۴۴۲	اے علیؑ سے بھی محبت کرنی چاہیے
۴۵۲	میمون	۴۴۲	عبداللہ بن حفص الوکیل
۴۵۳	اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو	۴۴۲	حضرت علیؑ کے عمامہ باندھنا
۴۵۳	مختلف درختوں سے پیدا کیا ہے	۴۴۲	عبداللہ بن بسر انصاری الحمسی
۴۵۳	فضال بن جبیر	۴۴۲	علیؑ تمام مخلوق سے اسی طرح
۴۵۳	آگ سے بچاؤ کا ذریعہ حضرت	۴۴۲	افضل میں جیسے بنفستہ کانیل
۴۵۳	علیؑ کی محبت ہے۔	۴۴۳	مسلم بن زید الذبحی
۴۵۳	فارس بن حمدان بن عبد اللہ العبدی	۴۴۳	میرا قریش اور انبویا علیؑ ہے
۴۵۳	شریک بن عبداللہ النخعی	۴۴۵	سہاک بن حرب
۴۵۳	لیث بن ابی سلیم	۴۴۶	حضرت علیؑ باب حطہ ہیں
۴۵۳	علیؑ کے فضائل حد شمس سے	۴۴۸	شدیک
۴۵۳	باہر ہیں۔	۴۴۹	جنت کے دروازے پر رکھا ہوا
۴۵۴	محمد بن شاذان	۴۴۹	ہے کہ علیؑ رسول اللہ کے بھائی ہیں
۴۵۴	محمد بن زکریا الغلابی	۴۴۹	کا ورج بن رستمہ

۴۵۴	حضرت علیؑ ابو بکرؓ سے زیادہ	۴۵۴	فضائل علیؑ کا شمار ممکن نہیں
۴۵۲	خزائن کے حقدار تھے۔	۴۵۲	محمد بن احمد
۴۶۲	کثیر بن بخیل بن اشیر	۴۵۴	جو شخص علیؑ سے دشمنی رکھتا ہے
۴۶۳	علیؑ منبر امام انبیاء کے منبروں		وہ جھوٹ بولتا ہے۔
۴۵۷	سے بڑا ہو گا۔		قریش کے دو بد بخت۔
۴۶۳	کثیر بن حبیب النہدی	۴۵۹	اے اللہ جو علیؑ سے دشمنی رکھے
۴۶۲	اے علیؑ! امت تیرے ساتھ		تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔
۴۵۹	عاری لوت کی۔		عمر و دوسر۔
۴۶۳	کامل بن العلاء السعدی	۴۵۸	جابر بن جریج
۴۶۳	تدلبہ بن یزید الحمّانی	۴۵۸	مخول بن ابراہیم
۴۶۳	علیؑ سے محبت کرنے والے کو پسینہ	۴۵۹	میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۴۶۳	کے ہر قطرہ کے بدلے جنت میں		کا وارث ہوں۔
۴۵۹	ایک شہر ملے گا۔		باط بن نصر۔
۴۶۵	علیؑ کے چہرے کی جانب بکھنا	۴۵۹	سماک بن حرب۔
۴۶۰	عبادت ہے		عمرہ مولیٰ ابن عباس۔
۴۶۵	محمد بن اسماعیل الرازی	۴۶۰	حضرت علیؑ پیارا رنگ بھیاں پہنتے
۴۶۵	موسو بن نصر الرازی		رہتے
۴۶۶	نہیں شخصوں نے اللہ کیساتھ	۴۶۰	ابو جعفر الرازی
۴۶۱	کبھی کفر نہیں کیا	۴۶۱	میرے بعد علیؑ کے پاس پناہ لیذا
۴۶۱	محمد بن المغیرہ	۴۶۱	مالک بن مالک۔
۴۶۱	یحییٰ بن الحسین	۴۶۱	ہزار بن ضرہ۔
۴۶۸	رحمت الہی سے مبرا علیؑ نہیں	۴۶۲	سین ابن الحسن الاشقر الکوفی

۴۶۹	اے علی جس شخص نے تجھ سے	۴۶۹	سیدی
۴۷۰	بغض رکھا اس نے مجھ سے	۴۷۰	کلبی
۴۷۱	بغض رکھا۔	۴۷۱	حضرت علیؑ سے دوستی نہ رکھنے
۴۷۲	صلصال۔	۴۷۲	والا جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ
۴۷۳	وہیں حصوں میں سے نو حصے	۴۷۳	سکے گا
۴۷۴	حکمت علیؑ کو دی گئی	۴۷۴	محمد بن عبداللہ البلوی۔
۴۷۵	احمد بن عمران بن سلمہ	۴۷۵	ابراہیم۔
۴۷۶	سیب لی خور۔	۴۷۶	اشمان سے انخوٹ کا نزول
۴۷۷	محمد بن اسباب المعروف بکلبی۔	۴۷۷	محمد بن ابی الزعیر عہ۔
۴۷۸	خدیجہؓ اور علیؑ کے علاوہ کسی نے	۴۷۸	چار افراد ایک مخصوص مٹی سے
۴۷۹	اسلام قبول نہیں کیا۔	۴۷۹	پیدا ہوئے۔
۴۸۰	کیا کسی کی زوجہ میری زوجہ کے	۴۸۰	فرشتے سات سال تک علیؑ پر
۴۸۱	مانند ہے	۴۸۱	درود پڑھتے رہے۔
۴۸۲	حارث بن محمد	۴۸۲	عباد بن عبدالصمد
۴۸۳	زافر بن سلیمان	۴۸۳	حضرت علیؑ امیر البرہ ہیں۔
۴۸۴	اپنی اولاد کو حب علیؑ پر پیش کرو۔	۴۸۴	احمد بن عبداللہ۔
۴۸۵	اے علیؑ تیرے لئے مسجد میں وہ	۴۸۵	عبدالرزاق بن ہمام
۴۸۶	امور حلال ہیں جو میرے لئے حلال ہیں۔	۴۸۶	ابن خنیم الکلی۔
۴۸۷	نزام بن عثمان	۴۸۷	عبدالرحمان بن بہمان
۴۸۸	سویہ بن سعید	۴۸۸	ہمارے شیعہ ہمارے دائیں
۴۸۹	قیامت کے روز اہل بیت کے	۴۸۹	بائیں ہوں گے۔
۴۹۰	بارے میں سوال ہوگا۔	۴۹۰	محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع۔

۴۸۸	حضرت علیؑ ذابۃ الارض ہیں۔	۴۸۸	حارث بن معکوف۔
۴۹۶	رشید المجری۔	۴۸۸	ابو بکر بن عیاش۔
۴۹۸	میں اس کا دشمن ہوں جو علیؑ سے	۴۸۸	معروف بن حزنہؓ۔
۴۹۸	دشمنی رکھے۔	۴۸۸	شیعہ و رخت کے پتے ہیں۔
۴۹۸	زکریا بن یحییٰ۔	۴۸۹	مینا بن ابی مینا۔
۴۹۹	معلی بن عرفان۔	۴۸۹	ہمام۔
۴۹۹	مؤمنین کے لئے علیؑ کے ساتھ شامل	۴۹۰	سابقین اولین سے کیا مراد ہے۔
۵۰۰	ہو کر جنگ کرنا کافی ہے۔	۴۹۰	حسن بن علی۔
۵۰۰	عباد بن یعقوب۔	۴۹۱	تخلیق آدم سے چار ہزار سال قبل
۵۰۱	سویہ۔	۴۹۱	میں اور علیؑ نور تھے۔
۵۰۳	خم غدیر کی ایک اور کہانی۔ براء	۴۹۲	حسن بن علی بن زکریا بن صالح۔
۵۰۳	بن عازب کی زبانی۔	۴۹۳	خراس۔
۵۰۵	ابو اسحاق سبیعی۔	۴۹۳	ابو الاشعث۔
۵۰۵	یونس بن ابی اسحاق۔	۴۹۴	زاذان۔
۵۰۶	احوص بن جواب۔	۴۹۴	قاسم بن مطیب۔
۵۰۶	ہم دونوں نور سے پیدا ہوئے۔	۴۹۴	حسن بن عمرو بن سیف۔
۵۰۷	جعفر بن احمد۔	۴۹۵	اگر زمین و آسمان ایک پلے میں
۵۰۸	رافضی گروہ کو جہاں یاؤ قتل کر دو۔	۴۹۵	اور علیؑ کا ایمان ایک پلے میں رکھا
۵۰۸	تلید بن سلیمان الکوفی۔	۴۹۵	جائے تو علیؑ کا ایمان بھاری آہیگا۔
۵۰۹	پل صراط پر عباسؑ، حمزہؑ اور علیؑ	۴۹۵	محمد بن تسنیم۔
۵۱۰	بیٹھے ہوں گے۔	۴۹۵	جس نے حضرت علیؑ سے محبت کی
۵۱۰	عاصم بن سلیمان۔	۴۹۵	اس نے اللہ سے محبت کی۔

۵۱۰

۵۱۰ یاقوت کی سرخ شاخ۔

۵۱۰ اے علیؑ تجھے جس نے چھوڑا اس ۵۱۰

۵۱۰ نے مجھے چھوڑا۔

۵۱۵

ابوالحجاء۔

۵۱۵

۵۱۱ علیؑ امام الاولیاء ہیں۔

۵۱۲ اے علیؑ! عنقریب تیرے دونوں ۵۱۲

۵۱۲ ستون گر جائیں گے۔

۵۱۴

کیمی۔

۵۱۵

۵۱۳ حماد بن عیسیٰ الجہنی۔

۵۱۳ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھیلی ۵۱۳

۵۱۳ میں تہہ تر کھجوریں آئیں۔

۵۱۳ قاسم ملطی۔

۵۱۸

جو میر

۵۱۰ ضحاک بن مزاحم البغی۔

۵۱۰ علیؑ تو میرا نفس ہیں

۵۱۱ حجاج بن ارطاط۔

۵۱۲ علیؑ میرے علم کا تھیلہ ہیں۔

۵۱۲ ضرار بن مرد الکوئی۔

۵۱۳ یحییٰ بن عیسیٰ الرطی۔

عبادہ۔

۵۱۳ اے علیؑ میرے بعد جو اختلاف ہو

۵۱۳ کا تو اسے ظاہر کر بیجا

۵۱۳ زکریا بن یحییٰ الکوئی

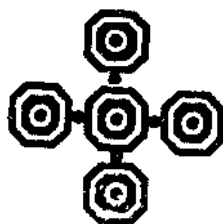
ماخذ علمی

قرآن المجید	امیر معاویہ کی سیاسی زندگی	حکیم علی احمد
اصناف احوال الصحابہ	ابن حجر	
اسد الغابہ	ابن اثیر	
الاکمال فی سماء الرجال	دلی الدین، خطیب	
اصح السیر	حکیم عبدالرؤف دانا پوری	
احکام القدران	ابو بکر جصاص مازنی	
ابن ماجہ اور علم حدیث	مولانا عبدالرشید نعمانی	
اشعۃ الطمحات شرح مشرق	شیخ عبدالحق دہلوی	
آیت نبیات	سید مہدی ثار خان	
اشراف قریش		
اقاب الاشراف	بلادری	
الذیۃ الخفا	شاہ ولی اللہ دہلوی	
اخبار الطوال	ابو حنیفہ دینوری	
اصول کافی	کلینی	
الاحتجاج	طبری	
الامامة والسیاسة	ابن قتیبة	
	تاریخ الامم والملوک	محمد بن جریر طبری
	تاریخ العرب قبل الاسلام	
	تقید الہتس	ابو علی غسانی
	البتح	دارقطنی
	تدریب الراوی	جلال الدین سیوطی
	تہذیب سنن ابی داؤد	علامہ ابن القیم
	تقریب	حافظ ابن حجر

تغیر القسطن	محمد بن جریر طبری	السنن	دارقطنی
مذکرۃ الموضوعات	محمد طاهر شنی	خلقا در راشدین	شاه معین الدین ندوی
"	ابو الفضل القدسی	خدفت و ملوکیت	علامہ مودودی
تاریخ تبر	امام نجاری	رحمة للعالمین	سید سلمان منصور پوری
تفہیم القسطن	علامہ مودودی	روضۃ الاحباب	
تیز الطیب من الخبث	عبد الرحمن بن علی الشیبانی	ربیع البرار	جابر اللہ مخشری
جمہرۃ الانساب	ابن حزم	رفع اعلام عن ائمة العلماء	ابن تیمیہ
تاسخ التواریخ		رسالہ انجم کھنؤ	
الجواهر المفیدۃ	حافظ عبد القادر قرشی	الروضۃ الناف	سہیل
سیرت ابنی	شہید سیستانی	زاد المعاد	علامہ ابن تیمیہ
السنن	نسائی	الزہرہ	خان بہاول دلدیازی
السنن	ابوداؤد	شرح نیج البدعہ	ابن ابی الحدید
السنن	ابن ماجہ	شرح مسلم	امام نووی
السنن	ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن	شرح الفقیہ	حافظ عراقی
	الدارمی المتوفی ۲۵۵ھ	الشرح اکبیر	حافظ عراقی
سیرت البخاری	عبد السلام مبارک پوری	الشافی	شرح اصول کافی
السلسلۃ الاحادیث الضعیفہ	ناصر الدین البانی	الشفار	تقاضی عیاض
السیرت	عبد الملک بن ہشام	الصمیم	رحلم بن الحجاج
سیرت عائشہ	سید سلمان ندوی	الصواعق المحرقة	ابن حجر مہشی
السیرۃ النبویہ	ابو القادری اسماعیل بن کثیر	الضعفاء والترکین	دارقطنی
سیر اعلام النبلاء	حافظ ذہبی	الضعفاء الصغیر	سبحی

الضعف والصغير	نسائي -	باب النقول في اسباب	سيوطي
الحبقات	ابن سعد	النزول	
العدل	محمد بن عيسى ترمذي	لسان المميزان	ابن حجر
الحوادث مع العوام	ابو بكر بن النضر	الملكى المصنوع في	سيوطي
عمدة القاري	بدر الدين عيني	احاديث الموضوعه	
غريب الحديث	خطابي	المعجم الصغير	طبراني
فتح اباري	ابن حبيب	مجمع الزوائد	هيثمي
فتح القدير	كمال الدين بن بهاء	محاضرات تاريخ الامم	خفزي بك
القوائد المجموعه في		الاسلاميه	
شان ما وقع في مسلم من	حافظ رشيد الدين عطاء	مردوخ الذهب	مسعودي
الاحاديث المقطوعه		موطا	امام ربك
قسطاني شرح بخاري		المستدرک	حاكم نيسابوري
قواعد العلوم الاكبر	مولانا حفص احمد عثمانى	مسك الختام	نواب صديق حسن قنوجي
قراني اهل بيت	مولانا ملاح كنجي بھل شري	ميزان الاعتدال	ذھبي
القاعدة الجليده في	ابن تيميه	المواهب	ابن حجر
التوسل والوسيلة		المقاصد الحسنه	حافظ سمانوي
قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمن سيالوي	موضعات كبيره	سلاطى قاري
الكل	ابن الاثير	الموضوعات	ابن الجوزي
كشف النعمه		مسند احمد بن حنبل	ابن ماجة
الكتاب الجامع	ابو الوفاء قرشي	مسند	حالي
الكفاية في علم الروايه	خطيب بغدادى	معارف القرآن	پرديز

تقتل حسین	ابو مخنف	تخفنا عشره	شاه عبدالعزیز دہلی
مواہب لدنیہ		تاریخ مسلمان عالم	قاری احمد بن حبیبی
معالم تنزیل	بغوی	تفسیر ابن عباس	نجد بن السائب کلین
مدارج النبوت	شیخ عبداللہ دہلی	تاریخ اسلام	اکبر نجیب آبادی
المحجر	ابو جعفر محمد بن حبیب	تاریخ اسلام و المسلمین	ڈاکٹر مسعود
امعارف	ابن قتیبہ	تخریج مستدرک	ذہبی
معجم البلدان	یا قوت حموی	تاریخ بغداد	نصیب بغدادی
منہاج السنہ	ابن یمین	حقیقت مذہب شیعہ	حکیم فیض مالم
منہجی امتثال		حیات ناریہ عظیم	ابن جوزی
حمد و حمیدری	آتش کھنوسی	حیات القلوب	ملا باقر مجلسی
انوشیہ	موسیٰ جاوید کرکتنی	جامع ترمذی	محمد بن علی ترمذی
ناریخ الخلفاء	جلد الدین سیرطی	جلدین	محلی سیرمی
تاریخ الخلیفہ	!	جلد الیوم	ملا باقر مجلسی
تاریخ دمشق	ابن عساکر	الخرج والتعذیل	عبدالرحمان بن ابی حام
تاریخ الامت	اسلم حیرا چوہی	الجامع الصحیح	محمد بن اسماعیل سجستانی
تشیق امتثال	علاء سنجاشی	جامع لاحکام القرآن	قرطبی
		روضۃ الصغار	



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

ما خود از پر و فیہ محمد ایوب قادری درجہ

شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلویؒ ۲۵ رمضان ۱۱۵۹ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۷۴۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تانہ کنی نام "غلام حلیم" ہے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد شاہ ولی اللہ سے کی۔ والد کے انتقال کے بعد شیخ محمد عاشق بھلقی (۱۱۸۶ھ) سے اخوانہ محمد امین کشمیری رت — اداران کے مدرسہ مولوی نور الدین بڑھانوی (۱۱۸۶ھ) نے تربیت فرمائی۔ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد کے جانشین ہوئے علوم معقول و منقول میں علامہ روزگار محقق نامور مدرس، مسند، خطیب، واسطی و شیخ طریقت، مونی، محدث اور مترجم تھے انہوں نے علوم دینیہ اور ملت اسلامیہ کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ وہ مرحۃ علما و مشائخ تھے تمام مدرس و تدریس، افتاء، فصل خصوصیات، و منظومہ اور تلامذہ کی تربیت و اصلاح میں مصروف کر دی۔ ۱۲۳۹ھ مطابق ۵ جون ۱۸۲۲ء کو دہلی میں انتقال ہوا اور اپنے آبائی قبرستان ہندویوں میں دفن ہوئے مومن دہلوی نے شاہ عبدالعزیزؒ کے انتقال پر جو قطعہ "سرخ کلبہ" اس کا آخری شعر لکھا گیا ہے اس ہے جس سے تانہ کنج برآمد ہوئی ہے۔

بے سرو پا گشتہ، راز و دست بیداد اجل

عقل و دین، لطیف و کرم، عقل و ہر، علم و عمل

فرج جملہ، عقل و دین، لطیف و کرم، فضل و عمل، علم و ہر ظالم موت کے ہاتھوں بے دست

دیا ہو گئے۔

$$\frac{1239}{1823} \quad 100 + 30 + 50 + 800 + 100 + 9 + 1 + 100$$

شاہ عبدالعزیزؒ کے ایک ہم عصر و فالج کنج مولوی سدا القادر لاہوری رت ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۶۱ء کی تاریخ

میں ۱۸۶۱ء

”مولوی شاہ عبدالعزیز، علم تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور تاریخ میں شہرہ آفاق
 محقق، اور ہیئت، ہندسہ، مجسطی، مناظرہ، اصطلاح، جبر ثقیل، طبعیات، الہیات
 منطق، اتفاقیات، اخلاقیات، عقل، نحی، قیافہ، تاویل، تطبیق، مختلف اور تفریق، مشتبہ
 میں یکتائے زمانہ تھے فن ادب اور ہر قسم کے اشعار سمجھنے میں بلند و تہر رکھتے تھے
 منقول میں کلام اللہ اور حدیث سے دلیل پیش کرتے تھے اور معقول میں جوتوں
 مناسب سمجھتے خواہ مخواہ یونانیوں میں سے انیاطون، ارسطو اور متکلمین میں سے
 فخر رازی وغیرہ کے اقوال کی تائید میں مبتلا نہیں ہونے تھے اور اپنی تحقیقات کو
 فن معقول میں صحت صحت بیان کرتے تھے چاہے وہ کسی کی رائے کے موافق ہو یا نہ ہو“

شاہ عبدالعزیز کا زمانہ ہندوستان کے مسلمانوں کے زوال و انحطاط کا دور تھا وہ محمد شاہ
 بادشاہ (د ۱۱۹۱ھ / ۱۷۷۸ء) کی حکومت کے آخری زمانہ میں پیدا ہوئے انہوں نے احمد شاہ (مغول د ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۶ء)
 عالمگیر ثانی (د ۱۱۹۳ھ / ۱۷۸۰ء) اور شاہ عالم ثانی (د ۱۲۲۱ھ / ۱۷۸۴ء) اور اکبر ثانی (د ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء) کا زوال پذیر
 دور حکومت دیکھا یہ مغلیہ بادشاہ لینے وزراء اور امراء کے ہاتھوں مجبور اور بے بس تھے شاہ عبدالعزیز
 نے بچپن میں احمد شاہ اندھا کے قید کر دیا گیا عالمگیر ثانی کو قتل کر کے اس کی نقش جمانی دینی میں پھینک
 دی گئی، شاہ عالم ثانی مدتوں یورپ میں محضلت پھرا پھر نگرینوں نے سارہ کے بعد یہ دھا کی حیات
 میں اس نے دہلی کے اُجڑے تخت کو زینت بخشی، مگر بابر و اکبر کا یہ جانشین حسرت و بے بسی کی زندہ تصویر
 تھا، آئندہ بصدت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا کس حسرت سے کہتا ہے

مر مر حادثہ برخاست پے د خوار سا ما

داو بر باد سزد و برگ جہان داری ما

ترجمہ: حادثات کی گرم ہوائیں چلیں ہیں، دلیل کرنے کے لئے اور ہماری بادشاہت کے ساز و سامان کو برباد کر دیا۔
 اے علم و عقل و قانع عباد خدائی، مرتبہ محمد ایوب قادری جلد اوّل صفحہ ۲۴۶ آل پاکستان ایجوکیشنل
 ٹائٹلس، کراچی ۱۹۶۶ء۔

۱۸۰۳ء میں دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ اکبر شاہ ثانی برائے نام پٹنن خوار تھا، منسلک متاخرین کے زمانہ میں غیر مسلم طاقتیں پوری قوت سے ملک میں ہنگامہ اُڑا تھیں۔ پنجاب میں سکھوں، اگرہ اور بھرت پور میں جاٹوں اور تمام ملک میں مرہٹوں نے اودھم مچا رکھا تھا، مرہٹوں کے ہاتھوں بستیاں دیوان اور غیر آباد ہو چکی تھیں۔ کسی کی جان و مال ان سے محفوظ نہ تھا۔ مرہٹوں نے سترہ حملے نوشہلی پہنچے۔ جن میں پہلا حملہ ۱۱۵۴ھ - ۱۱۵۵ھ اور آخری حملہ ۱۲۲۹ھ میں ہوا۔ مرہٹوں نے چھ مرتبہ بنگال پر پرداخت کی۔ پہلی مرتبہ ۱۱۲۵ھ - ۱۱۲۶ھ میں آخری مرتبہ ۱۱۶۶ھ - ۱۱۶۷ھ میں حملہ آور ہوئے مرزا ظہیر الدین اظفری لکھتے ہیں۔
 دو یہ تمام خرابیاں مرہٹوں کی بد عملی اور بد نظمی کی وجہ سے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ ان دکنیوں کی ممالکت میں آبادی کیونکر باقی رہے گی، ہم نے تو اپنی زندگی میں یہی دیکھا کہ جب ہمارے ملک پر دکنیوں کا حمل ہوا تو کوئی ایسی خرابی نہ تھی جو ملک میں نہ آئی ہو، غرض ہندوستان کی یہ راری تباہی دکنیوں کے آنے کا نتیجہ ہے۔“

مرہٹوں اور سکھوں کے مظالم کے متعلق خود شاہ عبدالعزیز نے اپنے چچا شاہ اہل اللہ (د) ۱۱۸۷ھ کو منقولہ سوانح حیات میں لکھا ہے۔

”اللہ تعالیٰ ملکہ اور مرہٹوں کو ہماری طرف سے مزہ چکھانے بہت برا مزہ بہت جلد بلاتا، خیر و مہلت کے، ان شریروں نے اللہ کی بہت سی مخلوق کو شہید کر ڈالا، اور عزیز گڈریوں کا، کو اپنے ظلم و ستم سے ستایا، ہر سال یہ ہماری بسینوں اور شہروں پر چڑھائی کرتے ہیں اور ہم پر صبح و شام حملہ کرتے رہتے ہیں۔“

مرکزی حکومت کی کمزوری اور بد حالی سے سو بے دار خود سر ہو چکے تھے، متکالم میں ۷۰ در دی خا

اور اودھ میں برہان الملک سعادت خاں نے اپنی حکومتیں قائم کر لیں، دکن پر آصف جاہ نظام الملک کا

لے واقعات اظفری از مرزا ظہیر الدین اظفری مرتبہ عبدالقادر، تصحیح و ترجمہ محمد حسین محوی، لاہور ۱۹۳۷ء -

۱۱۸۷ھ حضرت شاہ ولی اللہ از مولانا مناظر احسن گیلانی، ۳۹، ۳۷ و بساط ادب کراچی ۱۹۵۳ء

اقتدار تھا۔ یہ تو سیاسی حالات کا ایک ہلکا سا جائزہ ہے۔ معاشی، اقتصادی، معاشرتی اور فوجی حالات بدستہ بدتر تھے، اس زمانہ کی عام تباہی، شخصی و قلعہ و زناچے، شعرا کے شہر آشوب اور سرا اہم عصر ادب اس موعود پر فاضی معلومات فراہم کرتا ہے محمد تہا کے زمانے میں دکن کے ایس ریٹن درگاہ قلی خان ان ۱۱۸۹ھ نے دہلی کی سیاحت کی یہ سیاحت نامہ ”مربع دہلی“ کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ اس کے پڑھنے سے نرم دہلی کی آنکھیں جھک جاتی ہیں اور عزت و حمیت کو حجاب آتلے۔ سپاہی اور بادشاہ، عافی اور سالم ہر شخص حقیقت اور واقعیت سے فرار اختیار کرتا ہے۔ غل سے گربز اس دور کی عام خصوصیت ہے، بدعات اور محنت کا دور ہے۔ تفصیل کی کبھی کش نہیں ہے۔ ایسے زمانے میں شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنی اصلی تحریک شروع کی حقیقت یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیزؒ نے بوں تو اصلاح و تبلیغ کے ہر مورچہ کو سنبھالا مگر ”شیعت اور تفضیلیت“ کے ٹڑھتے ہوئے سیلاب کو جس کو کشش اور حسن تدبیر سے روکا یہ انہیں کا حصہ تھا اور یہ اس زمانے کا سب سے اہم مسئلہ تھا اب ذرا اس مسئلہ تاریخ کی روشنی میں جائزہ لیں۔

منزل متاخرین کے زمانے میں شاہی دربار میں ایرانی اور تورانی رشد و رُستی اور منہل یا ربار تھیں۔ سیاسی اثر و اقتدار کے لئے ان دونوں پڑیوں میں مسابقت ہوتی تھی۔ ایران پارٹی اگرچہ اقلیتی پر لی تھی مگر اثر و اقتدار کے اعتبار سے بہت مضبوط اور مستقل تھی۔ دن بہت تدبیر اور تنظیم سے کام کر رہی تھی۔ اور اکثر کامیاب ہوتی تھی۔ اس کا اثر دربار سے لے کر بازار تک تھا۔ یوں تو اس تنظیم و فکر کی بنیاد دکن کی شیوہ حکومتوں نے قائم کی مگر شمالی ہند میں جمالیوں کے دوبارہ ہندوستان آنے پر اس جماعت کو فروغ حاصل ہوا۔ اکبر کا پالیسی مذہبی معاملہ میں سری آزاد تھی اس کا نفاذ بھی بلا واسطہ اسی جماعت کو ہوا۔ اس کے زمانے میں نور الدین توستری ان ۱۰۱۹ھ / ۱۶۱۰ء دارالسلطنت لاہور کے قاضی مقرر ہوئے ان کی کتاب ”محاسن المؤمنین“ مشہور و معروف ہے جس میں انہوں نے اہل سنت کے اکابر مشائخ و علما کو ”ذمرہ مؤمنین“ میں دکھایا ہے، جہاں تک کے زمانے میں تمام حکومت نور جہاں کے ہاتھ میں تھی۔ شاہ جہاں کے زمانے میں نور جہاں کے بھائی آفت خان اور اس کے خاندن کو اقتدار حاصل رہا، کیونکہ آفت خان کی کوششوں سے شاہ جہاں ”تختہ شاہی“ پر متمکن ہوا تھا اور اس کی بی بی ممتاز محل شاہ جہاں کی جیتی بیگم تھی۔ اور تک زیب عالمگیر یوں تو متعصب کسی مشہور ہے مگر اس کے امراء و صاحبین میں اہل تشیع کی ممتاز تعداد نظر آتی ہے

اورنگ زیب کافر زند بہادر شاہ اول جب تخت نشین ہوا تو اس نے شیعہ مسلک اختیار کیا، مولف سیر المتاخرین لکھتے ہیں ^۱۔

”ہوں بہ تحقیق خود مذہب شیعہ جو کہ وہ اپنی تحقیق کے اعتبار سے امامیہ راسخ می دانست بہر مسلک مقتیہ رمودہ“ در تردید و تقویت مذہب شیعہ می کرشید“
 جو کہ وہ اپنی تحقیق کے اعتبار سے مذہب شیعہ امامیہ کو اپنی دانست میں صحیح سمجھتا تھا چنانچہ اسی مسلک کو اختیار کر کے مذہب شیعہ کی اشاعت اور استقامت کے لئے کوشاں رہا۔ ^۲

اس نے اپنے نام ”سید“ کا اضافہ کیا اور چوتھے سال ۱۱۲۱ھ میں اپنے شیعہ وزیر منعم خان کے منورہ سے حکم دیا کہ جمعہ کے خطبہ میں حلفائے راشدین کے ذکر میں حضرت علیؑ کے نام کے ساتھ ”علی دلی اللہ وجار اللہ“ شامل کیا جائے اسی حکم سے جمہور اہل سنت میں بددلی پیدا ہوئی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی سب سے احمد آباد گجرات میں ایک خطیب مارا گیا۔ لاہور میں بات اسی سے بھی زیادہ بڑھی بہادر شاہ نے علماء لاہور کو اپنے سنو میں طلب کیا مولانا یار محمد کی قیادت میں سووی محمد مراد دوسرے تین علماء کے ہمراہ بادشاہ کے سنو میں حاضر ہوئے بادشاہ نے خود مباشرت و مناظرہ کیا مگر مولانا یار محمد نے نہایت حرمت اور استقامت سے اعلان حق کیا اور اپنے موقف پر ثابت قدم رہے بادشاہ نے براشتہ ہو کر کہا کہ ”تو بادشاہوں کے مفضل سے نہیں ڈرتا“ تو اس مرد مجاہد نے جواب دیا۔ ^۳

”میں اپنے خدا سے چار چیزوں کی آرزو رکھتا تھا اول تحصیل علم دوم حفظ کلام اللہ سوم حج چہارم شہادت، الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے تین نعمتیں عطا کیں، آرزوئے شہادت باقی ہے امید واروں کہ بادشاہ کی توجہ سے اس میں ہوں۔“

اس مناظرہ کے نتیجے کے سلسلہ میں شمس العلماء مولوں ذکا اللہ دہلوی لکھتے ہیں ^۴۔

لے دیکھ میرات شہن بدرد و اعظام حسین عابدی ص ۳، نوکلشور پریس لمکھو ۱۹۹۶ء سے ارتقا ہندوستان، جلد ۳، ہمار شمس العلماء مولوی ذکا اللہ دہلوی ص ۳، شمس المطابع دہلی ۱۹۹۶ء، تہذیب ہندوستان جلد نہماہ مولوی ذکا اللہ ص ۳

”اس مباحثہ میں کئی روز لگے ایک ایک آدمی جن میں بعض افغان کمن دار بھی تھے حاجی یار محمد سے متفق ہوئے شاہزادہ عظیم الشان بھی خفیہ اس جماعت کا خطرہ نہ تھا آخر کو جب حیدر نے خطبہ کیلئے غرضی دی تو بادشاہ نے اس پر سختی کئے کہ عالمگیر کے زمانے کی طرح خطبہ پڑھایا جائے اس طرح جھگڑا ختم ہوا کہتے ہیں کہ بادشاہ نے حاجی یار محمد اور دو اور فاضلوں کو جن سے وہ آشفہ خاطر تھا ایک قلم میں بھیج دیا۔“

اس کے بعد سید برادران قطب الملک عبداللہ خان (ن ۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۲ء) اور امیر الامرا حسین علی خاں (ن ۱۱۳۲ھ / ۱۷۲۰ء) کا درپردہ کثرت آیا اور ان دونوں بھائیوں نے اس قدر اقتدار اور غلبہ حاصل کیا کہ بادشاہ، ”مگر“ مشہور ہوئے وہ ملکی سیاست پر ہر طرح چھا گئے۔ ان کے مفاد و نظریات خوب اشاعت پذیر ہوئے اور انہیں قبول عام حاصل ہوا۔ امیر الامرا حسین علی خاں ہر مہینے کا گیارہ اور بارہ تانہ کو مجلس منتقد کرتے تھے صحابہ ام الدولہ شاہنواز خاں لکھتے ہیں

”اصداش مجلس باز ہم د - گیارہ یوں اور بارہ یوں کی مجلس ہر دو از دہم ہر ماہ در بلاد عظیم دکن ہینے حیدر آباد دکن میں شروع ہو گئیں منودہ کرتا حال از اس است“

فرخ سیر کے دور میں خان دران خان بخشی کے بھائی خواجہ محمد جعفر ایک متصوف تھے، ان کے حالات میں تحریر ہے کہ ان کے گھر میں ائمہ ظاہرین کی منقبت میں توایاں گالی جاتی تھیں، بعض مریدین و متقدمین سلام کی بجائے زمین پوس آداب کرتے تھے اور ائمہ اشاعہ کی منقبت گاتے تھے، عثمان کے ایک واسطہ شیخ عبداللہ دارالسلطنت دہلی پہنچے تو انہوں نے اس رجحان پر گرفت کی اور کہا کہ

”سیدہ سوائے معبود برحق کے کسی کو سزاوار نہیں اور سرود کا سنا بھی شریعت کے طریقہ کے خلاف ہے فقط حمد و منقبت اہل بیت کا سنا اور اصحاب کبار کے اسم اور ذکر کا نہ ہونا اسلام کے ائین اور طریقہ سے دور ہے۔“

۱۔ اثر الامرا جلد اول از مصہام الدولہ شاہنواز خان ص ۳۳۸، کلکتہ ۱۸۹۶ء

۲۔ تاریخ ہندوستان از رئیس اعلیٰ مولوی ذکا اللہ ص ۱۳۱

اور شیخ عبداللہ ملتانی نے مسجد جامع میں جمعہ کے دن وعظ کیا کہ ۱؎ حضرت علیؑ داخل عبا نہیں ہیں اور طلوی کو سید نہیں کہہ سکتے اور جن پنجتن کو پاک کہتے ہیں اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے کیا اور اصحاب کرام پاک نہ تھے۔

انجام یہ ہوا کہ ۲؎

”جمعہ کے روز کچھ مغل زائے ادب باش وضع کر بلا کی تسبیحیں گردن اور بازو میں ڈالے ہوئے وعظ کے وقت پہنچے اس پر لگان ہوا کہ وہ شیخ عبداللہ کے قتل کرنے کو آئے ہیں، شیخ عبداللہ کے ہوا خواہوں نے فرخ سیر سے استغاثہ کیا جس کا فیصلہ یہ ہوا کہ عبداللہ واعظ ملتان جائے اور خواجہ جعفر شہر سے باہر نکلے۔“

دہلی میں عزاداری اور شریہ خوانی بڑے زوروں سے ہوتی تھی نواب درگاہ قلی خاں نے اس سلسلہ میں خاصی تفصیل دی ہے، جس طرح دہلی میں ”قدم شریف“ کے نام مجاوروں نے ایک نرخی زیارت گاہ قائم کر رکھی تھی اور مشہور کر دیا کہ یہ نقش قدم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اسی طرح امامیہ حضرات نے دہلی میں ”شاہ مردان“ اور ”پنجہ شریف“ کی زیارت قائم کیں اور مشہور کر دیا کہ یہ حضرت علیؑ کا نقش قدم ہے۔ اس کی کیفیت یہ تھی کہ ۳؎

۱؎ دہلی تاریخ ہندوستان جلد نہم ص ۱۲۱

۲؎ قدم شریف کے قریبی ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو معتمد جہانیاں جہاں گشت ”از محمد الوب قادر کی ص ۲۱، ۲۲، ۱۳۱ رادارہ تحقیق وتصنیف، کراچی ۱۹۶۳ء

۳؎ ”پنجہ شریف“ کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انگلیوں کے نشان ہیں اور دہلی میں یہ شیعوں کا مشہور قبرستان ہے، ملاحظہ ہو نجوم السما ص ۳۶۰ و محفوظات شاہ عبدالعزیز ص ۲۲۲۔

۴؎ ملاحظہ ہو معتمد جہانیاں جہاں گشت ص ۲۳، ۲۴، عوام کو بہکانے کے لئے اھج، حیدر آباد مغربی پاکستان، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نقش قدم اور ٹھٹھ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نقش قدم شیعہ مجاہدوں نے مشہور کر دیئے ہیں۔

۵؎ مرقع دہلی از نواب درگاہ قلی خاں ص ۲۴ (مقدمہ) م ۳ رتن، حیدر آباد دکن سن طبع تدارو۔

”بروزِ شنبہ زائرین اور حاجت مندوں کا بیڑا بجوم ہوتا اور ۱۲ اُحرم کو ابرو زنیارت خاص
اہلِ دنیا (خصوصیت سے اہلِ عزت و برکت پر سرداری گریاں و نالال حاضر ہو کر مراسمِ تعزیت ہی
لاتے تھے اس روز کوئی متنفس ایسا نہ ہوتا کہ زیارت سے محروم رہے“

مرثیہ خوانی کا بیڑا زور ہوتا تھا درگاہِ قلی خاں ایک مرثیہ خواں کے متعلق لکھتے ہیں:

”بلئے مرثیہ بر عجب سوز و گداز مرثیہ کی بنیاد نہایت سوز و گداز رکھتی ہے
می گزارد معدنِ اندوہ است در غم و مصائب، آلام و الم کا خزانہ ہے
وکان الم مخزنِ مصیبت است اور مجلسِ عاشوسے کا، ہتمام و انتظام کے
و گنجینہٗ غم، میرا ہتمامِ عاشورخانہ سربراہ جاوید خان ہوتے ہیں جو تعزیرِ دارد
جاوید خاب است و کبر اعانت در زیارت کرنے والوں کے لئے آرام و آسائش
زائران و تعزیرِ داراں، ہی پردازد“ بہم پہنچاتے ہیں۔

دوسرے کی کیفیتِ ملاحظہ فرمائیے

”میر عبد اللہ از تعزیرِ داراں تعزیرِ دارد میں میر عبد اللہ جناب
جناب حضرت اباعبد اللہ الحسین علیہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں ندیمِ عزیزین
السلام است مرثیہ ہائے ندیم و دشعرا کے مرثیہ نہایت دردناک انداز
حزین راقسے باہنگ ہائے حزین میں پر رھتے ہیں کہ سامعین پر بہت ہی
می خواند کہ بے اختیار شوراز نہاد رقت طاری ہو جاتی ہے، ن کے دل
سامعان برمی خیزد از کثرتِ نوحہ سے اُہ و فغاں نکلتی ہے اور نوحہ فریاد
و فریاد گوشِ شکِ کرمی گردد۔ سے گویا آسمان کے کان بہرے ہو جاتے
.... در ماہِ محرم مقدس ہمسہ جا ہیں، محرم کے مہینے کی آمد ہر جگہ پر واجب
واجب الاحترام، نبوتِ در الاحترام ہے عمائدین کے تعزیر اور نبوت

تغزیہ خانہائے مردم عہد داری
خاؤں میں عزاداری کی مجلس سے مراسم
شودہ بتقدیم مراسم عزائی پر داند
بڑے احترام کے ساتھ کی جاتی ہے در
مخلاق در اماکن موجودہ بریک دگر
ان مقامات پر اب دوسرے سے سبقت
لے جاتے ہیں جو در حق شرکت کرنے ہیں
سبقت جستہ و محوم می نمایند
ایک اور تغزیہ دار اور مرثیہ خواں کا ذکر ملاحظہ ہو

» میر درویش حسین از تغزیہ داران
میر درویش پانچویں آل کے تغزیہ داروں
جناب خاص آل عباس است و
میں سے ایک ہیں اور نادر و فغان کے رسوم
در تقدیم مراسم شیوں سے ہوتا
کی ادائیگی میں پیش پیش رہتے ہیں اور
اہنگ بائے برجستہ، انتخابش
اس سلسلے میں انہوں نے نذر
پیش ہمہ کس سلم الثبوت است
پیدا کئے ہیں اور ان کا انتخاب بریک کیلئے
دایرہ دارا وضع نیست
مانا ہوا ہے اس میں بناؤ کو دخل نہیں

دہلی میں تغزیہ داری دکن سے آئی دہلی کے ریڈیٹ چارلس مشکات کے زمانہ ۱۲۵۶ تا ۱۲۸۶
میں تغزیہ داری کے موقع پر چبکڑا ہو گیا تو اس نے مفتی اکرم الدین صدقہ الدین در دہلی رفت ۱۲۶۶ھ سے اس کے آغاز و ابتدا
کے متعلق استفسار کیا تو مفتی صاحب نے بتایا کہ

» ماہ محرم از قدیم است مگر
ماہ محرم و مدتوں سے پلا رہا ہے مگر
تغزیہ داری نبود ہر گاہ اورنگ
اس میں تغزیہ داری نہ تھی جس وقت
زیر عالمگیر بادشاہ در دکن رفتند
بادشاہ دہلی اورنگ زیب عالمگیر
لشکریان شاہی از عبد اللہ
ملک دکن گئے شاہی لشکریوں نے
پیرزادہ دکن کو در آجی تغزیہ
جبہ لشکر پیرزادہ دکن سے جو کہ وہاں

لے مرقع دہلی صفحہ ۵۳

لے میر کریم از نواب کریم اللہ خان رام پوری صفحہ ۹۳ (تعلیمی) مخدوم مولتیہ لائبریری دارم پور

داری بی گدایں رسم آموختند تعزیر داری کرتے تھے یہ رسم تعزیر
ازاں در شاہجہاں آباد نیز داری سیکھ لی اور اس طرح وہیں سے
رسم تعزیر داری جاری گردید دہلی میں بھی تعزیر داری کہ رسم جاری ہو گئی

یہ حالات تھے کہ حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی نے دو مرتبہ الازار تصانیف، ازالتہ الخفا میں خلافت
الخلافت اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین تصنیف کیں۔ ازالتہ الخفا کے آغاز میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں۔

دوریں زمان بدعت تشیع اس زمانے میں شیعہ کی بدعت شروع
آشکار شد و نفوس عوام شہبات ہو گئی اور عوام کے دلوں میں نا لوگوں
ایساں منتشر گشت کی وجہ سے شکوک و شبہات نے جگہ پالی۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے ہم اس دور کی عام مذہبی زندگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امر و دوزخ کی
سرپرستی میں شیعہ اور تفضیلیت کو کس قدر فروغ ہو رہا تھا کہ ہر شخص اسی رنگ میں رنگا ہوا تھا، مذہب اور ادب
ہر شعبہ حیات میں اس کی چھاپ نظر آتی ہے اردو شاہی کے اساطین شعرا، امیر (۱۲۲۵ھ) فقہان (۱۱۸۹ھ) سودا
سودا (۱۱۹۵ھ) آموز (۱۲۱۲ھ) میر حسن (۱۲۰۱ھ) انشا (۱۲۳۳ھ) سیدان شکوہ سیکھان (د
۱۸۳۶ھ) نظیر (۱۲۴۶ھ) نقاش (۱۲۶۳ھ) ناسخ (۱۲۵۴ھ) سب اسی جماعت کے ارکان ہیں اور
اسی فکر و نظر کے مبلغ و موائد شعرا اور متصوفین کے ذریعہ یہ افکار و خیالات خوب اشاعت پذیر ہوئے اور تفضیلی
منازع شاہ خیرا بن دہلوی (د ۱۱۹۹ھ) وغیرہ نے تو اس کو آگے بڑھایا، جس کی تفصیل حسب موقع پیش کی جائے
گی اس سلسلہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین رقمطراز ہیں۔

”ہندوستان میں جن حضرات نے تصوف کے پردہ میں تبلیغ دین فرمائی ان کو تمام تر سنی مذہب
قرار دینا غلط ہے اس لئے کہ اثنا عشری اور اسماعیلی شیعہ بھی تصوف کے حبس میں ایران سے
ہندوستان آئے رہے ہیں اور اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ نزاری اور مستعلی

لے ازالتہ الخفا عن خلافت الخلفاء، شاہ ولی اللہ دہلوی، احمد (مطبع صدیقی بریلی ۱۳۸۹ھ)

لے اردو مرثیہ اور شاہی سرپرستی از ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی بی اے پی ایچ ڈی (رضا کار لاہور اربعین مبر ۱۹۶۳ء)

اسامیلیوں کی تبلیغ تمام تر تصوف کے پرمے میں ہوئی ہے، چنانچہ نزاریوں کے پیر صدر الدین اور حسن کبیر الدین اس سلسلے میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ اثناعشری علماء و مبلغین بھی تصوف کے پرمے میں ہندوستان میں تبلیغ کرتے رہے جن کا ایک واضح اشارہ ابو الفضل نے بھی اُمین اکبری میں کیا ہے:

یہ تو خاص مرکز دہلی کے حالات کا ایک ہدکاسا نامکمل جائزہ ہے، دکن، سندھ اور بنگال کا بھی یہی حال تھا، دکن میں یہ پورا سب سے پہلے بار آور ہوا اور دکن کی شیعہ حکومتوں نے اس کو خوب پر دان چڑھایا اس دور میں ایران سے امراد علماء آئے اور دکن میں قیام پذیر ہو کر اپنے اداسے قائم کر کے امامیہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہو گئے، آخر میں آصف جاہ نظام الملک نے حیدر آباد دکن میں جو ریاست قائم کی اس میں شیعہ امیروں، رئیسوں، زمینداروں اور جاگیرداروں کے عہدہ و اقتدار کی وجہ سے یہ افکار و نظریات خوب پھیلے، سندھ میں ”امیران سندھ“ کا بھی یہی مسلک تھا تاریخ و ادب اور شعر و شاعری سب میں ان ہی افکار و خیالات کی صدا گونجتی نظر آ رہی ہے، سندھی ادبی بورڈ نے اس دور کا جو فارسی لٹریچر شائع کیا ہے اس میں اس کی بھرپور تفصیل ملتی ہے یہاں مرن ایک مثال ملا محمد معین سندھی (۱۱۹۱ھ / ۱۷۷۸ء) مصنف ”دراسات القلیب“ کی پیش کی جاتی ہے کہ ایک طرف تو وہ ”غیر مقلدیت“ کے مبلغ ہیں تو دوسری طرف ”رفض و شیعیت“ میں دو بے ہوئے ہیں۔ اور یہ اس دور کے متصوفین، شعرا اور امرا کا عام رجحان تھا ”اسیران سندھ“ کے اقتدار کی آخری نشانی ”ریاست خیر پور“ تھی کہ جس نے اس معاملہ میں اپنی ذمہ داری کو پورا کی استعداد سے پورا کیا، سندھ کے دوسرے امیروں اور متصوفین کا بھی یہی حال تھا، تاریخ ادج کے مؤلف مولوی محمد حفیظ الرحمن بہاولپوری (۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء) ادج میں شیعیت کا آغاز ”کی مرقی کے تحت رقم طراز ہیں:

”جندوڑہ شاہ نے سندھ میں باطنی ہو کر ایک طوائف کو ہر خاتون سے نکاح کر لیا اور میر سہراب

لہہ دراسات القلیب کو مولانا محمد عبدالرشید نعمانی نے ایڈٹ کیا ہے اس کے مقدمہ میں انہوں نے ملا محمد معین کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں اور ان کے افکار و معتقدات کا جائزہ لیا ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ دراسات القلیب ص ۱۰ (سندھی ادبی بورڈ، کراچی ۱۹۵۷ء)

خان تالپر کے اثر تربیت و صحبت سے مذہب شیعہ اختیار کر لیا اور ۱۲۲۴ھ میں اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ اودھ میں وارد ہوا اور مخدوم ناصر الدین سادس کے لقب سے سجادہ نشین خانانہ حضرت جلال (بخاری) مخدوم جہانیاں جہاں گشت بن گیا۔۔۔ جنکو شاہ پہلا سجادہ نشین اودھ بنی رہے جس نے سندھ سے منسلک شیعہ لاکر اودھ اور ریاست بہار پرورد میں مروج کیا۔

ہندو فیروز کے مشہور مہروردی بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ۸۵ھ کی خانقاہ کا یہ حال ہے اور اس کے سجادہ نشین اب اہل تشیع میں بنگال اکو معاد میں سب نے اگے تھا نظامت مرشد آباد کے بانی مرشد "قلی خاں" ایک شیعہ امیر تھے اس کے بعد جب مرشد آباد پر علی وردی خاں کی بالادستی قائم ہوئی تو مرشد آباد اور عظیم آباد اس تحریک کے دو خاص مرکز قائم ہو گئے علی وردی خاں نے ان رجحانات کی اشاعت میں خاصہ حصہ لیا ان کے زمانے میں فضلا سے ایران جوق در جوق بنگال و بہار میں پہنچے اور حکومت کی سرپرستی میں اپنے عقائد و افکار کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہوئے نواب علی وردی خاں بہایت جنگ خود بھی دروزارہ بعد عصران ایران ان فاضل اکابر کے ساتھ مجلس مذاکرہ منعقد کرتے اس مجلس میں سید الاناضل میر محمد علی فاضل تقی قلی خاں، حکیم ہادی خاں، مرزا محمد حسین صفوی وغیرہ شریک ہوتے کتاب کافی مستشرق محمد بن یعقوب کلینی سے دو حادثہ دروزرہ پڑھی جاتی اور میر محمد علی فاضل اس کی شرح کرتے تھے لے

غلام حسین طباطبائی نے میر الماخرین کی ایک فصل میں ان فاضل ایران کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ جو علی وردی خاں کے زمانے میں وارد بنگال و بہار ہوئے ان حضرات کی تبلیغ کا انداز بھی خوب تھا غلام حسین طباطبائی مولف میر الماخرین کی نانی کے حقیقی چچا شاہ حیدری کر بلانی حاکم تھے وہ اپنے معتقدات میں بہت پختہ تھے۔ در تشیع نہایت دے باک دور وہ اپنے شیعہ اعتقادات میں نہایت نظر اور بہت بے پردہ اور پختہ تھے۔

کمال استغنا بود۔

لے ملاحظہ ہو سیرۃ الماخرین از غلام حسین طباطبائی صفحہ ۶۰۹-۶۱۰۔ لڑکہ شوہر پریس کھنؤ ۱۸۹۶ء

لے سیرۃ الماخرین صفحہ ۶۱۵-۶۲۰۔ لے سیرۃ الماخرین صفحہ ۶۱۳۔

شاہ حیدری بھاگل پور بہار میں مقیم تھے وہاں کے ایک رئیس محمد غوث خاں بیمار ہوئے تو ان شاہ صاحب نے کس طرح اپنے معقولات کی تبلیغ کی ملاحظہ ہو۔

محمد غوث خاں اتفاقاً بیمار ہو گئے	محمد غوث خاں اتفاقاً بیمار
اور بیماری سے شدت اختیار کر لی	شد و بیماریش اشتداد یافتہ
زندگی کی امید نہ رہی اس وقت	از حیاتش امید سے بزد
شاہ حیدری کہ جن کو مذہبی عقائد	در آن وقت شاہ حیدری کہ
سے نفرت تھی لیکن ان کی بہادری	از مہابت مذہبش نفور اما
سے وہ راضی و خوش تھے، تو وہ محمد غوث	از شجاعتیس راضی و مسرور
خاں کے پاس گئے اور ان کے شیعہ	بود بسردتش رسیدہ
مذہب کے قبول کر لینے کی شرط پر شفا	بشرط قبول مذہب تشیر
کی ضمانت دی اور انہوں نے قبول	ضامن شفائے او شد و
کر لیا اور اتفاق سے وہ تندرست	ادقہوں نمود و شفا یافت و
ہو گئے اور عقیدت مندی کے ساتھ	ارادت کامل با شاہ
شاہ حیدری کے معتقد ہو گئے اور	حسیہ ری بہم و مانیدہ
بال بچوں سمیت ان کی پیروی	مع اولاد مطہر و متقا و کش
کرنے لگے۔	بود

اس کے بعد ہم اودھ کی حکومت کا جائزہ لیتے ہیں اس کی مدت قیام بھی زیادہ نکلا اور اس کے حکمرانوں نے اپنے اپنے حق و طاقت کا نشان بہتر گرمی دکھائی، اس حکومت کے بانی برہان الملک سعادت خاں ۱۱۵۹ھ میں جن کو پہلے مرشد تلی خاں، ناظم مرشد آباد کی سرپرستی حاصل رہا ۱۱۳۲ھ میں اودھ کے مستقل صوبیدار ہوئے برہان الملک کی پیشانی پر سب سے بڑا داغ یہ ہے کہ انہوں نے نادر شاہ کے ہاتھوں دہلی کو تباہ و برباد

کرایا حکیم نجم الغنی خاں تاریخ مظفری کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

”درد و گریہ فردوس آرام گلہ خلویت
میر بخش گرمی بہ نظام الملک
فتح جنگ مرحمت فرمودند سعادت
خاں برہان الملک کہ امید دار
ایں خدمت بود از حد کبیدہ خاطر
گشت و نادر شاہ را بر فتن
دار الخلافہ شاہجہاں آباد ترغیب
نمود ادا و تک حرامی ادا کرد و خزان
و دفاً آن آنجا گوش زد کرد“
مفتاح التواریخ میں بھی اس بات کی تصریح کی گئی۔

”از گشتن او (برہان الملک)
نادر شاہ از میدان قتال کرنال
یہ بہانہ ضیافت در قلعہ شاہجہاں
آباد داخل شدہ والا ارادہ
نادر شاہ چنیں نہ بود چنانچہ
تاریخ دفاً نش بزیادت یک عدد
چنیں یافتہ اندوہ بے سعادت
تک حرام مرد“
اور ان ہی (برہان الملک) کے
لکھنے پر نادر شاہ کرنال کے میدان
جنگ سے دعوت کے بہانے دہلی
کے قلعے میں داخل ہوئے حالانکہ
نادر شاہ کا ارادہ ایسا نہ تھا
چنانچہ برہان الملک کی وفات
کی تاریخ ایک حرف کے افسانے
سے یہ بنی۔ بے سعادت تک حرام مرد

برہان الملک کے بعد ان کے جانشین ان کے داماد ابو المنصور خان صفدر جنگ (رن ۱۱۴۷ھ) ہوئے

جہوں نے دہلی کی مرکزی حکومت میں وزارت کا منصب حاصل کیا۔ صوبہ اودھ سے ملی ہوئی فرخ آباد اور روہیل کھنڈ کی ریاستیں تھیں جن کے حکمران بنگش اور روہیلہ پٹھان تھے۔ مذہباً یہ لوگ سنی تھے۔ اختلاف مذہب کی وجہ سے ان دونوں ریاستوں کا وجود صفر جنگ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا اور انہوں نے ان دونوں مسلم ریاستوں کو ختم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ان کی اس آرزو کی تکمیل ان کے بیٹے شجاع الدولہ اور پوتے آصف الدولہ کے ہاتھوں ہوئی، برہان الملک اور صفر جنگ کے زمانے میں بہت سے ایرانی اودھ میں آئے اور حکومت کے نظم و نسق میں ہاتھ بٹایا۔ انجم الغنی خاں لکھتے ہیں اے۔

”ان صفر جنگ کی سرکار میں سواران مغلیہ بیس ہزار تھے، لیکن اکثر ہندوستانی بھی

صفر جنگ کا ادھر میلان پاکران کا سالباںس پہن کر بات چیت کرتے تھے اور تنخواہ پاتے تھے“

صاف ظاہر ہے کہ فوج کی ملازمت کے لئے ایرانی لباس و زبان ضروری تھے تو ان ہی علوٰی دین ملوکھ

کے مصداق معلوم نہیں کتنوں نے آبائی عقائد کو خیر یاد کہا ہو گا، اختلاف مذہب کی وجہ سے ان حکمرانوں کے زمانے میں سنی علما و مشائخ کی بہت سی جائیدادیں ضبط ہو گئیں، میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں^۱

دو تاجد و دستاردار ہنگامہ علم

۱۳۱۷ھ کے زمانہ تک علم و علماء کا

دو تاجد و دستاردار ہنگامہ علم

۱۳۱۷ھ کے زمانہ تک علم و علماء کا

دو تاجد و دستاردار ہنگامہ علم

۱۳۱۷ھ کے زمانہ تک علم و علماء کا

دو تاجد و دستاردار ہنگامہ علم

۱۳۱۷ھ کے زمانہ تک علم و علماء کا

دو تاجد و دستاردار ہنگامہ علم

۱۳۱۷ھ کے زمانہ تک علم و علماء کا

دو تاجد و دستاردار ہنگامہ علم

۱۳۱۷ھ کے زمانہ تک علم و علماء کا

دو تاجد و دستاردار ہنگامہ علم

۱۳۱۷ھ کے زمانہ تک علم و علماء کا

دو تاجد و دستاردار ہنگامہ علم

۱۳۱۷ھ کے زمانہ تک علم و علماء کا

دو تاجد و دستاردار ہنگامہ علم

۱۳۱۷ھ کے زمانہ تک علم و علماء کا

۱۳۱۷ھ کے زمانہ تک علم و علماء کا

۱۳۱۷ھ کے زمانہ تک علم و علماء کا

دہانک پورہ و کوڑہ جہاں آباد
 وزیرِ اصمیرہ حکومت گردید و
 وظائف و سیوریات منوادیہائے
 قدیم و جدید یک قلم ضبط
 شد و کارِ شرفار و نسیار بہ
 پریشانی کشیدہ اضطرابِ مردم
 آنجا از کسبِ علم بازداشتہ
 در راجِ تدریس و تحصیل یآں
 درجہ نمازد و مدرسہ کر از عہد
 قدیم معدنِ علم و فضل بود یک
 قلم خربہ افتاد انجمن ہائے
 اربابِ کمالِ بیشہ بر ہم خورد
 اَللّٰہُ وَاِنَّا اِلَیْہِہٖ رٰجِعُوْنَ
 و بعد از تحالِ بر بان الملک
 نوبتِ حکومتِ بخوار زادہ
 ابو الوانصور خاں صفدر جنگ
 رسید و فائز و اقطاعات
 بدستہ زیر ضبط ماند و در
 اواخر عہدِ محمد شاہ ۱۱۵۶ھ صوبہ
 دارن نہ آباد نیز صفدر جنگ
 مقرر شد و تتمہ وظائف اُن صوبہ

مانک پورہ کوڑہ جہاں آباد کو حکومت
 کا حصہ بنایا پر سنے پرانے خاندانوں
 کے وظیفے اور مراعات وغیرہ
 یک قلم ضبط کر لئے ہر شریعت و
 نجیب خاندانی لوگوں کا حال خراب ہو
 گیا و درس پریشانی نے لوگوں کو
 حصولِ علم سے باز رکھا، اس لئے کہ
 وہاں علم حاصل کرنے کا رواج و
 آسانیاں پہلے کی طرح نہ رہیں عہدہ
 مدارس جو پرانے زمانے سے علم و فن
 کے معدن تھے ایک دم تباہ ہو گئے،
 اہل کمال کی نجمیں اکثر در ہم برہم
 ہو گئیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِہٖ
 رٰجِعُوْنَ بہر ہاں الملک کے مرنے
 کے بعد حکومت ان کے بھانجے
 ابو المنصور خاں صفدر جنگ کو ملی
 ان کے زمانے میں بھی وظیفہ اور
 جائزہیں بدستور ضعیف ہیں ۱۱۵۹ھ
 میں اسہ آباد کی صوبہ داری بھی صفدر
 جنگ کو ملی اور اس صوبہ کے
 تھوڑے بہت آخری وظائف جو

کرتا حال از آذت ضبط محفوظ اب تک ضبط سے محفوظ تھوڑے
ماندہ بود بضبط درآمد در عهد بھی ضبط کرتے گئے ہندو جنگ
جہاں داو شاہ، ہندو جنگ جہاں داد کے زمانے میں جو بھی
ہیائے وزارت اعلیٰ صعود نمود وزارت اعلیٰ کے عہدے تک ترقی
نائب صوبہ کار برابر باب دھانت یا گیا تو وہ ار باب دھانت کو برابر
تنگ تر گرفت و تاحین تحریر ختم کرتا گیا۔ یعنی اس کتاب کی
کتاب ایس دیار پامال حوادث تصنیف تک یہ علاقے زمانے کی
رود گاراست " حوادث کا شکار رہے۔

جائیداد اور احاک کی واگزاری کے لئے بہت سے قدیم خاندانوں نے اپنے آبائی مذہب کو خیر یاد کہہ
ویدا اس سلسلہ میں مائثر انکرام کے مقدمہ میں بابائے رود مولوی عبدالحق مکتبے میں لے۔

"ایک بات تاریخی حیثیت سے اس تذکرہ میں خاص طور پر قابل ملاحظہ ہے کہ ان علماء و فضلاء نے
بگرام میں سے جن کا اس میں ذکر ہے ایک بھی اہل تشیع میں سے نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
مذہب شیعہ نے وہاں بعد کے زمانے میں رواج پایا"

حقیقت یہ ہے کہ سادات بگرام نے معاشی اور معاشرتی مجبوریوں سے پہلے تفضیلیت اور پھر شیعیت اختیار
کی اور غرض زمانے میں تو یہ رنگ بہت پختہ ہو گیا یہاں کی تعزیرہ دری نے دور و نزدیک شہرت پائی بگرام کے حرف
ایک محلہ میدان پورہ کی تعزیرہ داری کا حال ملاحظہ ہوئے۔

"۱۰۔ محرم گوگیارہ بجے تک محلہ میدان پورہ کے تعزیرے جن کی نہر ت درج ذیل معہ بنانے
والوں کے ہے جو تہ آدمیں چوبیس، پچیس کے ہوتے ہمراہ سفید تعزیرہ کے گشت میں
شامل ہو کر کربل جیسے مشہور تعزیروں میں بیٹوں کا قزیہ، کنجڑوں کا تعزیرہ کرم میاں پیراڈہ کا

لے مائثر انکرام جلد اول مقدمہ صفحہ ۱۲۔

۱۰۔ تاریخ خط پاک بگرام از تاجی شریف امن بگرامی ۲۵۵، علی گڑھ ۱۹۶۶ء

تغزیہ رسول بخش کا تغزیہ، حیدری بیچ بند کے تغزیہ تھے اس کے بعد بڑھاپوں گاؤں قبیلوں، نیاہلوں، معارال
 جوگیوں، نور بانان، گاؤں کے تغزیہ امام باڑے میں اگر شریک گشت ہوتے تھے اہل ہنود کے یہ لوگ
 تغزیہ بتاتے تھے اور شریک عزاداری ہوتے تھے، البشری شاہ بقاں، ہیرالال بھوجی، سوہن
 بقال، گوکل قبولی، لکھن بقال، سوہن بچار۔۔۔ قریب ۵ بجے دن کے جبکہ تغزیہ متصل مکان
 مولوی محمد عالم صاحب پہنچا تو شیخ مظہر حسین مذکور مرثیہ

قتل جب رن میں ہوا سبط رسول الثقلین

”خاص اپنے چیدہ بازوں کے ساتھ بہت شان سے پڑھتے اس مرثیہ میں ہندی کے الفاظ کی
 ”یہیں ہیں جو بہت در دا میزاد بھلی معلوم ہوتی ہیں اس مرثیہ کے سننے کے واسطے تمام بنگلہ
 کے معززین اہل ہنود اور بنگالی تحصیل و تھانہ لے تھے مجمع نہایت کثیر اور پُر رونق ہوتا تھا
 ہجوم مردمان کی وجہ سے مرثیہ خوان مشکل ایک دو ہاتھ سے زیادہ نہیں بڑھ سکے تھے اس مرثیہ
 کا جواب بھی اہل ہنود ہی پڑھا کرتے تھے بعد ۵ واپسی تغزیہ از کر بلا تمام فرگوار دہالیاں محمد
 امام باڑہ میں موجود ہو کر غم امام علیہ السلام میں شریک ہوتے اور مجلس شربت کی ہوتی اور
 یہی مجلس سوم اور چہلم کو کر بلا میں ہوا کرتی تھی۔“

ادودہ اور ردھیل کھنڈ میں تغزیہ داری کا یہ رنگ بھی نواباں اور شاہانِ ادودہ کی ترغیب و تحریص
 اور ن کی سرپرستی کی وجہ سے پیدا ہوا، بنگلہ ام کی تغزیہ داری کی جو تفصیل بیان ہوئی ہے نام و مقام کو چھوڑ کر
 کم دیش روہیل کھنڈ کے شہر و قعات میں بھی تغزیہ داری کا یہی انداز تھا، تقسیم ہندوستان سے قبل آنولہ،
 بدایوں، ادجھانی، بریلی، پٹلی پھیت، رام پور اور امروہہ وغیرہ میں اسی زور شور سے تغزیہ داری ہوتی تھی، آج
 کر لچی میں تقسیم کے بعد سے تغزیہ داری کا رنگ اس سے بھی جو کھا ہو گیا ہے بات ذرا آگے بڑھ گئی ذکر تھا صدر
 جنگ کے جائیدادوں کے ضبط کرانے کا، آئینہ ادودہ کے مصنف مؤلف، ابوالحسن مانیکپوری لکھتے ہیں۔

”سادات موضع جی، برگنہ، ہوہہ، دفتح پور خاص میں مقیم ہوئے مدت یک اولادان کی بہ مذہب
 بان اہل سنت اقام رہی لیکن بعد ریاست ابوالمنصور خاں صفدر جنگ مذہب امامیہ اختیار

کرتے گئے۔^{۱۵۴}

۱۱۱۱ء رسید غلام حسین ثانی ساکن بہرائچ کے دو پسر غلام محمد و غلام رسول ثانی رہوئے یہ معاصر تھے نواب شجاع الدولہ بہادر کے بعد شکست بکسر کے جب صلح نامہ گورنمنٹ انگلش سے ہوا نواب مدوح الذکر نے حکم ضبطی کل معافیات صوبہ اودھ کا حصول کیا یہ دونوں بھائی یہ طبع بحالی معافی بہ تبدیلی مذہب آبائی (اہل سنت) یا بند مذہب امامیہ ہو گئے۔^{۱۵۵}

صفدر جنگ کے بعد شجاع الدولہ (۱۱۸۵ھ/۱۷۷۱ء) سر میرا لئے حکومت ہوئے وہ اپنی مذہبی پالیسی میں اپنے والد بزرگوار کے سختی سے پابند رہے بلکہ ان کے زمانے میں یہ پورا اور بھی برگ و بار لایا انہوں نے فروغ آباد کے بنگش اور دہیل کھنڈ کے دو ہیلہ حکمرانوں کا پورے طور سے استیصال کیا۔ احمد خاں بنگش کے صاحبزادے نواب دلیر بہتے خان مظفر جنگ (۱۱۹۹ھ/۱۷۸۶ء) کے زمانے میں ۱۱۹۲ھ میں ریاست فروغ آباد شجاع الدولہ کے ماتحت ہو گئی اور ۱۱۹۳ھ نواب مظفر جنگ نے باقاعدہ شید مسلک اختیار کر لیا۔ لوح تاریخی (تصنیف ۱۲۵۵ھ) کے مؤلف منور علی خاں لکھتے ہیں،^{۱۵۶}

”کول (علی گڑھ) کی راہ میں ایک قصبہ جلالی ہے کہ سید اص میں رہتے ہیں وہاں محرم کا چاند دکھائی دیا تب نواب شجاع الدولہ نے وہیں قیام کیا اور تعزیر داری وہیں کی۔ امام باڑے پڑے کا کھڑا کیا گیا اور چاندی کے تعزیر رکھے گئے جو امیروں کے ہمراہ سفر میں ہوتے ہیں، چنانچہ نواب مظفر جنگ اس مقام پر شیعہ ہوئے“

شجاع الدولہ نے جلالی میں ایک صاحب حکیم خیرات علی کے امام باڑے کے لئے چار گناؤں مال پور کمال پور، نور پور اور نزدلی معائنہ کئے۔^{۱۵۷}

۱۱۹۲ھ اودھ از ابوالحسن مالک پوری صفحہ ۱۱۹ (طبع نقای کا پور ۱۸۸۰ء)

۱۱۹۲ھ ایزد اودھ صفحہ ۱۵۵۔

۱۱۹۲ھ لوح تاریخی از منور علی خان ورق ۱۲۰ (رقلمی سال کتابت ۱۲۴۲ھ) (غزوہ مسلم یونیورسٹی، لاہور بری، علی گڑھ)

۱۱۹۲ھ جات حافظ رحمت خاں از سید الطوفان علی برلوی صفحہ ۲۵۹ (طبع ثانی، کراچی ۱۹۶۳ء)

۱۷۷۱ء میں شجاع الدولہ نے انگریزوں کی مدد سے روہیلوں پر چڑھائی کر دی، روہیلہ سردار حافظ الملک حافظ رحمت اللہ خاں میراں پور کٹرہ کی جنگ میں شہید ہوئے، تمام ریاست روہیل کھنڈ پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہو گیا، اور اس کی میرینہ آرزو پوری ہو گئی، اہل روہیل کھنڈ کو سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا، شہر و قعات بڑی طرح تاراج کئے گئے، امرا و رؤسا اور علماء و مشائخ کو سخت کھکھیڑیں اٹھانی پڑیں، شعائر اسلامی کی اعلانیہ بے حرمتی کی گئی، شیوپر شاہ کی کتاب فرح بخش کے حوالہ سے نجم الغنی خاں لکھتے ہیں:

”مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں اور مقبروں میں تلنگے گوبر سے چوکا دیتے اور کھانا پکاتے ہیں، انور نواب علی محمد خاں کے ہمد میں دارالاسلام تھا اور نواب محمد وح نے بڑی کوشش کے ساتھ آبادی میں ترقی دی تھی قلعہ اور مسجدیں تعمیر کرائی تھیں، آٹولہ کی دینداری پر بلاد اسلام کو رشک تھا، شجاع لدلہ کی فتح کے بعد اس شہر کی یہ نوبت پہنچی کہ آخون محمد حیم کی مسجد میں جو ایک مقدس اور مجتہد شخص تھے، رڈیاں اور فاحشہ عورتیں رہنے لگیں اور اعلانیہ ان میں بیٹھ کر کسب کرائیں بدعنوانی میں مشغول رہیں ان سے کوئی یہ تعرض نہیں کرتا کہ تم مسلمانوں کے ایک مقدس مقام میں ایسا کیوں کرتی ہو؟“

شجاع الدولہ نے فتح روہیل کھنڈ کے سلسلہ میں مشہور جتن گوصوفی، شیخ، پیراؤ، من کی جائیداد ضبط کر لی اور ان کو قید کر دیا، قید ہی میں ان کا انتقال ہوا یہ وہی شاہ دن میں جن کے متعلق مشہور ہے کہ

بڑھائی شیخ نے داڑھی اگرچہ سن کی سی
مگر وہ بات کہاں موی کی دن کی سی

ضبطی جائیداد کے سلسلہ میں ہم عصر مورخ منشی فیض بخش بن غلام سرور کا کوردی مرتب ”رقعات“

”رقعات پھیمی زائن“ لکھتے ہیں۔

”بعد انقضائے مدت دہ سال دس سال کی مدت گزرنے کے بعد

لے تاریخ اودھ جلد دوم از نجم الغنی خاں صفحہ ۲۷۱ روکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۹ء

لے رقت پھیمی زائن مرتب منشی فیض بخش بن غلام سرور کا کوردی صفحہ ۵ (مطبع جمعہ پانچ ۱۳۷۸ھ)

کہ صحبت شاہ مدن بکبات شتی
کہ اظہار آں محض طول مقل
است از وزیر الممالک ثواب
شجاع الدولہ بہادر برہم خورد
ودیات جاگیر ایشاں کہ قریب
بر محاصل یک لکھ روپیہ بود
بر ضبط سرکار دولت مدار
درآمد شاہ موصوفت بایں
ہمہ طنطنہ مشیخت و سیادت
محبوس زنداں شدند

شاہ مدن کی شہرت تمام اطراف
میں پھیلی جس کا یہاں بیان کرنا
محض بات کو طول دینا ہے اور شاہ
مدن کی شہرت سے ثواب شجاع الدولہ
برہم ہوئے اور ان کے گاؤں کی
جاگیریں جن کی آمدنی ایک لاکھ روپے تھی
سرکار دولت مدار کی ضلعی میں آگئے
اور شاہ مدن موصوفت تمام شان و
شوکت ہر تاب و سرکاری کے ساتھ قید خانہ
میں قید کر دیے گئے۔

اس سلسلہ میں مزید تفصیل نامہ مظفری میں ملاحظہ ہو۔

”د شجاع الدولہ کے سائے ثواب سالار جنگ جو بہو بیگم کے بھائی تھے، نہایت متعصب و
حادثہ شخص تھے شاہ مدن صاحب کے احترام سے انہیں ولی عہد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ
کے دل میں شاہ صاحب کی برائیاں جھڑکتے تھے شاہ صاحب حافظ الملک کے سرور ظن دار تھے“
کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے امداد مند تھے بلکہ بعض راوی حافظ صاحب کو شاہ
صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام لگایا اور ان کی جاگیریں ضبط کر لیں اور اسی
پر اکتفا نہ کی بلکہ یہاں تک ظلم کیا کہ شاہ آباد کے قیام میں اثاثہ بیت اور مستورات کے زیورات
بیک شاہ صاحب سے منگوا لئے اس کے چھ ماہ کے بعد شاہ مدن صاحب نے انتقال کیا شاہ صاحب
کے مہر اور حافظ الملک کے خون ناحق نے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوش نصیب نہ ہونے دیا
حافظ الملک کے قتل کرانے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب کے انتقال کے تین ماہ کے

بعد میں شباب میں ۴۵ برس کی عمر میں ۲۴ ذی قعدہ ۱۱۸۸ھ کو شجاع الدولہ نے انتقال کیا۔

شجاع الدولہ کے ہند کے در واقعات کی طرف اشارہ اور ضروری ہے کہ اس کے ہند میں اس زمانے کے دو نامور فاضل ملا عبد العلی بحر العلوم رت ۱۲۳۵ھ اور ملا محمد حسن فرنگی محلی رت ۱۱۹۹ھ (۱۷۸۳ء) اختلاف عقائد کی وجہ سے لکھنؤ سے خارج البلد کئے گئے، اور ان ہستیوں کو پھر کسی اپنا وطن دیکھنا نصیب نہ ہوا ملا عبد العلی بحر العلوم نے ساری عمر شاہجہان پور رام پور، مغل پور، مدراں میں غریب الوطنی میں گزاری اور مدراں ہی میں پیوند خاک ہوئے ملا محمد حسن نے رام پور میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ لکھنؤ کی سرزمین ان کا منظر پر نظر کرتی ہے مگر یہ حقیقت بھی ہے کہ اہل لکھنؤ اور حاکم لکھنؤ (شجاع الدولہ) نے ان کے ساتھ کیسا سنگہ انسانیت سلوک کیا۔

آسمانِ راسخ بود گر غمِ بیمارِ دیرزمین

ملا عبد العلی بحر العلوم کے سلسلہ میں مولانا فضل امام خیر آبادی لکھتے ہیں :-

» بعد ازاں بہ سببہ از اسباب اور اس کے بعد کسی سبب کی بنا پر لکھنؤ
لکھنؤ برآمدہ چندے در رام پور سے نکل گئے اور کچھ عرصہ رام پور میں
ماند و آنجا بہ افادہ و افاضہ قیام کیا اور اس میں اضافہ کرتے
پرداختند۔

مؤلف اعضان العرب اس سبب کی کسی قدر نشاندہی کرتے ہیں :-

» در ادراکِ طال اور ملا عبد العلی ملا عبد العلی بحر العلوم کے ابتدائی
بحر العلوم، راسا نحو عظیمہ در حالات میں ایک بڑا سانحہ اپنے وطن
وطن پیش آمد بہ سببِ آل (لکھنؤ) میں پیش آیا جس کی وجہ
صورت قیام در آنجا مناسب سے انہوں نے وہاں رہنا مناسب
نمیدہ، ہر چند اعانت و امداد نہیں سمجھا اگرچہ کہ عزیز و اقارب نے

اے تراجم الفضل الافضل امام خیر آبادی صفحہ ۱۲ پاکستان بشارتیں سوسائٹی کراچی ۱۹۵۶ء

۲۰ اعضان العرب مشیخۃ الطیبۃ از ولی اللہ لکھنوی صفحات ۱۲۲-۱۲۳ (مطبوعہ کارنامہ فرنگی محل لکھنؤ ۱۲۹۸ھ) ۱۸۸۱ء

از خویشاں و عزیزاں درخواست
 ان کو مدد دینے کی درخواست کی
 آہا ہم شریک اد گشتند
 لیکن انہوں نے کہا کہ ہم ہمیشہ
 لکن گفتند کہ مایاں مدام در
 گھر میں نہیں رہ سکتے۔ مذکورہ
 خانہ نمی باشیم.... ملاذ کو فساد
 ارباب شہر دیدہ قیام دریں
 شہر نخواست در اہی شاہجہاں پور
 گشت حاکم آنجا حافظ رحمت خاں
 مرحوم آمدن فرزند مولانا نظام الدین
 در ملک خود غنیمت دانست
 یکمال اعزاز و اکرام اور گرفتہ دھر
 معقول برائے معارف طلبہ علم
 مقرر ساخت و نواب شاہجہاں پور
 عبد اللہ خاں مرحوم آمدہ اندرون
 قلم در حوصلی خود اور اجا داد تا
 حیات حافظ رحمت خاں مرحوم
 ہما جا سکونت
 داشت

ان کو مدد دینے کی درخواست کی
 لیکن انہوں نے کہا کہ ہم ہمیشہ
 گھر میں نہیں رہ سکتے۔ مذکورہ
 ارباب شہر کے فساد کو دیکھ کر
 وہاں قیام نہ رکھ سکے، اور وہاں
 سے شاہجہاں پور چلے گئے۔ وہاں
 کے حاکم حافظ رحمت خاں مرحوم
 نے مولانا نظام الدین کے بیٹے کو
 اپنے علاقے میں آئے کفایت سمجھا
 اور بڑے عزت و احترام کے ساتھ
 ان کے طلباء کے اخراجات و معارف
 کے لئے معقول و وظیفہ مقرر کر دیا
 اور نواب شاہجہاں پور عبد اللہ
 خاں مرحوم نے تو اگلا اندرون قلعہ
 اپنی حویلی میں ان کو جگہ دی۔ اور
 حافظ رحمت اللہ خاں مرحوم کی زندگی
 تک وہ وہیں مقیم رہے۔

واقعہ یہ تھا کہ ایک رئیس نور الحسن خاں ملائکہ العلوم کے مدرسے کے پاس ان کے ایک تیز موزوں محب اللہ کے
 مکان میں علاج کی غرض سے مقیم تھا علم کا حسینہ آگیا اس رئیس نے وہاں تعزیر منگوا لیا اس بات پر حیران ہو گیا، بحر العلوم کو جان کے لئے
 پڑ گئے انکو لکھنؤ چھوڑنا پڑا اور پھر کبھی دکن نصیب نہ ہوا ملا حسن بھی ایسی نصرت کے قبیضے میں کھسکے تھے کہ انہوں نے موافق افغان الارب
 لکھتے ہیں بلکہ

”بشرارت بعینے از حساد و مفسدہ
 بعض حاسدین نے وطن میں فساد
 عظیم در وطن رو داده کہ در
 عظیم ہر پا کر رکھا تھا اور انہیں
 اُن، ہلاک خود را شاید ساخت
 اپنی ہلاکت کا خطرہ نظر آ رہا تھا
 وطن میں آب و دانہ نزدیک کر دیں
 وطن کو بھل کھنڈ شد و بقیہ عمر در
 رو بھل کھنڈ گئے اور باقی عمر اس
 حمایت حکام اُن ملک بسر برد
 ملک کی حمایت میں بسر کی رام پور
 در رام پور وفات یافت
 میں وفات پائی۔

شجاع الدولہ کے بعد نواب آصف الدولہ (۱۲۱۲ھ) مسند نشین حکومت ہوئے چونکہ فتح روہیل کھنڈ
 کے بعد بلدیہ شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا تھا، لہذا انظم و نسق کے قیام کی تمام پالیسی آصف الدولہ کو وضع کرنی
 پڑی، آصف الدولہ نے بڑی حد تک اپنے باپ اور دادا کی روایات کو برقرار رکھا، قدیم جاگیرداروں کی جاگیریں ضبط ہوئی
 روہیلوں کے رکنہ ۱۵۰۰۰۰ اراضیات کے محلات اور سرزمین ضبط ہو کر ان شیعہ عمال اور افسران کو ملیں جو آصف الدولہ کی طرف
 سے ان مقامات پر مقرر ہوئے، اول میں نواب علی محمد خاں کے قلعہ میں شیعہ سادات آباد کئے گئے، یہ لوگ ۱۱۹۳ھ تک قلعہ کے
 ایک حصہ چورچی میں قابض و دخل سپہ، تقسیم ہند کے بعد یہ تتر بتر ہو گئے، یہ سلطان علی بریلوی لکھتے ہیں۔

”شہابان اودھ کے ہند حکومت میں اہل تشیع حضرات کی مہذب و ذی علم آبادی کا کافی اضافہ ہوا، روہیل کھنڈ
 کے ہر ایک ضلع میں ہمارے ان بھائیوں کے مشہور خاندان اگر حکومت پذیر ہو گئے اور حکومت کی جانب سے ان کو معقول
 زمینداریاں اور جاگیریں عطا کی گئیں، بریلی میں حسینی باغ، گزری کی مسجد اور آصف الدولہ کا کالا امام بارگاہ وغیرہ اسی
 ہند کی مشہور یادگاریں ہیں۔“

محرم کے عزاداری کے سلسلہ میں بریلوی صاحب رقم طراز ہیں۔

”سرزمین روہیل کھنڈ میں موجود زمانے کی کسی دھوم دھام کی محرم داری جس میں باجے تاشے،

لے حیات حافظ رحمت اللہ خاں (طبع دوم) صفحہ ۴۱۸

لے حیات حافظ رحمت اللہ خاں (طبع دوم) صفحات ۳۲۵-۳۲۶۔

نوبت، علم، تخت، تعزلیوں و غیرہ کے جلوس نکالے جاتے ہیں اس کا رد میلوں کے دودھ کو مست یا اس سے قبل کے زمانے میں جہاں تک تحقیق کی گئی، وجود نہیں ملتا اس قسم کی تعزیر داری کا سلسلہ بعد شہادت حافظ الملک و الیان اودھ کے بست و ہفت سالہ عہد سلطنت میں شروع ہوا، کالامام باڑہ تعمیر کردہ نواب آصف الدولہ اور میر علی میں شیعہ حضرات کی دوسری عمارتیں بھی اسی زمانے کی یادگار ہیں۔

بسولی میں نواب دودھ کے خاں کا تعمیر کردہ شیش محل تھا اس کی ایک پرانی محل مرا میں میر مشرف علی کو مقیم کیا جو شجاع الدولہ کے زمانے میں ایران سے وارد لکھنؤ ہوئے تھے، ان کی اولاد تقسیم ملک تک اس محل میں رہتی تھی اور یہ جھڑولی سادات کہلاتا تھا۔ اس خاندان کے آخری نمائندے سید محمود علی تھے قیام پاکستان کے بعد بسولی میں وہ فوت ہوئے اسی طرح اوجھانی کا قلعہ جو نواب عبداللہ خاں ولد نواب علی محمد خاں کا تعمیر کردہ تھا وہ بھی شیعہ سادات کو ملا اسی خاندان کے آخری آدمی سید شید علی بن سید حمزہ علی تھے، آصف الدولہ کے زمانے میں اوجھیاں میں د محمد ساہوکار، ایک وسیع اور عالی شان امام باڑہ بھی بنا تھا نواب آصف الدولہ نے خادم حسین خاں متولی امام باڑہ کچھ گاؤں بلوئے امام باڑہ وقف کئے تھے یہ امام باڑہ کتان محلہ شتم ہو گئی مرن صدر روزانہ ہاتھ اس خاندان سے کے آخری آدمی مرزا صفدر حسین تھے جو کراچی میں اندھے ہو کر مرے انہوں نے امام باڑہ کی تمام موقوفہ جائداد موضع خاکھڑا اور پیر پور (ضلع بدایوں) بیچ کر خر و برد کر دی تھی۔

زمن کہ آصف الدولہ کے درمیں روہیل کھنڈ میں اثنا عشری مسلک کی خوب نشرو اشاعت ہوئی حکومت کی طرف سے کڑھیں و تخریب اور تنبیہ و تکلیف کے حربے بھی استعمال کیے گئے، گو میر عمر آباد کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو۔

۱۱۔ اکبر کے عہد سے (نوابان) اودھ کے تسلط و حکومت کے ابتدائی زمانہ تک امر وہر کے تمام سید مومنا الذکر مذہب (اہل سنت و جماعت) کے پابند تھے نوابان اودھ چونکہ بذات خود غالی شیعہ تھے اس لئے امر وہر کے بہت سے سیدوں نے اپنا قدیم مذہب (شیعیت) چھوڑ دیا اور

لے گزیر مراد آباد صفحہ ۱۸ (مطبوعہ آباد ۱۹۱۱ء)

لے گزیر کا یہ بیان درست نہیں کہ ان کا قدیم مذہب شیعہ تھا بلکہ ان کا قدیم مذہب، اہل سنت و جماعت تھا۔

اس طرح تبدیل مذہب کرنے سے انہیں بہت سے دنیوی فوائد بھی، صحرائی و سکنا کی جائیداد و املاک کے حصول کی صورت میں حاصل ہو گئے۔

اس سلسلہ میں آل حسن بخشی مؤلف نخبۃ التواریخ کا بیان ملاحظہ ہو۔

”سید علی احمد در ابتداء مذہب سید احمد علی شروع میں اہل سنت
قدیم اہل سنت و جماعت داشت و جماعت کا مذہب رکھتے
چوں اور رہم دیگر سادات تھے چونکہ ان کو اور اسروہم
جاگیر داران اسروہم راپنے استخلاص کے دوسرے سادات کو جن کی
محال جاگیر ضبط کردہ نواب اصف جاگیریں اصف الدولہ نے
الدولہ کہ در آن وقت متصرف ضبط کر لی تھیں اور اس وقت
ایں ممالک بود اتفاقاً بہ لکھنؤ ان کے قبضے میں اپنی جائیداد
افتاد و چند گاہ آنجا اقامت کو داگزار کرنے کے لئے اتفاقاً
اختیار کردند و صحبت ہائے لکھنؤ آنا پڑا وہاں قیام کیا
شیعان آنجا کہ معاون کارانان اور وہاں کے شیعوں سے وہ ان
بودند، بداشتند، الصبحۃ مؤثرہ کے معاون بنے اور بمصداق
مذہب تشیع اختیار کردند پیش از دوری صحبت کا اثر بہت ہوتا ہے شیعہ مذہب
سلسلہ کے متہم بہ شیعیت نہ شد“ اختیار کر لیا، اس سے پہلے وہ شیعہ نہ تھے

مولوی محب علی خاں عباسی مؤلف اُمید عباسی اس سلسلہ کی اشاعت کا بدستور دیدہ حال اس طرح بیان کرتے ہیں

”اس شہر (امروہر) میں بعد سالہ غازی کہ آٹھ سو برس ہوئے ہوں گے اہل اسلام سادات و شرفاً بود و باش رکھتے ہیں۔ سب کا ایک مذہب اہل سنت و جماعت تھا جیسا کہ آثار الطوار

لے بحوالہ تاریخ امروہر جلد اول از محمود احمد عباسی صفحہ ۳۶۹ (دہلی ۱۹۳۰ء)

لے بحوالہ تاریخ امروہر جلد اول صفحہ ۲۷۸۔

دعا نیت و اخبار سے بخوبی ثابت ہے اب عرصہ ۷۵ برس سے بوجہ آنے مملداری نواب دہ پر کر
دی ہی اس مذہب کا مسجد ہندوستان میں ہے بغوائے الناس علی دین لو کہیم بعض نے
بر طبع نفسانی اپنے بزرگوں کا مذہب چھوڑ کر تشیع اختیار کیا اب ہمارے سامنے اس مذہب
کی ترقی ہوئی۔

جنہوں نے نوابان اودھ کے مذہب کو قبول نہیں کیا ان کا کیا حشر ہوا اس کی داستان بھی نیچے مسموع
تذکرہ کا خان رام پور علی برادران (مولانا محمد علی دشوک علی مرحومین) کی ناہنالی کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں۔
” اودھ کے تسلط و میل کھنڈ کے وقت امر دہ کے امرائے تبدیل مذہب اور حاجری دوبار کی
بدولت اپنی جاگیروں کو قائم رکھا اس خاندان میں سے کوئی سلطنت اودھ کے دربار میں
شریک نہیں ہوا اس لئے کثیر حصہ جائداد کا ضبط ہو گیا۔“

بدایوں میں حکومت اودھ کی طرف سے ۱۷۷۷ء میں خواجہ آفتاب خاں پہلا عامل مقرر ہوا اور اپنے
بیش رونق خاں خانہ مال (ت ۱۱۸۴ھ) کی حویلی میں مقیم ہوا کیونکہ فتح خاں کا خاندان قید ہو کر لکھنؤ اور
الہ آباد پہنچ چکا تھا اسی زمانے سے بدایوں میں تعزیر داری شروع ہوئی شیوہ حکام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے
تعزیر داری کے جلوس حکام کی قیام گاہ محلہ بھاجی ٹوکر (حسینی گلی) سے نکالے گئے خواجہ آفتاب کے بعد مسلمان
عالموں میں خواجہ عین الدین، ہمدی علی خاں، الماس علی خاں اور حسین علی خاں آئے۔ ان شیوہ حکام کے قیام کی
غرض سے اس گلی سے خاص طور سے تعزیر داری کے جلوس گذرنے شروع ہوئے اور ان کے قیام کی وجہ سے ہی اس گلی
کا نام ”حسینی“ گلی پڑ گیا خواجہ عین الدین اس مسلک میں بڑے عالی ہمت تھے۔

” وہ امکہ اظہار سے بے حد محبت رکھتا تھا یہ روایت مشہور ہے کہ عشرہ محرم میں معمول تھا کہ

لے تذکرہ کاملان رام پور از حافظ احمد علی خاں صفحہ ۱۳۰۔

کے بعد التوا ریخ و تاریخ بدایوں، از مولوی عبدالحی صفحہ ۸۳۷-۸۳۸ مطبع مطبع العلوم مراد آباد ۱۸۷۹ء
۱۸۷۹ء میں مسٹر ایمب کاکٹر بدایوں کے زمانے میں عشرہ محرم اور دہرہ ایک ساتھ پڑے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان بعض امور پر جھگڑا ہوا غزو مانع تھے کہ
(بقیہ آگے صفحہ پر)

عاشورے کو تمام مال و متاع و نقد و جنس اور عمارات اور زمین و مرد و ملک اپنی ذات سمیت جناب سید الشہداء کے نام خیرات کر دیتا تھا اور پھر قرض ادا ہوا سے زر نقد پہنچا کر بکریاں لیتا تھا جس جگہ تھوڑے دنوں کے لیے جاتا تو امام باڑہ اور مسجد کی پہلے نو طاقاں۔

بدایوں میں اس مسلک کی تردید و اشاعت کے متعلق مولوی محمد سلیمان بدایونی رت ۱۹۶۲ء اپنے ایک مقالہ ”بدایوں کے اہل تشیع“ میں لکھتے ہیں۔

”صورت نگار نے بدایوں کا چارج لے کر اندازہ کیا کہ خواص کی تالیف قلوب عطیات سے کی جاوے اور علمائے سے بھی انتخاب کر کے مخالفت کی آواز کو بالکل اٹھنے نہ دیا جائے چنانچہ اس کی نظر انتخاب مفتی محمد علی صدیقی حمیدی اور مولوی محمد علی عثمانی پر پڑی، مولوی صاحب (محمد علی عثمانی) نے موضع شادی پور تحصیل داتا گنج میں معافی کی اراضی کے رکوت اختیار کر لی۔

مفتی صاحب نے علاوہ دایا اور عطایا کے حکومت کا مذہب بھی اختیار کر لیا اور ان کی اولاد اس وقت تک شیعیت پر قائم ہیں مفتی جی کی تردید شیعیت سے ان کے اکثر علم زادوں نے شیعیت اختیار کی مفتی جی کے بیٹے مفتی مظفر علی نے ”مدح الشیعہ فی البدایوں“ لکھی ایک امام باڑہ تعمیر کیا جو بڑا امام باڑہ کہلاتا ہے یہ میرے مکان کی شمالی حد تھی اس امام باڑے کے نام موضع خیر پور تحصیل

اسی گلی سے قریب نہ نکلیں سلمان مہر تھے کہ حسب معمول نکلنے چاہیں، واقعہ یہ ہے کہ یہ محلہ اور راستہ قطعاً ہندوؤں کی تھی ہے صرت ایک دو مکان مسلمانوں کے، ایک مسجد اور ایک مزار اس گلی میں مرور واقع ہیں، اس جگہ کے موقوفہ پر مسٹر نیل کشن وین میل کھنڈ کے معائنہ کے وقت مسلمانوں نے اس مزار کا فرضی نام ”سید حسین شہید“ رکھ کر اسی نام سے ”مسیحی گلی“ منسوب کیا، تنقیح طلب یہ ہے کہ یہ محلہ پورا ہندوؤں کا ہے اس راستے سے مسلمانوں کے علم، تعزیر اور جلوس کیوں نکلتے جبکہ وہ محلہ میں آباد نہیں شہر کے اور راستے ہو سکتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ اوڈھ کے شہر حکام کی وجہ سے تعزیر ادا کی کے جلوس اسی گلی سے نکلتے اور اسی درجے سے اسی گلی کا نام ”مسیحی گلی“ پڑا۔ ۱۵۳ تازہ بخ اوڈھ جلد سوم

۱۵۳ بدایوں کے اہل تشیع از مولوی محمد سلیمان بدایونی صفحہ ۶، سائیکلو اسٹانڈ، کراچی ۱۹۵۹ء مولو محمد ایوب قادری۔

۱۵۴ اس امام باڑے کے لیے خیر پور ضلع بدایوں میں ۲۲، ایکڑ اراضی وقت تھی، ملاحظہ ہو۔ بدایوں کی سفایات کا فضل نامہ

مورخ ۱ اگست ۱۸۷۵ء جاری شدہ صدر بورڈ آف ویلنٹیو شمالی مغربی صوبہ، اگرہ (محمد ایوب قادری)

بدایوں میں وافی علیہ نواب آصف الدولہ ہے۔

اسی زمانے میں علویوں کے مشہور شاعر ظہور اللہ خاں نوا (ت ۱۳۴۶ھ / ۱۸۲۶ء) ولد مولوی علی دلیل اللہ صدیقی حمید کس نے بھی اٹنا مشری مسلک اختیار کر لیا تھا۔ مدتوں مکھنؤہ جید آباد اور ایران کے درباروں میں رہے۔ ان ہی درباروں کے اثر سے یہ مسلک اختیار کیا ہو گا۔ بدایوں میں ایک اور امام بارگاہ (۱۲۰۲ھ) میں تعمیر ہوا ضلع بدایوں کے قلعہ اسلام نگر میں بھی شیعہ سادات جہد انکی کی یادگار میں اسلام نگر میں ایک امام بارگاہ بھی تھا۔ شیعہ سنی تعلقات کے سلسلہ میں مولوی محمد سلیمان بدایونی لکھتے ہیں:

”بدایوں میں شیعہ سنیوں میں اس وقت تک باہم دگر شادی و بیاہ ہوتے ہیں عموماً شیعہ لڑکیوں کی

اولاد شیعہ ہوتی ہے اور اکثر سنی لڑکیاں اپنے خاوندوں کے مذہب پر شیعہ ہو جاتی ہیں، بدایوں شہر (حدود سیونیلٹی) کا کوئی سید شیعہ نہیں ہے جتنے بھی ہیں شیخ صدیقی ہیں رحیدری از علوی دہجہ“

نواب آصف الدولہ نے ۱۲۰۹ھ میں رام پور پر چڑھائی کی اور ریاست کا ایک حصہ ضبط کر لیا اس واقعہ کی تہر میں بھی مذہبی جذبہ کارفرما تھا نواب فیض اللہ خاں کے انتقال کے بعد ان کے فرزند نواب محمد علی خاں مسند نشین ریاست ہوئے چونکہ وہ اسماعیلہ کے برابر مکھنؤہ، راجستھان کے نواب کی ترمیم سے انہوں نے مذہب اختیار کر لیا تھا انہوں نے مرزا کے حکم سے بہرک پور مکھنؤہ کے اٹمن و خانوں دہم پور چٹانوی پر بار کی کہ انہوں نے خاں محمد خاں کو شریک بنا کر محمد علی خاں کو ختم کر دیا پس پھر کیا تھا انگریزوں کو ساتھ لے کر آصف الدولہ نے فوج کشی کی اور مستول کے صاحبزادے احمد علی خاں کو مسند نشین کیا۔ اسی زمانہ سے رام پور میں شیعیت کا زور ہوا اور نواب کلب علی خاں کو چھوڑ کر رام پور کے تمام نواب اٹنا مشری ہوئے نواب محمد سعید خاں کے زمانے میں شاندار امام بارگاہ تیار ہوا۔

مارہرہ ضلع ایڑہ مشہور قلعہ ہے یہاں بیرزادوں کا ایک قدیم مشہور خاندان ہے جس میں نامی گرامی مشائخ گذرے ہیں۔ ان کا تعلق بلگرام کے سادات سے ہے ان میں اٹنا مشری مسلک کی ترویج کے سلسلہ میں اسی خاندان کے ایک مورخ مولوی سید محمد میاں مارہرہ کی لکھتے ہیں:

سلحہ بدایوں کے اہل تشیع صفحہ ۸۔

ہمارے اسلاف کرام اور ان کے اخلاف فحاش سب بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے دین اسلام و مذہب اہل سنت و جماعت سے آراستہ و پیراستہ چلے آئے تھے اور اس دین و مذہب مذہب میں تعصب و تغلب کو مقبول و محمود جانتے اور مانتے اور بتاتے رہتے تھے اور اگر وہ کسی رافضی سلطنت کے قرب اور اثر سے بلگرام اور اس کے نواح کے مقامات میں رہتے والے بعض ہماری نسل کے متنبین میں شیعیت کا دخل ایک عرصہ بشیر و دوار سے ہو گیا تھا جو بامتداد زمانہ بڑھتا رہا مگر بحمدہ تعالیٰ ہمارے اجداد کرام کے علم و فضل ظاہری و باطنی اور ان کی تکفلی دین و مذہب و حفاظت شریعت نے ہمارے مارہرہ کی نسل میں اس فحاش کو داخل نہ ہونے دیا چاہا۔ ایک معلوم ہوتا ہے اول جمائیاں صاحب لکھنؤ اور یورپ کی صحبتوں سے اس طرف مائل ہوئے اور اب ان کا باغ پختہ کی نسل کی جو حانت ہے وہ میں اور پرتا چکا ہوں اور حضرت سید شاہ آل حسین سچے میاں صاحب تدریس سرہ کے بعد ان کے دوسرے بیٹے سید محمد تقی خان صاحب سے ان کی نسل میں بھی شیعیت کی کچھ کچھ داع بیل پڑنا شروع ہوئی اور اب فقیر کے علم میں اس نسل کا کوئی بھی ایسا نہیں جو شیعوں سے تفاوت مراتب نہ ہو اور ہمارے حضرات کی صاحبزادیوں کی بھی جو نسل مارہرہ سے باہر کوات، بلگرام، باڑی ساڈی دیزہ میں ہے ان میں بھی ایک عرصہ سے شیعیت گھسی گئی ہے۔

چونکہ آصف الدولہ کے دور میں علاقہ روہیل کھنڈ میں خاص طور سے اثنا عشری مسلک کی تبلیغ و اشاعت ہوئی اس لئے ہم نے اس کا قدسے تفصیل جائزہ لیا ہے آصف الدولہ کو ان کے نائب سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خاں کی وجہ سے اس معاملہ میں خاصی دلچسپی تھی مولوی سید عبدالحمیٰ مصنف نکل دھان لکھتے ہیں۔

”نواب آصف الدولہ کے زمانے کا یہ کارنامہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لہو و لہب میں مشغول ہونے کے ساتھ مذہب تشیع کی اشاعت میں انہوں نے دل سے کوشش کی ان کے نائب حسن رضا خاں بھی مذہبی آدمی تھے وہ بھی اس کوشش میں لگے رہتے تھے ان کی کوششوں سے ہزاروں

لے جمائیاں کا نام آل امام بن برکات ہے ۱۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے ۸ رمضان ۱۲۴۵ھ میں فوت ہوئے تفصیل کے لئے دیکھئے

خاندان سُنی سے شیعوں ہو گئے اور ان کو جاگیریں ملیں اور حوایتی ضد پر قائم رہے ان کی جاگیریں جو شاہانِ ملکیہ کے وقت سے چلی آتی تھیں ضبط کی گئیں۔
سید غلام علی نقوی مصنف عماد السعادت لکھتے ہیں۔

» بانی جمہور جماعت و راشنا اثنا عشری شیعوں میں نماز جمعہ و
عشریاں در لکھنؤ اور حسن رضا جماعت کی بنیاد حسن رضا
خان، بودہ است در بیچ شہرے خاں نے لکھنؤ میں رکھی ورنہ
از شہر ہائے ہندوستان نماز ہندوستان کے کسی دوسرے شہر
جمہور جماعت در مذہب میں نماز جمعہ و جماعت امامیہ
امامیہ رائج نہ بود بلکہ کسے را مذہب میں رائج نہ تھی بلکہ
گمانِ ایں ہم نہ بود کہ در ایران کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی
و بلاد عرب نماز جماعت در کہ ایران اور عرب کے شہروں میں
عشریاں گزار دہ می شود۔ شیعوں میں نماز ادا کی جاتی ہے
سید کمال الدین حیدر شہیدی اس واقعہ کو قدرے تفصیل سے لکھتے ہیں۔

» دوسرا امر خست دینی یہ ہوا کہ لکھنؤ میں مومنین برائے نام شیعہ تھے اور اپنی عدم واقفیت
سے اعمال عوام خلاف بھی کرتے تھے اس قدر ضروریات مذہب سے آگاہ نہ تھے اور بعض جواز
راہ علم سے واقف تھے طریقہ ہدایت ہندو عظماء جماعت نماز علی رؤس الاشہاد نہ کہہ سکتے تھے
ہر چند اپنے ایمان میں کامل تھے یہ ترقی شریعت محمدی کی نقطہ مرزا حسن رضا خاں کی جہت سے
ہوئی اتفاقاً اسی زمانے میں مرزا جواں نخت شاہزادے رفیر شاہ عالم ثانی (ایمان جناب
عالی (اصف الدولہ) تھے کس واسطے کہ وہ سُنی تھے پہلے نماز جمعہ و جماعت میں جناب عالی

لے عماد السعادت از سید غلام علی نقوی صفحہ ۱۳۲ (نوٹ کشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۴ء)

لے قیصر متواتر جلد اول ۱۱۳، ۱۱۴ (نوٹ کشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۴ء)

(آصف الدولہ) بھی شریک ہوئے جناب غفران مآب سید دلدار علی زیارت عتبات عالیات اور تحصیل کتب فقہ امامیہ اور اجازت جہا (اجتہاد؟) جناب میر سید علی صاحب طباطبائی نے کرائے تھے صالحین متقدمین جو اس زمانے میں صاحب احتیاط مشہور تھے ان کے صلاح و مشورہ سے جناب غفران مآب کا جانا بھی عتبات عالیات کا ہوا تھا نظر باحتیاط امامت نماز اپنی گواراز کی ان کے واسطے تجویز کی تھی وگرنہ جناب غفران مآب مرزا حسن خاں کے بیٹے کے معلم تھے غرض غفران مآب بیشواہ مقتدا کے مؤمنین ہوئے چنانچہ ان کے فیضان صحبت سے بہت سے شیعوں نکلے بہت سے شاگرد رشید ہوئے جن کی تعلیم و تلقین سے اکثر جاہل نادان اپنے اعمال خدان سے باز رہے توفیق ہدایت پائی اور رواج درس و تدریس و تصانیف ہونے لگا اور دستخط احکام مسائل اثنا عشریہ جاری ہوئے۔

دو صالحین و مقدسین کی نشاندہی کرتے ہوئے سید عبدالحی کمسنوی لکھتے ہیں۔

”شاہ اکبر علی چشتی مودودی کے مشورہ اور ملا محمد علی فیض آبادی کی تحریک سے نواب حسن رضا خاں نے جمعہ و جماعت قائم کر کے سب سے پہلے مولوی سید دلدار علی نصیر آبادی کے اقتدائیں ۱۳ رجب ۱۲۸۷ھ کو نماز ادا کی یہ پہلا دن ہے کہ وسط ہند میں شیعوں نے اپنا جمعہ و جماعت علیحدہ کر لیا نواب امام کی حیثیت سے مجتہدین کے ہاتھ میں زمانہ مذہب دی۔“

ملا محمد علی فیض آبادی کی مساعی جمیلہ کے سلسلہ میں مولوی مرزا محمد علی مولف نجوم السما لکھتے ہیں۔

”وقتیکہ جناب غفران مآب جس وقت کہ غفران مآب بنان شہروں
درایں بلاد بنائے اقامت جمعہ میں نماز جمعہ قائم کرنے کی
و جماعت فرمودہ و اشاعت شعائر بنیاد رکھی اور شریعت کے طریقوں
شریعت لمودہ، باعث ال ملّا کو جاری کیا اس کا سبب
علی مذکور شد کہ بہ ترغیب و تحریص ملا علی تھے کہ انہی کے کہنے سننے

ادویں امر خیر از ذواب آمنت
سے یہ کار خیر نواب آصف الدولہ
الدولہ وزیر شش نواب سرفراز
ادراس کے وزیر سرفراز الدولہ
الدولہ مرزا حسن رضا خاں مرحوم
مرزا حسن رضا خاں مرحوم و ملا
کہ از عقیدت مندان ملا علی بودند
علی کے عقیدتمندوں میں تھے ظہور
بظہور پیوستہ

پذیر ہوا۔

ملا محمد علی فیض آبادی کی ”ترغیب و تحریص“ کے سلسلہ میں یہی مصنف رقمطراز ہے۔
”دریں اثنا قدوة الافاضل و
افخر الاماجد والامثال مقبول بارگاہ
الاملا محمد علی کشمیری ملقب بہ
پادشاہ طاب ثراہ کہ در علم فقہ
علم اشتہار برافروختہ و در فیض آباد
رجل اقامت انداختہ بود در رسالہ
در بیان فضیلت نماز جمعہ کہ
از احادیث ماثورہ و ذراں بادلہ
شرعیہ واضح است تالیف نمودہ
و خطبہ آنرا بنام نامی جناب نواب
مرحوم آصف الدولہ (مزنن فرمودہ
و در پنج باب مہوب گردانید و
باب چہارم اُن را متضمن اسامی
سہ کس را کہ بر طبق تحقیق شاں دریں
اسی در میان قدوة الافاضل و
الاماجد در گاہ خدادندوں میں مقبول
محمد علی کشمیری جن کا لقب پادشاہ خدا
ان کی قبر کو ٹھنڈا رکھے جو علم و فقہ
دینی میں شہرت رکھتے تھے فیض آباد
اقامت پذیر تھے ایک رسالہ نماز
جمعہ کی فضیلت میں صحیح حدیثوں
اور قانون شریعت سے ثابت
ہے تالیف کی اور نواب آصف الدولہ
کے نام اس کا خطبہ مزین کیا
اس میں پانچ باب قائم کیے
اور اس کے چوتھے باب
میں تین نام جوان کی تحقیق کی
بنام پریش نمبرز بننے کی

بلاذ قابلیت پیش نمازی داشتند قابلیت رکھتے تھے لکھے
 نوشتہ باب پنجم را متضمن التماس اور پانچواں باب وزیر الممالک
 کہ بخدومت وزیر الممالک نواب نواب آصف الدولہ سے
 آصف الدولہ مرحوم کردہ و در آن التماس سے متعلق تھا ارسال
 رسالہ مندرج ساختہ مرسل نموده خدمت کیا۔

ملا محمد علی فیض آبادی کے اس رسالہ کا خاطر خواہ اثر ہوا یہی مؤلف لکھتا ہے لہ
 ”دستخدا ملا علی در دل نواب مرحوم ملا علی کی تجویز نواب آصف الدولہ
 (آصف الدولہ) استقرار یافت کے دل کو لگی اور پکا قہد کیا
 و چنان تصمیم فرمود کہ ہر گاہ اتفاق کہ جب بھی جناب مولانا اپنے
 مراجعت جناب مولانا از وطن وطن سے لکھنؤ آئیں نماز جماعت
 ببلدہ لکھنؤ افتد تکلیف گزاردن ادا کرنے عالیجناب زحمت
 نماز جماعت بآن عالی جناب فرمائیں۔ نواب جنت
 نماید افتاد نواب جنت مکان التماس مکان نے نماز کا حکم دیا
 گزاردن نماز جماعت فرمودہ اور سختی سے عمل کیا۔
 دریں باب مبالغہ از حد گذراید“

آصف الدولہ نے لکھنؤ میں دس لاکھ روپے کی لاگت سے ایک بڑا امام باڑہ تیار کرایا اور نجف اشرف
 میں دریائے فرات سے ایک نہر نکلائی جس سے زردار کو پانی کی سہولت ہوئی، بعضی دود کی سب سے اہم دریافت
 ”درگاہ حضرت عباس“ کا قیام ہے، ایک شخص فقیرانہ نام نے ایک علم دریائے گومتی کے کنارے پوشیدہ دفن کر دیا اور
 مشہور کیا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا کہ ”حضرت عباس کے ہاتھ میں جو علم معرکہ کربلا میں تھا وہ فلاں مقام پر دفن
 ہے تو اس کو نکال لے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ چند آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا تو علم نکلا رفتہ رفتہ اس بات کی شہرت

ہوئی ضعیف الاوقاف عوام منت مزادیں مانگنے لگے اتفاق سے ایک روز نواب آصف الدولہ اپنے کسی خدمت گار سے خطا ہو گیا اور کہا کہ کل تیری ناک کوٹا دوں گا۔ وہ بھی بھاگا ہوا درگاہ عباس پر منت مانگنے پہنچ گیا۔ آصف الدولہ کو دوسرے دن یاد بھی نہ رہا کچھ دنوں کے بعد وہ مہربان ہو گیا ایک روز خادم نے بالوں باتوں میں نواب کو ناؤنچی کا واقعہ یاد دلاتے ہوئے کہا "بے عنایت خدا و بر تصدق علم جناب عباس علیہ السلام و تفضلات حضور ناک غلام کی بچ گئی۔" نواب آصف الدولہ نے علم کی کیفیت پوچھی، نواب آصف الدولہ نے فقیر کو بلا کر ایک ہزار روپیہ دیا۔ نجم الغنی خان لکھتے ہیں:-

» نواب آصف الدولہ ہزار جان دہل سے شہدائے کربلا کے جان نثار تھے اس علم کی زیارت کے لئے آئے گئے اور ایک گنبد اینٹوں کا وہاں تعمیر کروایا۔ یہ گنبد اور بھی موجب ترقی ہوا۔«

نواب آصف الدولہ کے سرور آئے حکومت ہونے کے بعد ان کے بھائی سعادت علی خاں ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء میں لکھنؤ کے صوبے دار کی منزل پر کربن رہا پہنچے تو سعادت علی خاں نے نیت کی کہ اگر آصف الدولہ کے بد رخصتی کی صورت پھر ملے گی تو میں علم جناب کے بارگاہ کو رنج ورنی دن کا چنانچہ آصف الدولہ کے متنی وزیر علی خاں کے ملکہ ہونے کے بعد سعادت علی خاں نے زیادہ بے اورن کی رولے سرد برائی، نواب سعادت علی خاں نے درگاہ علم عباس کے گنبد خشتی کو طہائی کیا اور درگاہ کو وسعت دی۔ اس میں دو درجے زنانے اور مردانے قائم کئے، اور وہاں کی رونق بہت بڑھ گئی اس کے بعد غازی الدین حیدر نے بند تھار خانہ بنوایا، نوبت اور گھر یاں رکھے گئے اندرون درگاہ دروازہ اور منبر چاندی کے بنائے گئے اور آرائش کا سامان رکھا گیا نصیر الدین حیدر کے وقت میں ملکہ زمانہ نے درگاہ کا با درچی خانہ تعمیر کرایا۔ عرض اس قسم کی درگاہیں قائم کئے تو اس کے نئے عقیدت کے آسانے قرار ہم کئے گئے۔

۱۳۰۰ھ درگاہ علم حضرت عباس سے ملا حظہ ہوتا رہا اور وہ زکیم اسنی خاں جلد سوم صفحہ ۳۰۰، ۳۰۱

۱۳۰۰ھ ماہنامہ "دلت" لاہور ستمبر ۱۹۱۹ء میں "وفا کار لاہور" مجرہ ۱۶ جون ۱۹۲۲ء سے ایک مضمون نقل ہوا ہے جس کا عنوان ہے "قائد نبوت لاہور میں" مضمون نگار کا نام حکیم خدام اسلم ہے جنہوں نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی قتیہ زوجہ مسلم بن عقیس کی پانچ بہنوں کے ہمراہ وفد کو لاہور کے بعد بدوستان آئیں اور ہجری میں "بیسیاں پاکہ" سماں کی حوریں تھیں (انبیاء المجمعہ صفحہ ۱۰)

ہم نے اودھ کے پہلے چار حکمرانوں کے دور کا جائزہ لیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے انشا عشری
مسک کی اشاعت میں بھرپور کوشش کی، نصف الدولہ کے زمانے میں اس مسک کی سب سے زیادہ اشاعت
ہوئی اس کے زمانے میں نظام حکومت تو بالکل ڈھیلا پڑا، مگر نیرزوں کی گرفت سخت سے سخت تر ہو گئی مگر انشا
عشری مسک کی تنظیم کی بنیادیں خوب مضبوط ہو گئیں اور امیر ابوالامیت صدیقی لکھتے ہیں^۱۔

”نواب وزیر اور ن کے خاص محل کے ذاتی اثر نے سی (مامیہ مسک) کو لکھنؤی تمدن کا ایک
نمایاں عنصر بنا دیا۔“

اسی زمانے میں دہلی میں ذوالفقار الدولہ نجف خاں امیر (مارچ ۱۱۹۶ھ / ۱۸۸۲ء) شاہ عالم ثانی کی حکومت
کے سیاہ دہیدے کے مالک بنے ہوئے تھے۔ ۱۸۷۷ء میں جب شاہ عالم ثانی دہلی آئے تو انگریزوں نے نجف خاں کو سپہ سالار
فوج کی حیثیت سے بادشاہ کے ساتھ بھیجا امرا کی آپس کی کمزوری، اتفاق اور دشمنی نے موقوفہ کیا کہ وہ سب پر بازی
لے گئے وہ اپنے عقائد میں نہایت متعصب اور متعصب تھے مرزا محمد علی مولا نے نجوم السما لکھتے ہیں^۲۔

”نواب نجف خاں مرحوم کے سر آمد نواب نجف خاں جو اپنے عہد
امراے روزگار، ادا ز شیعیان کے بڑے امرا میں سے تھے وہ
امکہ اطہار بود“ شیعیان امکہ چہار میں تھے۔

شیخ غلام بھدانی مصحفی لکھتے ہیں^۳۔

”در عہد شاہ عالم بادشاہ کہ بر شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں امیر
سب بودن امیر الامرا ذوالفقار الامرا ذوالفقار الدولہ بہادر

وہ ان ہی غائبان کی ہیں مقبول میں کشف و کرامات اور افسانے کے سوا کچھ نہیں ہے تاریخ کامتہ بھڑایا گیا ہے حیرت تو ہمیں

مدیرِ عادت“ عبد الرحمن شون مصنف ”تاریخ عام پر ہے کہ انہوں نے اپنے موزعہ جریدہ میں کیسے نقل کر دیا، یہ غلام دستگیر، بیرون

۱۳۸۱ھ نے کی ترویذ فرمائی ہے، ملاحظہ ہو تاریخ جدید از پیر دستگیر بیرون صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳، (دہلی ۱۹۶۱ء)۔

۲ لکھنؤ نگار، تاریخ از امیر ابو بیت صدیقی صفحہ ۲۸، لاہور ۱۹۵۵ء، ۵۲ نجوم السما صفحہ ۲۵۳۔

۳ لکھنؤ نگار، نظام بھدانی، مصحفی (مرکز مولوی خداحق) صفحہ ۵۵ (اورنگ آباد ۱۹۳۳ء)۔

الدولہ بہادر در دہلی علوی اہل
کی وجہ سے علوی شیعہ حضرات
تشیع بیشتر ہوئے۔
دلی میں بہت ہوئے۔

ذوالفقار الدور نجف خاں امیر الامرا کا دس گیارہ سال تک دہلی میں استیلا اور غلبہ رہا ان کے
زمانے میں، ن کے مسک کو بڑا فروغ اور نشیون کو سخت معائب کا سامنا کرنا پڑا مرزا مظہر جان جاناؒ لکھتے ہیں۔ سلسلہ
”حال مردم ایں شہر از روزیکہ
نجف خاں، است از شاہ
شہر میں امیر و غریب سب تباہ
تاگدا تباہ است“
حال ہیں۔

اکابر صحابہ کرامؓ مثل خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر حضرت مظہر جان جاناؒ جیسے
شیخ کی موجودگی میں مرثیہ خوان تیار کرتے تھے ملفوظات مظہری میں ہے۔^۱

”حضرت ایشان (مرزا مظہر
جان جانا) امی فرمود کہ یک یار
فیرا بر جمع از مرثیہ خوانان
شیعی اتفاق گذر افتاد ناگاہ
یکے از اُنماں بے ادبی در جناب
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کشود چو تاب تحمل و طاقت
ضبط اُن نمائند زمام اختیار
از دست رفت“

حضرت مرزا جان جاناؒ فرماتے تھے
کہ ایک دفعہ مجھے فقیر کا شیوہ مرثیہ
خوانوں کے مجمع کی طرف نظر گذر ہوا
اچانک ان میں سے ایک نے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی
کی زبان کھولی، جس کے برداشت
کی قوت نہ رہی اور اختیار
لکام ہاتھ سے جاتی رہی۔

اس زمانے میں دہلی میں محرم کی مجالس میں صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظام کے بعد حضرت

سلسلہ کلمات طیبہ۔ ملفوظات و کلمات مرزا مظہر جان جاناؒ مرثیہ لایعزیز، نمائندہ مرد آبادی صفحہ ۵۰۰ (مجموعہ مثنوی دہلی ۱۳۳۹ء)

لکھ محمودات مظہریہ از مولوی نسیم اللہ پیرا لکھی صفحہ ۵۰ (مجتبائی نقاشی کا پورا ۱۳۴۵ء)

شاہد العزیز دہلوی پر تبراً ہوتا تھا۔ مرزا نجف خاں کے زمانے میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور و معروف بزرگ اور اجل شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی شہادت ہوئی حضرت مرزا نے اس دور میں شیعیت کے طوفان کو بڑی پامردی سے روکا تھا اور عقائد اہل سنت کی حکیمانہ انداز میں تبلیغ کی، مرزا صاحب کے مکتوبات اس پر شاہد ہیں۔ ذوالفقار الدولہ نجف خاں کے ایک لشکری فولاد خاں شیعہ سے مرزا صاحب کو شہید کیا ایک ہم عصر تذکرہ نگار لکھتا ہے کہ

”در دورہ نواب نجف خاں بہ لوب نجف خاں کے بعد میں صرف مذہبی
سبب اختلاف مذہب از دست شخصے اختلاف کی وجہ ایک شیعہ کے ہاتھوں
شیعہ بغرب طہانچہ رخصت شہادت یافت“ بندوق کی گولی سے شہید ہو گئے۔
ایک قریب انصرو مؤرخ مولوی عبدالقادر رام پوری لکھتے ہیں:

”جناب مرزا کو نواب نجف خاں کے ایک نادان شیعہ لشکری نے رات کے وقت اکر
حضرت کو تنہا یا کر بندوق کی گولی مار دی اس شیعہ لشکری نے یہ کام مذہبی تعصب کی بنا
پر کیا ماسی زخم نے مرزا مظہر جان جاناں کو ان کے بزرگوں کے پاس پہنچا دیا کہتے ہیں کہ شاہ عالم

لے اخبار رنگیں از سعادت یار خاں رنگیں (مرتبہ ڈاکٹر سعید عین الحق) صفحہ ۲۰ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۹۹۹ء) مرزا محمد رفیع
مودا نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ہجو کی ہے۔ قصیدہ کا مطلع ہے

کروں جس میں اگر جا کے غسزل خوانی تو بلبلیں ہوں میر سے چہچہ کی دیوانی

تفصیل سے لے دیکھئے، ”مودا“ از شیخ چاند صفحہ ۲۵۵ (ادریگ آباد ۱۹۳۶ء)

۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حکامات طبابت مرتبہ ابوالخیر محمد رفیع مجتبیٰ دہلی (۱۳۱۵ھ) بمقامات مظہری مرتبہ شاہ غلام علی مجددی
(مطبع مجتبیٰ دہلی ۱۳۱۵ھ) ممولات مظہریہ مرتبہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی (مطبع نظامی ۱۲۷۵ھ)

۳۔ آب حیات از شمس الاعلا محمد حسین آزاد صفحہ ۱۴۱ (شیخ مبارک علی لاہور)

۴۔ طبقات سخن از مبتلا میرٹھی بحوالہ مرزا مظہر جان جاناں اور ان کا اردو کلام صفحہ ۹۴

۵۔ علم و عمل (روحانی عبدالقادر خانی) جلد اول صفحہ ۲۲۹ -

نے اس ماسخ کو سن کر انگریز ڈاکٹر کو معالج کے لئے تجویز فرمایا اور بجٹ خاں کو تاکید کی کہ ان کے قاتل کو پکڑ کر قصاص کے لیے حضور میں پیش کر سبنا ب مرزا نے اس حالت میں بادشاہ کو مضمون لکھا۔

دست شیعہ کے زخم کا علاج عیسائی سے کرنا اپنے کی شکایت غیر ہے جس کو میں اچھا نہیں سمجھتا اور فقیر کا قاتل اگر گرفتار ہو جائے تو اس کو احقر ہی کے حوالے کر دیں تاکہ بطریق معافی خود قصاص لے لوں۔

علی ابراہیم نے گلزارِ ابراہیم میں لکھا ہے۔

”گویند بہ سبب تعصب مذہب کہتے ہیں کہ مذہبی اختلاف اور منع تعزیہ سید الشہداء علیہ السلام سید الشہداء کے تعزیہ کے منع می نمود بدیں حمیت از دست کرنے کی وجہ سے دلی کے ایک یکے از ساکنان دہلی در سنہ یک ہزار ہائے ہجری کے ہاتھوں ۱۱۹۵ء بمصر ایک مدنف و چہار ہجری کہ عمرش جس وقت آپ کی عمر قریب صد بود کہ مقتول شد“ کے قریب تھی قتل کر دیئے گئے۔

علی لطیف اس سلسلہ میں کچھ مزید گویا ہر انشائی فرماتے ہیں۔

”کہتے ہیں کہ ہفتم روز عاشرہ کو لب بام یہ اپنے گھر میں سر راہ بیٹھے تھے اور کوئی سردار روہیلوں کا بھی آیا تھا واسطے ان کی ملاقات کے ناگاہ گزشتوں کا انکے زیر بام سے ہوا اس دم بیٹے نے کھڑے ہو کر مینہ زنی بھی کی اور موافقت اسلام سے ہوا اور میرزا نے مذکور جس طرح بیٹھے تھے اسی طرح بیٹھے رہے بلکہ متبسم ہو کر فرمانے لگے کہ بارہ سو برس

لے علم و عمل و دفاع عبد القادر خانی (جلد اول صفحہ ۲۲۹)

۱۰ گلشنِ ہند از مرزا علی لطیف (تکثیر و تصحیح از شبلی نعمانی و مقدمہ از مولوی عبدالحق) صفحہ ۳۱۴ (حیدرآباد دکن ۱۹۶۷ء)

۱۱ گلشنِ ہند صفحہ ۲۱۰ بتاریخ غلط ہے۔ ۱۰ محرم ۱۱۹۵ھ کو یہ واقعہ ہوا۔

جس مقدمہ کو پہلے ہوں ہر سال اسے زندہ کرنا یاد دہت ہے اور لکڑیوں کو سلام و تسلیم کرنا نہایت عقل کی نغف ہے یہ گفتگو بجنسہ وہ لوگ جو علم اور شدوں کے ساتھ تھے انہوں نے سُنی اور تعصب کی مرزائے مذکور کے امام باڑوں میں اور محفلوں میں دو تین شب گفتگو رہی آخر شب شہادت کو کہ عبارت شب چہار دہم ماثورہ سے ہے کوئی شخص ان کے دروازہ پر آیا اور ان کو باہر بلوایا جب باہر آئے تو یہ گفتگو ایک چوٹ طینچے کی نذر کی اور کام ان کا پورا کر کے نوہ راہ اپنے گھر کی لی۔

غرض بخت خاں کی امیرالامرائی میں حضرت مرزا مظہر جان جانا جیسے اجل شیخ دن دہاڑے قتل ہو گئے جن کے ہزاروں مرید و معتقدین پاک و ہند میں پھیلے ہوئے تھے خود دہلی میں ان کا بڑا اثر و قبولِ عام تھا اور پھر اس ظلم مرتکب کی دلوں نہ فریاد۔

شاہ غلام علی دہلوی لکھتے ہیں۔

”بخت خاں کہ برتھائے او
مرتبک ایس اسر و شہادت مرزا
شدہ بود ندوے در اجرائے
حد تقاض کرد، عنقریب مرد
و اتباع او باہم مجادلات نمودہ
رخت حیات بر بستہ نشانے
از آن ظالماں پیدا نیست“
کسی نے کیا خوب کہا ہے

بخت خاں نمائد و بخت خانیش
نہ از سیاب و نہ ہمدائیش

لے مقام مظہر از شاہ غلام علی دہلوی صفحہ ۶۲ (مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۰۹ھ)

لے معمولات مظہر از محمد نعیم اللہ بیلگی صفحہ ۱۴۲ (مطبع نظامی کراچی ۱۳۰۵ھ)

دشکر، مانند و مرزا شفیع! شود حاکم تو بفضل ربیع

” (نخست خان رہا اور نہ اس کی نجف خانی (ظالمیت) نہ انسر اسباب باقی رہا اور اس کے

بہرہ ورہ گئے۔ نہ نوحہ رہ گئی اور ایام بہار میں مرزا شفیع کی حکومت ہو گئی۔“

خود شاہ عبدالعزیز اور ان کے خاندان کو نجف خان کے زمانے میں شدائد و مصائب اختیار کرنے

پر اس کا سبب شاہ صاحب کا شیعیت کے خلاف قلمی و لسانی جہاد میں حصہ لینا تھا شاہ صاحب کی جائداد

اور اٹلاک ضبط ہوئی اور وہ شہر دہلی سے نکالے گئے۔ ہولناک مناقب فخریہ کا بیان ہے۔^۱

” فرزند ان شاہ ولی اللہ شاہ ولی اللہ مرحوم مغفور کے فرزند

مغفور در انچہ متصدیان سطانی شاہی عمائد میں تھے حویلی ذاتی

حویلی علیحدہ ساختہ دحویلی را محقی جو ضبط کر لی گئی تھی

بضبط آورده بودند“

امیر الروایات میں ہے۔^۲

” (نخست خان) نے شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین کو اپنے قمر سے نکال

دیا تھا اور یہ ہر دو صاحبان معذرتاً ان کے شاہد رہے۔ ایک پیدل آئے تھے اس کے بعد

مولانا فخر الدین صاحب کی سسی سے زنانوں کو تو ساری مل گئی تھی اور وہ پھلت روانہ ہو

گئے تھے مگر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز صاحب کو ساری نہ ملی تھی اور شاہ رفیع الدین

صاحب پیدل لکھنؤ چلے گئے تھے۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحب

^۱ مناقب فخریہ از غازی الدین خان نظام مغور ۱۹ (مطبع احمد دہلی ۱۳۱۵ھ)

کے حکایات اولیاً مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۴۴ (مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء)

شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین دہلی کا دہلی سے نکالا جانا اور کسی تاریخی مآخذ یا ہم معررہ پرچم میں نظر سے نہیں

گزرنا۔ پھر دہلی سے لکھنؤ یا جو پور جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ وہاں بھی فرما ہوا اور وہ کی حکومت تھی اگر جاتے تو وہ پیدل کھڑے رام پور

وغیرہ جاتے اور پھر لکھنؤ یا جو پور کے اس دور کے کسی شخص نے ان بزرگوں کی آمد کا ذکر نہیں کیا ہے۔

بیدل جو پور چلے گئے تھے کیونکہ ان دونوں بھائیوں کو نہ سوار ہونا حکم تھا اور نہ ساتھ رہنے کا۔
 اگرچہ یہ روایت قدسے مبالغہ آمیز ہے مگر ضلعی جائداد کا واقعہ صحیح ہے کیونکہ جائداد کے متعلق تحریری
 حوالہ ملتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ۳۰ جون ۱۸۰۶ء کو ایک درخواست دہندہ ٹرنٹ دہی کے توسط سے سیکرٹری
 پولیسکل ڈپارٹمنٹ کو دی تھی کہ دہلی میں ان کی جائداد ضبط ہو چکی ہے وہ واکذشت^۱ کی جائے اس درخواست
 کو قابل اعتنا سمجھا گیا چنانچہ کیفیت کے خاتمہ میں درج ہے -

The Resident, Delhi forwards copy
 and letter from the Superintendent
 of the Assigned Territory and
 recommends that the land in
 Haveli Palam formerly owned
 by Maulvi Shah Abdul Aziz
 be restored to him.

شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ درخواست منظور ہو گئی اور ۱ جولائی ۱۸۰۶ء سیکرٹری پولیسکل ڈپارٹمنٹ
 کی طرف سے دہلی ٹرنٹ کو اطلاع دی گئی کہ گورنمنٹ شاہ عبدالعزیز کی جائداد واکذشت ہونے کی تجویز منظور کر رہا ہے
 معلوم ہوتا ہے کہ جب شاہ عبدالعزیز صاحب کو دہلی میں دوبارہ رہنے کی اجازت مل گئی تو وہ پرانی دہلی کو چھوڑ آیا اور
 اور پھر حلی خاں دورں خاں، اکلاں محل، امین مقیم رہے چنانچہ پرانی دہلی کے قیام میں بھی شیدہ حضرت کی طرف سے اپنے
 رسائی کا سہ جاری رہا۔ پھر مکانات واکذشت ہو گئے ہوں گے اور محرمی جائداد باقی رہ گئی ہوگی جو انگریزی حکومت
 کے قیام کے بعد واکذشت ہوئی، مگر ان شدائد و مصائب کے باوجود شاہ عبدالعزیز نے اپنے تبلیغی اور اصلاحی مشن کو جاری
 رکھا۔ جائداد واکذشت ہونے کے متعلق طاحظ پو پوس سٹ آف اولڈ ریکارڈس، ان دی سبب سیکرٹریٹ جلد اول (دہلی دہلی)
 ۱۸۰۶-۱۸۵۷ء (لاہور ۱۹۱۱ء) میں ہے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ اہل درخواست، پوسٹ کے ریکارڈس میں موجود ہو -
 طاحظ پو پوسٹ شاہ عبدالعزیز ترجمہ مفتی انتظام اللہ شہبانی، مولوی محمد علی، صفحہ ۵۵، ۱۱۲، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴

ما. موقوفات عزیز کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا:

”غازی الدین حیدر با منصب و جاگیر مجھے طلب کرے تو میں جلتے کوتیار ہوں بشرطیکہ تعرض نہ کرے انشاء اللہ خلعتِ الہی کو بڑی ہدایت ہوگی اور میں اپنی تقریروں میں مناسب تبدیلی کے ان کو مفید بنادوں گا۔ درنہ نہ ان کی تقریریں کر دوں گا جو عوام میں مقبول ہوں گے اور لوگ فریفتہ ہوں گے۔“

اس زمانے میں شیعیت کے فردوں کے ساتھ ”تفضیلیت“ کا بھی باقاعدہ پرچار ہوا، بلکہ شیعیت کا پہلا زہر نہ تفضیلیت ہی ہے یہ لوگ حضرت علیؑ کو شیخین، السیدین حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر مبنی حیث الوجہ فضیلت دیتے ہیں، پنجتن پاک اور چہارہ معصوم کا عقیدہ رکھتے ہیں، ائمہ اطہر میں کاہن کا وہم بھرتے اور محرم میں عزاداری کرتے ہیں، متصوفین کے ذریعے تفضیلیت کی تبلیغ و اشاعت ہوتی ہے اکبر کے زمانے کے مشہور صوفی شیخ میر عبد الواحد بلگرامی (۱۰۶۸ھ) نے اپنی معرکہ الاراء تصنیف میں سناہل کلبہا سنبلہ (باب تفضیلی عقائد و مفضلہ سادات) میں لکھا ہے شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں تفضیلی عقائد کی نشر و اشاعت میں حضرت شاہ فخر الدین دہلوی (ن ۱۱۹۹ھ) نے سب سے زیادہ حصہ لیا، وہ باقاعدہ شیعوں کی بیعت کرتے تھے امام باڑے جاتے، ایک روپیہ نہ دے کر تھے اور پانی کی پیمیں لگاتے بلکہ شیعوں کو ان کو شیہ اور سنی ان کو سنی سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز نے شیعوں کی بیعت کرنے پر شاہ فخر صاحب پر اعتراض کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ شیہ اس طرح (بیعت کرنے سے) سب و شتم اور تبرائے بانا جاتے ہیں، اگرچہ یہ بات کسی حد تک درست ہو لیکن شیعوں کے دوسرے معتقدات کی اشاعت بھی عام فہم میں اسی اختلاط کی وجہ سے ہوئی اور عوام اہل سنت میں پنجتن پاک، ائمہ معصومین، چہارہ معصومین، بارہ امام، امام ضامن، بابی کی صحت اور دوسرے شیعوں کے عقائد و معمولات سے بڑھ کر اور پھر اس کا نقطہ خروج مراسم محرم اور عزیمت داری کی شکل میں ظاہر ہو، حضرت شاہ فخر دہلوی کے خلیفہ شاہ نیاز احمد بریلوی (ن ۱۳۵۵ھ) روپیل کھنڈ میں تفضیلی عقائد کے سب سے بڑے مبلغ ہیں ان کے اذکار سمجھنے کے لئے صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ موقوفات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۱۱، ۲۔ موقوفات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۳۱۔ ۳۔ موقوفات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۷۹

۴۔ راز و نیاز حصہ اول حالات و موقوفات شاہ نیاز احمد بریلوی، مرتبہ نعیم الزماں خاں صفحہ ۶۹، نظامی پریس بدایوں سال طبعیت ندارد،

”ایک روز ایسا ہوا کہ آپ وقت معین پر خانقاہ میں تشریف نہیں لائے ظہر کا وقت گزر گیا اور عصر کا وقت قریب آ گیا، اس وقت خادماں و غلامان موجود خانقاہ اس خلافت معمول امر سے سخت پریشان ہوئے اور زنا نہ مکان کا ڈر لڑھی پر حاضر ہو کر سبب عدم تشریف آوری کا دریافت کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ میرے خانقاہ دُائے کا یہ باعث ہے کہ تم خانقاہ میں ایسی کتاب لائے جو جس میں مولیٰ کی شان میں طبعی گستاخانہ کا استعمال کیا ہے اس کتاب کو ہماری خانقاہ سے باہر کرو جب خانقاہ میں آئیں گے یہ سن کر حاضرین میں سے ایک صاحب نے معذرت کی کہ فی الحقیقت یہ خطا مجھ سے ہوئی ہے، آج دوپہر کو میں ایک دوست سے کتاب تحفہ اثنا عشریہ پڑھنے کے لئے خانقاہ میں لے آیا تھا اب فوراً کتاب واپس کرنا ہوں عرض جب کتاب خانقاہ سے چلی گئی، تب حضرت خانقاہ میں تشریف لائے کتاب تحفہ اثنا عشریہ درحقیقت تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ہے اگرچہ انہوں نے اس کو اپنے ایک شاگرد کے نام سے شائع کیا۔“

اس کے بعد موصوفت راز دینار فیروز الدین صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی مزید تہذیب تنقیص یکتا کر لیا ہے۔ اسی کے قریب زمانے میں حضرت شاہ دلدرا علی مذاق بدایونی (ت ۱۳۱۲ھ) ۶۱۸۹۳ شہور تفضیل بزرگ گذرے ہیں، انہوں نے روایت کھنڈ میں سب سے پہلے علی کرم اللہ وجہہ کا میلاد شریعت ”میلاد مصطفوی و مرتضوی“ لکھا اور مروج کیا اسی طرح حضرت علیؑ کا ایک ہر لکھا جو اکثر شادی کے موقع پر گایا جاتا ہے اس ہرے کا پہلا شعر ہے

حلی نو شر بنا ہرا بندھا مشکل کشائی کا

ملا خلعت ہی سے خلق کی حاجت روائی کا

اودھ میں تہذیب کی اشاعت تکیہ کا کوری کے مشہور قلندر ریشی کے ذریعہ ہوئی انہوں نے یہ

لے راز دینار رحمۃ اولیٰ صفحہ ۴۹-۵۰ ، ۱۰۰ شاہ دلدرا علی مذاق کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ

الواہلین از رضی الدین بدایونی صفحہ ۲۶۲-۲۶۳ (نظامی پریس بدایوں ۱۹۳۵ء)

صورتی بلند ہنگی سے بھونکا کہ جس کی حدائے باز گشت آج تک سنا کی دیت ہے۔ اضلاع ہمارے پورے میرٹھ، مظفرنگر اور بلند شہر میں بھی تفضیلی عقائد تیزی سے پھیلے، ان میں بعض تو شیعہ ہو گئے، بعض دیوبند میں تو تمام شیخ عثمانی تفضیلی تھے۔ نانوتہ کے صدیقی شیخ زادگان میں شیخ تفضل حسین بن شیخ علی محمد شیعہ ہو گئے تھے۔ شیعہ اور سنی حضرات میں آپس میں شادی بیاہ ہوتے تھے مولانا محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

”ہو اے کہ زاد و بوم احقر وہ علاقہ جو میری جنم بھومی اور
است شیعان و سنیاں چنناں وطن ہے وہاں شیعوں اور سنیوں
خلوط اند کہ رشتہ و رابطہ قرابت میں بڑا خلط ملط ہے قرابت و
ظرفین و الطرفین محکم و مستحکم است“ رشتہ داری باہم مضبوط و مستحکم ہیں

دیوبند کے ایک عثمانی شیخ زادے شیخ احمد بن مولوی محمد وجیہ الدین عثمانی نے تفضیلیت کے بعد شیعہ مسلک اختیار کیا اور اس کی تبلیغ کیلئے ایک کتاب انوار الہدیٰ لکھی اس کتاب کے آغاز میں وہ خود لکھتے ہیں۔

”خاکسار ذرہ بے مقدار شیخ احمد بن جناب مولانا مولوی محمد وجیہ الدین صاحب عثمانی
ساکن دیوبند ضلع بہارن پور صفات صوبہ دار الخلافہ شاہجہاں آباد خدمت ارباب
تحقیق میں عرض کرتا ہے کہ سن شور سے از روئے عقیدہ اباالی یہ عاجز متمک طلوع اہل
سنت و جماعت کا تھا اور اس مذہب کے حق ہونے پر نہایت درجہ غلو رکھا تھا اور فرقہ
شیعہ سے بالخصوص ایک قسم کی نفرت تھی مگر خارج از مذہب ایک یہ عقیدہ کہ جناب
علی مرتضیٰ جمیع صحابہ سے افضل ہیں و حقیقت در شہداری میں پہنچا تھا اور اگرچہ
متمسکان طریقہ امامیہ سے ایک کاوش تھی لیکن اس عقیدہ پر نہایت مستقل طور سے

لے حکایات ادویہ صفحہ ۱۴۱، ۱۴۲ سوانح قاسمی جلد اول از مولانا مظہر حسن گیلانی صفحہ ۶۱

۲ سوانح قاسمی جلد اول صفحہ ۶۲، ۶۳

۱۴۲ فیوض حقانیہ از مولانا محمد قاسم نانوتوی ۶۴ (کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سال طباعت ندارد)

۱۴۳ انوار الہدیٰ از شیخ احمد بن مولوی وجیہ الدین عثمانی صفحہ ۶ (مطبع اثنا عشری دہلی ۱۳۰۹ھ)

قائم تھا اب اس عقیدہ کا نتیجہ کیا نکلا وہ ملاحظہ ہو۔

”اب بالکل یقین اس بات کا ہو گیا کہ مذہب اہل سنت والجماعت کسی طرح مذہب حق نہیں ہے بلکہ مذہب امامیہ اثنا عشریہ برحق ہے اور معلوم ہوا کہ میاں جعفر زلی کا یہ قول صحیح ہے کہ
”السنی متمسک مذہب ناحق برادر مجادلہ“

حضرت شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں بعض مشہور شائخ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے مگر پیرایم نے حضرت فخر الدین دہلویؒ اور شاہ نیاز احمد بریلویؒ وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ یہاں ہم ایک واقعہ تجا سہ نگین سے نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ پیری مریدی کے ذریعہ سے بھی اثنا عشری مسک کس خوبی سے پر دان چڑھا سعادۃت یارِ خاں رنگیں لکھتے ہیں۔

”سہارن پور کے قریب ایک اشرفیوں کا شہر ہے اسی کو نہاروں کا رام پور کہتے ہیں اسی میں ایک جدی آدمے سنی آدمے شیعوں آباد ہیں مگر ہمیشہ ان سب میں باؤٹ دین کے نزاع رہتی ہے ہر ایک اپنے مذہب سے دل شاد ہیں ہر گاہ فرقہ بندیوں کا کچھ لکھنؤ میں زیادتی شیعوں کی سنیوں پر سنتے ہیں تو باہم نہایت غم کرتے ہیں اور آزر دہ ہوتے ہیں اور جب فرقہ شیعوں کا کچھ مام پور جو افغانوں کا ہے اس میں کچھ زیادتی سنیوں کی شیعوں پر سنتے ہیں تو باہم مل کر ماتم کر کے روتے ہیں، قصہ کوتاہ اب کی سال جو فرقہ شیعوں نے سنا کہ میاں ماہر بخش پیر زادے نے امام باڑہ بنا کر تعزیر داری اختیار کی اور پیر محمدی صاحب کو جو بڑے مشائخ سنیوں کے تھے انہوں نے محرم میں سر بازار چھٹس اڑا کر اور سینہ زنی اور ماتم کر کے اپنی ماتم داری اظہار کی تو انہوں نے کال اس بات کی شادی کی کہ سہان اللہ ایسے دو مشائخ زبردست گروہ سنیوں میں سے اس مذہب کو اچھا جان کر داخل ہو کر ظاہر ہوئے اور فرقہ سنی یہ سمجھ کر نہایت خوش ہوئے کہ الحمد للہ کہ جو چور ہم میں چھپے ہوئے لوگوں کو مرید کر کے گمراہ کرتے تھے ہم ان سے باہر ہوئے۔“

شاہ میر محمدی (ن ۱۲۱۰ھ) حضرت شاہ فخر الدین دہلوی کے خلیفہ ہیں۔ صاحب بخش (ن ۱۲۳۴ھ) ۶۱۸۲ھ
 جشتی ماہری سلسلہ کے دہلی کے مشہور بزرگ ہیں۔ حضرت شاہ فخر الدین دہلوی کے ایک مرید و خلیفہ مشہور شاعر مرزا
 قمر الدین منت (ن ۸-۱۲ھ) ۶۱۹۳ھ) تھے، انہوں نے کھلم کھلا فیصد مسک اختیار کر لیا، قمر الدین منت کے متعلق مولوی
 عبد القادر رام پوری لکھتے ہیں:

”میر قمر الدین منت جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے عزیزوں میں سے ہیں اور یگانہ آفاق
 جناب مولوی فخر الدین اور نگ آبادی مولد اود دہلوی مرتداً طالب شرع کے مرید ہوئے اور
 ایک عالم کے مرشد ہو گئے۔۔۔ قمر الدین منت نے کچھ عرصہ کے بعد لکھنؤ میں نواب حسن رضا
 خان اور حیدر بیگ خان کا تقرب حاصل کر لیا اپنے کو اثنا عشری ظاہر کیا اور اس راہ
 (تقرب اہل سنت) سے پھر گیا حیدر بیگ خان کی وفات میں ملکہ آیا اور مر گیا۔“

قمر الدین منت شاہ ولی اللہ کے پمردش یا نفع اور شاہ عبد العزیز کے عزیز اور شاگرد تھے شاہ صاحب
 نے اصول حدیث کی مشہور کتاب ”جمال ناخ“ ان ہی کے بنے قلم بند فرمائی۔

تغزیہ داری اور مرثیہ خوانی وغیرہ کے زور و شور کو دیکھ کر شاہ غلام علی مجددی (ن ۱۲۴۰ھ) ۶۱۸۲ھ
 لے میر محمدی بیدار کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو! مقدمہ دیوان بیدار از جلیل احمد تودائی صفحہ ۲-۱۲۰ ہندوستان اکیڈمی
 الہ آباد ۱۹۳۳ء) عجمہ نغز اقدت الشد قاسم مرتبہ پروفیسر محمود شیرانی صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸ (لاہور ۱۹۳۳ء)
 لکھ ملاحظہ ہو علم و عمل (دقائق عبد القادر خانی) صفحہ ۲۹۳، ۲۹۴ آثار انصار یہ صفحہ ۲۳، ۲۴، باب چہارم لکھنؤ ۱۸۷۲ء
 لکھ قمر الدین منت کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو (۱) علم و عمل (دقائق عبد القادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰، ۲۱ (۲) لکھنؤ
 کاوستان شامی از ابوالکلیت صدیقی صفحہ ۱۲۹، ۱۳۲ (لاہور ۱۹۵۵ء) (۳) مجموعہ نغز جلد دوم صفحہ ۲۱۵ (۴) فخر الدین
 (ملفوظات شاہ فخر الدین دہلوی مرتبہ نور الدین حسین صفحہ ۱۹-۲۰ (مطبع مجتبیٰ دہلی ۱۲۱۵ھ)
 لکھ علم و عمل (دقائق عبد القادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰، ۲۱ -

۵ قمر الدین منت کے شیعہ ہونے کا اشارہ ملفوظات عزیز کی میں بھی ملتا ہے ملاحظہ ہو ملفوظات شاہ عبد العزیز
 ۶ عجمہ ناخ ارشاد عبد العزیز دہلوی صفحہ ۲ (مطبع مجتبیٰ دہلی ۱۳۲۸ھ)

اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں جگہ

”در ویشان از شہر اسماء
می خوانند و تعویذ ہامی نویسد
برائے تسخیر و رجوع خلق و
تفضیل جناب امیر المؤمنین
علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بر خلقاء
ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم می
نمائند و تعزیہ ہامی سازند و
مرثیہ ہامی سخنوند و امری کنند
باین دو کار و شنیدن طنبور و
سازنگی و بدعتہا طریقہ دارند“

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں^۲۔

”تعزیہ ساختن و مرثیہ خواندن
و تصویر پیش خود داشتن و
تراشیدہ نام قدم پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم بر آل بہادہ
خلق را نگ پرست ساختن
و قصر ریش کردن، و نمسا از
تبرک قوم و جلسہ و طہمانیت

اسی شہر کے ایسے افراد جو خود کو
در ویش کہتے ہیں تعویذیں لکھتے
ہیں قوالی کرتے ہیں اور اس طرح
مخلوق کی تسخیر کئے ہوئے ہیں اور
جناب علی مرتضیٰؑ کی فضیلت تینوں
خلفائے رضی اللہ عنہم پر لاتے ہیں
تعزیہ بناتے ہیں مرثیہ سنتے ہیں
اور دونوں کاموں کا دوسروں
کو حکم دیتے ہیں طبلہ و سازنگی سننے
کی بدعت کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے

تعزیہ بنانا مرثیہ و قوالی کرنا اپنے
سامنے تصویر رکھنا، پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کے قدم مبارک کے
نقش کو اس پر رکھنا مخلوق کو
بت پرست بنانا، دھڑھی کترانا
نازکی برکت، قیام، جسد کی
طہانیت کو فاسخ کرنا، کھیل کود

سناٹے نمودن دلبو باد مرغا
مرغا بازی، شاد و طنبورے کاشفت
جنگا نیدن و نغمہ تار طنبور
جو گیوں کی ہے اور ایسے اعتقادات
و اعمال جو گیوں و انواع اذکار
جو قد ماسے ثابت نہیں ہیں
کہ از قد ما مردی نیست معمول
اس کو اپنا نا صحابہ کا طریقہ
داشتن طریقہ صحابہ نیست :-
نہیں۔

ایک اور خط میں لکھتے ہیں :-
” شنیدن تار و نغمہ و تعزیر باد
سنا و نغمہ سنا، تعزیر بنا نا
مرثیہ ہاد صور تصادیر معاذ
مرثیہ خوانی کرنا، تصور سازی
اللہ کی پناہ بزرگان سلسلہ شتیہ
اللہ اکبر چشتیہ و سادریہ
رحمۃ اللہ علیہم ما مریداں را
قادر رحمۃ اللہ علیہم نے ہم مریدوں
بایں بدعتہا نفرمودہ اند :-
کو اس بدعت کا حکم نہیں دیا۔

یہ حضرات بعض اوقات امام مسجد اور پیش نمازین کو بھی جمہور اہل سنت کی مسابد میں ملامت کے فرائض انجام دیتے اور اس طرح پتے مسک کی تبلیغ کرتے رہے ہیں، ایک مشہور شیعو مشنری نقاصیری بدایونی (۱۹۶۴ء) اپنی خود نوشت حالات میں لکھتے ہیں :-

” رنگوں کی مجالس کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پہلے دن چاند و صاحب زہتم مجالس انے فرمایا کہ بنگالی مسجد کے امام چاہتے ہیں کہ آپ کی تقریر سے قبل کچھ بیان کریں میں نے منظور تو کر لیا لیکن یہ اندیشہ ہوا کہ اگر انہوں نے کچھ ہمارے عقیدے رشتی مسک کے خلاف بیان کیا تو مجبوراً جواب دینا پڑے گا، بہر حال وہ جناب مجالس میں تشریف لائے ان کا علیہ یہ تھا، بہت لمبی وار بھی عبا و قبا و جبر و ستارت عزین لانا عبا ہاتھ میں متعدد رنگ رنگ کی تسمیں گلے میں ڈالے، لوگ تعظیم کو کھڑے ہوئے میں نے بھی تعظیم کی، عبادی چند منٹ کے بعد منبر پر تشریف لے گئے، پہلے ایک فارسی قصیدہ، حضرت امیر المومنین کی شان میں شمس تبریز یا کسی دوسرے نامی صوفی کا

پڑھا، پھر چند منٹ کچھ فضائل اہل بیت اور خاتمہ پر جناب علیٰ ہضرت کی شہادت بیان کی
تقریر کے بعد کہنے لگے: میں تقریر کرنے نہیں آیا تھا صرف حیدری صاحب کا بیان سننے
آیا ہوں، وہ منبر سے اترے اور میں نے ایک گھنٹے کے قریب فضائل و معائب حضرات
اہل بیت اظہار بیان کئے گو کہ بعد متاثر ہوئے، ختم تقریر کے بعد مجھ سے گلے ملے اور
میرے کان میں کہا ”نجم الحسنؑ سے کہہ دینا کہ علی حین ملا تھا“ جب میں نے لکھنؤ پہنچ کر قبلہ
دکوعہ سے یہ سارا واقعات بیان کیا بے ساختہ کھل کھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا یہ مفتی صاحب
اعلیٰ اللہ مقامہ کے شاگرد ہیں۔

اس دور میں جو غیر مسلم داخل اسلام ہوتے تھے وہ اشاعتی مسک کے متبع نظر آتے ہیں اس سلسلہ
محمد حسین قسطلی فریدی (ن ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء) اور مکندر رام ندوی لاہور کی مثالیں موجود ہیں کہ یہ دونوں نو مسلم
معتقد تاشید تھے اور اس مسک کا اس قدر غلبہ تھا کہ ہندو مصنفین بھی حمد و ثناء کے لیے منقبت علیؑ یا ائمہ اظہار لکھ
حزور سمجھتے تھے، وقائع عالم شاہی کا مولف کنور پریم کشور فراتی لکھتا ہے۔

”صلوات بے غایات و نیاز بے انتہا درد و نیاز حضورؐ کے چچا
بے نہایات براہین عم و دھمی کے بیٹے اور ان کے دھی اعظم پر
اعظم ادرک مظہر العجائب و جو مظہر العجائب اسد اللہ انعالب
اسد اللہ الخالب و صاحب صاحب ذوالفقار اور جنت
ذوالفقار قسیم الجنة والن راس تقسیم کرنے والے کو سزاوار ہیں،
و یا شکر نسیم شہزی گلزار نسیم میں لکھتے ہیں۔

پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے۔

یعنی کہ مطیع تیغ تن ہے۔

۱۔ نجم الحسن مشہور مجتہد مہتمم مدرسۃ الواقفین لکھنؤ۔

۲۔ وقائع عالم شاہی از کنور پریم کشور فراتی (مرتبہ تیار علی حارثی صفحہ ۲۰، رام پور ۱۹۳۹ء)

راجا رتن سنگھ زخمی (ت ۱۳۶۷ھ) ایک "قصبہ ہفت بند" حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں

(۱۳۵۴ھ) میں لکھا ہے اس کے آخری بند کے تین شعر درج ذیل ہیں:

تاب درد و غم ندارد پیش ازیں زخمی دگر
زود و جیسے کنی بحاشہ اسے شہ والا مقام
تا یکے ایں درد عزت تا یکے ایں رنج سفر
در بریلی یاز کے بینم دل خود را بکام
بر تو شاہا صد سلام دہر تو شاہا صد درد
زخمی غم دیدہ را بہر خد دریا ب زود

زخمی اب اس سے زیادہ درد و غم برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ لے شہ والا مقام (حضرت علیؑ)

میرے حان زار پر جلد رحم فرمائیے، کب تک سفر کی سختیاں برداشت کروں اور مارا مارا پھروں، اپنے وطن
برمی آئی کب اطمینان و سکون کی زندگی بسر کرنے میں کامیاب ہو سکوں گا۔

شہ دانا پ پر سیکڑوں درد و سلام
ملگین زخمی کی مدد کو جلد پہنچے۔

اس دور میں امارت و وزارت، جاگیر داری و منصب داری کے ہندوں پر شیعہ حضرات فائز تھے اور
رہاہ معیشت بھی ان کو حاصل تھی اسکی سے فریقین اہل سنت و اہل تشیع میں مناکحت و مصاہرت کے رتبہ بھی ہوتے
تھے اور اس طرح بھی ان کے مسلک کی شاعت ہوتی تھی قاضی شمس الدین پانی پتی (ت ۱۲۲۵ھ) اپنے وصیت
نامہ میں ان امور کی طرف خاص طور سے نشان دہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”از جملہ تقدیم مصلحت دینی دینی مصلحت کو دنیوی مصلحت

لے قصبہ ہفت بند حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بے دیکھنے معصفت علی گڑھ بابت ماہ اپریل ۱۹۲۵ء۔
لکھ بعض حضرات کا خیال ہے کہ فراتی اور زخمی مسلمان ہو گئے تھے اگر ایسا ہے تو وہ قدوسی اور قبل کے سچے محبوب کے

لکھ محمود و صد اربعہ مرتبہ محمد یوسف تادری صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵

برصطوت دنیوی آنست کہ
در مناکحت دیداری کار منظو ر
دارد و چوں دریں زمانہ
دریں شہر مذہب روانض
بیار شیوخ یافتہ است، دشر فا
بیشتر بر علونب یار فامہ میشت
نظری دارند اول رعایت این
باید کرد و دختر یکسے رافضی یا
مہتمم بر فاض اگر چه صاحب
دولت عالی نسب باشد نباید
داد روز قیامت سوائے دین
و تقویٰ، بیج بکار نخواہد آمد و
نسب را نخواہند پرسید۔

پرفوقیت دینے کا طریقہ کار یہ ہونا
چاہیے کہ شادی بیاہ میں دینداری کو
مقدم سمجھا جائے چونکہ اس دور اور
اس شہر میں شیعہ مذہب بہت
زیادہ پھیل گیا ہے اور شرفا زیادہ
تر عالی نشینی اور دولت و ثروت
کو دیکھتے ہیں، پہلی فوقیت اس
بات کو دینی چاہیے کہ اپنی بیٹی کو
رافضی یا شیعہ کے قائل شخص کو
زدینی چاہیے، وہ کتنا ہی عالی نسب
اور دولت مند کیوں نہ ہو، قیامت کین
تقویٰ کے علاوہ سب کچھ بیکار ہے
نسب کی کوئی پرکش نہ ہوگی۔

قاضی صاحب اپنی *محرکۃ الأرائق تصنیف السیف المسلول* کے آغاز میں ”مذہب روافض بسیار شیوخ یافتہ است“ کی تشریح اس طرح کرتے ہیں۔

”روافض خصوصاً اثناعشریہ
ذریعہ دریں وقت و
دیامذہب اثناعشریہ ظہور سے
پیدا کردہ و بسبب جہل و حق
اکثر اہل زمان خصوصاً بعض
رافضیوں اور خاص طور پر اثناعشری
اور زیدیوں نے اس دور اور اس ملک
میں شیعہ مذہب کو پھیلایا ہے۔ اور اپنی
جے علمی اور جہالت کے سبب انہی دو کے
لوگ خصوصاً بانی پتے باشندے جن کے

از اہل بلدہ پانی پت کہ آبِ اُرد
 بپ دوا سنی مذہب رکھتے تھے گمراہ ہو گئے
 اجداد شاہ اہل سنت و یمن
 اس نے اس نعرے چاہا اُسان
 بودند گمراہ خدند فقیر خواست
 فارسی میں ایک کتاب رافضیوں
 کہ کتاب بعبارت فارسی اُسان
 کے رد میں لکھوں تاکہ ہر آدمی
 در رد ووافض نویسد تاہر عامی
 اور ان پڑھ اس سے فائدہ حاصل
 از ان نفع گیرد و شاید کہ کسے
 کہے۔ شاید کہ کوئی شخص رد
 براہ ہدایت اید واجر و ثواب
 ہدایت پائے، و اس کے لکھنے
 بلا قسم عاید گردد“
 واسے کو ثواب ملے۔

قاضی صاحب نے عبدالرحیم شیعہ متائی کے رد میں ایک اور رسالہ ”شہاب ثاقب سرد الروافض
 الشیاطین المردین“ تصنیف کیا جو مطبع محمدی دہلی میں طبع ہو چکا ہے،

حقیقت یہ ہے کہ شیعیت و تغفیلیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو اس دور میں اکابر مشائخ نقشبندیہ شاہ
 ولی اللہ دہلوی، حضرت مرزا مظہر جان جاناں، حضرت شاہ غلام علی نقشبندی، حضرت قاضی ثناء الدیانی پتی و غیر ہم
 نے بڑی پامردی اور ہمت سے روکا اور ان حضرات کے بعد سب سے زیادہ کوشش اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ
 نے کی کویت یہاں تک پہنچی تھی کہ یہ سیلاب بڑھتے بڑھتے خود ان کے فائدان میں داخل ہو چکا تھا ان کے شاگرد اور
 رشتہ دار عبداللہ بن منت شیعہ ہو چکے تھے ان حالات میں شاہ عبدالعزیزؒ نے قلمی جہاد فرمایا اس سلسلہ میں ان کے والد ماجد
 حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دو معرکۃ الارقاء تصانیف، ازالۃ الخفاء اور قرۃ العینین فی تغفیل ایشعین نے مشعلِ راہ
 کا کام دیا ہو گا شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے والد کے مشن کو جاری رکھا اور ”ہرچہ پدر تمام نہ کند پسر تمام کند“ کے مقولہ کو
 ثابت کر دکھایا۔ اس سلسلہ میں شاہ عبدالعزیزؒ کی سب سے معرکۃ الارقاء تصانیف ”تحفۃ اثناعشریہ“ ہے جو اپنے موضوع
 برہانیت مدلل، مفصل، متوازن اور واضح کتاب ہے، علمائے محققین اس کی تعریف میں رطب اللسان اور علمائے عمالین
 کے کے دلائل و دہلیات کے سامنے عاجز ہیں شاہ صاحب کا انداز بیان نہایت حکیمانہ اور متاثر کن ہے، کلامی مباحث

کو دل نشین مذا میں بیان کیا گیا ہے۔ رشتہ اعتدال کو کہیں ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے حوالے نہایت ذمہ داری اور احتیاط سے نقل کئے گئے ہیں۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں :-

دریں رسالہ انچہ زکتاب معتبر	اس رسالے میں جو بھی شیعوں
شیعہ منقول است احتمال	کی کتابوں سے نقل کی گئی ہے،
افتراد بہتان را در اں گنجائش	س میں افتراد بہتان کی گنجائش
ندہہ زیر اک کتب منقول	نہیں، اس لئے کہ وہ کتابیں جن
عہنا از مشاہیر کتب شیعہ	سے نقل کیا گیا ہے معتبر اور مشہور
و معتبرات ایشان اند باید	شیعوں کی ہیں، اس لئے ان
کہ بے دماغی نفرماید و نقل	سے بے اعتنائی نہ کریں اور نقل کو
را با اصل مطابقت دهد و	اصل سے ملا لیں اور اس سے
ازاں نترسد کہ اگر صحت نقل	نہ ڈریں کہ اگر نقل صحیح نکلی تو ماننا
ظاہر شود تقبل آن لازم گردد	پڑے گا۔

تحفہ افنا عشریہ کے سبب تالیف کے متعلق خود شاہ صاحب لکھتے ہیں :-

» عرض از تسوید ایں رسالہ	اس رسالے کو سیاہ کرنے اور اس
و تحریر ایں مقالہ اں است	مقالے کو تحریر کرنے کا مقصد یہ
کہ دریں بلاد کہ ماساکن اُنیم	ہے کہ اس ملک میں جس کے ہم
و دریں زماں کہ مادر اُنیم	باشند سے ہیں جس میں ہم ہیں آشنا
رداج مذہب اشتہا عشریہ	عشری اور شیعیت کا رداج اس قدر
د شیوخ اں بحد سے اتفاق	پڑھ گیا ہے کہ شاید ہی کوئی گھر ہو

افتادہ کہ کم خانہ باشد کہ یک
 دو کس از آن خانہ بآن مذہب
 متمذہب باشند و راغب
 بایں عقیدہ نشوند لیکن اکثر سے
 از حلیہ علم تاریخ و اخبار خود
 حاصل و از احوال اصول و
 اسلاف خود بے خبر و غافل
 می باشند و ہر گاہ در محافل
 و مجالس باہل سنت و جماعت
 گفتگو می نمایند کج محج می گیرند
 و شتر گم بہ می آرند جستہ و ملتہ
 تعالیٰ، متحریر این رسالہ پرداختہ
 شد تا در وقت مناظرہ از جادہ
 خود بیرون نردند و اصول خود
 را منکر نشوند و در بعضی از
 امور واقعی شک و تردید را
 راہ نہ بند و درین رسالہ التزام
 کردہ شد کہ در نقل مذہب
 شیعوہ بیان اصول ایشان و
 الزاماتے کہ عائد بایشان می
 شود و غیر از کتب معتبرہ ایشان

جہاں ایک دو شخص اس مذہب
 کے پیرو نہ ہوں یا اس مذہب کی
 طرف نہ کار جہان نہ ہو، لیکن اکثریت
 ان کی ایسی ہے جو زیور علم سے عاری
 ہے اپنی تاریخ سے ناواقف اور
 اپنی روایات سے بے بہرہ ہیں اور
 اپنے اسلاف سے بے خبر و غافل
 بھی، جب کہ وہ اہل سنت کی محفوں
 میں گفتگو سے کسی معاملے میں گفتگو
 کرتے ہیں وہ قول بکتے ہیں اور
 بے سرپیر کی ہانکتے ہیں، یہ خالصتاً
 سند واسطے یہ رسالہ ضبط تحریر
 میں لایا گیا ہے، تاکہ ایسی مناظرے
 میں راہ راست سے نہ ہٹ
 سکیں، اور اپنے ہی اصول کے
 منکر نہ بن سکیں، اور بعض سچی باتوں
 میں شک نہ کر سکیں اور اس میں
 خاص طور پر یہ ملحوظ رکھا گیا ہے
 کہ مذہب شیعہ کے نقل میں اور ان
 اصول کے بیان میں اور ان الزامات
 میں جو ان پر عائد ہوتا ہے ان کے اپنی

منقول عنہ نباشد“ معتبر کتابوں کے علاوہ کوئی حوالہ نہ ہو

تحفہ کو بارہ اماموں کی نسبت سے مندرجہ ذیل بارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب دس، در کیفیت حدوث مذہب تشیع و انساب اس بفرق مختلفہ

باب دوم، در مکائد شیعوہ و طرق اضلال و تبلیس

باب سوم، در ذکر اسلاف شیعہ علماء و کتب ایشان

باب چہارم، در احوال اخبار شیعوہ و ذکر روادۃ انہا

باب پنجم، در الہیات

باب ششم، در نبوات

باب ہفتم، در امامت

باب ہشتم، در معاد

باب نہم، در مسائل فقہ

باب دہم، در مطالعہ عن خلفائیکم و ام المؤمنین و دیگر صحابہ

باب یازدہم، در خواص مذہب شیعوہ، ادبام، تعصبات، ہفتوت

باب دوازدہم، در تولد و تبرا

باب اول، شیعوہ مذہب کی جڑ اور مختلف فرقوں سے ان کا لگاؤ۔

باب دوم، شیعوں کی حیلہ بازی ان کی گمراہی کے طریقے اور تبلیس

باب سوم، شیعوہ کے قدیم علی اور ان کی کتابیں۔

باب چہارم، شیعوں کے احوال اور ان کے مادیوں کا تذکرہ۔

باب پنجم، مسئلہ الہیات۔

باب ششم، نبوات کے بارے میں

باب ہفتم، مسئلہ امامت کے بارے میں۔

تحفہ ر ایک فنِ مداں کہ درد سوئے ہر معرفت سراغ آمد
 سوئے الفاظ معانی اش جنگر ہست دریا کہ در آیاغ آمد
 بسکہ نور ہدایت است و یقین سال تصنیف او چراغ آمد
 قطع تاریخ تحفہ اشاعشریہ کو محض ایک فن پارہ نہ سمجھنا بلکہ اس سے معرفت کا پتہ
 ملتا ہے اس کے الفاظ و معانی پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ دریا کو کون سے میں بند کر دیا ہے
 چونکہ یہ کتاب یقین و ہدایت کا نور ہے اس غایت سے اس کی تصنیف کا سال چراغ سے نکلتا ہے

تحفہ اشاعشریہ کے تدوین شاہ صاحب کے ایک معاصر حکیم مرزا محمد المتخلص بر کمال دہلوی (وفت
 ۱۲۳۵ھ) نے ب سے پہلے قلم اٹھایا اور انہوں نے تحفہ اشاعشریہ کی تالیف کے دو سال بعد ایک کتاب نہایت
 اشاعشریہ ۱۳۰۶ھ میں تالیف کی۔ اسے تحفہ اشاعشریہ ذوالفقار الدہ مرزا نجف خاں امیر الامرا کے مرنے
 کے بعد لکھا گیا۔ مرزا کا انتقال ۱۶ اپریل ۱۱۹۹ھ میں ہوا ہے۔

مرزا نجف خاں کے مرنے کے بعد دہلی کی سیاست پر مرزا نجف خاں کی بہن خدیجہ سلطان بیگم اور اس کی
 پادری کے چار ممتاز رکن افراسیاب، مرزا شفیق، نجف قلی خاں اور محمد بیگ ہمدانی پوری طرح اثر انداز رہے۔ اول
 الذکر افراسیاب اور مرزا شفیق نجف خاں کے مرنے کے بعد بھی دونوں امیر الامرا کی بے منصب پر قابض ہوئے۔ ن
 دونوں کے خاتمہ کے بعد مہاراجی سندھیا اور غلام قادر و بدیلہ کا عمل دخل ہوا۔ اگر اس وقت بھی شیعہ امرا
 زین العابدین (برادر مرزا نجف خاں) نجف قلی خاں، محمد بیگ ہمدانی اور اسماعیل بیگ ملکی سیاست پر بری
 طرح چھائے ہوئے تھے ان لوگوں کے اقتدار و تشیع کے عام غلبہ اور ادھ کے لواب دیر کے سیاسی اثر و استیلا
 کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اشاعشریہ میں بحیثیت مصنف اپنا نام لکھنا مناسب نہ سمجھا اور
 اچھے نجوم اس کی تالیف ۱۲۸۶ھ میں ہوئی ہے اور اس وقت وہ لکھتا ہے کہ نہایت اشاعشریہ کی تالیف کو انشی ماں
 ہو گئے (ملاحظہ ہو نجوم السامع صفحہ ۳۵۹)

۱۲۸۶ھ اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو فال آف دی مثل ایپار جلد سوم صفحہ ۱۹۷، ۱۹۸، (رککتہ ۱۹۵۳ء)

۱۲۸۶ھ اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو فال آف دی مثل ایپار جلد سوم صفحہ ۱۹۷، ۱۹۸، (رککتہ ۱۹۵۳ء)

انہوں نے معصیت کی حیثیت سے اپنا غیر معروف تاریخی نام ”غلام حلیم بن شیخ قطب الدین احمد“ لکھا ہے۔ تحفہ اشاعرہ نے شیعیت اور تقصیصیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کو رد کرنے میں بہت کام کیا شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

”غرض کہ منظور زوایں مذہب
اس رسالے کا مقصد شیعہ مذہب
بود کہ مردم بدیدن این
کار دہتا تا کہ لوگ اس کتاب کو
کتاب در آن اعتقاد است
دیکھ کر اس مذہب کے بارے میں
شوند یا ترک نمایند الحمد للہ
کہ ایں معنی حاصل شد منظور
ست اعتقاد ہو جائیں یا اس کو
فقیر ازیں مقدمات سلوک
چھوڑ دیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ مقصد
این طریق جمید بر اذ بان
حاصل ہوگا اس فقیر کے پیش
اولی الالباب و طالبان را
نظر اس کتاب کے ذریعے عقائد وں
کو راہ راست دکھانا اور حق جو یوں
صواب بود الحمد للہ کہ حاصل
کو سیدھی راہ دکھانی تھی۔ اللہ کا
شکر کہ وہ پوری ہوئی۔“

مرزا محمد علی موقت نجوم السمار لکھتے ہیں۔

”چوں فاضل عزیز تحفہ خود
جب فاضل مزیر (شاہ عبدالعزیز) لے اپنے
را ظاہر نمود، ضلالت شیوع
تحفہ (تحفہ اشاعرہ) کو عام کیا تو شیعوں
گفت و مردم جہاں
نے گمراہ کن باتیں کیں اور علاقہ کے توافقت
و ناحق میں بطرف اُل
اندیش لوگوں کو ان کی طرفت کر دی۔
گردیدند“

لکھ شاہ عبدالعزیز کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کا نام قطب الدین احمد بھی تھا۔

لکھ نآوی غزیری جلد اول (بہ تصحیح مولوی محمد حسن نانوتوی) صفحہ ۱۳۱۔ (مطبع مجنباؤی دہلی ۱۳۳۱ھ)

تحفہ انشاء عشریہ کے متعلق سرسید احمد خاں (۱۸۹۵ء) لکھتے ہیں: ^۱

”ادامل حال میں فرقہ انشاء عشریہ نے شورش کو بلند کیا اور باعث تفرقہ خاطر جہاں اہل تسنن کے جوئے حضرت (شاہ عبدالعزیز) نے بسبب التماس طالبین کمال کے کتاب تحفہ انشاء عشریہ کی غایت شہرت محتاج بیان نہیں بدل توجہ قلبیں بعرف اوقات و جہیز سے باری کثرت ضخامت تعذیف کی کہ وقت عبارت اس کتاب کی اس طرح سے زبانی ارشاد کرتے جاتے تھے کہ گویا از بر یاد ہے اور حوالہ کتب شیعہ کے جن کو علمائے فرقہ مذکور نے شاید بجز نام کے مانہ ہو گا، ہاں علماء حافظہ بیان ہوتے جاتے تھے اور اس پر متانت عبارت اور لطافت دظرافت جیسے ہیں ناظرین پر ہریدہ ہے۔“

سرسید احمد خاں نے ۱۸۹۴ء میں تحفہ انشاء عشریہ کے دسویں اور بارہوی باب کا اردو ترجمہ ”تحفہ حسن“ کے نام سے شائع کیا۔ ^۲ یہ دونوں باب خلفائے ثلاثہ، ام المؤمنین اور صحابہؓ کے مطاعن کے جواب اور تولد تبرائے بیان میں ہیں، سرسید نے یہ ترجمہ اپنے استاد مولوی نور الحسن صاحب کی مدد سے کیا تھا چنانچہ یہ صاحب خود اسی میں لکھتے ہیں: ”مجھ میں ایسی قابلیت نہ تھی کہ جو میں اس کتاب کا ترجمہ کر سکتا لیکن استاد کی مولوی نور الحسن کا مدد صلی کی مدد سے یہ کام انجام کو پہنچا۔“ ^۳

یہ تحفہ انشاء عشریہ کلاجز دی طوہر سے (پہلا اردو ترجمہ ہے جو سرسید احمد خاں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا کہ جنگ آزادی سے دس بارہ سال پہلے بھی اس مسلک کا اس قدر زور تھا کہ سرسید احمد خاں جیسے معتدل مصلح نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھنی ضروری سمجھی۔ حالانکہ جب علامہ شبلی نے ”الفاروق“ کی تالیف شروع کی تو سرسید احمد خاں کو خیال ہوا کہ کہیں شیعہ دوستی بحث پھر شروع نہ ہو جائے۔

۱۔ مذکورہ اہل دہلی (آثار العبادید باب چہارم از سرسید احمد خاں) مرتبہ احمد میاں اختر جو ناگورھی صفحہ ۵۲، ۵۳ -

(انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۵۵ء)

۲۔ سیرت فریدیہ از سرسید احمد خاں (مرتبہ حکیم محمود احمد بکائی) صفحہ ۱۷، ۱۸، پاک ایڈیٹری، کراچی ۱۹۶۳ء

۳۔ سرسید کا علمی کارنامہ از قاضی احمد میاں اختر جو ناگورھی صفحہ ۳۵ (انجمن کیشل کانفرنس، کراچی ۱۹۶۳ء)

تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق شیخ محمد اکرم لکھتے ہیں بلکہ

”تحفہ اثنا عشریہ فی الحقیقت ایک عمدہ آفریں کتاب ہے اور شاہ عبدالعزیز نے اس کی تالیف میں بید محنت اور جانفشانی سے کام لیا اس سے پہلے مختلف شیوخ کی مسائل پر کتابیں تصنیف ہوئیں خود شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین فی تفسیر الشیخین، ازالۃ الخفاؤں اور بعض رسائل میں ان مسائل سے بحث کی تھی لیکن اسی جامع و مانع کتاب کوئی نہ تھی فی الحقیقت تحفہ اثنا عشریہ شیوخ کی مسائل کا ایک نیا کلوپیٹا ہے کتاب کا مطبوع نول کشوری ایڈیشن بڑی تقطیع کے ساڑھے چھ سو صفحوں پر محیط ہے لیکن چونکہ بیان میں بڑے استبحار و اختصار سے کام لیا گیا ہے اس لئے مطالب و معانی اور دلائل و حوالے بے شمار آگئے ہیں کتاب کے جامع و مانع ہونے کے علاوہ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ روایات و بیانات کے بیان میں فقط مستند اور معتبر شیوخ کتب پر انحصار کیا گیا ہے اور قواعد و تفسیر میں سے فقط ان ہی چیزوں کو چنا ہے جن پر شیوخ متفق و موافق تھے ہیں کتاب کی زبان اور طرز بیان بھی سہل و سلیس ہے“

علمائے شیوخ نے تحفہ کے رد میں پوری کوشش کی ہے مگر اس کے ساتھ ہی شاہ عبدالعزیز کے علمی وقار و مرتبہ کو بھی مجروح کرنے کی مذموم سعی کی ہے کبھی تو یہ الزام تراشا کہ اس کی تصنیف میں دوسرے علماء بھی شریک رہے ہیں اور اسی بات کو ثبوت دی کہ یہ کتاب سرور ہے اور خواجہ خضر اللہ کابلی کی ”صواعق مریقہ“ کا فارسی ترجمہ ہے لکھنؤ میں یہ اعتراض بڑی شد و مد سے کیا گیا چنانچہ شاہ صاحب نے اپنے تلمیذ رشید مرزا حسن علی محدث لکھنؤی (۱۲۵۵ھ) کے ایک استفسار کے جواب میں ایک طویل مکتوب ارقام فرمایا ہے جس سے نہ صرف یہ بے بنیاد اعتراض دفع ہو جاتا ہے بلکہ تحفہ اثنا عشریہ کے مانعہ اور اس کی ترتیب پر بھی روشنی پڑتی ہے شاہ صاحب لکھتے ہیں

”در وقت تصنیف تحفہ اثنا عشریہ کے تصنیف کے

لے رد کو تراش شیخ محمد اکرم صفحہ ۵۷، ۵۸، ۵۹ (لاہور ۱۹۵۸ء)

لے نجوم السہار صفحہ ۳۵۳، ۵۳۸، لے فتاویٰ عزیزی جلد اول صفحہ ۱۲۹، ۱۳۱ -

عشر یہ از کتاب ہائے اہل سنت
 کہ در رد مذہب شیعہ و کتب
 شیعہ کہ در رد مذہب اہل سنت
 تالیف شدہ بر قسم بہم رسیدہ
 بود قسم اول در مجاہدہ ایں
 مسئلہ خاص یعنی اثبات خلافت
 خلفائے ثلاثہ و رد اُن مثل
 نواقض الروافض و مرافض
 الروافض و صواعق محرکہ

و شرح تجرید از طرہ اہل سنت
 و مسائل النواصب و رد
 شبہات الاحرار و اظہار الحق
 و سفینۃ النجات از طرف شیعہ
 قسم دوم اُن کتاب ہا است
 کہ در مسئلہ امامت و شروط
 اُن و مواقع اُن بر تفصیل
 تصنیف شدہ مثل بحث
 امامت در شرح مقاصد و
 شرح مواقف و طوابع الانوار
 و اربعین از طرف اہل سنت
 و تصانیف علامہ حلی و مقداد

وقت اہل سنت کی کتابیں جو مذہب
 شیعہ کے رد میں تھیں اور شیعوں
 کی کتابیں جو اہل سنت کے جواب
 میں تھیں ان کی تین قسمیں پیش نظر
 تھیں، پہلی قسم اثبات خلافت
 خلفائے ثلاثہ کے جسگڑھے، اور
 اس کے رد میں شیعوں کی طرف
 سے جو کتابیں سامنے تھیں وہ
 نواقض الروافض و مرافض
 و صواعق محرکہ و شرح تجرید از
 طرف اہل سنت و مصائب النواصب
 و رد شبہات الاحرار و اظہار الحق
 سفینۃ النجات شیعوں کی طرف سے
 دوسری قسم ان کتابوں کی جس میں
 مسئلہ امامت اس کی شرائط اور
 مواقع مفصل تصنیف ہوئی تھی
 امامت کی بحث سے متعلق شیعوں
 کی جانب سے شرح مواقف
 طوابع الانوار و اربعین اور
 تصانیف علامہ حلی و مقداد اور
 شیعوں کی جانب سے صدائق موبقہ

و حدائق موبقہ در رد موافق
صواعق محرقہ کے جواب میں ہیں
محرقہ و مقداد از طرقت شیوہ
تیسری قسم ان تصانیف کی ہیں کہ
قسم سوم اس است کہ تمام
جس میں تمام شیعوں کے مذہبی
مذہب شیوہ رہم در اہلیات
اعتقادات، الہیات اور آخرت
وہم در معاد وہم در امامت
وہم در روایت احادیث وہم
در اصول رد۔

تمت بالخیر

پیچ تین

علامہ عبد القدوس ہاشمی

سورہ نوح میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَا تَذَرْنِیْ فِیْ سَوَآءٍ اَوْ اَسْرَآءٍ لَا یُنْفِیْثُ
اور وَدَّ سَوَآءٌ لِّیُنْفِیْثُ۔ یُنْفِیْثُ اور
وَلِیُنْفِیْثُ وَنَسْرًا

اس آیت میں قوم نوح کے پانچ بتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ وَدَّ سَوَآءٌ۔ یُنْفِیْثُ
یُنْفِیْثُ اور نَسْرًا یہ پانچوں حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ تو
ان کے گھروالوں کو شیطان نے بھجایا کہ ان کی یادگار منانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی قبریں بناؤ اور اس
پر متکلف ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس طرح یہ پانچوں افراد قوم نوح کی ایک نمایاں شخصیت بن گئے۔ یہ
پانچوں قبریں حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد کے ذریعہ قوم نوح کو ورثہ میں ملیں۔ بھلا ایک تسلیم
پرست قوم اپنے بزرگوں کو کیسے چھوڑتی۔ لہذا یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کرتے کہ
ان بزرگان دین کو نہ چھوڑنا۔ ورنہ کہیں کے نہ رہو گے۔

گویا یہ پانچوں شخصیتیں قوم نوح کی نمایاں شخصیتیں تھیں جو بقول ابن عباس قوم نوح کو دین
علیہ السلام کے ذریعہ ورثہ میں ملی تھیں۔ اور قوم نوح نے انہیں معبود کا درجہ عطا کر دیا تھا جس

طرح یہ قوم لوح کے الہ بن گئے تھے۔ ان میں سے سوات نامی ایک عورت تھی۔ جسے دیوی قرار دیا گیا۔ ورس طرح تاریخ کے اولین پنج تن وجود میں آئے۔

حضرت لوح علیہ السلام کے بعد آنے والی اقوام میں پانچ دیوتاؤں اور دیویوں سے ملاکر ہر قوم نے ایک مجموعہ پنج تن یا پچنا قائم کیا۔ در دیو مالائی کبانوں میں انہیں ایک بڑا اور معزز مقام حاصل رہا۔

حیرت تو اس پر ہے کہ تو راست میں اگرچہ بہت سی ترمیمات ہو چکی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آج جو کچھ بھی ہے اور جیسی بھی ہے اسے یہ ہونے پانچ حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے اور اس مجموعہ کو وہ خمس کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ یہودیوں کے پانچ مقدس فرائیم کی نسبت سے ہوا ہے۔ اس طرح ہندوؤں کا پنج جناپ بھی ایک دیوی سیتا جی در چار بزرگوں کے ناموں کا ذکر جبری ہے جو ایک خاص شکل میں بیٹھ کر سورج دیوتا کی طرف منہ کر کے کیا جاتا ہے۔ اور آخری اس ذکر میں بائیں طرف سر جھکا کر قب پر ضرب لگائی جاتی ہے۔ جیسے ہمارے صوفیا اور ذاکرین دل پر ضرب لگاتے اور خاص شکل میں بیٹھتے ہیں۔

رام بھگتی۔ یہ جب پانچ اشخاص کے دو مجموعوں سے لگائی جاتی ہے۔ جسکی شکل حسب ذیل ہے۔

۱۔ جے رگھو نندن، جے سیاہ رام، توو کیٹو، سیتا رام

۲۔ جے رگھو نندن، جے سیاہ رام، بھرت سیتا سترھن، سیتا رام

۳۔ پہلے مجموعہ میں چند رتھن اور سیتا کے دونوں بچوں کے اسماء گرامی شامل ہیں۔ اور دوسرے مجموعہ میں سیتا کے دونوں فرزندوں کی بجائے رام چندر جی کے دونوں سوتیلے مہائیوں بھرت جی اور سترھن جی کے نام شامل کئے گئے ہیں۔ الغرض ہر دو مجموعوں میں پانچ افراد ہیں۔ جن میں ایک خاتون سیتا جی شامل ہیں۔

اسی طرح مختلف اقوام قدیم لائی دیو مالائی کبانوں میں ہمیں پانچ مقدس سستیوں کا نشان ملتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قوت، تسلط اور گرفت ظاہر کرنے کے لئے کہیں پنچ کا نشان بنایا گیا ہے۔ اور کہیں پانچ انگ انگ نشانات بنائے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ شوریوں نے اپنے مقدس تیل کے پانچ پیر

رکھے تھے۔ ان کے بیل کا بہت سبز زمین عراق میں دستیاب ہوا ہے۔ اس بیل کے دو ڈیڑھے (مکئی) بھی ہیں ہو سکتا ہے کہ سبز زمین نینوی کے باشندوں نے اس پنج تن کو جنم دیا ہو۔ کیونکہ فرقتبائیہ سے نزدیک ان کے ائمہ علوم نینوی کے دارث تھے۔ لہذا یہ پانچ ٹانگے بیل کو پوچھنے والے اسلام میں بھی اس پنج تن کو کھیت لائے۔ اور اس طرح پانچ ٹانگوں کے بیل کو پنج تن کے روپ میں ڈھال دیا گیا۔ حتیٰ کہ اگر آپ شیعہ کتب کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت حسین کو شہید نینوا بھی کیا جاتا ہے حالانکہ کربلا اور نینوا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر ہم حضرت حسین کو شہید نینوا مان لیں تو یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ حضرت حسین کی شہادت نہ کربلا میں ہوئی اور نہ ماہ محرم میں ہوئی۔

ظاہر ہے کہ دو ڈیڑھے والا پانچ پیروں کا بیل تو آشوریوں یعنی عریقیوں کو کہاں ملا ہوگا۔ یہ ان کی کافرانہ صورت گری کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

دلیوی اور دیوتا کی پوجا کرنے والی اقوام کے دیو مائی تعلیمات کے اظہار کی بڑی عجیب عجیب صورتیں مختلف دیو مائیوں میں ملتی ہیں۔ کہیں اس کو ارض کو اپنے دانتوں پر اٹھائے ہوئے صورت نظر آتا ہے اور کہیں ایک سینگ پر اٹھائے ہوئے ایک گائے ملتی ہے۔ اور اسی لئے مہندو گوتاما کے پجاری ہیں اور جب وہ بے چاری گائے تھک بار کر زمین کو دوسرے سینگ پر لیتی ہے تو زمین میں زلزلہ پیدا ہوتا ہے۔ اور کہیں کنول کے پھول پر بیٹھی ہوئی کشتی دلیوی نظر آتی ہے۔

انسان جب سرچشمہ ہر ایت یعنی کتاب اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بے گانہ بن کر سوچتا ہے تو عقل انسانی کو بولانیوں کی جھوٹ مل جاتی ہے۔ اور شیطان کی ذمہ داری انسانوں کے افکار کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

شَيْطَانُ الْاِنْسَانِ وَالْجَنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ اِلَى الْبَعْضِ زُخْرُفُ الْقَوْلِ غُرُورٌ ۝

انسانی اور جناتی شیاطین دھوکہ دہی کے غرض سے دھوکہ دہی کی باتیں الفاظ کرتے رہے ہیں۔

قیاس یہ کہتا ہے کہ پانچ کے تقدس اور اس کی اہمیت کا ابتدائی تصور انسانی ذہن میں خود اپنے ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے سے آیا ہوگا۔ انسان نے جب یہ دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں چار انگلیاں

اور ایک انگٹھا ہے اور وہ ہر چیز انہی سے پکڑتا ہے لہذا اس نے اقتدار و قوت کا سرچشمہ ان پانچ انگٹھوں کو قرار دیا۔ اور پنجہ بھی اقتدار اور گرفت کو بولا جائے گا۔ حتیٰ کہ تبار کی پارسی اور اردو زبان میں بھی پنجہ گرفت اور اقتدار کے لئے ہی بول جاتا ہے۔

بت پرست انسان نے جب خالق کائنات کی منہات کو محسوس کیا۔ اور انہیں قابی ذکر اشخاص میں مشغول کیا تو اس کا رخ نامک عالم کو پھرنے کے لئے اس نے پانچ ذرا لکھنے سے جو پورے اند تونہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی محدود قوت کے حاصل ضرور تھے۔ اور اس طرح وہ اللہ کے معین و حامی قرار پائے کوئی بارش کا مالک ہے۔ کوئی زمین کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہے۔ کوئی دوست کی دیوی ہے اور کوئی علم و ہنر کی اس طرح انسان کے تخیلات نے اللہ تعالیٰ کی وزارت بنائی۔ اور اس کے پانچ ارکان مقرر ہوئے اس طرح دیوتا بن کر تیار ہو گئی۔ پھر رفتہ رفتہ پانچ کے عدد کو ایسا تقدس حاصل ہوا کہ انہی کے لئے بت پرست اپنے گزرے ہوئے لوگوں کی دیوتا میں پھنستے چلے گئے۔

جب انسان کے علم میں اضافہ ہوا۔ اور اس نے اجرام فلکی کا مطالعہ شروع کیا تو اس نے چاند اور سورج کے عدد و مزید پانچ ستارے معلوم کئے۔ ان ستاروں کو خمسہ متحیرہ کا لقب دیا گیا اور یہ تسلیم کیا گیا کہ زمین و آسمان میں جننے خودشت پیش آتے ہیں وہ ان پانچ ستاروں کے تصورات کے تحت ہوتے ہیں۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہم اپنے مسم ہونے کے دعویدار ہیں لیکن حق بات تو یہ ہے کہ ہم اللہ کے عدوہ ہر قسم کی لغویت پر ایمان رکھتے ہیں۔ آج بھی اخبار جنگ اور دیگر جرائد اسی تہ پرستی کی تعلیم میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور شبہ کوئی، بنارس کفر سے پاک ہو۔ اور حبس سے ہمارے اخبار رسال پر رافضی اور شیعہ بروری کا قبضہ ہو ہے۔ وہ اپنے اس عجوبی مسک کو چھیلنے میں مصروف ہیں تاکہ قوم کا جو اللہ سے برائے نام تعلق ہے وہ بھی لاشعور ہو جائے۔

مختلف اقوام کے پنج تن

قوم نوح کی پانچ مقدس مہتیاں۔ وَتَوْسُوْعُ یٰحُوْثُ۔ یٰعُوْقُ۔ اور ذُر۔ ان

ہیں سے مسو آتے نامی ایک دیوی ہے۔ اور باقی چار دیوتا ہیں۔ یہ سب سے پہلے پنج تن میں جو ہیں قرآن میں ملتے ہیں۔

۱۔ سمرتن قوم کے پنج تن۔

ان تیس۔ ان کی۔ ننا۔ آتو۔

ان میں سے مانا دیوی ہے۔ اور باقی چار دیوتا ہیں۔ نہ مانہ بالحد میں ننا کو بھی دیوی بولاجے لگا۔

۲۔ اکادی قوم کے مقدس پانچ رکان۔

ننگے۔ موگے۔ ہیا۔ روگی۔ ادو۔

ان میں سے ننگے دیوی ہے۔ اور باقی چار دیوتا ہیں۔

۳۔ ہاتھول کے مقدس پنج تن۔

شمس سنی نیبو۔ امرتوک۔ آتی

ان میں سے شمس دیوی ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج تک عربی زبان میں شمس کو مونث

بولتے ہیں۔ اور بقیہ چار دیوتا ہیں۔

۵۔ اشوریوں کے مقدس پنج تن۔

اشور۔ آتو۔ بعل۔ ہیا۔ وکل۔

یہ پانچوں دیوتا ہیں۔ ان میں کوئی دیوی نہیں۔ اشوریوں کا پروردار بیل بھی پانچ پاؤں کا ہے جو پانچ اشخاص کی قوت کا منظر ہے۔

۶۔ قدیم مصری دیوالا کے پنج تن۔

اسیرس۔ ہورس۔ اسٹیس۔ رآ۔ ایتیم

ان میں سے اسٹیس نامی دیوی ہے۔

۷۔ چینی دیوالا کے پنج تن۔

یانگ۔ سنان۔ سورج۔ چاند۔ ہوا۔

ان میں سے یا نگ یعنی دھرتی ماما دیوی ہے۔

۸۔ ہندو دیو مالا کے مقدس پنج تن۔

پارتی۔ ہری ہرا۔ برہما۔ وشنو۔ ہمیش ریشو

ان میں سے پارتی (مادر عالم) دیوی ہے۔

۹۔ ایرانی دیو مالا کے مقدس پنج تن۔

امور امشردا۔ انگریو۔ آگ۔ سورج۔ زمین۔

ان میں سے زمین دیوی ہے۔

۱۰۔ یونانی دیو مالا کے مقدس پنج تن

زیوس۔ پوریدان۔ اپرش۔ اپولو۔ ڈیمٹر

۱۱۔ رومن دیو مالا کے مقدس پنج تن۔

مرکری۔ اپانو۔ سیروفا۔ بیگی کش۔ سرنو۔

ان میں سیروفا دیوی ہے۔

۱۲۔ میوٹانی دیو مالا کے مقدس پنج تن

مختور۔ وریون۔ فرج۔ بالدر۔ فریر۔

ان میں سے فریر نامی دیوی ہے

۱۳۔ سائوی دیو مالا کے پنج تن۔

پروکوماس۔ ایڈکوسٹ۔ سوآن۔ دولوس۔ ڈیمی وول

ان میں سے سوآن نامی دیوی ہے۔

۱۴۔ رام جگتی دیو مالا کے پنج تن

رام لچپتن۔ لوو۔ کیشو۔ سیبا۔

ان میں سیبا ایک خاتون ہے۔ توو۔ کیشو۔ ان کے فرزند ہیں۔ ایک فی الواقع ان کا

بچہ ہے اور دوسرا لے پاگ۔ رام جی اوتارا ان کے شوہر اور بچوں جی ان کے وفادار دیو ہیں۔

۱۵۔ باقی غلیکات والوں نے چاند، سورج کو باپ بیٹا مان کر سب سے اونچا درجہ دیا

تھا۔ باقی پانچ مقدس ہیتاں یہ ہیں۔

عطارد۔ زہرہ۔ مہر سا (برہمپت) مشتری (شکر، زحل۔ ریسنجر)

یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اگر اس سلسلہ میں مزید

کچھ تحقیقات کی جائے تو شاید اس فہرست میں مزید کچھ اور اضافہ ہو جائے۔ تمت بالآخر

یہودیوں نے کتاب مقدس یعنی تورات کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور اپنے بتائی

دور کے پانچ بزرگوں کو مقدس مقام عطا کر کے دیوالا کے مقدس پانچ ارکان کی تکمیل کی۔

دین اسلام کی بنیاد خاص توحید پر رکھی گئی تھی۔ اس میں کسی پٹنجا کی گنجائش نہیں تھی۔ یہ دین

تین پانچ کی آلودگیوں سے پاک صاف تھا۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی مقررہ

اطاعت نہ تھا۔ اور نہ دین اسلام میں کسی پاپائے اعظم کی کوئی گنجائش تھی۔ اس دین میں مساوات

کی تعلیم دی گئی تھی۔ نسلی طور پر یا پیدائش کے لحاظ سے کوئی مکرم نہ تھا۔ اور نہ دوسروں کو کمزور قرار دیا جا

سکتا تھا۔

اسلام میں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں کہ کسی انسان کو نسلی لحاظ سے برتر یا کمتر قرار دیا جائے

ایک جتنی اگر مسلمان ہو کر نماز پڑھنا اور پڑھنا سیکھے تو وہ نمازوں میں امامت کر سکتا ہے۔ اور بڑے

سے بڑے عالم اور صحیح النسب ہاشمی و جعفری کو اس کی امامت میں نماز ادا کرنے سے انکار کی کوئی

گنجائش نہیں ہے۔ عالم اور پیر و مرشد صاحب کا کیا مسئلہ ہے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

ابوبکر صدیقؓ اور عبدالرحمنؓ بن عوفؓ کی امامت میں نماز ادا کی ہے۔ اور بعد میں حضرت علیؓ اور

حضرت حسینؓ ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے۔ اور جب حضرت علیؓ بقول سبائہ

منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو صحابہ کرام انہی اور نوٹے ہزار کے درمیان تھے لیکن پانچ چھ کے

علاوہ کسی نے ان کی خلافت کو قبول نہیں کیا۔

مزید تبصرہ اور واقعہ بہاولپور - از علامہ حبیب الرحمن صدیقی کاندھلوی

اسلام کی اس اصولی تعلیم کے بعد کسی کے لئے تین پاپچ کرنے کی کوئی گنجائش موجود نہ تھی لیکن انسانی دماغ کی کارستانیوں نے بہر حال اپنا کام کر دکھایا۔ اور اکثریت کو نصیبت کے مرض میں مبتلا کر دیا۔ حضرت عثمانؓ ذی النورین کے آخری دور میں نصیبت کے فتنوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔

ایک یہودی عبد اللہ بن سبائے جاہل بدویوں میں مختلف قسم کے افکار پیدا کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور اولاد علیؓ کے مقدس و محترم ہونے اور پیدائشی برتری کے عقائد پیدا کئے گئے۔ اس مقصد کے لئے بہت سی جھوٹی روایات وضع کی گئیں جن میں سے ایک روایت مبارکہ بھی ہے اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب شہ کے آخری شہ کی تبادلیں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ آیا۔ اور کسی طرح حق قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوا تو قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

مَذْعُ ابْنَانَا بِأَنَّا مُكِّمٌ وَنِسَانَا وَنِسَانُكُمْ
وَالْأَنْفُسُ الْفَسَادُ شَعْبٌ بَشَرٌ فَاجْعَلُ
لَعْنَتُ اللَّهِ عَلَيْكَ الْكَلْبُ بَيْنَهُ

ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو۔
ہم اپنی بیویوں کو بلائیں اور تم اپنی بیویوں کو اور
ہم اپنے دیگر ساتھیوں کو بلائیں اور تم دیگر ساتھیوں کو۔
پھر ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر یا کبھی میں حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو لپیٹ کر لائے۔ عیسائی ان بزرگوں کو دیکھ کر مبارک سے بھاگ گئے۔ اور مبارک پر راضی نہ ہوئے۔

یہ روایت بعض الفاظ کی کمی بیشی اور تغیر و تبدل کے ساتھ مختلف مجموعہ ہائے احادیث اور کتب تفاسیر میں منقول ہیں۔ ہماری کتب تفاسیر شریعتی اور کلمتی رافضی کی تفاسیر کا خاکہ ہیں۔ لہذا وہ اس سے زیادہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ حالانکہ میں مذہبی داستان حصہ اول میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت حسینؓ کے آخری ماہ یا شہ کے ابتدا میں پیدا ہوئے۔ انور حضرت حسینؓ وفات رسول تک اتنی عمر کے نہ تھے کہ انہیں جہاں چاہیں ردی کچنچ کر لے جائیں۔

جہاں تک مسلم کی روایت کا تعلق ہے تو عامر بن سعد بن وقاص سے سعید بن المسیب نے

یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ آپ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا اے علیؓ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارونؓ موسیٰؓ کی جگہ تھے۔ یہ واقعہ حضرت سعدؓ سے ان کے صاحبزادے مصعبؓ نے بھی نقل کیا ہے اور عامر نے بھی نقل کیا ہے۔ عامر سے نقل کرنے والے سعید بن المسیب اور یحییٰ بن مسعود ہیں۔ سعید نے صرف وہ مختصر واقعہ نقل کیا ہے۔ لیکن یحییٰ نے متعدد کہانیاں حضرت سعدؓ کی جانب منسوب کر کے بیان کی ہیں۔ جبکہ سعید بن المسیب نے سوائے حضرت علیؓ کو حضرت ہارونؓ سے تشبیہ کے علاوہ اور کوئی واقعہ بیان نہیں کیا۔ حضرت سعدؓ سے اس واقعہ کو ان کے صاحبزادے مصعبؓ نے بھی نقل کیا لیکن وہ بھی اس واقعہ کو بیان نہیں کرتے۔

پھر یحییٰ نے اس واقعہ کی ابتداء اس صورت میں کی ہے کہ امیر معاویہ نے سعدؓ کو حکم دیا کہ تم علیؓ کو بڑا کیوں نہیں کہتے۔ اس پر حضرت سعدؓ نے تین عذر پیش کئے جن میں سے ایک عذر یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

لَقَدْ كُنَّا أَفْئَادًا بَيْنَ كُنُفٍ
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ کو پایا اور فرمایا یہ میرے اہل ہیں۔ مسلم ج ۲ ص ۲۸۱
اول تو یحییٰ بن مسعود پر بعض محدثین نے اعتراض کیا ہے۔ مثلاً امام بخاری فرماتے ہیں اس کی حدیث پر اعتراض ہے۔ یہ ابن عمرؓ اور عامر بن سعدؓ سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اور اس سے حاتم بن اسماعیل اور داؤدی روایت کرتے ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۲۵۸

یحییٰ سے یہ روایت حاتم بن اسماعیل نے نقل کی ہے۔ حاتم سے اگرچہ بخاری و مسلم نے روایت لی ہیں لیکن نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ اسے ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس میں غفلت پائی جاتی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۵۸

جب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ بکیر بن مسعود اور حاتم بن اسماعیل سے بڑا مقام سعید بن المسیب اور مصعب بن سعدؓ کا ہے۔ لیکن وہ روایت کا مختصر سا حصہ نقل کرتے ہیں جو تبرک

جانے سے متعلق ہے۔ بقیہ رام کہانی بیان نہیں کرتے۔ اس طرح یہ روایت پہلی روایت کے معارض ہوئی اور اگر سادی ثقہ بھی ہو سکیں اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہو تو اس کی وہ روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

گویا بکیر تن مسار نے اپنے سے زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے لہذا بکیر کی روایت مصعب بن سمر اور سعید بن المسیب کے مقابلے میں بے کار محض ہے۔ اور روایت کے ابتدائی الفاظ دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی حضرت علیؓ کا دشمن سوال کر رہا ہے جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب تشیع کی کارستانیاں ہیں جو اس شکل میں ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔

ہمارے نظریہ کے مطابق اگر حضرت حنین پیدا بھی ہو گئے تھے تو زیادہ سے زیادہ ان کی عمر دو تین ماہ ہوگی۔ جب یہ وقوعہ پیش آیا تو حضرت حسن بھی زیادہ سے زیادہ دو سال کے بچہ ہوا گئے جن کو ان کی والدہ یا ان کے والد گودیں اٹھا کر لے گئے ہوں گے۔ اس طرح دونوں بچے گود میں اٹھانے کے قابل ہوں گے۔ ان دونوں بچوں کو حضور فاطمہؓ کے ورہیے اٹھا کر لے آئے مگر تین تین بنت رسول کے صاحبزادے علیؓ بن زینب اور رقیہ بنت رسول کے صاحبزادے عبدالرحمانؓ بن رقیہ اور ام کلثومؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن ام کلثوم حیات تھے۔ آخر ان تین نواسوں نے وہ کون سا قصور کیا تھا جس کی انہیں اتنی بڑی سزا ملی کہ انہیں نواسہ رسول ہونے سے خارج کر دیا گیا۔ غالباً انہیں یہ سزا ان کے اموی ہونے کی وجہ سے ملی ہے۔

پھر صاحبزادوں میں امامہ بنت زینبؓ، ریشہ بنت فاطمہؓ، اور ام کلثوم بنت فاطمہؓ ان لڑکیوں نے اس کے علاوہ کون سا قصور کیا تھا کہ وہ لڑکی تھیں۔ اور پنج تن کی تاریخ دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پنج تن میں تاریخی لحاظ سے ایک عورت تو شامل ہو سکتی ہے۔ بقیہ چار تن کے لئے کوئی گہی نش نہیں نکلتی۔ لہذا یہ تو لازمی تھا کہ عورتوں کو اس سے خارج کرنا تھا۔ ربیعہ بن زینبؓ اور عبدالرحمانؓ بن رقیہؓ کا مشد ان کا سب سے بڑا قصور یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کے لحاظ سے اموی تھے۔ اور ہمیں سبق یہ پڑھایا گیا ہے کہ اموی ہونا ایک جرم ہے جو قابل معافی نہیں۔ لہذا

سب سے پہلے یہ جرم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد ہوا کہ انہوں نے اپنی تین صاحبزادیاں امویوں میں دیں اور ان سے اولاد بھی ہوئی۔ اور چونکہ یہ حضرات اموی تھے اور آپؐ نے غلطی سے اپنی صاحبزادیاں امویوں میں دی تھیں جس کا احساس بعد میں آنے والی نسوں کو ہوا۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ اگر حضرت فاطمہؑ کے لئے کوئی اور اموی جو ان موجود ہوتا تو شاید حضرت فاطمہؑ اس کے عقد میں جاتیں۔

ان نواسے اور نواسیوں کے علاوہ آپ کے فرزند ابراہیم جو تاریہ قبضہ سے تھے۔ ابھی حیات تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نواسوں اور نواسیوں کو چھوڑ کر صرف حسن و حسین کو عبائیں شریک کیا۔ اور تو اور خود حضرت فاطمہؑ کی دونوں صاحبزادیوں ام کلثومؑ اور زینبؑ کو بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی صفت قرآن نے رحمۃ اللعالمین ہونا بیان کی ہے۔ وہ رحمۃ اللعالمین تو کیا ہوتے وہ تو عیاذاً باللہ اپنی اولاد کے بھی قاتل ٹھہرے۔ یہ ہے وہ فارمولہ جو اہل تشیع نے بارے ہاتھوں میں بٹھمایا اور سنی صاحبان عموماً اور خصوصاً بیرہست طبقہ اس کی ترویج میں مشغول ہو گیا اور بطور دلیل واقعہ مباہلہ پیش کرنا شروع کر دیا۔

قرآن مجید میں ابناء۔ نساء اور الفسح جمع کے صیغے ہیں۔ اور عربی زبان میں جمع کے لئے کم از کم تین مفہم شرط ہے۔ ان میں ایک حضرت علیؑ کیسے آگئے انہیں نہ تو ابناء میں داخل کیا جاسکتا ہے اور نہ نساء میں۔

یہ امر بھی غور طلب ہے کہ آپ کی ازواج بھی موجود تھیں۔ جن کی کم از کم تعداد نو ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قطعاً لے کر نہیں جاتے۔ اور اس طرح ان کہانیوں کے بل بوتے پر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے قرآن کے مخالف خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہو چکے ہیں قرآن مجید کے تینوں الفاظ اسم جمع ہیں جو لازمی طور پر تین اشخاص یا اس سے زیادہ کے لئے آتے ہیں۔ لہذا اگر آپ مباہلہ کے لئے تشریف بھی لے گئے تھے۔ تو ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ کے ساتھ کم از کم دو افراد مزید دعوت دینے والے ہوتے۔ اور اس طرح یہ تینوں حضرات

مل کر اپنے اپنے بیٹوں کو لے کر آتے۔ ان کے ساتھ ان کی بیویاں بھی ہوتیں۔ اور وہ کچھ مزید اور افراد کو بھی دعوت دیتے۔ اس طرح قرآن کے نقطہ نگاہ سے یہ حکم عام ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن قربان جانیئے اس سبائی ذہن کے کہ اس نے اس کہانی کے تار پود کھڑکھڑک دیتے۔

درحقیقت یہ ہے کہ قرآن کی اس دعوت مت بلکہ کو عیسائیوں نے قبول ہی نہیں کیا ان کے لئے اسے قبول کرنا ممکن بھی نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو عبایا کبیل میں چھپا کر منس مائے تھے۔ یہ سارا زمانہ پانچ کھیل ہے۔ جس کے لئے قرآن کی صورت بگاڑی جا رہی ہے۔ یہ دیولالائی پانچ اشخاص کا ایک مجموعہ دیگر اقوام کی طرح اسلام میں بھی پیدا کیا گیا۔ اور جب ایک بار بیچ تن وجود میں آگئے تو اسے اتنی بار دہرایا گیا کہ ہر فرد بشر کے ذہن میں وہ بات رچ بس جائے اور دماغ اس کے خد ف سوچ بھی نہ سکے۔ الغرض پنجہ کا نشان بنایا گیا۔ گھوڑے کی تصویر پر سوار دکھایا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیان توحید دنیا کو اشخاص کی پرستش کی دعوت دینے لگے۔

جب پنج تن وجود میں آگئے تو پھر ان کے لئے ولایت و امامت کے جھگڑے کئے گئے اور حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کو اوروں پر فوقیت دی گئی۔ اور امویوں کو ذیل و خواہ کیا گیا تاکہ ہمارے سنی حضرات حضورؐ کے ان نو اسوں کا ذکر نہ کر سکیں۔ جن کے باپ دادا اموی تھے۔ اسی لئے یہ ناز و نولاتر تیب دیا گیا کہ حضورؐ کی صرف ایک صاحبزادی تھیں۔ بقیہ تین چونکا امویوں کے نکاح میں گئی تھیں۔ ہند وہ اولاد ہونے سے بھی خارج ہو گئیں۔

حالانکہ اگر غور سے اسلامی تاریخ اور ان حضرات کا مطالعہ کیا جائے جو اہلاد میں اسلام لائے تھے تو یہ صاف محسوس ہوگا کہ ہمیشہ اسلام کی راہ میں جان قربان کرنے والے امویوں کی تعداد ہاشمیوں کے مقابل میں زیادہ رہی ہے۔ بلکہ اگر اس پر بھی غور کیا جائے کہ زوجیت رسولؐ میں تمام خاندان کی عورتیں آئیں لیکن نبو ہاشم خاندان صرف اسی باعث اس سے محروم رہا کہ قرآن نے آپ کے لئے شرط یہ لگا دی تھی

إِلَّا هَا جَبَوْنَ مَعَكُمْ

گویا کہ آپ کے نکاح میں آنے کے لئے از روئے قرآن مہاجر ہونا شرط تھا اور کوئی ہاشمی لڑکی یا عورت مہاجرہ نہ تھی۔ اس لحاظ سے کوئی ہاشمی عورت آپ کے نکاح میں نہ آ سکی اور کسی ہاشمی عورت کو امت کی دل بننے کا فخر حاصل نہ ہو سکا۔ جب کہ بنو امیہ میں سے حضرت ام حبیبہؓ کو امت کی دل بننے کا فخر حاصل ہوا۔ اور یہ فخر ایسا ہے کہ قیامت تک قائم رہے گا۔ اور یہ ام حبیبہؓ ابوسفیانؓ کی صاحبزادی۔ امیر معاویہؓ کی بہن اور یزید بن معاویہؓ کی بھوپھی ہیں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضورؐ کی بقیہ صاحبزادیوں سے جو اولادیں ہوئیں وہ سب اموی ہوئیں نہ کہ ہاشمی۔ اس طرح بنو امیہ کو بُرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضورؐ کے اُن نواسے اور نواسیوں کا خاتمہ کیا جائے جن کا تعلق بنو امیہ سے ہے اور حضورؐ کی تین صاحبزادیاں امویوں میں گئیں۔ اور ان کی اولاد اموی ہوئی۔

اصطلاحات اور ان کی تشریح

جس روایت کی سند ابتداء سے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پائی جاتی ہو اور درمیان سے قطعاً منقطع نہ ہو۔

سند

اگر درمیان سند سے ایک راوی گمراہ یا گمراہ دیا جائے تو اسے منقطع کہتے ہیں۔ ایسی روایت محدثین کے نزدیک قطعاً ناقابل قبول ہوتی ہے۔ یعنی وہ روایت جس کی سند متصل نہ ہو درمیان سے جب راوی گمراہ یا گمراہ ہے تو اس گمراہی کے عمل کو انقطاع کہا جاتا ہے۔

انقطاع

اگر روایت کی سند میں سے صحابی کا نام غائب کر دیا جائے۔ یعنی تابعی یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا، یا ایسا کیا اور صحابی موجود نہ ہو تو اس روایت کو مرسل برتتے ہیں اور محدثین کے نزدیک مرسل ناقابل قبول نہیں۔

مرسل

درمیان سند میں کوئی راوی ایسا ہو جس کا حال کچھ بھی معلوم نہ ہو تو وہ راوی مجہول ہے۔ اور سند بھی مجہول ہے جس میں کوئی ایسا راوی پایا جائے اور لڑاؤ وہ روایت بھی مجہول ہے جس

مجہول

کا سند میں کوئی موصول راوی پایا جاتا ہو۔

معنعنہ جو روایت راوی عن فلان کے ذریعہ کرے۔

معنعن جو روایت عن فلان عن فلان کے ذریعہ مروی ہو۔

تدلیس درمیان سے راوی غائب کرنا۔ وہ روایت جس کی سند میں سے کوئی راوی غائب کر دیا جائے اسے تدلیس کہتے ہیں۔ اور جو شخص یہ کام انجام دے رہا ہے اسے تدلیس اور کم کے زیر کے ساتھ کہتے ہیں۔ جس روایت میں تدلیس کی جاتی ہے، اس میں چونکہ یہ بھی امکان ہے ناچہ کہ درمیان سے متعدد افراد حذف کر دئے گئے ہوں جس کا پڑھنے والے کو علم نہیں ہوتا۔ لہذا وہ روایت جس میں تدلیس پائی جاتی ہو قابل قبول نہیں۔ اور جس روایت کو تدلیس عن کے ذریعہ روایت کرے اس کی وہ روایت بھی قابل قبول نہیں مثلاً ابن کوفہ میں سے ابو اسحاق میں اور اعش و غیرہ مشہور تدلیس ہیں۔ اس طرح اس بصرہ میں سے عقیقہ بن ابی مرزوبہ، قتادہ اور حسن بصری مشہور تدلیس ہیں۔ جب یہ حضرات کوئی روایت کریں جو انہوں نے نہ سنی ہو اور درمیان سے کوئی ضعیف راوی غائب کر دیا ہو اور وہ راوی ضعیف ہو لہذا وہ روایت سبب معنعن ہو اور اس سبب ہی تدلیس کا قابل قبول نہیں۔

امام بخاری نے اصول ترمذی میں بیان کیا ہے کہ تدلیس کی حدیث قابل قبول نہیں۔ لیکن اپنی صحیح میں تدلیس کی حدیث معنعن نقل کرنے میں اور غاموشی سے اگلے گزر جاتے ہیں۔ مثلاً عن سعید بن عروبہ عن قتادہ عن فلان۔

تدلیس لغت میں بیچنے کے وقت مال میں عیب چھپانے کو کہتے ہیں۔ غشینی کا کہنا ہے کہ علماء حدیث کے نزدیک تدلیس حرام ہے۔ اور دیکھ بن جراح کا قول ہے کہ جب کپڑے کا عیب چھپایا جائے تو حدیث کا عیب چھپانا کیسے جائز ہوگا؟

مرفوع اگر سند بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے تو اسے حدیث مرفوعہ کہتے ہیں۔

موقوف لیکن اگر بات صحابی پر پہنچ کر ختم ہو جائے تو اسے موقوف کہا جاتا ہے۔

مقطوع لیکن اگر یہ بات تابعی تک پہنچ کر ختم ہو جائے تو اسے مقطوع کہتے ہیں۔

سند راویوں کا وہ طریقہ جس کے ذریعہ حضور تک پہنچا جائے۔ یہ ذہن میں رہے کہ ایسی روایت جس کی سند نہ پائی جاتی ہو وہ قطعی الاعتبار سے ہے۔ سند کو اسناد بھی کہتے ہیں۔

متصل اگر راوی حدیث سے بنا کر علیہ السلام تک سند پہنچ جائے تو اسے متصل کہتے ہیں۔

معضل اگر سند میں سے درلان گری جائیں تو اسے معضل کہتے ہیں۔

مردود لیکن اگر راوی معتبر ہے اور روایت ایسی نقل کرے۔ ہاں جو دیگر معتبر راویوں کے خلاف ہے تو ایسی روایت کو مردود بولتے ہیں۔

عدالت راوی میں ایسا ملک پایا جائے کہ جو اعمال بفسق و بدعت وغیرہ سے انسان احتراز کرتا ہو اور جس انسان میں یہ صفات پائی جائیں تو اسے عادل کہتے ہیں۔

موضوع جس روایت کے کسی راوی کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ حدیث میں عمدہ اثر پڑا ہوا ہے۔ خواہ اس نے زندگی میں ایک بار ہی ایسا کیا ہو اس کی حدیث کو موضوع کہتے ہیں۔

متروک اگر راوی اپنے کذب و افتراء میں مشہور ہو گیا ہو۔ اگرچہ حدیث میں اس سے جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو تو اس راوی کو بھی متروک کہتے ہیں۔ اور اس کی روایت کو بھی متروک بولتے ہیں۔

اگر راوی کا نام یا اس کی ذات کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ تو اسے **مبہم** کہتے ہیں۔ یہ امر ذہن میں رہے کہ مبہم راوی کی روایت قطعاً ناقابل قبول ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ مبہم شخص صحابی ہے تو پھر روایت قابل قبول ہے۔ کیونکہ صحابہ سب کے سب عادل ہیں۔ نوٹ ہے یہ امر ذہن میں رہے کہ صاحب جامع الاصول نے تحریر کیا ہے کہ مؤمنین کو

ایک جماعت نے خوارج، قدری، شیعہ، رافضی اور دیگر اہل بدعات کی روایت قبول کی ہیں لیکن ایک جماعت نے اس معاملہ میں ان فرقوں میں سے کسی شخص کی روایت قبول نہیں کی۔ اور انہوں نے ان سے روایت لینے میں احتیاط سے کام لیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ان فرقوں سے جو روایات لی جائیں گی وہ بہت احمقانہ و سستی جائیں گی۔

تقاضائے احتیاط یہ کہ ان فرقوں سے روایات نہ لی جائیں۔ کیونکہ یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ یہ فرقے اپنے اپنے مذہب کی ترویج کے لئے احادیث گھڑتے رہے اور بہت سوں نے توبہ کے بعد اس کا اقرار بھی کیا۔ مقدمہ مشکوٰۃ ص ۷۔

راوی اگر حدیث روایت کو لے لیکن روایت میں غلطیاں بہت کرتا ہو تو اس کے لئے حدیث میں کثرت، غلط اور غفلت کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

صحاح
حدیث کی وہ مشہور کتابیں جن کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔ یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی ان پانچ پر تو اتفاق ہے۔ اس لئے صحاح کہتے ہیں۔ چھٹی کتاب میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک سوط، سنن ابن ماجہ اور سنن دارمی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے مقدمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں،

کہ ان چاروں کتابوں یعنی ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں احادیث صحیح بھی ہیں، حسن بھی اور ضعیف بھی، اور انہیں صحاح اکثریت کے لئے سے کہا جاتا ہے۔ مصنف مصابح نے ان چاروں کتابوں کی روایت کو حسن لکھا ہے۔ اور یہ لغوی معنی کے زیادہ قریب ہے۔ اور یہ ایک نئی اصطلاح ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ چھٹی کتاب سنن دارمی کو شمار کیا جائے۔ کیونکہ اس کے بہت کم راوی ضعیف ہیں۔ بہت کم اس کی احادیث منکر ہیں۔ اس میں شاذ روایات بہت کم ہیں۔ اس کی سندات بھی حالی ہیں۔ اور بخاری سے زیادہ ثلاثیات اس میں پائی جاتی ہیں۔

اربعہ ۱۔ بخاری و مسلم کے علاوہ بقیہ چار کتابیں۔

صحیحین: در صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔

کذاب: جس راوی کا حدیث کے معاملہ میں جھوٹ یوں ثابت ہو۔

نکارت: منکر روایت بیان کرنا۔ ایسے شخص کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔

غالی: در حدیث بڑھا ہوا۔ یعنی بہت بد بودار رافضی۔ یا بہت بد بودار خارجی وغیرہ۔

شیعہ: ہر جو حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتا ہو۔ ایسے لوگ حضرت علیؓ کے درمیں موجود تھے۔ اور بعد میں آپسہ آپسہ کم ہوتے گئے۔

رافضی: جو خلفائے ثلاثہ کو برا کہتے ہو۔

شیعہ: شیعہ ہونا۔

وضائع: در احادیث وضع کرنے والا۔

حافظ: در محدثین کی اصطلاح میں احادیث یاد رکھنے والے کو حافظ کہتے ہیں۔ یعنی حافظ الحدیث اس سے مراد حافظ القرآن نہیں ہوتی۔ ہم نے اپنی کتاب مذہبی داستان میں جہاں بھی یہ لفظ استعمال کیا ہے اس سے یہی مراد ہے۔ اور اگر حافظ سے مراد حافظ القرآن ہوتی ہے تو حافظ القرآن کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

اسے خبر واحد بھی کہتے ہیں۔ یعنی جس حدیث کا صرف ایک راوی ہو۔ اگر وہ راوی معتبر ہے تو فقہاء کے نزدیک ایسی روایت قابل عمل تو ضرور ہے۔ لیکن اس سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اور اگر راوی ضعیف ہے تو وہ قابل عمل بھی نہیں۔ اور اگر وہ شدید ضعیف ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس کی نسبت بھی حرام ہے۔

امام: ہر ماہر فنی کو بولتے ہیں۔ اگر وہ ماہر فقہ ہے تو امام فقہ مراد ہوتا ہے اور اگر ماہر حدیث ہے تو امام الحدیث مراد ہوتا ہے۔ ہم نے ہر جگہ یہ لفظ ماہر حدیث اور حدیث کے وقت کار کیا ہے۔ استعمال کیا ہے۔

نوٹ: اگر کوئی روایت ضعیف ہو تو اسے تکریر صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا

یا اسے دین کا جزو تصور کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”اگر تم ہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لو“

گویا قرآن کی رو سے ہر مسلمان پر ہر خبر کی تحقیق لازمی ہے۔ اور جب تک کسی روایت کی صحت کچھ تحقیق نہ ہو جائے اُس وقت تک اسے بیان کرنا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تسلیم کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”مگر وہ لوگ جو حق کی شہادت دیں اور انہیں اس کا علم بھی ہو“

حضرت علیؓ سے متعلق وضعی روایتیں

حضرت علیؓ کی سپہ سالاری

حضرت عمران بن حُصَیْن فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اشکو روایت فرمایا اور اس پر حضرت علیؓ بن ابی طالب کو مائل متعین کیا حضرت علیؓ اس دشتے کو لے کر گئے۔ انھوں نے ایک بانڈی حاصل کی۔ اس پر صحابہؓ نے ان پر اعتراض کیا اور صحابہؓ میں سے چار اشخاص نے عہد کیا کہ جب ہماری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگی تو حضرت علیؓ نے جو فعل کیا ہے اس سے سنو کہ کو مطلق کریں گے۔ اور صحابہؓ کا قاعدہ تھا کہ جب سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ کو سلام کرتے اور پھر اپنے گھروں کو جاتے۔ جب یہ سریرہ واپس آیا تو اس نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ ان چاروں اشخاص میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ علیؓ بن ابی طالب کو نہیں دیکھتے کہ انھوں نے ایسی ایسی حرکت کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے منہ پھیر لیا۔ پھر دوڑ کر کھڑا ہوا۔ اس نے یہی شکایت پیش کی۔ آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر تیسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے وہی بات دہرائی۔ آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر چوتھے شخص نے کھڑے ہو کر وہی بات عرض کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور آپ کے چہرے سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا۔ اور آپ غصہ میں سوال فرما رہے تھے۔ تم علی رضی اللہ عنہ کیا چاہتے ہو؟ تم علی رضی اللہ عنہ سے کیا چاہتے ہو۔ تم علی رضی اللہ عنہ سے کیا چاہتے ہو۔ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ اور میں سر بعد علی رضی اللہ عنہ ہر مومن کے ولی ہیں۔

امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اسے جعفر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۲۵
جیسا کہ ہم آگے لکھ رہے ہیں کہ واقعہ کی نوعیت کیا تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی جنگی لشکر کے امیر نہ بنائے گئے تھے بلکہ انھیں خمس لینے کے لئے مین بھیجا گیا تھا۔ جہاں تک ترمذی کی اس روایت کا تعلق ہے وہ جعفر بن سلیمان رضی اللہ عنہ کی تیار کردہ ہے۔ کیونکہ بقول امام ترمذی جعفر کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور جعفر بن سلیمان تبع تابعی ہے۔

دھولی خمس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی واپسی حجتہ الوداع کے موقع پر مہونی اور حج کے بعد خم غدیر میں شکایات کا دفتر کھلا۔ حضور نے صحابہ کرام کی شکایات پر یہ جواب دیا۔
فان له في الخمس الثلث من ذلك کیونکہ خمس میں علی کا اس سے بڑا حصہ ہے
اور اس واقعہ کے باعث حضرت بریدہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کا اقرار کیا کہ میں علیؓ سے بغض رکھتا ہوں جس پر حضورؐ نے حضرت بریدہؓ سے یہ الفاظ فرمائے کہ تو اس سے بغض نہ رکھ کیونکہ خمس میں اس کا بھی حصہ ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۲۳

واقعہ صرف اتنا تھا جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بشری کمزوری اور غلطی ثابت ہو رہی تھی اور یہ ظاہر ہوا تھا کہ حجتہ الوداع سے واپسی کے بعد خم غدیر کے مقام پر حضورؐ سے صحابہ کرامؓ نے حضرت علیؓ سے اپنی رائے کا اظہار فرمایا تھا اور حضرتؐ نے معاملہ کو رفع و دفع کرنے کی ہوشیاری کی تھی

جس کا نتیجہ سامنے آیا کہ تین ماہ کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو سب نے متفقہ طور پر ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا۔

لیکن شیعہ ذہن اس واقعہ کو جوں کا توں قبول نہ کر سکتا تھا۔ لہذا اس نے نہم عذیر کے موت پر حضرت علیؓ کی ولایت اور وصیت کے اننے افسانے وضع کئے کہ اہل سنت حضرات بھی اس سیلاب میں بہہ گئے حتیٰ کہ موجودہ دور میں اہل سنت اور اہل تشیع میں کوئی فرق باقی نہیں رہا اور جو کئی رہ گئی تھی وہ تصوف کے اسطے پوری ہو گئی۔

ترمذی فرماتے ہیں اسے جعفر بن سلیمان الضبعی کے علاوہ کوئی روایت جعفر بن سلیمان نہیں کرتا۔ اور وہ تبع تابعی ہے اور مخالف کیمپ کا آدمی ہے جو واقعہ کو بڑے باتوں سمیہ قبول نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے روایت میں اپنی جانب سے ایسے الفاظ داخل کئے جس سے تمام صحابہؓ پر حضرت علیؓ کی فضیلت ثابت ہو اور اصل شکایت پر پڑ جائے۔ پھر بعد میں اس واقعہ کو حضرت علیؓ کی ولایت کا ایک ذریعہ بنایا گیا۔

امام ترمذی نے اس روایت کو غریب یعنی خبر واحد قرار دیا۔ اور فرمایا اسے جعفر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ لہذا اس روایت کی صحت و عدم صحت کا تمام تر دار و مدار جعفر بن سلیمان کی ذات پر موقوف ہے۔

جعفر بن سلیمان بنو حارث کا غلام تھا اس نے بنو تميم سے خاندان میں سکونت اختیار کی اسی لئے ضميمی کہلاتا ہے شیعہ ہونے کے باوجود اس کا شمار زائد منتفی لوگوں میں ہوتا ہے بخاری کے علاوہ تمام محدثین سند نے اس سے روایت لی ہیں۔

اسم احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس میں کوئی خاص عیب نہیں جب یہ صنعا پہنچا تو لوگوں نے اس سے علم حاصل کیا یہی بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لیکن یہی بن سعید القفطان اسے ضعیف کہتے اور اس کی حدیث نہ لکھتے۔ ابن سعید کا بیان ہے یہ اگرچہ ثقہ ہے لیکن اس پر منع پایا جاتا ہے اور شیعہ ہے۔

احمد بن المقدام کا بیان ہے کہ ہم یزید بن زریع کی مجلس میں بیٹھے تھے انھوں نے فرمایا جو شخص جعفر بن سلیمان اور عبد الوارث سے علم حاصل کرتا ہے وہ میرے پاس نہ آئے کیونکہ عبد الوارث معتزلی ہے اور جعفر بن سلیمان رافضی ہے۔

سہل بن ابی حدویہ کا بیان ہے کہ میں نے جعفر بن سلیمان سے دریافت کیا کہ مجھے اطمینان ملی ہے کہ تو ابو بکر و عمر کو گالیاں دیتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ گالیاں تو خیر نہیں دیتا لیکن ان دونوں سے بغض رکھتا ہوں۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں جریر بن یزید بن ہارون کے ذریعہ اس جعفر کا یہ قول نقل کیا ہے اور اس کے بعد جریر بن یزید بن ہارون نے مزید فرمایا یہ جعفر تو گدھے کی طرح رافضی ہے۔

عمر بن علی کا بیان ہے کہ میں نے امام عبد اللہ بن المبارک کو دیکھا کہ وہ جعفر بن سلیمان سے سوال کر رہے تھے۔ انھوں نے سوال کیا کیا تو نے ایوب بن ابی تمیمہ کو دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں۔ امام ابن المبارک نے سوال کیا کیا ابن عون کو دیکھا ہے؟ جعفر نے جواب دیا۔ ہاں۔ ابن المبارک نے سوال کیا کہ کیا تو نے یونس بن یزید کو دیکھا ہے؟ اس نے اس کا بھی اقرار کیا۔ امام عبد اللہ بن المبارک نے فرمایا جب تو نے ان حضرات کو دیکھا تھا تو ان کی مجلس میں کیوں شریک نہیں ہوا۔ اور ان سے علم کیوں نہ حاصل کیا؟ تو نے ان حضرات کو چھوڑ کر عوف بن ابی حمیلہ سے روایات سنیں۔ اور عوف تو اس وقت تک خوش نہیں ہوا جب اپنی ذات میں دو بدعتیں جمع نہیں کر لیا۔ کیونکہ عوف بن ابی حمیلہ قدری بھی ہے اور شیعہ بھی۔

امام یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز عبد الرزاق بن ہمام سے ایسی بات سنی جو اس نے رافضی ہونے کا ثبوت تھی۔ میں نے عبد الرزاق سے سوال کیا کہ تیسرے جتنے بھی استاد تھے مثل سمر اور اعمیٰ سفیان بن عیینہ اور مالک بن انس یہ سب اہل سنت تھے پھر تم میں تشیع کہاں سے آیا؟ عبد الرزاق نے جواب دیا۔ ہمارے پاس جعفر بن سلیمان آیا یعنی ضعیف، میں نے اسے فاضل اور نیک پایا۔

لذاتہا، مات، بزمہب، انیس، یا۔

بعضی مائتہ بن سلیمان نے صرف خود رافضی تھا بلکہ زید و تقویٰ کا لبادہ اوڑھ کر دوسروں کو بھی رافضی بنانا تھا۔ زید بن عبد الرزاق بن ہمام جیسا محدث بن اس سے محفوظ نہ رہ سکا اس واقعہ پر یہ حقیقت بھی۔ ایسا آگے کر شیعوں نے ہمیشہ زید و تقویٰ اور تقویٰ کا لبادہ اوڑھ کر تشیع کا زہر پھیلا، اسے نہ ہی درجہ ہے جو ہمارے صوفیائے تشیع میں غرق نظر آتے ہیں جی کہ لبادہ عقائد شیعوں اور سنیوں میں کون فرق نظر نہیں آتا۔ بلکہ بسا اوقات یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں ہمارے عزیز رفیق و رفیع جعفر بن سلیمان کا کردار ادا کر رہے ہوں۔ اور تقیہ کر کے زید و تقویٰ کا لبادہ اوڑھ لیا ہو۔

کیونکہ مسلم سے بعض رکھنا جائز نہیں۔ اس لئے آپ نے ہدایت فرمائی کہ بغض نہ رکھو۔

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ بلا تقسیم بندی سے صحبت جائز ہے یا نہیں۔ تو اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ جائز نہیں لیکن اگر کسی نے ایسی حرکت کی تو اس پر حد جاری نہ ہوگی کیونکہ جس شے میں ملکیت کا کچھ نہ کچھ حق پایا جاتا ہو۔ اس پر حد جاری نہیں ہوتی۔ جیسے اگر کوئی باپ کسی بیٹے کا مال چرائے تو اس پر قطعاً حد جاری نہ ہوگی کیونکہ بیٹے کے مال میں باپ کا بھی حق ہے۔ اس طرح خمس میں ذوی القربی۔ یتیم۔ مساکین۔ سائلین و مافرین کا حق ہے۔ لہذا اس جرم پر حد جاری نہ ہوگی۔ لیکن یہ حرکت خود خلاف قانون ہے۔ اور اس مال کا نکرانچ کو موقوفہ ہوتا ہے لہذا اگر وہ کسی کو اجازت دیدے۔ اور لونڈی کو تقسیم کر دے تو اس شخص کیلئے اس کا استعمال جائز ہوگا۔ جیسے باندیاں امیر کی تقسیم سے جائز ہوتی ہیں۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خمس میں علیؑ کا اس سے زیادہ حصہ ہے تو یہ جملہ خود ایک اجازت منظور ہوگا۔

ایک اہم سوال یہ ہے کہ دوران جنگ جو عورتیں ہاتھ آتی ہیں اگر انہیں امیر تقسیم کر دے تو وہ جائز ہو جاتی ہیں۔ لیکن اس میں ایک شرط یہ ہے کہ ان سے اس وقت "لحمہ صحبت جائز نہیں جب تک انہیں حیض نہ آجائے یا اگر حمل ہے تو وضع حمل نہ ہو تا کہ دو شخصوں کا نطفہ مخلوط نہ ہو جائے۔ اسے اصطلاح شریعت میں استبراء کہتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے اس قانونی نقطہ کو پسے نظر انداز کیا۔ ممکن ہے۔ وہ دروہ کی کنوری ہو جس سے استبراء کی ضرورت نہ ہو۔ اور لفظ جاریہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ جاریہ عربی زبان میں کنواری اور بالغ لڑکی کو کہتے ہیں۔

اس لحاظ سے یہ حرکت اگرچہ اللہ کی نظر میں بری نہ ہو لیکن صحابہ کرامؓ جو حضورؐ کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھاتے تھے۔ انہیں یہ غیر اخلاقی حرکت ناگوار گزری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدفعت کے سوا۔ اگرچہ صحابہؓ نے سکوت اختیار کرنا لیکن

ایک عام شخص کے ذہن میں یہ تخیل ضرور پیدا ہوگا کہ اگر حضرت علیؓ بن عم اور امام نہ ہوتے۔ یا ان کی اسلام کی خاطر اتنی قربانیاں نہ ہوتیں تو اس وقت حضورؐ کا رد عمل کیا ہوتا ظاہر ہے کہ تخیل کی پرواز نے عام لوگوں کے ذہنوں میں حضرت علیؓ کی جانب سے کیا اثر پیدا کیا ہوگا۔ اور ایسی صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ اس واقعہ کے صرف ڈھائی ماہ بعد لوگ آپ کی خلافت کو قبول کر لیں گے ہمارے ذہن تو یہ کہہ رہے ہیں کہ شاید ایک فرد بشر بھی اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اسی لئے شیعہ ذہن نے اس تاثر کو ختم کرنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لیا اور ولایت علیؓ کے ڈھنڈورے پیٹنے شروع کر دیئے۔

یہ ہے ختم غدیر کی اصل حقیقت جو شیعہ پروپیگنڈے کے سبب سینوں کے ذہنوں سے بھی محو ہو چکی۔ بلکہ پاک و ہند کا سنی اس مسئلہ میں شیعوں کا ہمنوا بنا ہوا ہے۔ بلکہ ہمارے علماء بھی ترمذی وغیرہ کی روایت کو دیکھ کر شیعوں کا آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں۔

من کنت مولاه فعلی مولاه میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں

ابو سرحبہ یازید بن ارقم کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں۔ ترمذی کہتے ہیں۔ اس روایت میں شعبہ کو شک ہے یہ حدیث حسن عزیز ہے۔ شعبہ نے یہ روایت میمون ابو عبد اللہ کے واسطے زید بن ارقم سے نقل کی ہے۔

ترمذی نے یہ بات کہہ کر اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے کہ شعبہ کو اس روایت میں شک و شبہ واقع ہو رہا ہے۔ اولیں شک تو ہے کہ یہ روایت ابو سرحبہ یعنی حذف بن اسید سے مروی ہے یا زید بن ارقم سے۔

دوسرا شک یہ ہے کہ شعبہ نے یہ روایت سلمہ بن کہیل سے سنی۔ یا میمون ابو عبد اللہ سے اس طرح اس روایت میں اضطراب ہے۔ اور جس روایت میں اضطراب ہو وہ مضطرب کہلاتی ہے جو شدید نسیم کی ضعیف اور اقبال مستبول ہوتی ہے خواہ اس کی سند کتنی ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو۔

ابن عدی اور ذہبی کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت سلمہ بن کہیل سے ہرگز مروی نہیں۔ بلکہ یہ روایت میمون ابو عبد اللہ سے مروی ہے کیونکہ شعبہ کے علاوہ اسے عوف نے بھی روایت کیا ہے۔ اور عوف نے میمون کا نام لیا ہے۔ اس لحاظ سے اس روایت کا تمام دار و مدار میمون ابو عبد اللہ پر موقوف ہے۔

میمون ابو عبد اللہ علی بن المدینی کا قول ہے کہ یحییٰ بن سعید اس سے کوئی روایت نہ لینے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس کی روایت منکر ہوتی ہیں یحییٰ بن عیین کا قول ہے کہ یہ شخص لاشے ہے۔ خود شعبہ کا دعویٰ ہے کہ یہ ایک فضیل انسان تھا۔ میزان جلد ۳ ص ۲۲۵

حضرت بزار بن العاذب کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج فرمایا ہم اس حج میں شریک نہ تھے۔ آپ نے راہ میں قہام کیا۔ اور لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا میں تمام مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ حقدار نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر یہ علیؑ بھی حقدار ہے۔ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کے مولیٰ ہیں (من کنت مولاً فعلی مولاً) اے اللہ جو علیؑ کو درست رکھے تو اسے درست رکھ۔ اور جو علیؑ سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔ (ابن ماجہ مترجمہ - ۱۹ ص ۵۷)

نیز ذہبی نے حضرت بزار عاذب سے جو روایت نقل کی ہے وہ اس کہانی کے جواب کے

لئے کافی ہے۔ انشاء اللہ ہم آئندہ موطور میں اسے ضرور پیش کریں گے۔

عدی بن ثابت۔ برابر سے یہ رام جانی نقل کرنے والا عدی بن ثابت ہے جو صحاح ستہ کا راوی ہے۔ احمد بن حنبل، احمد اعجمی، اور نسائی کہتے ہیں کہ یہ نفع ہے۔

ذہبی اور ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ شیعوں کا مجتہد۔ ان کا قہقہہ گو اور ان کی مسجد کا امام تھا۔ ان میں یہ سچا شمار ہوتا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر تمام شیعہ اس عدی جیسے ہو جاتے تو شیعوں کا شرک کچھ کم ہوتا یعنی اس کا شمار دس نمبر میں نہیں تھا۔ مسعودی کا خیال ہے کہ یہ شیعوں کے خیالات کو جس انداز میں پیش کرتا ہے اس سے بہتر انداز میں کوئی دوسرا شیعہ بیان نہیں کرتا۔ یہ ذہن نشین رہے کہ مورخ مسعودی خاصاً تبریٰ رائف ہی ہے۔

جو زبانی کا بیان ہے کہ عدی راہ تن سے بڑا ہوا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۶۱

عبدالرحمن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد یعنی ابو حاتم رازی سے سنا ہے وہ فرماتے تھے اس کا دادا اس کی ماں کا نانا عبداللہ بن یزید تھا۔ اس نے احادیث برابر ابن العاذب سے سنی ہیں۔ اس عدی سے احادیث نقل کرنے والے یحییٰ بن سعید الانصاری شمس اور شعبہ ہیں۔ میں نے اپنے والد یعنی ابو حاتم سے اس عدی کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا یہ سچا شخص ہے شیعوں کی مسجد کا امام اور ان کا قہقہہ گو ہے۔ (المخرج والتعديل ج ۱) محدثین کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب مسلک ایسی روایت بیان کرے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو وہ روایت ہرگز قابل ثبوت نہیں۔ اور شیعوں کے نزدیک حضرت علیؑ کی امامت و ولایت سے بڑھ کر کوئی دوسری شے نہیں۔ لہذا اس روایت کے مردود ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کا راوی عدی بن ثابت شیعہ ہے اگر آپ حضرات یہ تصور کرتے ہوں کہ اس روایت کا راوی بخاری و مسلم کا راوی ہے

لہذا یہ قابل قبول ہے اگر فی الواقع یہی کچھ امر متواتر بخاری و مسلم بھی اس سے روایت نقل کرتے ہیں لیکن ان کا نفع نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ بخاری و مسلم کسی شیعہ زوی کی وہ روایات قبول نہیں کرتے جس سے اس کے مساک کی تائید ہوتی ہو۔ اور چونکہ اس روایت سے شیعہ مساک کی تائید ہوتی ہے لہذا اس شیعہ کی یہ روایت قابل قبول ہے۔

اگر آپ حضرات یہ تصور فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں اتنا معوی سانسار ہے تو شیعہ مذہب کا یہ اصول پیش نظر رکھئے کہ دین کے دس حصوں میں نو حصہ دین تقبیہ یعنی جھوٹ بولنے پر موقوف ہے یعنی شیعہ جو کچھ بھی کہتا ہے وہ سب کچھ جھوٹ تو ہے ان کی بات کو سچا ماننے والا سب سے بڑا جھوٹا ہے جو خود فریبی کا شکار ہے۔

اس روایت میں ایک اور بھی مناد موجود ہے اور اس مناد کا اسم علی بن زید بن جعدان

اس کا نسب امر اس طرح ہے۔ علی بن زید بن عبد اللہ بن زہیر بوملیکتہ بن جعدان ہے۔ اس کی کنیت ابو اھن

علی بن زید بن جعدان

ہے۔ قبیلہ قریش کے خاندان نو تیم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا شمار علمائے تابعین میں ہوتا ہے اس سے بخاری کے علاوہ تمام محدثین نے روایات لی ہیں۔ یہ حضرت انسؓ، سعید بن المسیب اور ابو عثمان انصاری سے روایات نقل کرتا ہے۔

یہ شخص مختلف فہم ہے جریری کا بیان ہے کہ بصرہ کے تین فقہا اچانک ماجنیا ہو گئے علی بن زید بن جعدان، قتادہ اور اشعث الحدادی۔

مفسرین و اذان کا بیان ہے کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو ہم نے علی بن زید سے درخواست کی کہ اب آپ ان کی جگہ سنبھالئے۔

شعبہ کہتے ہیں آخر عمر میں اسے اختلاط پیدا ہو گیا تھا مفسرین و اذان کا بیان ہے کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو ہم نے علی بن زید سے درخواست کی کہ اب آپ ان کی جگہ سنبھالئے۔

صحابہ زید کو فی کا بیان ہے کہ یہ احادیث میں تبدیلیاں کرتا تھا۔ فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان۔ اس کی روایت سے استرا کرتے۔ امام سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

احمد بن حنبل کہتے ہیں ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعید کا قول ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ ان کا ایک قول یہ ہے کہ یہ قوی نہیں۔ یزید بن زریح کا قول ہے کہ یہ تو رافضی ہے۔ احمد تعجلی کا بیان ہے کہ یہ شیعہ ہے قوی نہیں۔ بخاری اور ابوحاتم کہتے ہیں شخص حجت نہیں لیکن ابوحاتم کہتے ہیں اس کی روایت لکھ لی جسے لیکن یزید بن ابی زیاد نے اس سے زیادہ پسند ہے۔

نسبوی کا بیان ہے کہ بڑھاپے میں دماغ جواب دے گیا تھا۔ ابن خزمہ کا بیان ہے کہ میں اس کی روایت حزابی حافظہ کے باعث قوی نہیں کرتا۔ ابن عدی نے اس کا کئی روایات کو منکر قرار دیا۔ اس میں اس کی وفات ہوئی۔ میزان جلد ۳ ص ۱۳۷

ابوحاتم کا بیان ہے کہ علی بن یزید بن جعدان ہم سے آج کچھ حدیث بیان کرتا اور کل کچھ اور اور وہ اس لاف زحاکہ اس کی حدیث قبول نہ کیا جائے۔

صالح کا بیان ہے کہ میں نے والد امام احمد سے قوی نہیں سمجھتے تھے۔ الجراح والنقد ج ۱ ص ۱۸۷
ترمذی نے حضرت برائہ سے جو کہانی نقل کی ہے۔ اس سے کچھ ہی حالات سامنے آتے ہیں۔ فارمین کرام اس پر بھی نظر ڈال لیں۔

حضرت برائہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر روانہ فرمائے۔ ایک پر علی بن ابی طالب کو امیر متعین کیا۔ اور ایک پر خالد بن الولید کو اور فرمایا جنگ لے وقت علی امیر ہوں گے حضرت علی نے ایک قلعہ فتح فرمایا۔ اور اس قلعہ سے باہر لے لی۔ (یعنی اس سے ہمبستر ہوئے۔)

یہ واقعہ خالد بن الولید نے لکھ کر میرے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

روانہ کیا جس میں علیؑ کی شکایت کی گئی تھی۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے جب خط پڑھا تو آپ کے چہرے کی رنگت تبدیل ہو گئی اور فرمایا تو اس شخص کے بارے میں جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتا ہو۔ ایسے شخص کے بارے میں مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

میں نے عرض کیا میں اللہ کے غضب اور اس کے رسول کے غضب سے پناہ چاہتا ہوں۔ میں تو عرف قاصد ہوں۔ اس پر آپ نے خاموشی فرمائی۔ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس ایک سند کے علاوہ کسی اور سند سے واقف نہیں ترمذی ج ۲ ص ۲۳۶ اس واقعہ میں کہاں تک حقیقت ہے۔ اور کہاں کہاں غلطی ہے ہم اس وقت اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے لیکن تمام روایات سے یہ امر یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ نے بلا اجازت مالِ اپنے سے ایکہ درہم انک کر لی تھی۔ اور اس سے بلا اجازت رسول مہستہ ہوئے تھے۔ اور مالِ خمس میں اصل حق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اور آپ کی مرضی پر موقوف تھا کہ باندی کو کسی کی ملکیت میں دیں یا آزاد کریں۔ بہر صورت یہ نبی کی اجازت پر موقوف تھا اور یہاں بلا اجازت یہ فعل سرزد ہوا۔ تو لوگوں کو اس پر اغراض واقع ہوا۔ اور صحابہ سیکے چار شخصوں نے توبہ عہد کیا تھا کہ ہم واپس جانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شکایت پیش کریں گے۔

چونکہ حضرت علیؑ حجتہ الوداع سے قبل واپس نہ آ سکے تھے بلکہ سیدھے مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حج میں مصروف تھے جب آپ حج سے فراغت کے بعد خم غبر میں پھڑپھڑے تو وہاں شکایتوں کے دفتر کھلے جسے سبائیوں نے بدلتی دریں رد و بدل کر کے پیش کیا۔ اور جوں جوں ان کے اماموں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا ان روایات میں رد و بدل ہوتا گیا۔ ترمذی کی ایک اور روایت ملاحظہ کیجئے۔

جو حضرت عمرؓ بن حصین سے مروی ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شکر روانہ فرمایا ۔ اور س پر علیؓ بن ابی طالب کو میرا بایا ۔ وہ لشکر لے کر چلے اور راہ میں ایک ہندی سے سمبستر ہوئے جس پر لوگوں نے اعتراض کیا ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے چار صحابہ نے تو باہم عہد کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری ملاقات ہوگی ۔ تو ہم علیؓ کی اس حرکت سے آپ کو مطلع کریں گے ۔

مسلمانوں کا دستور یہ تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ۔ پھر اپنے کھڑوں کو جانے جب یہ لشکر واپس پہنچا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا ۔ ان چاروں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا ۔ یا رسول اللہ کیا آپ علیؓ کو نہیں دیکھتے کہ انھوں نے ایسی اور ایسی حرکت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا ۔ تو دوسرے شخص نے کھڑے ہو کر بھی عرض کی ۔ آپ نے پھر نہ پھیر لیا ۔ پھر تیسرے شخص نے کھڑے ہوئے ۔ اس نے بھی تسکایت کی ۔ آپ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا ۔ پھر چوتھے شخص نے کھڑے ہوئے ۔ اس نے تسکایت کی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب متوجہ ہوئے ۔ اور آپ کے چہرہ مبارک سے غصہ ظاہر ہوا ۔ اور فرمایا ۔ آخر تم علیؓ سے کیا چاہتے ہو ۔ علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں ۔ اور وہ میرے بعد ہر مومن کے دل میں امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اسے جعفر بن سیدمان کے علاوہ کوئی راوی نہیں کرتا ۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵

میں اس روایت پر بحث کرنا مقصود نہیں ۔ ہمیں تو تاریخین کے سامنے صرف اتنی بات عرض کرنی ہے کہ ختم غدیر میں ولایت تفہیم نہیں ہو رہی تھی ۔ بلکہ تسکایات کے ذریعہ کھلے مونہ تھے جس کا اثر جعفر بن سیدمان جیسا زہنی بھی کر رہا ہے ۔ جو حضرت عمرؓ کی حدیث

ہاں ہم قارئین کرام کی خدمت میں یہ ضرور عرض کریں گے کہ نہ تو دو سکر بھیجے گئے اور نہ حضرت علیؑ کو امیر بنا گیا۔ بلکہ حضرت علیؑ کو یمن، حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس، انس بن مالکؓ کے پاس، جویہ تمام جگہ اور پیش آیا۔

صحیح بخاری میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کے پاس حضرت علیؑ کو خنجرینے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت بریدہؓ کا بیان ہے مجھے علیؑ سے بغض پیدا ہو گیا۔ کیونکہ علیؑ نے غسل کیا تھا۔ (یعنی خنجر میں سے ایک بازو کے ساتھ معتبر موت تھے، میں نے خالدؓ سے کہا تم نے علیؑ کی یہ حرکت دیکھی۔

جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے اس واقعہ کا آپ سے تذکرہ کیا۔ آپؐ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا تو علیؑ سے بغض رکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا تو علیؑ سے بغض نہ رکھ۔ کیونکہ ماں خنجر میں اس کا حصہ اس سے زیادہ ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۲۳

معلوم ہو کہ خنجر غدیر میں من کنت مولہ فعلی سورہ اکی تقسیم نہیں ہو رہی تھی بلکہ وہاں تو سیکڑوں افراد شاک کی کھڑے تھے جتنی کہ اس واقعہ کی بدولت بعض صحابہؓ کے دلوں میں حضرت علیؑ کی جانب سے بغض پیدا ہو گیا تھا۔ اور خاص طور پر حضرت بریدہؓ اس معاملہ میں اس طرح مشہور ہیں جیسے شعبہ راویوں نے ان کی جانب نسبت علیؑ کی روایات وضع کرتے منسوب کی ہیں۔ یہ ہماری کوئی زائل منطق نہیں بلکہ علامہ شمس الحق اعظمی صاحب نزہۃ زلی جو علیؑ کے ابو بکر میں ایک مستند اور نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی ایک تقریظ میں اس کا اقرار کیا ہے۔ انھوں نے یہ تقریظ علامہ محمد آصف صاحب کی ایک کتاب حدیث الفضلین پر لکھی ہے جو معروف کے اسناد میں۔

۱۔ رایت بھی عترت زالی بہ درست نہیں کیونکہ خنجر غدیر میں مفسور اصل حضرت علیؑ پر عترت زالی ۲۔ دفعہ تھا۔ اور عترت زالی کی اصلیت عترت زالی اللہم وال من والاہ او عادم عاداک کا تکرار

بتلارہا ہے کہ اہل بیت مستحق محبت میں نہ محل عدوت۔ حدیث الثقلین ص ۳۱

اب رہا یہ مسئلہ کہ مقام غدیر خم میں یہ سند کہ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کے مولیٰ ہیں تقسیم
میں ہوئی تھی یا نہیں۔ ہماری عقل ہرگز بھی یہ امر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اس قسم کے ماننا کا
ماحول میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات فرماتے گئے۔ یہ تو سرِ سرِ خلاف حکمت ہے۔ ہاں یہ
ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ کے خلاف جو محاذ قائم ہو رہا تھا۔ اس کے تدارک کے لئے آپ نے یہ دعا فرمائی
ہو۔ اللھم وال من والاک و عاد من عاداک اے اللہ جو علیؑ سے محبت رکھے تو اس سے محبت فرما اور
جو علیؑ سے دشمنی رکھے۔ تو اس سے عدوت رکھ۔ یہی بات مولانا شمس الحق افغانی نے فرمائی کہ یہاں
محبت و عدوت کا تقابل ہو رہا ہے معذور عدوت دور کرنا ہے تقسیم اسناد نہیں۔

حافظ جمال الدین ربیع حنفی المتوفی ۷۶۲ھ مختلف روایات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں
مازیں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنے کی روایات اگرچہ بہت ہیں لیکن وہ سب کی سب ضعیف
ہیں۔ اور کتنی ہی روایات ہیں جن کے راوی بہت ہیں اور ان کے طرق متعدد ہیں۔ مگر حدیث ضعیف
ہیں۔ جیسے حدیث طبر اور حدیث انظر الحاحم اور حدیث من کنت مولاه فعلی مولہ۔

بلکہ بعض اوقات کثرت طرق بجائے اس کے کہ نقصان ضعف کو پورا کرے اس ضعف کو
اور آشکارا کر دیتا ہے۔ نصب الراية فی اداریت الہدیہ ج ۱ ص ۳۹
امام ابن تیمیہ اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فلا یصح من طریق اثبوت اصلاً
یہ روایت ثقہ اور معتبر طریقہ سے ہرگز ثابت نہیں
منہاج السند ج ۲ ص ۵۹

ہم نے جہاں تک قرآن و سنت کا مطالعہ لیا ہے تو ہمیں اس روایت کے علاوہ جہاں بھی
مولیٰ کا لفظ نظر آیا تو وہ یا تو اللہ کے لئے استعمال ہوا اور اگر کسی انسان کے لئے یہ مستعمل ہوا
تو اس صورت میں ہوا جب کہ اس شخص کا کوئی زرخیز غلام پایا جانا ہو۔ ارشاد الہی ہے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ هُوَ خَيْرٌ لِّمَا تُصْرِفُونَ ۝ بَلِ اللّٰهُ تَبَارَكَ تَعَالٰی هُوَ اَحْسَنُ مَوْلٰی ۝

نیز ارشاد ہے

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ یَقِیْنًا اللّٰهُ ہِیَ تَبَارَکَ تَعَالٰی ہُوَ اَحْسَنُ مَوْلٰی ۝

ہے اور اچھا مددگار ہے۔

نیز ارشاد ہے۔

اَنْتَ مَوْلٰیْنَا فَانْصُرْنَا عَلٰی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۝ اَپ ہِی ہمارے مولا ہیں۔ کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

نیز ارشاد ہے۔

مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ اَلَا نَسْأَلُكَ الْحُكْمَ ۝ ان کا مولا حق ہے اور حکم اسی کے لئے ہے

اس لحاظ سے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہوا۔ اور اس معنی کے لحاظ سے اس کا غیر اللہ کے لئے استعمال جائز نہ ہوگا اور خاص طور پر ان حضرات کے لئے جو کسی انسان کے زرخیز غلام نہ ہوں۔

زمانہ جاہلیت میں غلام اپنے آقا کو مولا کہہ کر پکارتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لَا تَقُولُوا لِّلسَّيِّدِ سَیِّدًا مَّا مَوْلَاۤیْ بَلْ قُولُوا اٰیُّہٗ سَیِّدٌ مَّوْلٰی ۝ اپنے سردار سے اے میرے مولا نہ کہو۔ بلکہ میرے یا سیدی

سید کہہ کر دو۔

اور مالک اپنے غلام کو ذلیل و خوار تصور کرتے۔ اور اسی تصور کو پیش نظر رکھتے ہوئے غلام کو اے عبدی کہہ کر پکارتے۔ اس صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک کے لئے لفظ مولا کے استعمال کو منع فرمایا اور مالکین کو حکم دیا وہ اپنے غلام کو مولا کہیں۔

اگر اس روایت من کنت مولاه فعلی مولاه میں جس کا مولا ہوا، علیؑ بھی اس کے

مولا ہیں۔ میں مولا کا مقصد مالکؓ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مالکین کے لئے اس لفظ کی ممانعت فرمائی۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اپنے لئے بلکہ حضرت عائشہؓ

کے لئے بھی ان الفاظ کو استعمال فرماتے۔ یہ تو ایک امرِ حال ہے اور نبی کریم صلی اللہ پر کھلا اتہام ہے۔ اس کہانی سے یہ نتیجہ ضرور نکلے گا کہ پاک و ہند میں کروڑوں افراد مولیٰ بن گئے جس نے دڑھی رکھ لی۔ وہ مولیٰ بن گیا خواہ اس نے فرنیچ کٹ دڑھی ہی کیوں نہ رکھی ہو۔ وہ مولیٰ کہلایا۔ اس طرح حضرت علیؑ کے واسطے سے یہ لفظ نہ صرف عام ہوا بلکہ دڑھی رکھنے والوں کیلئے ایک اچھی خاصی گمان بن گیا۔

سب سے پہلے نماز پڑھنے والے حضرت علیؑ ہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت علیؑ نے نماز پڑھی ہے۔ اگر یہ روایت بموافقتِ سند و سند بھی ہو تو، تب بھی، ہمارے لئے ہر زحمت نہیں اس لئے کہ جس وقت حضرت علیؑ نے یہ نماز پڑھی ہوگی، اس وقت تک ابن عباسؓ وجود میں بھی نہ آئے ہونگے کیونکہ ابن عباسؓ ہجرتِ مدینہ سے ڈھائی تین سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ اور جس وقت حضرت علیؑ نے یہ نماز پڑھی ہوگی، تو شاید اس وقت، ابن عباسؓ کے کوئی بڑے بھائی عالم وجود میں آنے کی تیاری فرما رہے ہوں گے۔ لہذا جھوٹ کے لئے ایک بہتر کی ضرورت ہے۔ اور یہ بھی ایک بہتر ہے کہ واقعہ کا ناقص اس شخص کو بنایا جائے جو عالم وجود میں بھی نہ آیا تھا۔

ترمذی اس کہانی کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔ یہ روایت اس سند سے غریب ہے کیونکہ اسے شعبہ کے علاوہ کسی نے، ابوبرج سے نقل نہیں کیا۔ اور شعبہ سے محمد بن حمید کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔ اور ابوبرج کا نام یحییٰ بن سلیم ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۳

ہم نے اس کی سند دیکھی تو اس کی سند حسب ذیل سامنے آئی۔

محمد بن حمید، ابی اسیم، یحییٰ، شعبہ، ابوبرج، عمرو بن میمون، ابن عباسؓ

س ۴ آخری راوی عمرو بن میمون سے اسے قتادہ کے لقب سے یاد

عمرو بن میمون کیا جاتا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں۔ ہجرت ۳ بیان ہے کہ اس کی ریت

منکر ہوتی ہے جہاں تک شعبہ کا تعلق ہے تو یہ کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ اب یہ خبر نہیں کہ انھوں نے ایسے راوی سے روایت کیوں نقل کی۔ یا بعد کے راویوں نے ان کی جانب سے منسوب کردی بلکہ ہم بعد کے راویوں کی چھان بین کرتے ہیں۔

ابراہیم بن المختار الرازی۔ اس کی کثرت ابواسمعیل ہے۔ ابن اسحاق کا شاگرد ہے اس سے محمد بن حمید اور عمرو بن رافع، تقزوی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ سہیں۔ بخاری کہتے ہیں۔ اس کی روایات پر اعتراض ہے۔ ابو غسان زینجی کہتے ہیں۔ میں نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔ ابو غسان زینجی سے مراد محمد بن عمرو بن بکر الرازی ابو غسان ہے۔ وہ اپنی کثرت اور لقب سے مشہور ہیں، ان کا شاگرد محمد بن حمید ہے۔

محمد بن حمید الرازی۔ ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہیں اس کا شمار حفاظ میں ہوتا ہے۔ ابن المبارک اور یعقوب قمی سے روایات نقل کرتے ہیں اور یہ ضعیف ہے۔

یعقوب بن شبیبہ کا بیان ہے کہ اس کے یہاں منکرات بہت ہوتی ہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایات پر اعتراض ہے۔ ابو تر عبد رازی نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ فضائل الرازی کا بیان ہے کہ میر سکرپاس ابن حمید کی پچاس ہزار روایات ہیں لیکن میں ان میں سے ایک حرف بھی بیان کرنا پسند نہیں کرتا۔

اسحاق الکوسجی کا بیان ہے کہ محمد بن حمید نے ابن اسحاق کی کتاب المغازی میں سلمۃ البرش کے واسطے سے سنائی۔ اسحاق الکوسجی کا بیان ہے کہ یہ علی بن مہران کے

اپن گیا۔ وہ ابن اسحاق کی مغازی سے اور ہاتھ جو محمد بن حمید نے سلمۃ الارش سے نقل کی ہے۔ اس نے جب یہ مغازی مجھ سے سنی۔ تو حیران ہو کر بولا۔ یہ کتاب تو محمد بن حمید نے مجھ سے سنی ہے۔

کو سنج کا بیان ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن حمید جھوٹا ہے۔
صالح جزرہ کا بیان ہے کہ ہم محمد بن حمید کو ہر معاملہ میں متہم سمجھتے ہیں۔ ہم نے اس شخص سے بڑھ کر اللہ سے بے خوف کوئی نہیں دیکھا۔ وہ لوگوں کی احادیث لینا اور ان میں تبدیلیاں کرتا رہتا۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ ہم سے ابن حمید نے بیان کیا ہے اور اللہ کی قسم وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اور دیگر لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ حدیث چوری کیا کرتا تھا۔
نسائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ صالح جزرہ کا بیان ہے کہ میں ابن حمید اور ابن اشاذ کو فی سے بڑھ کر جھوٹا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

ابو علی النیسابوری کا بیان ہے کہ میں نے ابن خزیمہ سے سوال کیا کہ اگر آپ ابن حمید سے سند حاصل کرتے تو بہتر تھا کیونکہ احمد بن حنبل نے اس کی نسا کی ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا۔ احمد اسے صحیح طور پر پہچانتے نہ تھے۔ اگر وہ اسے پہچان لیتے۔ جیسے ہم نے اسے پہچان لیا ہے تو کبھی اس کی تعریف نہ کرتے۔

ابو احمد النسائی کا بیان ہے کہ میں نے فضلاء الرازی سے سنا ہے کہ میں محمد بن حمید کے پاس گیا وہ روایات کے لئے سند وضع کر رہا تھا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ قرآن حفظ نہ رکھ سکتا تھا۔

ابو بکر الصنعانی سے دریافت کیا گیا کیا آپ محمد بن حمید سے روایات کرتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا۔ ہاں اس سے احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے روایات لی ہیں۔

محمد بن حمید کے شاگردوں میں محمد بن جریر طبری اور ابوالقاسم البغوی ہیں۔ اس کا انتقال

اب ذرا آپ ابو یلیج کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

یہ قبیلہ بنو فزarah سے اعلیٰ رکھتا ہے۔ واسطہ میں مقیم تھا۔
اس کا نام یحییٰ بن سلیم تھا۔ بخاری و مسلم کے علاوہ بقیہ

ابو یلیج الفزاری

چاروں اصحاب سنن نے اس سے روایات لی ہیں۔ یہ عمر دین مہمون الادودی اور محمد بن حطاب
انجمن سے روایت نقل کرتا ہے اور اس سے شعبہ اور شیم نے روایات نقل کی ہیں۔

اسے یحییٰ بن معین وغیرہ ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ابن عساکر، ابن عساکر، ابن
ہبہ کی یہ حدیث میں آچھا ہے اس میں کوئی برائی نہیں، یزید بن ہارون کا بیان ہے یہ اللہ کا بہت
ذکر کرتا تھا۔

امام بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ احمد کا بیان ہے کہ اس نے ایک منکر
روایت بیان کی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ خطا کیا کرتا تھا۔ جو زبانی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں
اس کی منکرات میں سے یہ روایت بھی ہے۔ آپ نے علی بن ابی طالب کے دروازے کے علاوہ
سب دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔

اور اس کی جو اساتیر سے ایک بھواس یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر و بن ابی
نے فرمایا۔ جہنم پر ایک وقت۔ یہاں آئے گا کہ اس کے دروازے آپس میں کھر کھڑے ہو جائیں
اور وہاں کوئی نہ ہوگا۔

ثابت ابن ابی انیس کا بیان ہے کہ میں نے حسن بصری سے اس روایت کے بارے میں دریافت
کیا۔ انھوں نے اس روایت کو منکر قرار دیا۔ ذہبی نے بھی اسے منکر کہا ہے۔

بیہ الا بعدالہ ص ۳۸۳

حضرت علیؑ کی امارتِ حج

حضرت علیؑ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ برات کی وحی آئی تو انزل ہو کر میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو بلایا اور انھیں اس کام پر مامور فرمایا کہ وہ نہا کر بل مکہ کو پڑھ کر سنائیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا۔ اور فرمایا جاؤ ابو بکرؓ سے جلد ملو۔ اور ان سے جہاں بھی ملاقات ہو میری تحریر لے لینا۔ اور اس تحریر کو بل مکہ کے پاس لے کر جانا۔ اور پڑھ کر سنانا حضرت علیؑ فرماتے ہیں میں ابو بکرؓ سے حجہ میں ملا۔ اور ان سے خط لے لیا۔ ابو بکرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بغیر حج کے لوٹ آئے۔

انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے متعلق کچھ نازل ہوا ہے۔ ارشاد ہوا کہ نہیں لیکن جبریلؑ میرے پاس آئے تھے۔ اور مجھے حکم دیا کہ آپ کا کوئی قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ یا آپ خود جائیں یا اسے بھیجیں جو آپ میں سے ہو۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۱

یہ روایت امام احمد کے صاحبزادے عبد اللہ نے محمد بن سلیمان لوین سے نقل کی ہے اس طرح اس روایت کو امام احمد کی جانب منسوب کرنا تو غلط ہے۔ ہاں یہ روایت امام احمد کے صاحبزادے عبد اللہ کی جانب منسوب کی جاسکتی ہے۔

محمد بن سلیمان لوین نے یہ روایت محمد بن جابر سے نقل کی ہے۔ اس نے سماک سے اس نے حفص سے اور اس نے حضرت علیؑ سے ہم اسکے صرف دو راویوں پر کلام کریں گے۔ ایک حفص اور ایک سماک۔

حفص بن المعتمد :- اسے ابن ربیعہ الکنانی الکوفی بھی کہا جاتا ہے۔ ہم نے ایصال ثواب نامی کتاب میں تحریر کیا تھا کہ حضورؐ کی جانب سے حضرت علیؑ کو دو مینہ ٹھہوں کی وصیت کا

بنی سہالی سی شخص ہے۔ اس نے حضرت علیؓ حضرت ابوذرؓ سے حدیث روایت کی ہے۔ اور اس سے حکم سہاکؓ اور اسماعیلؓ بن ابی خالد وغیرہ حدیث روایت کرنے میں۔

اسے ابو داؤد نے ضرور نقل کیا ہے لیکن ابو داؤد ۲ بیان ہے اگرچہ یہ شخص نیک سے لیکن میں نے محدثین کو دیکھا وہ اسے حجت نہ سمجھتے تھے۔ نہ آئی کہتے ہیں قوی نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کی حدیث میں کلام ہے۔ ابن حبان ۴ بیان ہے اس کی حدیث حجت نہیں یہ حضرت علیؓ سے عجیب عجیب کہا نیا نقل کر رہا ہے۔ در یہ کہانی ثلث راویوں کی حدیث کے مطابق نہیں ہوئی۔ میزان ۱۰۰۱

اسے جو راوی نے ضرور نقل کیا ہے۔ لیکن ابو حاتم کا بیان ہے اگرچہ یہ نیک شخص ہے لیکن میں نے محدثین کو دیکھا وہ اسے حجت نہ سمجھتے تھے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کی حدیث میں کلام ہے۔ ابن حبان ۴ بیان ہے اس کا حدیث حجت نہیں یہ حضرت علیؓ سے عجیب عجیب کہا نیا نقل کر رہا ہے۔ اور کہانی ثلث راویوں کی حدیث کے مطابق نہیں ہوئی۔ میزان ۱۰۰۱۔ اس وقت یہ معتبر نہ ہوا۔ جب تک عبد اللہ بن مسعودؓ اسے نقل نہ کریں۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے جتنے بھی ساتھی ہیں یہ سب تابعین عثمانؓ میں۔ اور سب جھوٹے ہیں۔ اس سے محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ پر جتنا جھوٹ بولا گیا اتنا کسی فرد پر نہیں بولا گیا۔ لہذا اگر کوئی کوئی یا الفاظ دیگر کوئی سبالی حسنہ علیؓ سے روایت نقل کرنا ہے وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ امام نسائی کتاب الضعفاء والمترکین میں لکھتے ہیں اس سے سہاکؓ روایت کرتا ہے۔ قوی نہیں ۳۔ بخاری لکھتے ہیں حش بن المعتمر الصنعانی۔ بعض لکھتے ہیں اس کا نام حش بن رجبہ ہے اس نے حضرت علیؓ سے روایات سنی ہیں۔ اس سے سہاکؓ در حکم کوئی نہ روایت نقل کی ہے۔ محدثین اس کی حدیث میں کلام کرتے ہیں کتاب الضعفاء صفحہ ۳۸

سہاک بن حرب حش سے یہ روایت نقل کرنے والا سہاک ہے۔ اس کی کینیت ابو المعتمر ہے۔

الکونی ہے۔ بخاری کے علاوہ اس سے سب نے روایت لے ہے۔ یہ سچا ہے۔ نیک آدمی ہے۔

ابن المبارک نے سفیان سے نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے جریر الصقی کا بیان ہے کہ میں
۔ ناک کے پاس گیا۔ میں نے اسے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔ میں واپس آگیا اور دل میں
سوچا کہ اس کا دماغ سمٹھا گیا ہے۔ لہذا میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔

امدین ابی مریم نے عیسیٰ سے نقل کیا ہے کہ سہار ثقہ ہے۔ امام شعبہ اے ضعیف کہتے ہیں
احمد کا بیان ہے کہ سماک مضطرب الحدیث ہے لیکن تب بھی عبد الملک بن عمر سے بہتر ہے۔ ابو حاتم
کا بیان ہے کہ ثقہ ہے۔ سچا ہے۔ صالح جزیرہ کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔

نسائی کا بیان ہے کہ جب کسی اسل میں منفرد ہو تو یہ حجت نہیں۔ لیکن اس میں یہ عیب ہے
کہ اسے ملقین کی جاتی تو وہ اس ملقین کو قبول کر لیتا۔

حجاج نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے سماک سے کہنا شروع کیا۔ عکرمہ عن ابن عباس
وہ جواب دیتے !۔

ابن عمار کا بیان ہے کہ حدیث میں غلیظان لڑا۔ لوگ اس کی حدیث میں اختلاف کرتے
تھے۔ عجلی کا بیان ہے۔ جائز الحدیث ہے۔ سفیان ثوری اسے تھوڑا بہت ضعیف کہاتے
تھے۔ ابن المذنبی کہتے ہیں اس کی روایت عکرمہ سے مضطرب ہے یعقوب بن شیمہ کا بیان
ہے کہ یہ جزیرہ کے علاوہ اور لوگوں کی روایت میں نیک ہے۔ لیکن لوگوں میں تہہ سپر
اعتماد کیا جائے۔

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَى بَابِهَا

ترمذی نے حضرت علیؓ کے ذریعہ یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ انا دار الحکمتہ وعلی بابہا

ہیں حکت، کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب و منکر ہے۔ اسے بعض راویوں نے شریک سے نقل کیا ہے۔ اور اس میں صنّاجی کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ اور ہم نے ثقہ راویوں میں سے سوائے شریک کے کسی اور کے پاس یہ روایت نہیں پائی۔

شاید ابن ترمذی نے اس روایت کو اسی نے منکر قرار دیا ہے۔ ابن جوزی اور سراج القرظی، جنہوں نے عربی میں ترمذی پر عاشرہ لکھا ہے وہ اپنے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔

شریک سے یہ کہانی نقل کرنے والا محمد بن عمر الرومی ہے۔ ابو زرہ کہتے ہیں اس میں کمزوری پائی جاتی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں یہ محمد بن عمر الرومی ضعیف ہے۔ اس حدیث کو کہانے وضع کیا ہے۔ شریک نے یا محمد بن عمر الرومی نے یا اسمعیل بن موسیٰ الفزاری نے یہ مجھے معلوم نہیں۔ بہر صورت یہ روایت موضوع ہے۔ میزان ج ۲ ص ۶۶۸

اس کا آخری راوی اسمعیل بن موسیٰ الفزاری ہے جو ترمذی کا اتار ہے۔ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ ابن ابی شیبہ اور ہناد کا بیان ہے کہ یہ فاسق ہے اور سلاہ کو گاریاں دیتا تھا۔ میزان ج ۱ ص ۲۰

شریک سے یہ روایت نقل کرنے والے محمد بن عمران الرومی اور عبد الحمید بن بحر البیہری

ہیں ابن جوزی اس روایت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اول تو یہ روایت سنیہ بن علف سے نقل کیا۔ لیکن سنیہ نے اس کی کوئی سند میان نہیں کی۔ اور یہ روایت منقطع ہے۔ اور سلمہ بن کھیل نے صنّاجی سے کوئی روایت نہیں سنی۔

ابن جوزی لکھتے ہیں اس روایت کی تین سند ہیں پہلی سند میں محمد بن عمران الرومی ہے ابن حبان لکھتے ہیں یہ ثقہ راویوں سے ایسی روایات کرتا ہے جو ان حضرات نے بھی بیان نہیں کی تھی۔ اس سے بھی حال میں احتیاج جائز نہیں۔ دیگر سند میں عبد الحمید بن بحر ہے جو

اسے شریک سے نقل کر رہا ہے۔ ابن حبان یکتے ہیں یہ حدیث کا چور تھا۔ اور ثقہ راویوں سے
ایسی روایات بکرتا ہے جو اسوا، زبکی بیان نہیں لیں۔ اس کی روایت کسی حال میں جنت سمجھنا
جائز نہیں۔

اس روایت کی ایک سند یہ ہے کہ ابو بکر بن مردیہ نے محمد بن قیس کے ذریعے اپنے شیعہ
سے نقل کیا ہے۔ اور وہ حسنہ علی سے نقل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
”میں حکم کا ٹھکانہ ہوں، اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔ لیکن اس کا سند میں محمد بن قیس جرحول ہے
پہلی درجہ وائتوں میں جناب شریک کا مال ابن الجوزی، زبکی نقل نہیں کیا۔ ہم اس کا
ہائزہ قارئین کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں۔

شریک بن عبد اللہ النخعی۔ ابو عبد اللہ الکوفی قاسمی ہیں۔ وہ اضطراب، صادق، پرانا مال
یہ ہے ایک۔ امام بیہقی، علی بن ابی قریبہ بن علائم اور متعدد دیگر ہیں۔ یہ احادیث روایت کرتے ہیں
علی بن المدینی نے یحییٰ بن سعید القطان سے نقل کیا ہے کہ وہ اس شریک کو اثباتی
ضعیف قرار دیتے ہیں۔

ابن القتیبا کا بیان ہے کہ میرے چچا بن سعید القتیبا، ابو عبد الرحمن بن المہدی کو
کہیں، شریک سے حدیث روایت کرتے سنتے سنا۔

محمد بن یحییٰ بن سعید القطان، نے اپنے والد یحییٰ بن سعید سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں
میں نے شریک کے اصول میں بہت غلط ملط دیکھا ہے۔

عبد الحجاز بن محمد کا بیان ہے کہ میں یحییٰ بن سعید سے عرض کیا تو گویا کہ ان کا کہنا ہے کہ شریک
آخر عمر میں اندازہ خراب ہو گیا تھا۔ اور آخر عمر میں غلط ملط کرنے لگا تھا اس پر یحییٰ بن سعید
نے فرمایا وہ ہمیشہ شریکی روایات میں غلط ملط کرنے کا مرتکب تھا۔

یحییٰ بن یحییٰ بیان ہے کہ اس کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ شریک بن عبد اللہ
بن سہب بن انس النخعی۔ اس کا دادا، عثمان بن انس، حنیف بن علی کا قافلہ ہے۔

یحییٰ بن یزید کا یہ کہ ہے کہ عبد الرحمن بن ہمدانی اس شریک سے روایت کرتے ہیں۔
عبد بن المبارک فرماتے ہیں۔ شریک امام احمد سے کچھ نہیں جوتہا، کا قول ہے کہ اس
شریک کا لفظ خبر بہ تھا۔ اسے حدیث سے اضطراب ہوا اور شیعہ کا جائزہ مانا ہوا۔
ابراہیم بن سعید بخاری کا یہ کہ ہے کہ شریک نے چار سو احادیث میں غلطیاں کی ہیں
معاویہ بن صالح نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ شریک سچا ہے ثقہ ہے یحییٰ
اگر اس کی روایت میں کوئی اس کا مخالف ہو تو مجھے اس کا نماز اس سے زیادہ محبوب
ہوئے گی کا بیان ہے کہ یہ نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتا ہے کہ اگرچہ ثقہ ہے یحییٰ
غلطی کرتا ہے اور احادیث میں احتیاط نہیں برتنا اور خود کو مستیاء اور شعبہ سے
بڑھ کر تصور کرتا ہے۔

عبد الرحمن بن شریک کا بیان ہے کہ میرے باپ شریک نے پس دس ہزار
روایات تو جابر جعفی (شیعوں کی کتابوں کا راوی کی بھینس اور دس ہزار غریب روایات بھینس
سعدیہ کا بیان ہے کہ میں نے عبد اللہ بن المبارک کو یہ کہتے سنا ہے۔ شریک امام
کوڑی روایت سفیان سے زیادہ جانتا ہے۔

واقطنی کا بیان ہے کہ شریک امام روایات میں قوی ہے، جن کی روایت میں منفر ہے
یوتبنہ الخلیفی کا قول ہے کہ ہم رملیس تھے تو لوگوں نے ہامہ اس امر کا تذکرہ کیا کہ

اس وقت اتنا میں سب سے اہم کون شخص ہے۔ کچھ لوگ بولے کہ ابن ہبیسہ ہے۔ کچھ لوگوں کی
رہنے یہ ہوئی کہ وہ آہم ماک میں ہم نے عیسیٰ بن یونس سے دریافت کیا اس زمانے میں ہمارے
پس آئے ہوئے تھے انھوں نے فرمایا اس آہم آدمی شریک ہے۔ اور شریک اس
وقت تک زندہ تھا۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے انھوں نے فرمایا ابو اسحاق کے معاملہ میں مجھے شریک زہیر سے

ہے۔ اور عثمان بن سیدہ کا بیان ہے کہ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا ابو اسحاق، کہاؤں گا؟
کے ۱۰۰ امویہ، کچھے شریک امرئیل سے زیادہ پسند ہے۔

ابوہاتر کا بیان ہے کہ شریک سچا ہے مجھے ابوہاتر سے زیادہ پسند ہے لیکن غلطیاں کرتا ہے
ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ابوہاتر سے شریک کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے
فرمایا۔ احادیث بکثرت روایت کرتا ہے۔ اسے وہم بھی ہوتا ہے کبھی کبھی غلطیاں کرتا ہے۔ اس پر
افضلک الصانع نے اس سے فرمایا کہ شریک نے واسطہ میں باطل احادیث روایت کی ہیں۔ امام ابوہاتر
نے اس پر فرمایا۔ ان روایات کو باطل نہ کہو۔

ابراہیم بن یعین کا بیان ہے کہ میں نے شریک سے دریافت کیا۔ آپ اس شخص کے بارے میں
کیا کہتے ہیں جو یہ دعویٰ کرے کہ میں کسی صحابی کو کوئی فضیلت نہیں دیتا۔ اس نے جواب دیا یہ
شخص احق ہے۔ ابوہاتر اور عمر بن کو فضیلت دی گئی ہے۔

ایک روایت شریک سے یہ ہے کہ علیؓ کو ابوہاتر پر وہی شخص فضیلت دے سکتا ہے جو
خوار و سوانہ ہو۔

ابو داؤد الرادی کا بیان ہے کہ انھوں نے خود شریک کو یہ کہنے سنا ہے کہ علیؓ خیر البشر
ہیں جو شخص اس سے انکار کرے۔ اس نے کفر کیا۔

عبد السلام بن حرب کا بیان ہے کہ میں نے شریک سے کہا کیا آپ اپنے بھائی کی
عیادت نہیں کر سکتے؟ اس نے ہواں کیا، کون سا بھائی؟ میں نے عرض کیا، مالک بن مغول۔
نے جواب دیا۔ جو علیؓ اور عمارؓ پر کلمہ جہنم کرے۔ وہ میرا بھائی نہیں۔

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے علی بن حکیم کے درامیہ علی بن خادم سے نقل کیا ہے کہ غائب
... اور ایک اور شخص شریک کے پاس گئے۔ اور عرض کیا لوگ آپ کے بارے میں یہ کہتے ہیں
کہ آپ کو علیؓ کے حق ہونے کے معاملہ میں شک ہے۔ شریک نے جواب دیا اے احق مجھے شک کیسے
ہو۔ کہ اسے میں تو یہ پسند کرتا تھا کہ میں علیؓ کے ساتھ ہوں۔ اور اپنی تلوار مخالفین کے خزانہ سے

زکیر، مکر، یعنی زیر، طلحہ اور امیر معاویہ)

حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ میں نے خود شریک کو یہ کہنے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو مسلمانوں نے ابو بکرؓ کو اپنا خلیفہ بنالیا اگر ان لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص ابو بکرؓ سے افضل ہے تو سب اس پر ٹوٹ پڑتے۔ پھر ابو بکرؓ نے عمرؓ کو خلیفہ بنادیا۔ اگرچہ اس نے حق اور عدل کو قائم کیا۔ لیکن جب اس پر موت کا وقت آیا تو اس نے چھ آدمیوں میں شور مچا قائم کر دی۔ اور وہ عثمانؓ پر جمع ہو گئے۔ اگر ان لوگوں کو اس امر کی اطلاع ہوئی کہ کوئی شخص ان میں سے عثمانؓ سے بھی افضل موجود ہے تو یہ لوگ ابھی تکیر لینے۔

جب یہ بات عبد اللہ بن ادریس کے پاس پہنچی تو انھوں نے فرمایا: تمام خبریں اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے شریک سے حق بات اگلوائی۔ اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے اور یقیناً اللہ کی قسم شریک، شیعہ ہے۔

یہی روایت کیا گیا ہے کہ اس جہنم نے اس شریک کے سامنے امیر معاویہؓ کا تذکرہ کیا اور کہا کہ امیر معاویہؓ نہایت بڑا شخص تھے۔ اس پر شریک نے کہا وہ شخص کیسے بڑا ہو سکتا ہے کہ جس نے حق کو چھپایا۔ اور علیؓ سے جنگ کی۔

عبد اللہ بن احمد کا بیان ہے کہ انھوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ حدیث میں حسن بن صالح اس شریک سے زیادہ ثابت ہے۔ شریک تو اس کی پرواہ بھی نہ کرتا کہ وہ کیسی احادیث بیان کرتا ہے

اما ذہبی فرماتے ہیں اس کے باوجود شریک علم کا ایک تھیلہ تھا۔ نسائی کہتے ہیں اس شریک میں کوئی برائی نہیں۔ مسلم نے متابعت میں اس شریک کی حدیث روایت کی ہے مسئلہ میں اس کا انتقال ہوا میزان ج ۲ ص ۲۹

جو روایت سطور بالا میں پیش کی گئی۔ یعنی میں مسلم کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ اس روایت کے اگر دیگر راوی معتبر بھی ہوتے تب بھی یہ روایت شریک کے شیعہ ہونے

کے باعث، دُرود ہوتی۔ اور اس سورت میں جب کہ دیگر روایات قطعاً مجہول ہیں، اس شریک کی روایات کا کیا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔

یہ روایت حضرت علیؓ کے علاوہ متعدد مسند سے ابن عباسؓ اور حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت کے الفاظ ہیں۔ میں علم کا سنہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ یہ روایت ابن عباسؓ سے مجاہد نے نقل کی ہے۔ مجاہد عیش اور عیش سے ابو معاویہ الفریر نے۔ اگرچہ عیش اور ابو معاویہ ہر دو شیعہ ہیں لیکن چونکہ ان سے تمام ائمہ حدیث نے حدیث روایت کی ہے لہذا ہم بھی اسے قبول کر رہے ہیں۔ درزہ محدثین کا اصول یہ ہے کہ اگر راوی کوئی حدیث روایت کرے جس سے راوی کے مسلک کی تائید ہوتی ہو تو وہ روایت قابل قبول نہیں۔ اس لحاظ سے عیش اور ابو معاویہ الفریر کی روایت بھی قابل قبول نہیں لیکن ہم نے ان پر تبصرہ اس لئے نہیں کیا کہ اہل سنت والجماعت کے بیشتر ارکان ان اہل تشیع کے مدح ہیں۔ لیکن اس کے باوجود دیگر ایسے بھی راوی اپنے حلقے میں جن پر ابن جوزی نے کلام کیا ہے۔ لہذا ہم اس کی تائید پیش کئے دیتے ہیں۔

ابن عباسؓ سے یہ روایت دس مسند سے مروی ہے۔ پہلی سند میں ابو معاویہ سے یہ روایت نقل کرنے والا جعفر بن محمد البغدادی الفقیہ ہے۔ لیکن وہ روایت کی چوری میں مشہور ہے۔

دوسری سند میں رجاء بن سلمہ ہے۔ رجاء بن سلمہ حدیث کی چوری میں مشہور ہے۔

تیسرا اور چوتھی سند میں عمر بن اسماعیل ہے۔ حبان بن معین، اقول ہے کہ یہ کچھ نہیں کذاب ہے۔ بخیر۔ بڑا آدمی ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں۔ یہ مروتک ہے۔

پانچویں سند میں ابو السلتی، البردی ہے اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ کذاب ہے۔ اس نے یہ روایت ابوہ اتریہ کے نام سے وضع کی اور پھر اس سے ایک حبش نے اس روایت کو چوری

کیا اور روایت آگے بڑھائی۔

جیسی نندیں احمد بن مسلمہ ہے۔ ابن عساکر کا بیان ہے یہ ثقہ راویوں کے نام سے ہوا۔
روایت نقل کرتا ہے اور دوسروں کی احادیث چوری کرتا ہے۔

ساتویں سند میر سید زنا عقیبہ ہے۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے، اور غیر ثقہ ہے۔
آٹھویں سند میں ابو سعید اعمش ہے جو مشہور کذاب ہے۔ اور وضاع احمد ہے۔
نویں سند میں احمد بن محمد بن یونس ہے۔ ابن عساکر کہتے ہیں یہ احادیث چوری
کرتا اور سند کو تبدیل کرتا ہے اس کی روایت کو کسی صورت میں حجت سمجھنا جائز نہیں۔

دسویں سند میں حسن بن عثمان ہے ابن عساکر کا بیان ہے کہ یہ شخص احادیث وضع
کیا کرتا تھا۔

دہم حدیث جابر، اس کی پہلی سند میں احمد بن عبد اللہ المکب ہے۔ ابن عساکر
کا بیان ہے کہ روایت وضع کیا کرتا تھا۔

دوسری سند میں عبد بن طاہر بن خرمہ ہے۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ یہ حدیث
زیرہ بخواتین سے پہنچی بنی اسرائیل کا بیان ہے کہ یہ حدیث مجہول ہے۔ اس کا کوئی اصل نہیں
ابن عساکر کا بیان ہے کہ یہ حدیث مخدوعہ ہے اور ابو سعید بن عاصی سے مشہور ہے۔ اس سے
اس روایت کو ایک جامعہ نے چوری کیا اور آگے بڑھایا۔ ابو حاتم نے اس کا بیان کیا
اس خبر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور ابن عباس اور عباد بن
اس کا کوئی نقل ملتا ہے۔ اور نہ تمشق ابو حاتم نے کوئی حدیث بیان کیا۔ اور نہ بخاری
میں یہ حدیث بیان کی ہے۔ اور نہ ابو سعید سے چوری کیا ہے۔ اور نہ ترمذی، کرمی،

اس روایت میں کہ سلسلہ میں امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا اسنو زور لایا اللہ تعالیٰ
الواصلۃ، کہ صورت بد اثر ہے۔

دارقطنی نے ان لوگوں کے نام گنہگار کیا جنہوں نے اس حدیث کو چوری کیا ہے ان

یہ ہے حضرت انس بن مالکؓ، دوسرے محمد بن جعفر العبدی، تیسرے محمد بن یوسفؓ،
 حواہی رے کا شیخ ہے۔ اس نے ایک بھویشیخ کے ذریعہ ابو عبدہ سے نقل کیا ہے جو تھا ایک
 شامی شیخ ہے جو اسے ہشام بن عمار کے ذریعہ ابو معاویہ سے روایت کرتا ہے۔ ابن حبان
 نے ایک پانچویں راوی کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا نام عثمان بن خالد العثمان ہے۔ یہ شخص بیہوشی
 عیسٰی بن یونس کے ذریعہ اعمش سے روایت کرتا ہے۔ اس کی روایت کو حجت کھنڈاجا نہیں
 وار قسطنطینی کا بیان ہے عیسٰی بن یونس سے عثمان بن عبد اللہ الاموی نے بھی یہ روایت
 بیان کی ہے ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے ام سے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔
 ابن عدی نے ایک چھٹے شخص کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے اسے الوصلت سے احمد
 بن سلمہ نے بھی چوری کیا ہے۔ اور یہ شخص ثقہ راویوں کے ام سے باطل احادیث روایت کرتا ہے
 ابن جوزی کا بیان ہے کہ اسے ساتویں شخص رحاب بن سلمہ اور آٹھویں شخص جعفر
 بن محمد البغدادی اور نویں شخص ابوسعید العدوی اور دسویں شخص ابن عقبہ نے بھی روایت
 کیا ہے اگرچہ ان سب نے اس حدیث کو روایت کیا ہے لیکن اس روایت کی کوئی اصل نہیں
 موضوعات۔ ج ۳۹

یہ روایت خواہ کسی درجہ کی ہو لیکن ایک صحیح حدیث بھی جو بخاری وغیرہ نے ابن عمرؓ
 سے نقل کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ
 میں سو رہا تھا۔ اچانک خواب میں میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ میں نے اس میں سے
 دودھ پیا۔ حتیٰ کہ دودھ کی تری میرے ناخنوں سے پکھنے لگی۔ میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر کو دیدیا
 صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی تعبیر کیا ہوئی۔ فرمایا۔ علم

اگر اس روایت پر غور کیا جائے تو یہ منہجہ سامنے آتا ہے کہ دراصل باب العلم سنرت عمرؓ
 اور چونکہ عمرؓ کے نام سے لکھی بغیر تھا۔ لہذا حضرت علیؓ کے لئے فوراً رد اہل و منع کا حکم تھا کہ

اس روایت کا جواب تیار ہو سکے۔ ورنہ دراصل باب العلم حضرت، علم فقہ

اے علیؑ جو تجھ سے بغض رکھے وہ منافق ہے

حضرت، علم، فرماتے ہیں یا نبی! صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا تھا کہ اے علیؑ: تجھ سے بجز ہوائی کے کوئی محبت نہیں، مگر سداور منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں، رکھتا۔

یہ حدیث: سند صحیح ہے۔ ترمذی، ۱۰۲۲۰، ابن ماجہ، ۱۰۲۰۰

اس ترمذی نے سبب عادتاً، روایت کو بھی سن کر رویا ہے، لیکن ہمیں اس روایت پر منع و اعتراض ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی، مدعی، ثابت ہے جو اگرچہ بخاری و ترمذی کے راوی ہے اور اس سے تمام محدثین نے روایات لی ہیں، لیکن یہ کٹر شیعہ ہے۔ ذہبی، کثیر، یہ کٹر شیعوں کا عالم ہے اور ان میں سچا مشہور ہے۔ ایک قصہ گوانسا، ہے اور شیعوں، کی مسجد کا نام تھا۔ کاش اگر اہل تشیعہ بھی ایسے ہی بن جاتے تو ان کا فتنہ کچھ بڑھ جاتا

سعدی، بیان ہے کہ ہم نے عدی سے زاید ورم، ان کہتے ہوئے سم کو نہیں پایا۔ اذواق سے مستور، کٹر شیعہ ہے یعنی گواہ بھی گھر کا ہے۔ امام احمد زامی اور احمد اعجازی نے اسے شے قرار دیا۔ ابو حاتم فرماتے ہیں: چاہے یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ غالی شیعوں کے وارفتگی کا قول ہے۔ یہ غالی افضی ہے۔ جبر زبانی کہتے ہیں: راہ حق سے ہٹا ہو ہے نیز ان کے اگر مدعی کو شیعوں اور افضی ہونے کے باوجود اذواق، تو ابھی تسلیم کر لیا جلتے، تب بھی محدثین کا ایک مسلمہ اصول یہ ہے کہ کسی بدعتی فرقہ کے راوی، کی وہ روایت، مگر قبول نہیں کرتا، جس سے اس کا بدعت، کا ائید ہو، ہذا، اس سے یہ روایت، قابل قبول ہے اور جبر زبانی

اپنا بادشاہ کی تائید میں، حدیث روایت کرتا ہو۔ وہ متروک اور ضعیف تصور کیا جاتا ہے اور اس روایت سے شیعہ کا تائید ہوتا ہے۔ لہذا یہ روایت قطعاً منکر ہے۔

عمر، سے یہ رام بن ابی انیسہ کہنے والا سلیمان بن ہرمان الاعمش الکوفی ہے۔ ان کا نام سلیمان بن ہرمان ہے۔ ابونعیم، سے امام مانتے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ شیعہ ہے۔ اور درمیان سے اکثر ضعیف راویوں کو گزارتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ محدث بھی ائمہ مفسر کہ ایسی روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔ جو حرفہ عامی کے ذریعہ مروی ہو۔ اور یہ روایت، حرفہ عامی سے مروی ہے۔

اس کا ایک راوی، یحییٰ بن عیسیٰ ہے۔ جو اسلاف کو مذکور کا باشندہ ہے۔ اور اس نے روایت کی ہے۔ اور اسے زعمی کہلاتا ہے۔ امام احمد اس کی بہت تریف کیا کرتے تھے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اس کی حدیث، لکھ دیا کرو۔ لیکن یہ ابوعبیدہ خود زعمی تھا۔ نہ تلمذ نہ تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی حدیث عمدہ ہوتی ہے۔

اس کے برعکس یحییٰ بن عیسیٰ فرماتے ہیں وہ ضعیف ہے اور ایک بار فرمایا یہ کچھ نہیں احمد بن ابی مریم کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن عیسیٰ سے اس یحییٰ بن عیسیٰ کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا اس کی حدیث نہ لکھو۔ نسائی دیکھتے ہیں یہ یحییٰ بن عیسیٰ قوی نہیں ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت علی بن کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔ اس کا راوی بھی یحییٰ بن عیسیٰ ہے۔ اس کی عام روایات منکر ہوتی ہیں اور کوئی دوسرا انھیں روایت نہیں کرتا۔ میزان، ج ۳، ص ۴۰۰

اس کا آخری راوی عیسیٰ بن عثمان ہے جو یحییٰ بن عثمان الرملی کا بھتیجا ہے امام ذہبی نے اس کے سلسلہ میں کچھ تحریر نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں سچا آدمی ہے یعنی صدوق ہے۔ اور صدوق اس شخص پر پورا جاتا ہے جس کا غلط مواظبت نہ ہو۔ اور یہ ثقاہت کا سبب اولیٰ ترین درجہ ہے۔ کیونکہ صدوق ہونے کے باوجود یہ ممکن ہے کہ وہ غلط روایات بیان

کرے یا خود روایات میں غلطی کرے۔

اس تمام گفتگو سے یہ امر واضح ہو کر سامنے آیا کہ اس کے دو راوی شیعہ اور ایک ضعیف ہے اور یہ روایت ردی ہے۔

اگر اس کے ساتھ بخاری کا وہ حدیث بھی نشان کرنا جسے جو حضرت برائہ سے مروی ہے، ثابت شیعہ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے، حضرت برائہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔

الانصار لا یحبہم الا مؤمن انصار سے مؤمن کے علاوہ کوئی محبت نہیں
ولا یغضہم الا منافق فمن کراہ اور ان سے منافق کے علاوہ کوئی بغض
احبہم حبہ اللہ ومن بغضہم اللہ جو ان سے محبت کرے ایسا اللہ
اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض کرے
بغضہم اللہ اس سے بغض کرے گا۔ بخاری جلد ۱ ص ۵۳۳

بخاری کا ایک اور روایت حضرت انس بن مالک سے ان الفاظ میں مروی ہے۔

۲ بیت الا یکان حباً لانصار و ایمان کا علامت اللہ کا محبت اور منافق

ایت النفاق بغض الانصار کی علامت انصار سے بغض ہے

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان انصار کو دیکھ کر فرمایا تھا۔

اللھم انتم من احب الناس الی اللہ تم تمام لوگوں میں مجھے سب سے

بخاری ج ۱ ص ۵۳۳ زایدہ محبوب ہو۔

اور یہ بات آپ نے تین بار فرمائی تھی۔ لیکن ہمیں حیرت اس پر ہے کہ ابو ایوبؓ اور دیگر

صحابہؓ کے نام کا دور و کرنے والے اس کے قائل ہیں کہ حضورؐ کی وفات کے بعد صرف پانچ آدمی

مسلمان باقی رہ گئے تھے۔ یعنی حضرت علیؓ، حضرت سلمانؓ، حضرت مقدادؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت

ابو ذرؓ اور اتفاقاً سے ان میں ایک ہی انصاری تھا۔۔۔۔۔

اب اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کس طریق سے مسلمان بنے۔

پرنڈے کا گوشت کھانا

حضرت انس بن مالکؓ کہتا ہے کہ وہ ایک روز رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ کے پاس ایک پرنڈے کا گوشت آیا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ مخلوق میں جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو اسے میرے پاس بھیج دیجئے۔ تاکہ وہ میرے ساتھ شریک ہو کر اس پرنڈے کا گوشت کھائے۔ اتنے میں علیؓ آگئے اور انھوں نے آکر حضور کے ساتھ وہ گوشت کھایا۔ ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ اگرچہ یہ روایت اور سندات سے بھی مردی ہے۔ لیکن ہم اس روایت کو اسی سند سے جانتے اور پہنچاتے ہیں۔

اور ترمذی کا نا اسیغیل بن عبد الرحمن ہے اس نے حضرت انس بن مالک کا زمانہ پایا ہے۔ اور حسین بن علی کو بھی دیکھا ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۶

سُدی سے مراد سُدی بکیر یعنی اسمٰعیل بن عبد الرحمن ہے۔ اس کے بارے میں یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدی لکھتے ہیں میرے نزدیک یہ سچا ہے۔ لیکن یحییٰ بن معین لکھتے ہیں۔ اس کی روایت میں ضعف ہوا ہے۔ البرہان کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔

سلم بن عبد الرحمن کا بیان ہے کہ ابراہیم نخعی اس سُدی کے پاس سے گزرے۔ وہ قرآن کی تفسیر بیان کر رہا تھا۔ ابراہیم نے فرمایا۔ یہ تفسیر قرآن نہیں بلکہ تفسیر قوم ہے۔ لوگوں نے ابراہیم سے عرض کیا اے قرآن کا بہت بڑا علم حاصل ہے۔ انہوں نے علم فرمایا نہیں بلکہ جہالت۔

عبد الرحمن بن ہدی کا بیان ہے کہ یہ سُدی ضعیف ہے لیث کہتے ہیں کہ کوفہ میں

و شخص سب سے زیادہ جھوٹے ہیں۔ ایک سدی اور ایک کلمی۔

حسین بن واقد کا بیان ہے کہ میں سدی کے پاس روایات سننے گیا ابھی میں اس کی مجلس سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اس نے ابو جعفر و عمرؓ کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۳۶
سدی یہ کہانی نقل کرنے والا عیسیٰ بن عمر ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے عیسیٰ سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا عبید اللہ بن موسیٰ العجسی الکوفی ہے۔ یہ امام بخاری کا استاد ہے۔ اور صحیح بخاری میں اس سے روایات بھی مروی ہیں یحییٰ بن سعید اور ابو حاتم رازی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ لیکن ابو حاتم مزید فرماتے ہیں کہ عبید اللہ سے زیادہ محتاط تو ابو نعیم ہے۔

احمد بن عبد اللہ النخعی کا بیان ہے کہ وہ قرآن کا زبردست عالم تھا۔ بلکہ علم قرآن میں وہ استاد تصور کیا جاتا تھا۔ میں نے کبھی اسے اوپر سر اٹھائے نہیں دیکھا۔ اور نہ اسے کبھی سنستے ہوئے دیکھا۔

ابو دار سجستانی کا قول ہے کہ وہ تو ایک آگ لگانے والا شیعوں ہے۔ امام احمد بن حنبلؓ فرماتے ہیں۔ عبید اللہ احادیث میں خلط ملط کرتا ہے۔ اس نے بدترین قسم کی احادیث روایت کی ہیں۔ اور ان باتوں کا موجد وہ خود ہے۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا۔ لیکن میں نے اس سے حدیث سننا پسند نہیں کیا۔

ذہبی کہتے ہیں بظاہر بہت عابد و زاہد تھا۔ اور حرام سے بہت پرہیز کرتا تھا۔
۲۱۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۳ ص ۱۶۱

محدثین کا ایک اصول یہ ہے کہ جب کوئی راوی کوئی ایسی حدیث روایت کرے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو تو اس کی وہ روایت ناقابل قبول ہوتی ہے اور خاص طور پر جب اس روایت سے شیعوں کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

محدثین کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ شیعہ راوی کی وہ روایت ہرگز قابل قبول نہ ہوگی

جس میں حضرت علیؓ، دوران کے اہل خاندان کی فضیلت یا اموی اور دیگر صحابہؓ کی مذمت ہو۔
اس قسم کی تمام روایات راویوں کا جھوٹ تصور کی جائیں گی۔ کیونکہ شیعہ مذہب میں دین کے
وہی صحابہؓ ہیں، ان سے نواسہ دین، جوڑا ہونا ہے اور جو شخص جھوٹ نہیں بتاتا اس کا دیندار
سے کوئی تعلق نہیں، اور اس فرقہ کا عام جھوٹ صحابہ کرام کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اس لیے
سندی اور عبید اللہ بن موسیٰ کی کوئی ایسی روایت قابل قبول نہیں جس سے صحابہ کی مذمت یا
مفروضہ اہل بیت کی فضیلت کا کوئی پتہ نہ نکلتا ہو۔

جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے کہ بخاری نے عبید اللہ بن موسیٰ سے روایت لی ہیں تو
بخاری نے عبید اللہ بن موسیٰ سے کوئی ایسی روایت نقل نہیں کی جس سے مذہب شیعہ
کی تائید ہوتی ہو۔ بخاری و مسلم ایسے شیعہ راوی سے روایت لیتے ہیں جس سے دیگر روایات
بھی روایت کر رہے ہوں۔ اس لیے بخاری نے عبید اللہ بن موسیٰ کی مناقب اہل بیت یا دیگر
صحابہ کی مذمت میں کوئی روایت نہیں لی۔ بخاری و مسلم ان شیعہ راویوں سے عام طور پر ایسی
روایات لیتے ہیں جو دوسرے راوی بھی روایت کر رہے ہوں۔

ہاں اگر اسے صرف شیعہ راوی روایت کر رہا ہو۔ اور اس شیعہ راوی سے جھوٹ ہونا بھی ثابت
نہ ہو۔ اور وہ روایت شریعت کے کسی اصول کے خلاف نہ ہو تو اس شیعہ راوی کی روایت قبول
کی جائے گی۔ عام محدثین کا منسلک یہی ہے اگرچہ بعض محدثین اس امر کے قائل ہیں کہ شیعہ راوی
کی کسی قسم کی کوئی روایت قابل قبول نہیں۔ اس لیے کہ وہ لوگ تقیہ نامی جھوٹ کو عین دین
اور کاروبار تصور کرتے ہیں۔ اس کے برعکس خارجی، معتزلی، مرجئی وغیرہ جھوٹ کو جائز نہیں
سمجھتے۔ اس لیے ان کی روایات قابل قبول ہیں بشرطیکہ وہ اپنے مسلک کی تائید میں کوئی روایت نہ
اس کا ایک اور راوی سفیان بن عیینہ ہے اس کا کتاب اس کی روایات میں اضافہ
کرتا رہتا اور یہ اپنے خراب حافظہ کے باعث وہ روایت جیسی بھی پاتے اسے جوں کا توں بیان کر دیتے
اور عین اس لیے کہ یہ اپنے والد کو صحیح بنا کر اہل حجاز (مکہ) کی طرف شیعہ مذہب لکھتے ہیں،

اور اپنے جھوٹ کو کاتب کے سر منڈھنے ہوں۔

الغرض اس روایت کی سند میں چار راوی مجروح ہیں۔ اس لئے ابن جوزی نے "العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ" اور میراج الدین قزوینی نے حاشیہ ترمذی میں اسے معذوع قرار دیا ہے۔ علامہ محمد طاہر پٹنی فرماتے ہیں اس کی تمام منکرات باطل ہیں۔

ہمیں جبرت تو خطیب بغدادی پر ہے کہ انھوں نے حاکم مصنف مستدرک کو اس لئے رافضی قرار دیا ہے کہ انھوں نے یہ روایت المستدرک میں نقل کی۔ لیکن ترمذی نے اسے اپنی جامع میں نقل کیا ہے اور اسے غریب قرار دیا۔ لیکن خطیب نے ترمذی کے سلسلہ میں خاموشی اختیار کی۔ حالانکہ ممکن ہے کہ حاکم نے ترمذی میں اسے دیکھ کر نقل کیا ہو۔ اس طرح اصل مجرم ترمذی بنتے ہیں۔ نہ کہ حاکم۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حاکم شیعہ ہیں۔ لہذا ترمذی بھی شیعہ سے کسی صورت میں خالی نہیں۔ اور کتاب مناقب میں حضرت علیؑ اور حضرت حسینؑ کے معاملہ میں تو وہ کٹر شیعہ نظر آتے ہیں۔ واللہ اعلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیے میں مجھ سے ابتدا فرماتے

حضرت امی فرماتے ہیں مجھ بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوا کرتا تو آپ مجھے عطا فرماتے، اور جب خاموش رہتا تب بھی مجھ سے ابتدا فرماتے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲، ص ۲۱۰

حضرت علیؑ سے یہ رام کبانی نقل کرنے والا عبد اللہ بن عمرو بن مندہم یہ سوائے حضرت علیؑ کے کسی سے روایت نہیں لڑا، اور اس سے صرف ایک روایت ملے گی، اور اس نے روایت کیا کہ۔ وارقطہ کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔

اس عبد اللہ بن عمرو بن مندہم کے علاوہ دنیا کا کوئی شخص اسے نہیں

اس لحاظ سے یہ راوی مجہول ہے۔ اور مجہول راوی کی روایت قابل قبول نہیں۔

عوف الاعرابی کی روایات اکثر کتب صحیح میں پائی جاتی ہیں۔ امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں، نواکر چند معصود کا باہم موازنہ کرے جیسے ابن عون اور ابویوب کا عوف بن ابی حمیلہ اور اشعث الخزازی کے ساتھ، حالانکہ یہ چاروں حسن بصری اور محمد بن سیرین کے شاگرد ہیں۔ تو ان چاروں میں صحت نقل اور فضیلت علمی کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق پائے گا۔ اگرچہ عوف اور اشعث بھی صادق اور امین سمجھے جاتے لیکن عوف اور اشعث ہرگز ابن عون اور ابویوب کے مقام کو نہیں پہنچتے۔

محمد بن عبد اللہ الانصاری کا بیان ہے کہ میں نے داؤد بن ابی ہند کو دیکھا کہ وہ عوف کو مار رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے اے قدری۔

عبد اللہ بن مبارک نے جعفر بن سلیمان الضبعی سے فرمایا جب تو نے ابن عون یونس اور ابویوب کو دیکھا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تو نے انہیں پھوڑ کر عوف بن ابی حمیلہ سے احادیث سنی۔ اللہ کی قسم عوف دو بدعتوں سے کم پر راضی نہیں ہوتا۔ یعنی وہ قدری بھی ہے اور شیعہ بھی۔ ایک بار بندار نے عوف کی حدیث پڑھ کر سناائی اور فرمایا عوف اللہ کی قسم قدری ہے۔
رافضی ہے۔ شیطان ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۳۰۵

اس لحاظ سے یہ روایت عوف بن ابی حمیلہ رافضی کی وضع کردہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چار شخصوں کی محبت فرض تھی

حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار شخصوں کی محبت کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ اللہ بھی ان سے مجاہد کرتا ہے آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان چار اشخاص کے نام بھی بتا دیجئے۔ آپ نے:

ان میں علی رضی بھی ہیں۔ ان میں علی رضی بھی ہیں۔ یہ الفاظ تین بار دہرائے پھر فرمایا۔ ابو ذر رضی
مقداد رضی اور سلمان رضی۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی اہل اللہ
دی ہے کہ اللہ ان سے محبت رکھتا ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۳۳۵

ملت تباہ اس کی قائل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام صحابہ
مرد ہو گئے تھے۔ صرف چند اشخاص مسلمان باقی رہ گئے تھے اصول کافی کی ایک روایت کی رو سے
ان کی تعداد تین ہے ایک روایت میں چار افراد کا ذکر ہے۔ اور ایک میں پانچ کا۔ اس روایت
میں حضرت عمار کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان سے کون سا ایسا قصور سرزد ہوا
تھا جو ان کا شمار نہیں کیا گیا۔

مزید لطف یہ ہے کہ یہ روایت حضرت بُریدہ رضی کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ حالانکہ
سابقہ صفحات میں بخاری کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ حضرت بُریدہ رضی نے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے اس ام کا اقرار کیا تھا کہ میں علی رضی سے بغض رکھتا ہوں۔ اور آپ نے ان کو
یہ ہدایت فرمائی کہ بغض نہ رکھو۔

اگر واقعتاً یہ روایت درست ہے اور انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سختی
توبہ ہرگز ممکن نہیں ہو سکتا کہ ایک صحابی نبی کی زبان سے ایسی بات سننے کے بعد حضرت
علی رضی سے بغض رکھے۔ لہذا ان دونوں روایات میں سے ایک روایت یقیناً غلط ہے۔
امام ترمذی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اسے
شریک کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔

جناب شریک صاحب کا حال سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ اس کے اعادے کی
چند اہم ضرورتیں نہیں ہیں۔ لیکن عبداللہ بن ادریس کے۔ الفاظ ضرور ذہن میں رکھنے کے انھوں نے
فرمایا۔ اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔ اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔
اور ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم یہ روایت اس کے تشیع کا منہ بولتا ثبوت ہے

اگر اس نے یہ روایت وضع نہیں کی۔ تب بھی اس روایت کی سند میں ایک اور نہ ہر طنائی کے جوہر ہے جس کا نام اسمعیل بن موسیٰ الفزاری ہے۔

اسماعیل بن موسیٰ الفزاری
 جرح کی ہے کیونکہ یہ تھا عبیدان کا بیان
 ہے کہ ابو بکر بن ابی شیبہ اور ہناد نے ہم پر اسمعیل کے پاس جانے پر اعتراض کیا اور فرمایا
 تم اس فاسق کے پاس کیوں جاتے ہو۔ جو اسلاف کو گالیاں دیتا ہے۔ میزان ۳۷۶
 اس کی سند میں ایک اور راوی ابو ربیعہ الایادی ہے جس کا نام عمر بن ربیعہ ہے۔
 ابو حاتم فرماتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ۳۷۶

الغرض اس روایت کی سند میں دو راوی رافضی اور ایک منکر الحدیث ہے۔ ایسی صورتیں
 اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا بھی گناہ عظیم ہے۔

میرا فرض صرف علیٰ ادا کر سکتے ہیں

حضرت وحشی بن جناد کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
 علیٰ مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ اور میری جانب سے کسی چیز کی ادائیگی یا علیٰ کرینے
 یا میں خود کروں گا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲
 ص ۳۶۶ ابن ماجہ مترجمہ ج ۱ ص ۶۷

اس روایت کا پہلا راوی اسمعیل بن موسیٰ الفزاری ہے جس کا سال پہلے گزر چکا ہے
 کہ وہ صحابہؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ یہ سدی کذاب رافضی کا بھانجا ہے۔ دو سر راوی وہی شریک
 بن عبد اللہ بن سنان ہے جس کا تفصیلی زائچہ سابقہ صفحات میں پیش کیا گیا ہے تیسرا راوی
 ابو اسحاق السیسی ہے جو مشہور مدلس ہے حتیٰ کہ امام عبد اللہ المبارک نے یہاں تک فرمایا

اہلِ کوفہ کو تہذیب کے مرض میں مبتلا کرنے والے ابواسحاق اور انکس میں اور تہذیب کی ایسی روایت قابلِ قبول نہیں جو حرفِ عن کے ذریعہ مروی ہو۔ ابنِ قتیبہ نے المعارف میں وثرہستانی نے الملل والنحل میں اس ابواسحاق کو شیعہ قرار دیا ہے۔ ذہبی نیز ان میں زبید کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ محدثین اہلِ کوفہ کی ایک جڑت ایسی ہے کہ جن کے مذہب کی ہرگز تعریف نہیں کی جاسکتی۔ (یعنی شیعہ ہونے کے باعث) لیکن اس کے باوجود وہ محدثینِ کوفہ کے سردار ہیں مثلاً ابواسحاق شیبانی بنصور، زبید الیامی اور انکس وغیرہ اور ان کے ہم عصر ان لوگوں کی صداقت کے باعث ان کی روایات قبول کی جاتی ہیں۔ لیکن مرسل روایات قبول نہیں کی جاتیں؛ المرجعات ص ۱۱ میزان ج ۶

گواہ چاروں افراد بھی شیعہ ہیں اور ان چاروں کی روایات تمام کتبِ احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ ان میں تشوہ و نظر نہیں آتا۔

جب ہم اس روایت پر معنوی حیثیت سے نظر ڈالتے ہیں تو دنیا یہ بات جانتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا سارا قرضہ ابو بکرؓ نے ادا کیا اسی طرح مسجدِ نبوی کی زمین کا پیسہ ابو بکرؓ نے ادا کیا۔ اور جب مسجد میں اضافہ کیا گیا اور زمین خریدی گئی تو اس کی ادائیگی عثمانؓ نے کی۔ تو کم از کم جھوٹ بولتے وقت کچھ عقل سے ہی کام لے لیا ہوتا۔ اسے تو لوگ خالص سپید جھوٹ تصور کریں گے۔

اس روایت کے تحت یہ غبنِ قرضہ ادا کئے گئے یہ سب کالعدم ہوئے۔ لہذا اسبابِ برآوری ان قرضوں کی ادائیگی کا اہتمام کرے جب وہ اہتمام کرے تو ہمیں ضرور مطلع کرے

حضرت علیؓ کی فضیلت

حضرت اساتذہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک علیؓ اور

عباشؓ اجازت طلب کرتے ہوئے آئے اور ان حضرات نے مجھ سے کہا کہ اے اسامہؓ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرو۔ میں نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ علیؓ اور عباسؓ اجازت طلب کرنا چاہتے ہیں آپؐ نے مجھ سے فرمایا کیا تم حلینے ہو۔ یہ دونوں کس لئے آتے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی نہیں۔ فرمایا۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ ہاتھ انھیں آنے کی اجازت دو۔ میں نے انھیں جا کر اجازت دی وہ وہاں اندر داخل ہوئے۔ ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں اس لئے آئے ہیں کہ آپؐ سے یہ سوال کریں کہ آپؐ کے اہل میں آپؐ کو کون سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے جواب دیا۔ فاطمہؓ۔

ان دونوں حضرات نے عرض کیا۔ ہم آپؐ سے آپؐ کے اہل کے بارے میں سوال کرنے نہیں آئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ سستی ہے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا ہے اور میں نے بھی اس پر انعام کیا ہے۔ یعنی۔ اسامہؓ بن زیدؓ۔ ان دونوں حضرات نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ اسامہؓ کے بعد۔ فرمایا علیؓ بن ابی طالبؓ۔ اس پر حضرت عباسؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپؐ نے اپنے چچا کو تو آخر میں ڈال دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس لئے کہ علیؓ نے آپؐ پر ہجرت میں صفت کی ہے۔

ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اور شعبہ عمر بن ابی سلمہ کو ضعیف کہتے تھے ج ۲۴۷
امام ترمذی کے ان آخری الفاظ پر امر واضح ہو کر سامنے آ گیا کہ ان کے نزدیک حسن وہ روایت ہوتی ہے جس کا راوی ضعیف ہو یعنی وہ ضعیف روایت کے لئے حسن کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور ہمارا دعویٰ بھی یہی ہے۔ کاش ہمارے علماء امام ترمذی کے اس دعویٰ کو مستبول فرمائیں۔ لیکن امام ترمذی نے خود اقرار کر لیا ہے کہ وہ ضعیف کو حسن کہتے ہیں یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کے پوتے ہیں۔ ان کے والد ابوسلمہ کا شمار

عمر بن ابی سلمہ بن عبدالرحمن

مدینہ کے فقہائے سب سے ہوتا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ یہ مدینہ کے قاضی تھے
 سچے آدمی ہیں لیکن غلطیاں کرتے ہیں۔ تقریباً ۲۵۴ گویا یہ روایت غلطی سے خود میں آگئی۔
 امام ذہبیؒ میزان میں لکھتے ہیں۔ اس عمر بن ابی سلمہ کو شعبہ یحییٰ بن معین نسائی
 اور ابوالحاتم نے ضعیف قرار دیا ہے اس نے ۱۳۳ھ میں اپنے ایک اموی بھائی کے ساتھ
 مل کر بنو عباس کے خلاف بغاوت کی جو ناکام ہو گئی۔ اور عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ
 بن عباس نے اسے شام میں قتل کر دیا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۲۰۰۔ نیز محدثین یہ بھی منہ مانتے
 ہیں کہ یہ عمر منکر روایات اپنے والد کی جانب منسوب کر کے بیان کرتا تھا۔

لمحاط سند تو ہم اس پر زیادہ کلام اس لئے کرنا نہیں چاہتے کہ امام ترمذی نے
 خود ہی اس کے ضعف کی وضاحت کر دی ہے۔ اور شعبہ کا قول نقل کر کے جو خاموشی اختیار
 کی۔ اس سے یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ امام ترمذی شعبہ کے ہموا ہیں۔ اور ان
 کے نزدیک عمر بن ابی سلمہ ضعیف ہے۔

لیکن جب ہم اس روایت پر معنوی لحاظ سے غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ روایت خلاف
 عقل اور خلاف اصول باتوں کا ایک پلندہ نظر آتی ہے۔ فارغین بھی ان امور پر غور فرمائیں
 ۱۔ یہ آیت اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِہِ اللّٰہ نے بھی اس پر انعام
 کیا اور اسے نبیؐ آپ نے بھی اس پر انعام کیا، حضرت اسماءؓ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی
 ہو کہ یہ ان کے والد حضرت زید بن حارثہ کے بارے میں نازل ہوتی ہے جنہیں آپؐ نے آزاد
 کر کے اپنا متبنیٰ بنایا تھا اور یہی آپؐ کا وہ انعام ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں کیا جا
 رہا ہے۔ اس روایت میں اس آیت کا تعلق حضرت اسماءؓ سے جوڑ دیا گیا ہے۔ جو
 نازیخ، تفسیر حدیث اور علماء کے متفقہ فیصلہ کے بالکل خلاف ہے۔ اگر اس کی سند
 بھی معتبر ہوتی تب بھی یہ روایت مردود ہوتی۔

۲۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے ایک سوال کیا۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب دیا۔ ان دونوں نے عرض کیا ہم یہ سوال کرنا نہیں چاہتے تھے اور یہ ان دونوں حضرات نے سوچا ہی سوال نہ کیا۔ اور دوبارہ اس سوال پر دوسرا جواب ملے۔

۳۔ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسامہؓ حضرت علیؓ سے افضل ہیں حالانکہ آج تک روئے زمین پر اس کا کوئی قائل نہیں رہا۔

۴۔ اس روایت کی رو سے آپؐ نے حضرت اسامہؓ کو اہل بیت میں شمار کیا اور چچا اور داماد کو اہل بیت سے خارج کیا۔ حالانکہ اگر اہل بیت سے مراد ازواج ہیں تو یہ سبھی خارج ہوتے ہیں۔ اور اگر اہل بیت سے مراد اہل خانہ ہیں تو یہ سب داخل ہوتے ہیں۔ آخر اس میں ایسی کیا پالیسی ہے کہ حضرت اسامہؓ کو اہل بیت میں داخل کئے جائیں۔ اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو اس سے خارج کیا جائے۔

ہمارے نزدیک اس میں پالیسی یہ ہے کہ بنو امیہ کے خلاف جو تحریک چلی وہ بنو علیؓ اور بنو عباسؓ نے مل کر چلائی۔ گویا یہ دونوں خاندان بنی امیہ کی مخالفت پر متفق ہوئے اور عمر بن ابی سلمہ نے بنو امیہ کے ساتھ مل کر اس نئی حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی وہ بنو علیؓ اور بنو عباسؓ کو اپنا مخالف تصور کرتا تھا۔ لہذا اس نے ان دونوں حضرات کی حیثیت گرانے کے لئے یہ روایت وضع کر ڈالی۔ اور اسی سستی کے پیش نظر حضرت اسامہؓ کا مقام ان حضرات سے بلند کر کے دکھایا گیا۔

۵۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بلا اجازت داخل ہوتے اور چچا اور داماد کو اجازت طلب کرنی پڑتی جو ایک انتہائی حیرت انگیز امر ہے۔

۶۔ اس روایت کی رو سے حضرت علیؓ حضرت عباسؓ سے اس لئے افضل ہیں کہ انھوں نے پہلے ہجرت کی۔ گویا جو پہلے ہجرت کرے گا وہ بعد کے مہاجرین سے افضل ہوگا۔

اس سے یہ ثابت ہو گا کہ تمام مہاجرین حبشہ حضرت علیؑ سے افضل ہیں۔ اور اسی طرح وہ مہاجرین مدینہ بھی افضل ہیں جنہوں نے حضرت علیؑ سے قبل ہجرت کی۔ مثلاً حضرت مصعب بن عمیرؓ حضرت برائہؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بن مظعون وغیرہ۔ اس فارمولے کے تحت صحابہ کرام کے مراتب ازبرہ نو متعین کرنے ہونگے۔

حضرت سعدؓ کا حضرت علیؑ کے بارے میں فیصلہ

عبدالرحمان بن سابطؓ سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے نقل کیسے کہ امیر معاویہؓ اپنی کسی خاص ضرورت سے مدینہ تشریف لائے۔ تو حضرت سعدؓ ان سے ملنے سے لڑے آئے۔ اتفاق سے مجلس میں حضرت علیؑ کا ذکر آیا تو امیر معاویہؓ نے انہیں کچھ برا بھلا کہا۔ اس پر سعدؓ کو غصہ آیا۔ اور کہنے لگے۔۔۔۔

کہہ لو اس شخص کے بارے میں ایسے بات کہہ۔ اسے لو جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؑ اس کے مولیٰ میں اور میں نے آپؐ کیسے فرماتے سنا ہے۔ اے علیؑ تو میری جگہ بسا ہی ہے جیسے ہارونؑ میری جگہ تھے۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میں نے یہ کہتے بھی سنا ہے کہ میں آج اس شخص کو بھڑا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے۔ ابن ماجہ مترجمہجۃ امت مسلمہ نے جب ابن ماجہ کا ترجمہ کیا تھا اس وقت بھی اس روایت پر ایک حاشیہ چڑھایا تھا لیکن اب ہمیں اس حاشیہ سے کافی اختلاف ہے۔ اس لئے ہم اپنے قارئین کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے اپنی پرانی کتابوں میں جو روایات نقل کی ہیں ان پر جو تبصرہ کیا ہے۔ ان پر روایاتی طور پر کئی اعتماد کیا جائے۔ مثلاً اصول فقہ میں ابن ماجہ۔ شرح حصین حصین۔ ترجمہ کتاب الکفار۔ ترجمہ فتوح الغیب اور ترجمہ فوز البکیر وغیرہ۔

یہ حدیث اتفاق سے صحیح مسلم میں پائی جاتی ہے۔ لیکن ابن ماجہ اور مسلم کی حدیث میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مسلم کی اصل روایت تو بہت مختصر ہے جو ان الفاظ میں مروی ہے۔

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو غزوہ تبوک میں پیچھے چھوڑ دیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ رسول اللہؐ آپ مجھے عز و شرف اور کچھ دینا چھوڑے جارہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو

اس پر راضی نہیں ہے کہ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارون موسیٰ کی جگہ تھے۔ مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مسلم ج ۲ صفحہ ۲۷۵

حضرت سعدؓ سے صرف اتنی مختصر سے روایت مروی ہے جس کا تعلق غزوہ تبوک سے ہے۔ اس میں امیر معاویہؓ کا کوئی تذکرہ نہیں۔ حضرت سعدؓ سے اس روایت کو ان کے صاحبزادے معتبؓ، امواتیمؓ و امام سعید بن المسیبؓ روایت کر رہے ہیں۔ اور ان سب سے یہ روایت متعدد صحیح سندات کے ساتھ مروی ہے۔ لیکن اس اصل روایت میں ولایت علیؓ کا کوئی تذکرہ نہیں۔ لیکن صورت حال یہ پیش آئی کہ مذاہبن اور ضعیف راویوں نے حضرت سعدؓ کی اس اصل روایت میں امانہ شروع کر دی۔ اور روایت کی صورت ہی بدل ڈالی۔

اس کا ثبوت خود مسلم کی ایک دوسری روایت سے ملتا ہے جو امام مسلم نے یاس بن کبیر کے حوالے سے حضرت سعدؓ سے نقل کی ہے۔ جو ہم تدریس کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں۔

بکیر بن مسار نے عامر بن سعدؓ کے ذریعہ حضرت سعدؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ امیر معاویہؓ نے سعدؓ کو حکم دیا کہ اے سعدؓ! یہ وجہ کہ تم ابوتربؓ کو ہرانہیں کہتے۔ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے لئے تین باتیں فرمائیں چونکہ مجھے وہ یاد ہیں اس لئے میں ہرگز بگا نہیں کہہ سکتا۔ اگر مجھے ان میں سے ایک خلی بھی دیا۔ صلہ جاتی تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں انہیں پیچھے چھوڑ دیا حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول آپؐ مجھے عذر نہ دو ادبچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آپؐ نے ان سے فرمایا۔ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میری جگہ ایسا ہی بن جاسو جیس کہ ۲۔ ورنہ موسیٰ کی جگہ تھے۔ مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد نبوت نہیں۔

اور میں نے خیبر کے خدیجہ کی بدھلی، اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں ہم نے اس کے لئے امیدیں وابستہ کیں۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس علیؓ کو جادو علیؓ کو لائے گئے تو ان کی آنکھیں دکھنے آ رہی تھیں۔ آپؐ نے ان کی آنکھوں میں تھوکا۔ اور انہیں جھنڈا عنایت فرمایا۔ اور اللہ نے ان کے ہاتھوں پر فتح عنایت فرمائی۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔

سَدَّ عَابَاتِنَا لَكَ وَأَبْنَانَا لَكَ مُمْرٌ۔ ہم اپنے بیٹوں کو بدیشیں اور تم اپنے بیٹوں کو بداد
تور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بدایا۔ اور
فرمایا۔ اسے اللہ یہ مہرے گھرواے میں۔ مسلم ج ۲ صفحہ ۲۔

۱۔ ہم نووی فرماتے کہ اس کا قول ہے کہ ہر وہ روایت کہ جس میں کسی صحابی پر اعتراض واقع ہوتا ہو اسے
بطریقہ تاویل کے قابل نہیں کیا جاسکتا۔ اور چونکہ اس روایت میں یہ ثابت کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کو
دوسروں سے برا کہلاتے تھے۔ لہذا اس روایت کو اصل صورت میں نوٹوں میں لکھا جاسکتا۔
یہ نوٹوں کی باتیں ہیں تم کو جو سڑے آدمی ہیں۔ سارے ذہن میں تو موٹی موٹی باتیں آتی ہیں جو ہم بدیہ ناظرین
کو دہے ہیں۔

۱۔ راوی کہتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے سعد کو حکم دیا۔ اور حکم بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ سوال پیش کر دیا گیا۔ اب محسوس
ہوتا ہے کہ با تو راوی جھوٹا کیا۔ سبب سے پیدا کرنے کے لئے بات کو گول کر گیا۔

۲۔ امیر معاویہؓ نے حضرت سعدؓ سے جو خصوصاً سوال کیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سعدؓ کے حدود البقیہ
میں بنو حضرت علیؓ کو برا کہتے تھے۔ لیکن صرف ایک سعدؓ ایسے تھے جو یہ حرکت نہ کرتے تھے۔ جس کے باعث
امیر معاویہؓ کو سوال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس طرح ان دونوں باتوں میں تضاد پیدا ہو گیا ہے گو راوی
ایک جانب یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے انہیں برا کہنے کا حکم دیا۔ لیکن دوسرے جملے سے یہ ثابت
کرتا ہے کہ امیر معاویہؓ صرف وجہ معلوم کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے حکم کچھ نہیں دیا۔

۳۔ مباحثہ واقع نہ ہوا۔ اور اس کی ضرورت پیش نہ آئی۔ مگر راوی صرف پہنچان کو ثابت کرنے کے لئے یہ کہانی
بیان کر رہا ہے۔

۴۔ راوی نے پوری آیت پیش نہیں کی۔ بلکہ آیت کا صرف وہ حصہ بیان کیا جس سے یہ چار اقوال آیت کے تحت
داخل ہو جائیں۔

۵۔ نجران کا وفد نہیں آیا۔ اور اسی وقت امیر معاویہؓ کا تب و جی کی حیثیت سے مدینہ میں موجود تھے۔ کیا یہ
بات ان کے حکم میں نہ تھی۔

۴۔ اس روایت کو حضرت سعد سے ان کے صاحبزادے عامر نے نقل کیا ہے۔ اور عامر سے بکر بن مسمار نے کہا۔ امام زید بن اسلب نے اس ماہر سے وہ مختصر الفاظ نقل کئے ہیں جو ہم نے شروع میں مسلم کے حوالے سے پیش کئے ہیں۔ اوکبر بن مسما اور سعید بن المسیب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کجا سعید اور کجا بکر۔ اور محمد بن کا اصل یہ ہے کہ جب ایک ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف روایت بیان کرے تو اس کی راہت نہ ڈوگی۔ اس راوی کی روایت قبول کی جائے گی جو زیادہ ثقہ ہو۔ اور کتر کی روایت مجروح ہوگی۔ پہل روایت نقل کرنے والے سعید بن المسیب محمد بن کے نزدیک سیدنا نبیین ہیں۔ جب کہ بکر بن مسما کا حال یہ ہے کہ بخاندی نے اس سے روایت نہیں لی۔ بلکہ انہوں نے فرمایا اس کی روایت قابل اعتراض موق ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۰۔

حاتم بن اسماعیل بکر سے اس روایت و حاتم بن اسماعیل کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں اس سے بخاندی و مسلم نے روایات لی ہیں۔ ثقہ ہے۔ سچا ہے۔ مشہور ہے۔ لیکن سنا لکھتے ہیں قوی نہیں۔

اسے ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس میں غلطی رہی جاتی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۸۔

گویا اس کی روایت سعید بن المسیب کی حدیث اور مصعب اور ابراہیم کی روایات کے مقابل میں ہرگز پیش نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ ایسی صورت میں یہ روایت خود مجروح ہوگی۔

مسلم کی روایات تو ضعیف بحث انگیز۔ تاکہ قارئین کے سامنے یہ بات ظاہر ہو جائے کہ راوی کا جتنا مقام گرتا جاتا ہے۔ روایت میں اعلیٰ ہوتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کی اصل ہیئت بدل جاتی ہے۔

اب ابن ماجہ کی روایت پر نظر ڈالئے تو آپ کو صاف طور پر نظر آجائے گا کہ حضرت سعد کی روایت یہ چند باتیں روبرو دستی ٹانگی گئی ہیں۔

- ۱۔ من کنت مولاه فعلی مولاه ہ احمد حدیث میں ربہ راوی نام لے دیا ہے۔
- ۲۔ ابن ماجہ کی روایت میں یہ ثابت کرتی کہ کوشش کی گئی کہ راویہ معاویہ بن جعفر علی کو برا کہتے۔

۳۔ جب امیر معاویہؓ نے یہ حرکت کی تو حضرت سعدؓ کو بہت غصہ آیا۔ تب یہ فضائل ظاہر ہوئے۔

۴۔ دیگر صحابہؓ کا خوش رہنا دیکھتے رہے۔ نہ انہوں نے امیر معاویہؓ پر اعتراض کیا اور نہ حضرت سعدؓ کی کسی بات کا رد کیا۔

۵۔ ان تینوں روایات میں ایک بات ہر جگہ موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو غزوہ تبوک میں چھوڑ کر گئے۔ اور انیس حضرت ہارون سے تشبیہ دی حضرت سعدؓ کی اصل روایت اتنی تھی۔ باقی یاروں کے اصناف میں جو حضرت سعدؓ کی جانب زبردستی منسوب کر دئے گئے ہیں۔

ابن ماجہ کی مذکورہ روایت کا ایک راوی موسیٰ بن مسلم بن رومان ہے۔
ابن عری اور ذہبی کا بیان ہے کہ یہ بھول ہے۔ اگر دسی کہتے ہیں
ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۲۷۔

حافظ ابن حجرؒ تقریباً میں اس کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ جس سے محسوس ہوتا ہے
کہ ابھی اس کے حال سے لاعلم ہیں۔

ابو معاویۃ الضمریؒ
موسیٰ بن مسلم سے یہ روایت نقل کرنے والا ابو معاویۃ الضمریؒ ہے۔ اس کا نام
محمد بن خازم ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ یحییٰ بن یزید میں نابینا ہو گیا تھا۔ تمام صحاح
میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں یہ اعمش سے جو روایات نقل کرتے ہیں وہ درست ہوتی ہیں۔ لیکن اور لوگوں
کی روایات میں انیس دہم ہوتا ہے۔ تقریباً ص ۲۹۵۔

اور یہ روایت چونکہ موسیٰ بن مسلم سے نقل کر۔ ہے اس لیے روایت ہرگز صحیح نہیں۔ بلکہ برست
ہے کہ یہ موسیٰ بن مسلم راوی انہی کے وہم کی پیداوار ہو۔

حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ ابن خراش کا قول ہے کہ ابو معاویۃ اعمش کی روایت میں ثقہ ہیں۔ لیکن وہ
جب اور لوگوں سے روایت کریں تو ان میں اضطراب ہوتا ہے۔ یہی امام احمد بن حنبل کا قول ہے۔ بلکہ وہ
نوراضخ الفاظ میں فرماتے کہ ابو معاویۃ اعمش کے علاوہ کسی کی روایت کو صحیح یا ضعیف نہ کہتے۔

حاکم کہتے ہیں اس ابو معاویہ سے اگرچہ بخاری و مسلم نے روایات نقل کی ہیں یکس یہ غالی قسم کا شیوہ تھا۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ عبید اللہ سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ یعقوب بن شیبہ اور عجمی کا بیان ہے کہ اگرچہ یہ ثقہ تھا۔ لیکن مدنس ہے اور مرجی ہے۔ وکیع بن الجراح اس کے مرجی ہونے کے باعث اس کے نماز جزدہ میں شریک نہیں ہوئے۔ ابو داؤد کہتے ہیں یہ مرجی تھا۔ میران ج ۴ ص ۵۷۵۔

حاصل کلام یہ کہ ابو معاویہ مرجی تھا۔ مدنس تھا۔ اور خانی قسم کا شیعہ تھا۔ اور کسی شیعہ کی ایسی روایت ہرگز قابل قبول نہیں جس سے اس کے مذہب کی تائید ہوتی ہو۔ اور من کنت مولاه فعلی مولاه شیعوں کا عقیدہ ہے۔ لہذا یہ روایت تشیع کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ اور اس کا ایک راوی موسیٰ بن مسلم مجہول ہے۔ یہ روایت حضرت سعد کی جانب منسوب کی گئی ہے حالانکہ حضرت سعدؓ ان صحابہ میں داخل ہیں۔ جنہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت تک نہیں کی حیرت کا مقام ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی ولایت سے واقف ہونے کے باوجود ان کا ساتھ تک دینے کے لئے تیار نہیں ہوئے اس لحاظ سے بھی یہ حضرت سعدؓ پر نہام ہے۔ اس مصنوعی روایت میں حضرت علیؓ کیسے مولیٰ کا غند استعمال کیا گیا ہے۔ حالانکہ فحوی لحاظ سے مولیٰ ایک کو کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کی وضاحت کی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور مولیٰ نہیں ہو سکتا۔ ارشاد ہے۔

بَلَىٰ ۚ اللَّهُ تَعَالَىٰ ۚ أَمَّا الْبِرَّ فَرِثًا ۚ

بَلَىٰ ۚ اللَّهُ تَعَالَىٰ ۚ أَمَّا الْبِرَّ فَرِثًا ۚ

نیز ارشاد ہے۔

إِنَّ إِلَهَهُ هُوَ مَوْلَاكُمْ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَ

يَقِيْنًا ۚ اللَّهُ تَعَالَىٰ ۚ أَمَّا الْبِرَّ فَرِثًا ۚ

نِعْمَ الْيَقِيْنُ ۚ

مددگار ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔

أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَىٰ

اَسَ اللہ آپ ہمارے مولا ہیں۔ کافر قوم کے

الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ۚ

مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

اس لحاظ سے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیر اللہ کو مولیٰ کہنا حرام ہے۔ خواہ

مولیٰ کہا جائے یا مرینا۔ زمانہ جاہلیت میں غلام اپنے آقا کو مولیٰ کہہ کر پکارتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی۔ ارشاد فرمایا۔

لَا تَقُولُوا سَيِّدًا كَمَا يُمَوَّلَانِ
تم اپنے سرور کو اسے مولانا کہو۔

اور مالک اپنے غلام کو ذیل و ذوات تسلیم کرتے۔ اسی تصور کو پیش نظر رکھتے ہوئے غلام کو عبد کہتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے مالک کے لئے لفظ مولیٰ کے استعمال کو منع فرمایا۔ بلکہ مالکین کو حکم دیا کہ تم اپنے غلاموں کو مولیٰ کہا کرو۔

لَا تَقُولُوا الْعَبْدَ كَمَا يُمَوَّلَانِ
اپنے غلاموں کو تم یا عبد می نہ کہو۔ بلکہ
یا مولیٰ۔

اس سے مقصود یہ تھا کہ ایک جانب تو غلام احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو اور دوسری جانب مالکین کے دماغ پر اپنے مالک ہونے کی عزت کا جھوٹا سوز نہ ہو۔ حدیث و تاریخ میں یہ تصور اتنا عام ہوا کہ ہر غلام کو مولیٰ کہا جانے لگا مثلاً بلال مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، نابین مولیٰ بن عمر اور انس مولیٰ عمر وغیرہ۔ اس مولیٰ کی جمع ہوائی آتی ہے۔ تاریخ میں حکومت موالیہین مشہور ہے۔

گراں روایت من کنت مولاه میں مولیٰ کا مقصد مالک ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مالک کے لئے اس لفظ کے استعمال کی ممانعت فرمادی، اور قرآن سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس لفظ کا استعمال اللہ کے علاوہ کسی کے لئے نہیں ہونا چاہئے تو ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہی بات فرمائیں۔

لیکن اگر اس روایت میں مولیٰ سے مراد غلام ہے تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کی صریح توہین ہے۔ اس توہین پر تو ایسے اشخاص کو سزا دینی چاہئے۔ کیونکہ اس سے بڑی توہین کیا ہوگی؟ حضرت کو غلام قرار دیا جائے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کسی انسان کے غلام نہ تھے۔

ہمارے علماء جو خود کو موبینا کہلانے پر فخر کرتے ہیں۔ ان سے پوچھنا چاہئے کہ اس لفظ سے خود کو مخاطب کرانے سے آپ کا مقصود کیا ہے۔ اگر آپ اس سے مراد مالک لیتے ہیں تو وہ معنی تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ

مخصوص ہیں۔ اور اگر اس سے مراد غلامی ہے تو ہم کون جو اس پر اعتراض کریں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ بجا
عوام اس سے واقف نہیں کا ش آپ حضرات انہیں بتا دیتے تاکہ انہیں بھی یہ محسوس ہو جاتا کہ جنہیں وہ سر پر
اٹھائے بلوئے میں وہ خود بخود عوام کے غلام بننے کے لئے تیار ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ عوام کے
غلام ہیں۔ اس لئے کہ وہ بیٹ کے غلام ہیں۔ اور پیٹ انہیں عوام کا غلام بننے پر مجبور کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب حضرت علیؑ تھے

جَمِیعُ بن مُکَیْمِی کا بیان ہے کہ میں اپنی چوہلی کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں
نے اُن سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ انہوں
نے فرمایا فاطمہؓ، پھر ان سے سوال کیا گیا کہ مردوں میں کون محبوب تھا۔ انہوں نے فرمایا ان کے خاندان علیؑ اور عباسؑ
تک میں جانتی ہوں وہ بیٹ روزہ رکھنے والے اور بہت قیام کرنے والے تھے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث
حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۵۔

اس کی سند پر تو ہم بعد میں بحث کریں گے۔ لیکن سب سے اول دو باتیں ذہن نشین کر لیں۔

- ۱۔ اول یہ کہ حضرت عائشہؓ کا اپنا ذاتی تخیل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں۔
- ۲۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ جب کہ انہوں نے جو اس کے مخالف روایات
پیش کی ہیں۔ انہیں حسن صحیح کہا ہے۔ اور ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ ترمذی جب کسی روایت کو حسن صحیح
کہتے ہیں تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ روایت متعدد سندوں سے مروی ہیں۔ جس میں کچھ سند استصحیح ہیں
اور کچھ حسن ہیں۔

ہم اس نقطہ نگاہ سے جب دیکھتے ہیں تو ترمذی نے اس مضمون پر چند اور روایات بھی پیش کی
ہیں۔ اول آپؐ نہیں ملے۔

ترمذی نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کو سب

سے زیادہ محبوب کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا عائشہؓ میں نے عرض کیا مردوں میں کون محبوب ہے فرمایا اس کا باپ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۵۱

نیز حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ فرمایا عائشہؓ یہ عرض کیا گیا کہ مردوں میں کون محبوب ہے۔ فرمایا اس کا باپ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۵۱۔

تمام علمائے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت علیؓ سے افضل تھے۔ اور آپ کے سب سے بڑے رفیق اور محبوب تھے۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ اور اس بات سے ایک ایک صحابی واقف تھا۔ اور پھر یہ روایت صحیح ہے۔ اور صحیح کی موجودگی میں غریب کو کیسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

پھر مجھے نے حضرت عائشہؓ کا قول پیش کیا ہے جو زیادہ سے زیادہ ان کی ذاتی رائے قرار پائے گی بشرطیکہ وہ ان کا قول ہو اور حضرت عمرؓ بن العاص اور حضرت انسؓ بن مالک صلی اللہ علیہ وسلم ہر زمان پیش کر رہے ہیں۔ اور قول رسول کے مقابل میں قول صحابی کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اس صورت میں اس قول کو صحابی کی ذاتی رائے تصور کر کے رد کر دیا جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن فرمادے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب عائشہؓ اور اس کے باپ ہیں۔ ایسی صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ ام المؤمنین اس کے برعکس اپنا کارڈ اور خیال ظاہر فرمائیں۔ اگر واقعاً ام المؤمنین نے ایسی بات فرمائی تھی تو پھر سبائی بولاری کو ان سے آڑ کیوں مارا سنگی ہے۔ اور اگر ہے تو انہیں اب اس مارا سنگی کو دور کر دینا چاہیے۔

حضرت عائشہؓ کے اس قول کو ان سے صحیح بن عمیرؓ ثقفی نے روایت کیا ہے۔ یہ کون ذات شریف ہیں۔ اس کا تابتہ حافظ ذہبی سے معلوم کیجئے۔

صحیح بن عمیرؓ ثقفی تیمم اللہ بن ثعلبہ کا غلام تھا۔ اس سے ترمذی، ابوداؤد، نسائی و ابن ماجہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ ترمذی نے اسکی بعض روایات کو حسن کہا ہے۔ اس کی سنن میں تین روایات

پائی جاتی ہیں۔

ابو حاتم کہتے ہیں کوفہ کا باشندہ ہے۔ نیک آدمی ہے۔ شیعوں کا آزاد کردہ غلام ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہیں جنہیں اور کوئی بیان نہیں کرتا۔

بخاری کہتے ہیں اس نے ابن عمر اور عائشہ سے احادیث منیٰ میں لیکن اس پر اعتراض ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں رافضی ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن کثیر کا بیان ہے کہ یہ تو سب سے زیادہ جھوٹا انسان تھا۔ کہا کرتا تھا کہ کوئی نالی پرندہ فضا میں اڑتے

جوئے بچے دیتا ہے اور اس کے بچے زمین پر نہیں گرتے۔

یہ روایت کہ اے علیؑ تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے اسی کی پیش کردہ ہے میزان ج ۱ ص ۴۲

یہ حضرت کتنے درجہ کے رافضی ہیں اور ان کی روایت پیش کر کے ترمذی نے جو حسن کہا ہے فریق مخالف

اس پر کس طرح نکالیاں پیٹتا ہے۔ وہ عبدالحسین شرف الدین موسوی کی زبانی سنئے۔

ابن حبان کہتے ہیں جیسا کہ میزان میں ہے رافضی ہے۔ اس سے علاء بن صالح۔

جمیع بن عمیر صدقہ بن المنشی اور حکیم بن جثیر نے روایت نقل کی ہیں۔ اور بہ ان تینوں کا شیخ ہے۔

سنن میں اس کی تین روایات موجود ہیں۔ ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ اس کا اقراؤ ہی نے بھی کب

ہے۔ اس کا شمار تابعین میں بھی ہوتا ہے۔ اس نے ابن عمر اور عائشہؓ سے روایت کی ہیں۔ اور ابن عمرؓ

سے اس نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ آپؐ نے حضرت

علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔ المرجحات ص ۷۔

شرف الدین نے قول کا مقصد یہ ہے کہ ہم کوئی نئی بات تو نہیں کہہ رہے ہیں ہم تو وہی بات کہہ رہے ہیں

جو اے سینو تمہارے راویوں نے بیان کی ہیں۔ اور تمہارے علماء نے انہیں اپنی کتابوں میں پیش کیا۔ اسی کو کہتے ہیں

جس کا جزا اسی کا سر۔۔۔ بکاش ہمارے اہل سنت علماء کچھ سوجھ بوجھ سے کام لیں۔

اس جمیع سے یہ داستان نقل کرنے والا ابوالحیاتی ہے۔ آئیے امام فخریؒ کی زبانی اس کا حال بھی

معلوم کریں۔

ابو الحجاج

اس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ ترمذی کے بعض نسخوں میں ترمذی کا قول بھی موجود ہے کہ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں یہ پسندیدہ انسان تھا۔ امام احمد اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی مخرج نہیں۔ ابو حاتم کا قول ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ترمذی۔ نسائی اور ابی ماجہ نے اس کی روایات لی ہیں۔ لیکن

ابن عدی لکھتے ہیں میرے نزدیک اس کی روایت قطعاً حجت نہیں۔ کیونکہ اول تو یہ شیعہ ہے۔ اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ مثلاً۔

اے علیؑ جس نے مجھے چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا اور جس نے تجھے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔

اسے علیؑ تو ادرتیرے تمام شیعوں جنت میں جائیں گے۔ میزان ج ۲ ص ۱۵۱۔

ہمارے اہل سنت جماعت غالباً اسی لئے شیعوں کے ساتھ اتحاد کے لئے لگاتے ہیں کہ شاید شیعوں کی مہربانی سے انہیں بھی کوئی کوٹھی مل جائے۔ چلو جنت میں نہ ہی دنیا میں سہی۔

عبدالحق بن موسیٰ نے یہاں کیا مزے لوٹے ہیں؟ تو آئیے کچھ آپ بھی مزے لوٹ لیجئے۔ ورد لکھتے ہیں۔

ابن عدی نے اس داؤد کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ میرے نزدیک یہ قابل حجت نہیں۔ اس کی عام روایت فضائل اہل بیت میں ہوتی ہیں۔ یہ شیعہ ہے۔

یہ عجیب غریب کچھ کہ ابن عدی کے اس قول کی کیا حیثیت ہے کہ ان نامصیور (سینوں) میں سے۔
— سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری اور علی بن حابس نے اس سے روایات نقل کی ہیں، جن کا شمار اس دور کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔ ابوداؤد اور نسائی نے اس کی حدیث کو حجت مانا ہے۔ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ کہا ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی مخرج نہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ذہبی نے یہ تمام احوال نقل کئے ہیں۔ اور کیا تباہ سے لے کر اے سینوں! اتنی بات کافی نہیں کہ ابوداؤد اور نسائی نے اس سے روایات لی ہیں۔ امر جہات ص ۸۷۔

اسے عوامی زبان میں کہا جاتا ہے۔ جھیکا ہوا جوتا۔ ہم تو اپنے اہل سنت جماعتوں سے ہی عرض کر

سکتے ہیں کہ

۵۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

گیا اس روایت کے دو راوی سبالی ہیں۔ اور جمیع قومیت بڑا فکارت ہے۔

اس مضمون کی ایک اور روایت حضرت بریدہؓ کی جانب منسوب ہے۔ جو ان الفاظ میں مروی ہے

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے محبوب خاتمہؓ اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب علیؓ تھے۔ ماہر اہم جوہری جو ترمذی کے استاد ہیں ان کا بیان ہے کہ اس محبت کا تعلق اہل بیت سے ہے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمیں اس کے علاوہ اس کی کوئی اور سند معلوم نہیں۔ ترمذی

ج ۲ ص ۲۵۰۔

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے تو حضرت بریدہؓ اپنا تخیل ظاہر فرما رہے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ فی الواقع بھی ان کا تخیل صحیح ہو۔ یہ ان کی ذاتی رائے ہے بشرطیکہ اسے تسلیم کر لیا جائے کہ انہوں نے اپنا اس قسم کا کوئی تخیل ظاہر فرمایا تھا۔ ہمارا تخیل یہ ہے کہ حضرت بریدہؓ کا اس قول سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بلکہ یہ بات ان کی جانب منسوب کر کے اندرونی راز پر مجبورہ ڈالا جا رہا ہے۔۔۔

کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس شخص کی وصول یابی کے لئے روانہ فرمایا۔ اور میں علیؓ سے بغض رکھتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے غسل کیا تھا۔ اس شخص کی ایک ہانڈی کے ساتھ ہم بستر ہو کر اس میں نے خالدؓ سے کہا کہ آپ نے اس شخص کی حرکت دیکھی۔ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درپیش کی۔ آپ نے فرمایا اے بریدہؓ یہ تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں؛ آپ نے فرمایا علیؓ سے بغض نہ رکھو کیونکہ علیؓ کا شخص میں اس سے زیادہ متشعب ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۲۳۔

اور یہ وقوعہ حجت الوداع کے وقت پیش آیا۔ اگر حضرت بریدہؓ کے نزدیک حضرت علیؓ سب سے زیادہ

محبوب ہستی ہوئے تو حضرت بریدہؓ ہرگز ان سے بغض نہ رکھتے۔ یہ بات ان کی جانب اس لئے منسوب کی گئی ہے تاکہ غم غدر پر کہ اصل کہانی پر بریدہ ڈالا جاسکے۔

حضرت بریدہؓ کی اس روایت کا ایک راوی جعفر بن زیاد ہے۔

جعفر بن زیاد والآخری الکوفی اس کی روایات ترمذی اور تئی میں یائی جاتی ہیں یحییٰ بن معین کہتے ہیں۔ ضعیف محمد قراتے ہیں۔ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ عثمان انذری کا بیان ہے کہ یحییٰ بن معین نے اسے بے کار قرار دیا۔

ابوداؤد کہتے ہیں سچا ہے لیکن شیعہ ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں نیک آدمی ہے لیکن شیعہ ہے۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں یہ بھاگ کر خراسان چلا گیا۔ وہاں حکومت کے خلاف سازش شروع کی۔ منصور کو اس کی اطلاع ملی۔ اس نے اس کے ساتھیوں کا قلع قمع کیا۔ اور اسے حیل میں ڈال دیا۔ ایک زمانہ گزر جانے کے بعد چھوڑ دیا۔

اس کے پوتے حسین بن علی کا بیان ہے کہ میرا دادا خراسان کے شیعوں کا سردار تھا۔ ابو جعفرؓ نے اسے حد بھی تحریر کیا تھا۔ پھر اسے ساجور مقام میں شیعوں کی ایک جماعت کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں یہ کافی عویل عرصہ قید رہا۔ ۶۸ھ میں اس کی موت واقع ہوئی۔ میزان ج ۱ ص ۴۱۰۔

گویا حضرت بریدہؓ کی یہ روایت ایک شیعہ کی عمل واری میں تیار ہوئی۔ روگہ محمد بن کاہہ فرمان کہ فلاں شخص سچا ہے شیعہ ہے۔ یا فلاں شخص نیک ہے شیعہ ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی غلامت دیکھ کر یہ کہے کہ یہ غلامت ہے۔ لیکن اس میں سے خوشبو محک رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں ہرگز جمع نہیں ہو سکتیں۔ اور کم از کم موجودہ دور میں ہمارے عقل اسے تسلیم نہیں کرتی۔

عبداللہ بن عطاء جعفرؓ والا آخری یہ روایت عبد اللہ بن عطاء الکوفی سے نقل کرتا ہے۔ اردی کہتے ہیں یہ عبد اللہ متروک ہے۔ اور تائی لکھتے ہیں کہ ضعیف ہے میزان ج ۲ ص ۴۱۱۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں غلطیاں کرتا ہے۔ اور تائی کہتا ہے۔ "تقریب ص ۱۸۲۔"

یہ عبد اللہ بن عطاء یہ روایت حضرت بریدہؓ کے صاحبزادے سے نقل کر رہا ہے۔ اور صاحبزادے

کا نام بیان نہیں کرتا۔ اگر صاحبزادے سے مراد ان کا بیٹا سلیمان ہے تو انہوں نے اپنے والد سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ اور اگر صاحبزادے سے مراد بریدہ کے بیٹے عبداللہ ہیں تو اگرچہ وہ ثقہ ہیں لیکن محدثین ان کو مستدر نہیں کرتے۔ وکیع کا قول ہے کہ عبداللہ سے بہتر ان کے بھائی سلیمان ہیں۔ سلیمان کی حدیث زیادہ صحیح ہوتی ہے۔

احمد بن محمد ہانی کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ان دونوں بھائیوں کے سلسلہ میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا سلیمان کی جانب سے تفسیرے دل میں کوئی شک نہیں۔ لیکن عبداللہ... اس کے بعد امام صاحب حاشیہ پر لکھتے ہیں: میزان ج ۲ ص ۲۹۶۔

ممکن ہے یہ روایت اسی عبداللہ سے مروی ہو۔ اور لاوی نے دھوکہ دینے کی غرض سے اس کا نام ذکر نہ کیا ہو۔ لیکن عبداللہ بن بریدہ اتنے گئے گزرے ہیں جتنا جعفر لاہری شیعہ، یا جتنا عبداللہ بن علی مراکونی۔ خامر ہے کہ یہ روایت ان دونوں میں سے کسی سے تیار کی ہے۔

جوتے بجانے والا

ربیع بن حراش کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت علیؑ نے رجبہ تک ہم سے بیان کیا کہ جب حدیث کا دن آیا۔ مشرکین کے کچھ افراد ہمارے پاس آئے جن میں عبید بن عمرو بھی تھا اور مشرکین کے کچھ اور بھی مرد تھے۔ ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے بچوں، بھائیوں اور غلاموں میں سے کچھ افراد جھاگ کر آپ کے پاس آگئے ہیں۔ اور میں دیکھ کر کچھ سوچ رہا ہوں۔ یہ لوگ مالوں اور بہادری سے جھاگ کر آئے ہیں، آپ انہیں واپس کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے مشرک قبیلہ یا تو تم اپنی حرکات سے باز آ جاؤ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر تیک، ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں تار دے گا، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ایمان کا امتحان لے گا۔ یہاں تک کہ یہاں تک کہ وہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ قاصص النفل ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو اپنے جوتے دئے تھے جنہیں وہ

بجایا کرتے تھے۔

یہ وقوع بیان کرنے کے بعد حضرت علیؑ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا تھا۔ جو شخص مجھ پر جان کر جھوٹ بڑے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہمیں اس روایت کی ایک سند کے علاوہ کوئی اور سند معلوم نہیں۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵۔

یہ روایت، اتنی مہل ہے کہ اس پر بحث کرنا بھی ایک حماقت ہے۔ معنی کہ اس کی عربی تک درست نہیں۔ کہیں یہ کسی راوی کا کشف تو نہیں۔ یہ ایک ایسا قدس ہے جو آج تک کسی مؤرخ اور سیرت نگار نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہو گا۔ حالانکہ حدیث کے مقام پر جو معاہدہ عمل میں لایا گیا۔ اسے حضرت علیؑ نے تحریر کیا تھا۔ اور اس میں انہوں نے محمد رسول اللہؐ لکھا تھا جسے تبیل بن عمرو نے یہ کہہ کر گھٹایا کہ، اگر تم آپ کو رسول اللہ مان لیتے تو پھر اختلاف ہی کیا باقی رہتا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ آپ نے اسے کٹوا کر محمد بن عبد اللہ مکھویا۔

لیکن اس روایت کا راوی اس روایت کی، بتدائیں بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے عرض کیا یا رسول اللہ... یعنی جب ان لوگوں نے آپ کو رسول اللہ مان لیا تھا تو پھر وجہ اختلاف کیا تھی۔

یہ بھی تاریخی اور حدیثی طور پر ثابت ہے کہ جو لوگ معاہدہ کے بعد مکہ سے جھاگ کر آپ کے پاس آئے۔ آپ نے انہیں واپس فرمایا۔

ہمیں سیرت اس پر ہے کہ حضرت علیؑ کی اس مشکل کشائی اور اللہ تعالیٰ کا ساتھ تک کسی کو علم نہ ہو سکا۔ شاہل خاندان کو نہ غیر اہل خاندان کو۔ نہ مسلم کو اور نہ کافر کو۔ اگر حضرت علیؑ ذاتی غیروں کے ہاتھ تھے کہ تنہا کافروں کی گردن کاٹ کر چھینک سکتے تھے۔ نہ بجائے اس کے کہ حضرت عثمانؓ کو سمیرنا کر بھیجا گیا۔ تنہا حضرت علیؑ کو مکہ روانہ کر دیا جاتا۔ تاکہ وہ مکہ کو کفار سے پاک کر دیں۔ بلکہ یہ کاخیر ہجرت سے قبل ہی انجام دے دینا چاہیے تھا۔ لیکن اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کر صلح فرمائی۔

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک تمام راوی ثقہ ہوں لیکن ہمارے نزدیک دو راوی ناقابل قبول ہیں سہبان بن وہب اور شریک بن عبد اللہ۔

سُفیان بن وَیَع
 اس سُفیان سے ترمذی، دراجن ماجہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔ یہ کعب بن جراح
 کوئی کے صاحبزادے ہیں۔ امام ابو زرہ رازی فرماتے ہیں اس پر جھوٹی احادیث
 بیان کرنے کا الزام ہے۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو ان پر اس لئے اعتراض ہے کہ جب کوئی حدیث بیان کرتے
 اور مع اپنی رائے سے کوئی بات کہتے ہیں اسے بھی حدیث میں داخل کریتے۔ عبدالرحمان بن ابی حاتم کا بیان ہے
 کہ میرے والد فرمایا کرتے تھے۔ ان کا کاتب ان کی احادیث میں تبدیلیاں کر دیتا اس طرح اس کاتب نے
 ان کی روایات کو غلط کر دیا۔ اور سُفیان وہ روایات بیان کرنے لگے۔ (گو یا یہ کوئی بہت پیچھے ہوئے صوفی تھے)
 ابن عدی نے ان کی چند منکرات نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ ان کی روایات میں جو خرابیاں پیدا
 ہوتی ہیں۔ وہ ان کے کاتب کی کرم فرمایا کا نتیجہ ہے۔ وہ موقوف (قول ممانی) کو مرفوع (قول رسول) بنا کر اور
 مرسل (جس میں سے راوی چھوٹ گیا ہو) کو موصول (جس کے پورے راوی موجود ہوں) بناتا اور سند میں تھریلایا کرتا ہے۔
 ابن حبان لکھتے ہیں۔ خود تو بہت فاضل اور سچے آدمی تھے۔ لیکن ان کی روایات میں تمام خرابیاں
 ۱۔ سے کا پ۔ فی وجہ سے یہ ان تینوں میں ج ۲ ص ۱۰۱۔

گویا حدیث کی یہ داستان اسی کاتب کی وضع کردہ ہے۔ اس سُفیان کی روایات تمام محدثین کے
 نزدیک ناقابل قبول ہیں۔ صرف امام ترمذی واحد شخص ہیں جنہوں نے اس کی روایت کو صحیح کہا ہے۔
 اس روایت کا ایک اور راوی شریک بن عبداللہ ہے اس سے تمام محدثین نے روایات لی ہیں۔ لیکن بخاری
 نظر میں اس کی روایات قابل اعتماد نہیں اس لئے کہ وہ سبائیت کا پیروار ہے۔ اور محدثین کے نزدیک کسی شیعو
 کی وہ روایت ہرگز قابل قبول نہیں جس کا صلق اہل بیت سے ہو۔

قاضی شریک

حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں یہ شریک سجاؤمی ہے۔ واسطہ کا قاضی تھا۔ نہایت عادل۔ فاضل۔
 عبادت گزار اور جماعت کی مخالفت میں بہت سخت تھا۔ آخر میں کوہ کا قاضی بنا۔ اس وقت سے اس کا حافظ

خراب ہو گیا۔ تقریب ۱۲۵۵ھ

کوفہ کی آب و ہوا پر ماشاء اللہ ایسی ہی تھی کہ اچھے اچھوں کا نہ صرف حافظہ بلکہ ذہن تک خراب کر دیتی تھی۔ قارئین آئیے ذرا حافظہ ذہنی سے معلوم کریں کہ ان کا واقعتاً حافظہ خراب تھا یا دماغ میں کوئی نرالی تھی۔ شریک بن عبد اللہ الخفقی الکوفی، اس کی کینت ابو عبد اللہ ہے، غاضبی تھا۔ حافظہ الحدیث تھا بچا تھا اور اماموں میں سے ایک امام تھا۔ بخاری کے علاوہ سب نے اس سے روایات لی ہیں۔ اس نے علی بن الاقر، زیاد بن علاقہ اور متعدد تابعین سے احادیث نقل کی ہیں۔

امام علی بن المدینی کا بیان ہے کہ امام یحییٰ بن سعید القطان اسے انتہائی ضعیف قرار دیتے تھے۔ ابن المنثری کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید اور عبد الرحمن بن ہمدانی کو اس کی کوئی حدیث بیان کرتے نہیں دیکھا یحییٰ بن سعید القطان مزید فرماتے ہیں کہ شریک کی اصل روایات میں غلطی ہے۔

عبد الجبار بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان سے عرض کیا تو گویا خیال ہے کہ شریک اخر عمر میں روایات میں غلطی کرنے لگا تھا۔ انہوں نے فرمایا وہ تو ہمیشہ ہی غلطی کرتا رہا ہے یعنی حافظہ کی خرابی کا تو بھانپنا ہے۔

یحییٰ ابن معین فرماتے ہیں کہ اس شریک کا نسب نامہ یہ ہے۔ شریک بن عبد اللہ بن سنان بن انس ثقفی ہے۔ اس کا دادا سنان بن انس قاتل حسین ہے۔ امام ابن المبارک کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں ہوتی جو رجالی لکھتے ہیں۔ اس کا حافظہ بہت خراب تھا۔ اس کی حدیث مضطرب ہوتی ہے۔ یہ مائل تھا لوطی تنبیع کی جانب۔

ابو یزید بن سعید الجوزی کا بیان ہے کہ اس نے چار سو روایات میں غلطیاں کی ہیں۔ معاویہ بن صالح نے یحییٰ ابن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ شریک ثقہ ہے۔ سچا ہے۔ لیکن اگر کوئی اور اس کی روایت کے خلاف روایت کرے تو وہ دوسرا شخص ہمیں پسند ہے۔ ابو یزید نے یحییٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ شریک اگرچہ ثقہ ہے۔ لیکن غلطیاں کرتا ہے۔ اور حدیث کو صحیح طور پر یاد نہیں رکھتا۔ اور اس کے باوجود خود کو سفیان اور شعبہ سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔

عبدالرحمان بن شریک کا قول ہے کہ میرے باپ شریک کے پاس دس ہزار مسائل توجا بر جعفی کے بیان کردہ تھے دجا بر جعفی فقہ جعفریہ کا راوی ہے۔ اور ان کے پاس دس ہزار غریب روایات تھیں۔
 امام عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ شریک سیفان سے زیادہ اہل کوفہ کی روایات کو جانتا تھا۔ قطعی کا قول ہے کہ جب شریک کوئی ایسی روایت بیان کرے جسے کوئی اور روایت نہ کرتا ہو تو شریک قوی نہیں۔
 یہی یہ کسی دوسرے سہارے کا محتاج ہے

ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ابو زرہ سے دریافت کیا کہ کیا شریک کی روایت کو حجت سمجھا جائے؟
 انہوں نے جواب دیا یہ بہت زیادہ احادیث روایت کرتا ہے۔ اسے دہم بھی بہت ہوتا ہے اور غلطیاں کرتا ہے۔
 اس پر فضلك الصالح نے ان سے فرمایا۔ اس نے واسطہ میں رہتے ہوئے تو باطل روایات بیان کی تھیں۔
 ابو زرہ بولے کہ باطل نہ کہو۔

ابراہیم بن عیینہ کا بیان ہے کہ میں نے شریک سے دریافت کیا کہ اگر کوئی کسی صحابی کو کسی پر فضلت نہ دے تو کیسا ہے۔ اس نے جواب دیا وہ احمق ہے کیا ابو بکر و عمر کو فضلت نہیں دی گئی۔
 ابو داؤد اقرطبی کا بیان ہے کہ میں نے شریک کو کہتے سنا کہ علیؑ خیر البشر ہیں، اور جو شخص اس سے انکار کرے اس نے کفر کیا۔

عبداسلام بن حروب کہتے ہیں میں نے ایک روز شریک سے کہا کہ آپ اپنے بھائی مالک بن مغول کی عیادت کو نہیں جائیں گے۔ اس نے جواب دیا جو علی اور عمار پر تنقید کرے وہ میرا بھائی نہیں۔
 علی بن قادم کا بیان ہے کہ قتیبہ اور ایک اور شخص شریک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کچھ لوگوں نے شریک سے سوال کیا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تجھے معاہدہ کے معاملہ میں شک ہے۔ اس نے جواب دیا اسے احمق میں شک کر سکتا ہوں۔ میری تو رائے یہ تھی کہ کاش میں اس زمانہ میں ہوتا۔ اور علی کے ساتھ شامل ہو کر ان معاہدہ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگتا۔ (جس طرح شریک کے دادا اسنان نے اپنے ہاتھوں کو حضرت مصعبؓ کے خون سے رنگا)

حفص بن غیاث کہتے ہیں کہ میں نے شریک سے خود بات سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

فضلت ہوئی۔ اور مسلمانوں نے ابو بکر کو خلیفہ بنایا۔ کاش انہیں معلوم ہوتا کہ ان لوگوں میں ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جو ابو بکر سے افضل ہے۔ تو اگر انہیں یہ معلوم ہوتا تو یہ سب اسے گھیر لیتے۔ پھر ابو بکر نے عمر کو خلیفہ بنا دیا۔ اگرچہ اس نے حق اور انصاف کو قائم کیا۔ لیکن جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے چھ افراد کی مجلس شوریٰ قائم کر دی۔ اور ان سب نے عثمان کو خلیفہ بنایا۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ ان چھ افراد میں کوئی عثمان سے بھی افضل ہے تو یہ سب ہمیں گھیر لیتے۔

جب یہ بات عبداللہ بن ادریس کے پاس پہنچی تو انہوں نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے شریک کی زبان سے واضح بات ہی ہرگز ادا کی یعنی خلافت تقیہ اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔ نیز اس شریک کے بارے میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کسی نے اس کے سامنے امیر معاویہ کا تذکرہ کیا اور کلمہ بہت بردبار تھے۔ اس پر شریک نے جواب دیا جس نے حق کو چھپایا اور علیؑ سے قتال کیا وہ بردبار نہیں ہو سکتا۔ یہ شریک ۹۵ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۱۷۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۲۷۰۔

عبداللہ بن شرف الدین موحی لکھتے ہیں۔

کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ شریک اہل بیت کے مذہب کی طرف مائل تھا۔ اس نے یہ روایت بیان کی علیؑ میرے دھمکی اور وارث ہیں۔ اور یہی وہ سنی ہے جس نے بنی امیہ کے دور میں امیر المومنین کے فعال کی اشاعت کی۔ اور اسی شریک نے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب معاویہ کو تم میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو۔ المراجعات ص ۹۱۔

ہمیں افسوس یہ ہے کہ شریک نے یہ روایت اس وقت بیان کی جب امیر معاویہ کی اولاد بھی دنیا سے اٹھ گئی تھی۔ اسے تو یہ روایت اس وقت بیان کرنی چاہیے تھی جب امیر معاویہ منبر رسول پر تشریف فرما تھے۔ اور اس وقت تک جناب شریک پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اور اگر پیدا بھی ہو جاتے تو مدینہ منورہ اور دمشق کو اللہ نے تشیع کی غلاظت سے پاک رکھا تھا۔ اسی لئے کسی سبائی بچہ کو اس کی بہت نہ ہو سکی۔

تاریخ کرام آپ سفیان بن دیکع اور شریک کا حال ملاحظہ کر چکے ہیں۔ ہم تو ایسی صورت میں ایسی روایت کو حدیث کے لفظ سے تعبیر کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے۔ کجا کہ حدیبیہ کے اس وقت کو حسن صحیح قرار دیا جائے۔

حضرت علیؑ منافقین کی پہچان کا ذریعہ ہیں

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں ہم مصادیق نقیب کو مفسد سنی سے پہچان کر تے تھے تو مزیؑ کہتے ہیں یہ روایت عربیہ ہے۔ اور شعبہؑ ابوہریرہؓ العبدیؑ کے بارے میں کلام کیا ہے۔ اور یہ روایت اعمش سے بھی روایت کی گئی ہے اور عتمش نے ابوصالح سے اور ابوصالح نے ابوسعید سے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۳۵۔

یہ تو اتنی ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت علیؑ دشمنے منافقین کے خلف کون سا خصوصی کا نامہ انجام دیا تھا۔ حیوہ تعارف کا ذریعہ بن گئے۔ اور یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ منافقین کی اصطلاح ان معنی میں استعمال ہوتی ہو۔ جن معنی میں یہ سبالی طبقہ اس لفظ کو استعمال کرتا ہے۔ سبائیوں کے نزدیک منافقین سے مراد ابو بکرؓ و عمرؓ اور ہاجرین مکہ جوتے ہیں۔

ترمذی سے خود اس روایت کو مغرب قرار دیا ہے۔ اور کہہ ہے کہ اس کے زوی ابوہریرہؓ العبدیؑ کی ذات پر شعبہؑ کو اعتراض ہے۔

اس ابوہریرہؓ کا نام عمارہ بن حویرہ ہے۔ اس سے ترمذیؑ اور ابن ماجہؑ نے روایت کی ہے۔ امام شعبہؑ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مجھ سے کہے کہ زوی ابوہریرہؓ کی روایت

قبول کر لیا تو خود اپنا گلا گھونٹنا منظور کر لو تو مجھے اپنا گلا گھونٹنا قبول ہوگا لیکن اس کی روایت بیان کرنا نہیں۔ یہی شعبہؑ فرماتے ہیں کہ میں ہر مسافر سے اس کا حال معلوم کرتا۔ اتفاق سے یہ چارے پاس آیا۔ اس کے پاس ایک کتاب تھی جس میں حضرت علیؑ کی فضیلت میں منکر روایات جمع تھیں۔ حاد بن زید کا قول ہے کہ ابوہریرہؓ کذاب ہے۔ جو زبانی کہتے ہیں یہ مذہب ہے مغربی ہے امام احمدؑ فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ بھی ابن معینؑ کہتے ہیں اس کی کسی روایت کو ہرگز سچا نہ مانا جائے سنا لیکن میں متروک الحدیث ہے واقعہ کا بیان ہے کہ مشرکین لڑنے سے کبھی خارجی بن جاتا ہے در کبھی رافضی، اور ان جہان لکھتے ہیں یہ حضرت ابوسعید خدریؑ کے

نام سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جو انہوں نے کبھی بیان نہیں کیں شعبہؑ کہتے ہیں میں نے اس کے پاس جو کتاب لکھی تھی اس میں حضرت ابوسعید خدریؑ کی جانب یہ بات بھی

منسوب کی گئی تھی کہ جب عثمان کو قبر میں اتارا گیا تو وہ اللہ کا فرین چکا تھا۔

یعنی بن معین فرماتے ہیں وہ اپنی اس کتاب کو ضعیفۃ النوحی کہتا تھا صلح بن محمد کا قول ہے کہ بن معین سے بھی ردہ جھوٹا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۷۳۔

ابو ہریرہ سے یہ کہانی نقل کرنے والا جعفر بن سلیمان القصبی ہے۔ اب ذرا اس کا بھی کچھ حال ملاحظہ کر لیجئے۔

جعفر بن سلیمان القصبی مسلم ترمذی۔ ابو ذرؤد۔ نسائی اور ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہیں۔ یہ ہزار شاہ کا غلام تھا۔ اور خاندان بنی ضعیفہ میں اس نے قیام کیا تھا۔ شیعہ ہونے کے باوجود اس کا شمار زہد علماء میں ہوتا ہے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں جعفر ثقہ ہے۔ لیکن یحییٰ بن سعید اس کو ضعیف قرار دیتے اور اس کی کوئی روایت نہ لکھتے۔ امام احمد کہتے ہیں اس میں کوئی بڑی بات نہیں۔ یہ متعصب دہان کے لوگوں نے اس سے روایات نقل کیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں یہ اُمّی تھا۔

ابن سعد لکھتے ہیں یہ ثقہ ہے اگرچہ اس میں کچھ ضعف ہے اور یہ شیعہ تھا۔ احمد بن الحکام کا بیان ہے کہ ہم یزید بن زریق کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے لوگوں سے فرمایا جو شخص جعفر بن سلیمان اور عبدالوارث کے پاس جائے وہ میری مجلس میں نہ آئے۔ اس لئے کہ عبدالوارث معتزلی سمجھا جاتا تھا۔ اور جعفر بن سلیمان رافضی

سہل بن ابی حذوفہ کا بیان ہے کہ میں نے جعفر سے سوال کیا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو ابوبکر و عمرؓ کو گایاں دیتا ہے۔ جعفر نے جواب دیا گایاں تو نہیں دیتا لیکن بغض ضرور رکھتا ہوں

جریر بن یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ اپنے والد کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے پیغام دے کر جعفر القصبی کے پاس بھیجا۔ کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو ابوبکر و عمرؓ کو گایاں دیتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اب میں تو نہیں دیتا لیکن بغض ضرور رکھتا ہوں جریر بن یزید بن ہارون فرماتے ہیں یہ جعفر رافضی ہے۔ ورفقا کہ صلی کی طرح ہے

عمر بن علی کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن المبارک کو دیکھا کہ وہ جعفر بن سلیمان سے کچھ سوالات کر رہے تھے۔ انہوں نے سوال کیا۔ تو نے ایوب بن ابی تیمہ کو دیکھا ہے؟ جعفر نے کہا ہاں۔ کیا تو نے بن عون کو دیکھا ہے؟ جعفر نے جواب دیا ہاں۔ کہا تو نے یونس کو دیکھا ہے؟ ہاں۔ ابن المبارک نے آخری سوال کیا کیا جب تو نے ان حضرات کو دیکھا تو تو نے ان کے پاس بیٹھ کر کیوں نہ علم حاصل کیا۔ اور زعوف کے یہاں بیٹھ کر علم حاصل کرنا ہے۔ تہی قسم عوف اُحمہ وقت تک خوش نہیں ہوتا جب تک اپنا ذات میں دوبہ عات جمع نہیں کر لیتا۔ کیونکہ وہ قدری بھی ہے، ورتیبہ بھی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۰۔

اس طرح سے اس روایت کی تمام سندیں حیثیتِ قدرت کے سامنے آگئی ہے۔ اب فوراً ایک اور لحاظ سے بھی اس پر نظر ڈال لیں تو بہتر ہے۔

خود ترمذی نے حضرت براہِ عمر بن عاذب انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ ان سے جو محبت کرے گا وہ مؤمن ہوگا، اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔ ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے ترمذی ج ۲ ص ۲۵۲۔ بخاری ج ۱ ص ۵۲۴۔ نیز بخاری نے حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایمان کی علامت انصار کی محبت اور نفاق کی علامت انصار کا بغض ہے۔ بخاری ج ۱ ص ۵۲۴۔

اب قریبن کرام خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ منافقین کی بیچان کا اذیہ کونسا ہے؟ میں حضرت علیؓ نہیں۔ اصل میں سب ان براہِ عمر کا ایک اصول یہ ہے کہ جہاں انھیں کسی محابلی کی کوئی غنیمت نظر آئی اس میں ترمیم کر کے حضرت علیؓ پر چسپاں کر دی۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی ذات ان فرائض اور ممنوعی فضائل سے بہت بند ہے۔

اے اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دینا

جب تک میں علیؓ کو نہ دیکھ لوں

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ جس میں حضرت علیؓ

بھی شامل تھے۔ اس لشکر کی روانگی کے بعد میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں ہاتھ اٹھ کر یہ دعا کرتے دیکھا، اے اللہ تو مجھے اسی وقت تک موت نہ دینا جب تک مجھے علیؓ کو نہ دکھا دے۔

امام ترمذی یہ روایت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ یہ روایت حسن غریب ہے۔ ہمیں اس کی اس سند کے علاوہ کوئی اور سند معلوم نہیں۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۳۸۔

حضرت ام علیہ صحابہ سے روایت کرنے والی عورت ام جمیل ہے۔ یہ کون ہے؟ ذہبی کہتے ہیں اسے کوئی نہیں جانتا۔ اور جابر بن صبیح کے علاوہ اس سے کوئی روایت نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ۴ صفحہ ۶۱۳۔
حافظ بن حجر فرماتے ہیں۔ اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔ قریب صفحہ ۴۵۔

یعنی یہ عورت مفقود الجزء ہے۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ امام ترمذی اس سے واقف تھے یا نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سے لاپتہ لوگوں کی کھوج لگائی ہے۔ لیکن یہاں انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی اشارہ تک نہیں کیا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام ترمذی کو بھی اس کا کوئی کھوج نہیں ملا۔ لیکن پھر یہ روایت حسن کیسے بن گئی۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ ہم اپنی کم علمی کے باعث آج تک یہ نہیں سمجھ سکے کہ حسن آخر کون سی ہے؟ جو کبھی صحیح روایت کے ساتھ چھٹ جاتی ہے۔ اور کبھی منکر روایت کے ساتھ۔ ہم آج تک اصل میں یہ عقدہ حل نہ کر سکے۔ اور ہمارے متاخرین علماء جب کسی موضوع اور منکر روایت پر اپنے اجتہاد کی بنیاد لکھتے ہیں تو سب سے اول اسے حسن قرار دیتے ہیں جس کی وجہ سے ہم جیسے نا علم یہ تصور کر بیٹھے ہیں کہ یہ روایت عمدہ ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور امام ترمذی نے بہت سی روایات کو حسن کہہ کر ہم سے بڑے بڑے پھر غم کروائے ہیں۔ حیرت تو ہمیں متاخرین علماء کے ہاں نہ چمکے کہ ان کے پیٹ میں پتھر بھی پھنسا بیٹھا نہیں کر سکے۔ ہمارا توان روایات کا نام سن کر ہی باطنہ خوب ہوجاتا ہے۔

جابر بن صبیح ام شراہیل سے یہ کہانی نقل کرنے والا جابر بن صبیح ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں۔ اس کی روایات ابو داؤد، ترمذی اور ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔ اس کی کینت ابو بشر ہے۔ بصرو کا باشندہ ہے۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لیکن ازادی کا قول ہے کہ اس کی روایت درست نہیں بروقی میزان ج ۱ صفحہ ۲۔

ابو الجراح البہزی جابر بن صبیح سے یہ کہانی نقل کرنے والا ابو الجراح البہزی ہے۔ ابن حجر لکھتے ہیں یہ مجہول ہے۔ قریب صفحہ ۳۹۹۔ ذہبی لکھتے ہیں اس روایت کو ترمذی نے

من کہے ہیں۔ لیکن اس ابو الجراح سے کوئی شخص بھی واقف نہیں۔ اور اس سے ابو عاصم کے علاوہ کوئی یہ روایت نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ۴ صفحہ ۵۵۳۔

ابو الجراح سے یہ کہانی نقل کرنے والا ابو عاصم ہے۔ یہ کون ذات شریف ہیں؟ اس کا تاہم ابو عاصم اس کے فرشتے ہی بتا سکتے ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: یہ کون شخص ہے دنیا کے تمام افراد اس کے حاضری اور نام سے واقف ہیں۔ اگر ابو عاصم سے مراد ابو عاصم اسکاہلی ہے تو ابن المدینی کہتے ہیں یہ شخص مجہول ہے اور اگر ابو عاصم سے مراد ابو عاصم عبادانی ہے تو یہ عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتا ہے۔ حافظ غنوی لکھتے ہیں یہ ابو عاصم عبادانی منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۴ صفحہ ۵۵۳۔

حافظ ابن حجر نے تخریب میں ابو عاصم عبادانی کو کمزور قرار دیا اس پر ف کی عدم متبنائی ہے۔ تخریب ۴۱۳۔ یہ ق کی عدم متبنائی اس امر کی دلیل ہے کہ اس کی روایات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔ اگر ترمذی میں بھی اس کی روایات موجود نہیں تو ابن حجر اس کے نام کے ساتھ ق کی عدم متبنائی بنائے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ابو عاصم نامی کوئی مسوسی پرندہ ہے جو یہ داستان کا کہہ چلا گیا۔ در کسی کو یہ پتہ نہ ہیں سکا کہ کون ہے۔ در کہاں سے آیا تھا۔

ماصل کلام یہ کہ اس روایت کی سند میں چار راوی ہیں۔ تین راوی مفقود الخیر ہیں۔ اور ایک ضعیف ہے لیکن پھر بھی ہمارا اس پر ایمان ہے کیونکہ امام ترمذی نے اسے نقل کر کے من قرار دیا ہے۔ ہم نے راویوں کے حالات پیش کر دیے ہیں۔ اب علماء کو کام ہے کہ وہ فیصلہ کریں کہ اس روایت کو یک درجہ ہے۔ یا قریب خود فیصلہ لکھیں۔ ہمیں اس کے لئے مجبور نہ فرمائیں۔

حضرت علی سردیوں میں گریوں کے کپڑے استعمال فرماتے

حضرت صدیق اکبر بن ابی بکر کا یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ اور حضرت علیؓ گریوں کے کپڑے سردیوں میں اور گرمیوں کے کپڑے گرمیوں میں پہنتے تھے۔ ہم نے ابوبکرؓ سے

عرض کیا کہ آپ اس سلسلہ میں حضرت علیؑ سے سوال کریں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
 خیر کے روز مجھے بلایا اور اس وقت میری آنکھیں رکھنے آرہی تھیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آؤں تو نہ
 آرہی ہوں۔ آپ نے میری آنکھوں میں تھوک کا پھر آپ نے دعا فرمائی اے اللہ! اس سے سردی اور گرمی دور فرما۔
 حضرت علیؑ فرماتے ہیں اس کے بعد سے آج تک میں نے گرمی اور سردی محسوس نہیں کی۔ ابن ماجہ ترجمہ ج ۱ ص ۵۰
 اس روایت کے سلسلہ میں سب سے اول تو عرض یہ ہے کہ آج تک خیر کے واقعات کے سلسلہ
 میں جتنی احادیث اور عینی تاریخی روایات پیش کی جاتی ہیں۔ ان میں یہ کہانی ابن ماجہ کے علاوہ کسی نے روایت
 نہیں کی۔ اور حافظ مزی کا دعویٰ ہے کہ ہر وہ روایت جسے مرف ابن ماجہ نے روایت کیا ہو۔ اور کسی اور نے
 روایت نہ کیا ہو وہ مردود منکر مہتی ہے

ثانیاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سردی اور گرمی کے کپڑے جدا گانہ نہیں ہوتے تھے۔
 بلکہ دن کے موٹے چھوٹے کپڑے جو سردیوں میں استعمال ہوتے وہی گرمیوں میں استعمال کئے جاتے۔
 حتیٰ کہ مسجد میں پسینہ سے بہ رہی پھیل جاتی۔ اسی لئے جمعہ کے غسل کا حکم دیا گیا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ معمول طبقہ
 کے کچھ افراد جیرہ، یمن، شام اور روم کے بنے ہوئے باریک کپڑے استعمال کرتے ہوں۔ لیکن یہ سلسلہ بھی
 حضرت عمرؓ کے زمانہ فطوحات کے بعد شروع ہوا۔ اور حضرت علیؑ کا شمار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں
 کھاتے پیتے افراد میں نہیں ہوا۔

• ہمارے تخیل میں یہ دو عقائد ناممکن نہیں لیکن اس کا جو مفہوم راوی پیش کرنا چاہتا ہے۔ اور جس کے
 اظہار کے لئے اس نے یہ کہانی وضع کی ہے۔ وہ قطعاً نا کافی ہے۔ دراصل گرمی دور ہونے سے مقصد لگا ہوں
 کی گئی ہے۔ کیونکہ آنکھیں اکثر گرمی کے باعث دکھنے آتی ہیں۔ آپ کا آنکھوں کی اس حدت کو دور کرنے کے
 لئے دعا فرمانا اسی طرح ممکن ہے جس طرح آنکھوں میں تھوک لگانا۔ لیکن تاریخی معاملات میں یہ عقلی دودھ نہیں
 چلتی اس کے لئے تاریخی طور پر یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ ایسا کوئی وقوعہ پیش آیا یا نہیں۔ اگر ابن ماجہ کی اس
 روایت کی سند عمدہ ہوتی تو ہم خود سے ایک ثبوت قرار دیتے۔ لیکن اس کی سند اس لائق نہیں کہ اس پر اعتماد کیا
 جاسکے اس کی سند کے ابتدائی دور آدمی قابل اعتراض ہیں یعنی عثمان بن عفان، عیسیٰ بن ابی سہیل، اور محمد بن عبد الرحمن بن ابی بکر۔

عثمان بن ابی شیبہ ابو بکر بن ابی ابی شیبہ کے بھائی ہیں۔ ان کا شمار حدیث کے بڑے علماء میں ہوتا ہے۔ ان کی کثرت ابوالحسن ہے۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ اکثر علماء نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ازہدی کہتے ہیں یہ ایسی روایات نقل کرتے ہیں جنہیں کوئی اور نقل نہیں کرتا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں عثمان کسی دوسرے مددگار کے محتاج نہیں۔ ان سے بہت زیادہ احادیث مروی ہیں۔ لیکن ان سے غلطیاں ہوتی ہیں لیکن امام احمد نے ان کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔ ابن عساکر نے بھی ان کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا۔ ان حضرات کو ہزار ہا احادیث یاد تھیں۔ لیکن قرآن کی کبھی ایک آیت بھی صحیح طور پر یاد نہیں ہوئی تفصیل کے لئے ان کا حال آپ ہماری کتاب ایصال ثواب قرآن کی نظر میں ملاحظہ کیجئے۔

محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عثمان بن ابی شیبہ نے یہ روایت محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے نقل کی ہے۔ جو تاریخ میں ابن ابی لیلیٰ کے نام سے مشہور ہیں جو کوفہ کے بہت بڑے فقیہ اور پابند سنت انسان تھے۔ لیکن ان کا حافظہ خراب تھا۔

امام ابو زرہ رازی فرماتے ہیں۔ انہیں جتنا قوی ہونا چاہیے تھا یہ اتنے قوی نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں ان کی احادیث میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ امام شعبہ فرماتے ہیں میں نے اتنے کمزور حافظہ کا کوئی اور انسان نہیں دیکھا نہ سائی۔ یحییٰ بن سعید القطان اور ترمذی نے ان کی روایات کو ضعیف قرار دیا۔

ابن عساکر کا بیان ہے کہ ان کا حافظہ خراب تھا۔ غلطیاں کرتے جس کے باعث ان کی اکثر روایات منکر ہوتی ہیں۔ ۱۳۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۳ ص ۶۱۳۔

اس لحاظ سے یہ روایت ابن ابی لیلیٰ کی منکرات میں شمار ہوگی۔ لیکن ان سے زیادہ خطرناک عثمان بن ابی شیبہ ہے۔ کیونکہ ہمارا ذہن ہرگز یہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ جیسے ہزار ہا روایات یاد ہوں وہ قرآن کی کوئی آیت صحیح طور پر یاد نہ رکھ سکے۔ بلکہ وہ ہمارے نزدیک قرآن میں عدا تحریف کرتا ہے۔ اور تفسیر کا بیاہ اوٹھے ہوئے ہے اور اس نے متعدد موضوع کہانیاں بیان کی ہیں قرآن میں فقر کا حال ہم نے ایصال ثواب قرآن کی نظر میں پیش کیا ہے۔

اوصیاء کا خاتمہ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے ذریعہ ہوا۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا - علیؑ اور ان کی ذریت قیامت کے روز تک اوصیاء کو ختم کریں گے۔

اس روایت کا دواؤد بھی وہی نسبت ہے۔ اور اس روایت کو وہ دہری سے نقل کرتا ہے۔ اور وہ عبد الرزاق سے۔ یہ ہر دو روایت ایک ہی درجہ کی ہیں۔ اور ان کے راوی بھی وہی ہیں۔ جو سابقہ روایات میں پائے جاتے تھے۔

جو کہ ہمارا تعلق اوصیاء سے نہیں اس لئے عرض یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ کی پانچ اولادیں ہوئیں یعنی حسن، حسین، محسن، زینب اور اہم کلثوم۔ لیکن بڑکیوں کو ان کی اولاد ہونے سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا گیا۔ محسن بے چارے بچپن میں انتقال کر گئے۔ رہ گئے حضرت حسنؑ جو کہ انہوں نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تھی۔ اس لحاظ سے ان کی اولاد وراثت و ولایت سے محروم ہوئی۔

پھر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ زینبؑ، رقیہؑ، ام کلثومؑ اور فاطمہؑ اور جو کہ پہلی تینوں صاحبزادیاں امویوں کے نکاح میں گئیں۔ لہذا ان کے نام بھی لینا مجرم ہے۔

اس طرح یہ وصیائت و ولایت تین صاحبزادیوں اور ان کی اولاد کو محروم کر کے بلکہ انھیں اولاد رسولؐ ہونے سے خارج کر کے ایک بیٹی اور اس کی اولاد پر یہ عمارت تعمیر کی گئی۔ لیکن حضرت فاطمہؑ کی صاحبزادیاں جو کہ دشمنوں کے نکاح میں گئیں یا ان کے ساتھ رہیں۔ اس لئے وہ بھی ولایت و وصایت کے منسوبے سے خارج ہوئیں۔ اور جو کہ حضرت حسنؑ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تھی۔ اور یہ سب معاملہ اس وقت پیش آیا جس وقت حسنؑ بن چکے تھے۔ اور انھوں نے ایک اموی سے صلح کی اور یہ ناقابل معافی مجرم تھا۔ لہذا جہاں اولاد حسنؑ خلافت سے محروم ہوئی۔ وہاں ایک لازمہ یہ بھی قرار پایا کہ بنو امیہ ہمیشہ کے لئے مبغوض بن گئے۔ اور اس بغض کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایران اور برصغیر میں کوئی اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی کی اولاد قرار نہیں دیتا۔ ہاں یہ ضرور

ہوتا رہا کہ تاریخ میں جب بھی کوئی انقلاب آیا تو کچھ نئے لوگ سید ضرور بن گئے۔ او خود کو اولادِ نبویؐ کہلانے لگے۔ اس طرح تاریخ میں ہزار ہا باد سادات کی پود میں اضافہ ہوتا رہا۔ جس کی نتیجہ نکلا کہ ہر ماضی سید بن گیا جس کی بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

ہر نبی کا ایک جانشین ہوتا ہے

حضرت سلمان کا بیان ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا گیا، کہ اس سے یہ سب نکلیا گیا ہو کہ اس کے بعد یہ کلام کس کی ذمہ داری میں ہو گا۔ کیا اللہ نے آپؐ سے بھی یہ بات بیان فرمائی ہے آپؐ نے جواب دیا ہاں وہ شخص علیؑ ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۸۷

یہ کن سا اصول تھا جس کی تعلیم سلمانؓ کی زبانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی باریؐ نے اگر واقعتاً یہی اصول ہمیشہ کا فرمایا ہے تو بتائیے کہ حضرت یوسفؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت یونسؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے بعد کون سے ان کا جانشین ہوا، اور کون ان کے قریب رہا ہے۔

روای کا بیان ہے کہ سلمانؓ سے یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ نے نفل کی ہے پھر زبیرؓ کی لحاظ علم حضرت ابو ہریرہؓ کا مقام حضرت سلمانؓ سے بہت زیادہ ہے۔ اور کون ایسی روایت نہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ نے سلمانؓ سے نقل کی ہو۔

حکیم بن حذیمہ نقل کی ہیں۔ اس کا راوی حکیم بن جبر ہے۔ اس حکیم سے تمام اصحاب ستر نے احادیث سے شعبہ اور زائدہ وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں، یہ شعبہ ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں ضعیف ہے مسند الحدیث ہے بخاری کہتے ہیں شعبہ کو اس پر اعتراض تھا۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ معاذ کہتے ہیں میں نے شعبہ سے عرض کیا کہ مجھے حکیم بن جبر کی حدیث سنائیے فرمایا اس کی حدیث بیان کرنے سے مجھے جہنم میں جانے

کا خوف پیدا ہوتا ہے ۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض شیعہ نے اس کی روایت ترک کر دی تھی ۔

علی بن الدین کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے اس کے بارے میں دریافت کیا ، انھوں نے فرمایا ، اس سے بہت تھوڑی سی روایات مروی ہیں ، شیعہ نے حدیث صدوق کے باعث اس کی روایت ترک کر دی تھیں ۔

فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اس کی روایات بیان کرتے اور عبدالرحمن قطعاً نہ بیان کرتے ۔ اس سے بہت تھوڑی سی روایات مروی ہیں ، اور اس میں بھی منکرات پائی جاتی ہیں ۔
جو زبانی کا بیان ہے کہ حکیم بن جبیر کذاب ہے ۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے ، اور حکیم نے اس روایت کو عبدالعزیز بن مروان کے جانب منسوب کیا ہے اور عبدالعزیز بن مروان تو حضرت علی کا مخالف تھا ، وہ ایسی کہانی کیسے نقل کرتا ۔ میزان ج ۱ ص ۵۵

حکیم بن جبیر سے یہ کہانی نقل کرنے والا مشہور و حال زمانہ یعنی مورخ محمد بن اسحاق ہے جس کا حال بارہا پیش کیا جا چکا ہے ۔

مورخ ابن اسحاق سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا سلمہ بن الفضل
الابرش سلمہ بن الابرش
اس نے ابن اسحاق سے نقل کی ہے ۔ اس کے روایات ترمذی اور ابوداؤد میں پائی جاتی ہیں ۔

اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں ضعیف ہے ، بخاری کہتے ہیں ، اس کی بعض احادیث منکر ہوتی ہیں یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے غرقات کی روایات لکھی ہیں ، اور غرقات کے سلسلہ میں اس سے زیادہ مکمل کسی کی کتاب نہیں ۔ (بات مکمل کی نہیں ہو رہی ہے ، بلکہ صحیح کی ہو رہی ہے) ۔

نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے ، ذہبی کا بیان ہے کہ میں نے سلمہ الابرش سے سنا ہے کہ میں نے ابن اسحاق سے اس کی مغازی دوبار سنی ہے ، اور تقریباً اتنی ہی تعداد میں اس نے اس کی اور

روایات لکھی ہیں۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کی کوئی روایت ایسی نہیں ملی جو احمد معمر ہو۔ لیکن علی ابن السیدنی فرماتے ہیں ہم رستے سے جب واپس چلے تو ہم نے اس کی تمام لکھی ہوئی روایات لغو سمجھ کر زمین پر بھینک دیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ سلمہ رازی ہے شیوعہ تھا۔ اس کی روایت لکھی جاتی ہیں بظاہر اس میں کوئی ضرابی نہیں۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں اس کی حدیث قابلِ بحث نہیں۔ ابو زرہ رازی کا قول ہے کہ رے کے باشندے اسے پسند کرتے تھے کیونکہ اول تو اس کا مذہب بدترین تھا۔ اور دوسرے رے کے لوگوں پر اس نے مظالم بھی بہت کئے تھے۔ ۱۹۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ سلمہ رازی سے یہ روایت نقل کرنے والا محمد بن حمید رازی ہے۔

یہ مورخ ابن جریر کا استاد ہے۔ سلمہ بن الابرش سے ابن اسحاق کی معاذی کا ناقل ہے۔ اسکی روایات ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں مروی ہیں۔

ماظ ذہبی کہتے ہیں معلومات اس کی کافی وسیع تھیں۔ یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں بخاری کہتے ہیں اس کی احادیث پر اعتراض ہے۔

امام ابو زرہ رازی فرماتے ہیں یہ کذاب ہے۔ فضلک الرازی فرماتے ہیں میرے پاس اس کی ایک ہزار روایات لکھی ہوئی موجود ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی روایت کا بیان کرنا حلال نہیں سمجھتا۔

اسحاق الکوسجی کا بیان ہے کہ ہمیں محمد بن حمید نے ابن اسحاق کی کتاب المغازی پڑھ کر سنائی اور دعویٰ کیا کہ اس نے یہ کتاب سلمہ لابرش سے سنی ہے۔ اس کے بعد میرا علی بن مہران کے پاس جانا ہوا۔ وہ کتاب المغازی پڑھ کر سنار ہے تھے۔ ان کا بھی یہی دعویٰ تھا کہ انھوں نے یہ کتاب سلمہ لابرش سے سنی ہے۔ میں نے سوال کیا۔ کیا محمد بن حمید نے بھی یہ کتاب سلمہ سے پڑھی تھی؟ وہ جیتہ میں

بڑگئے اور فرمایا۔ اس نے یہ کتاب مجھ سے پڑھی ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن حمید جھوٹا ہے۔
 صالح جزیرہ کا بیان ہے کہ موصیٰ محمد بن حمید جتنی روایات بیان کرتا ہے ہم سب اس کی روایات
 کو جھوٹ سمجھتے ہیں۔ میں نے اس سے بڑھ کر کوئی ایسا انسان نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ اللہ
 سے بے خوف ہو۔ اس کے یہاں اللہ سے ڈر کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ یہ دوسرے رولویوں کی روایات لے کر ان
 میں رد و بدل کرتا اور پھر انھیں اپنی جانب منسوب کرتا۔

ابن حشر فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم ابن حمید جھوٹا ہے۔ اور دیگر اکثر محدثین کا قول ہے کہ یہ حدیث
 جو ہے۔ دوسروں کی روایات جحدی کر کے اپنی جانب منسوب کرتا ہے۔ نسائی کہتے ہیں ثقہ نہیں
 ہے اور صالح جزیرہ کہتے ہیں۔ میں نے محمد بن حمید اور ابن الشاذلی کوئی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔
 یہ اس فن کے ماہر تھے۔

ابو علی ایسا بڑی کا بیان ہے کہ میں نے ابن خزیمہ سے عرض کیا۔ آپ محمد بن حمید کی روایات کیوں
 نہیں بیان کرتے۔ حالانکہ امام احمد بن حنبل تو اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔ انھوں نے فرمایا امام
 احمد کو اس کے حالات کی خبر نہ تھی۔ مگر انھیں اس کے صحیح حالات معلوم ہوتے تو کبھی اس کی تعریف
 نہ کرتے۔

امام فضیل الرازی کا بیان ہے کہ میں ایک روز محمد بن حمید رازی کے پاس گیا۔ وہ اس وقت
 روایات کی سندات وضع کر رہا تھا۔ اس کا انتقال ۳۸۷ھ میں ہوا۔

اس تمام تفصیل سے یہ بات سامنے آئی کہ اس روایت کا ہر راوی شیعوں اور ہر راوی فارسی
 و ایران کا باشندہ ہے۔ اور تین راوی اپنے اپنے دور کے مشہور مورخ اور مشہور کذاب ہیں۔

علی کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیتے جاتیں

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”علی کے دروازے
 کے علاوہ سب دروازے بند کر دیتے جاتیں“ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ شعبہ سے اس

سند کے علاوہ کسی اور سند سے یہ روایت مروی نہیں۔

ہمارے نزدیک یہ امام کہانی اس صحیح حدیث کے جواب میں تیار کی گئی ہے۔ جو حضرت ابو بکرؓ کے سلسلہ میں مروی ہے ”کہ ابو بکرؓ کی کھڑکی کے علاوہ تمام کھڑکیاں بند کر دو“ حافظ ابن حجر اپنی روایت پرستی کے زعم میں رقم طراز ہیں۔ اس روایت کی متعدد سندیں ہیں جو ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہیں۔ لہذا یہ روایت حسن ہے۔

امام ابن الجوزی فرماتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور اسے رافضیوں نے اس حدیث صحیح کے مقابلہ پر وضع کیا ہے جو حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت میں مروی ہے۔

ہمارے نزدیک ان سبائیوں کا یہ خاص دستور ہے کہ جہاں بھی انھیں کسی صحابی میں کوئی فضیلت نظر آئی۔ فوراً حضرت علیؓ کے لئے وہ کہانی تیار ہو گئی۔ حافظ ابن حجر جو روایت پرستی کے مرض میں مبتلا ہیں اور صرف یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی متعدد سندیں مروی ہیں یا نہیں تو سبائی بچوں نے تحریف قرآن کے سلسلہ میں دوبارہ روایات پیش کی ہیں اور تقریباً اتنی ہی روایات ولایت امامت کے سلسلہ میں مروی ہیں تو کثرت سند کے باعث ان پر بھی ایمان لانافرض ہوگا۔ اس نظریہ کے پیجاریوں کو ذرا سوچ سمجھ کر بات کہنی چاہئے۔ اور عقل سے کام لے کر کوئی نیا اصول وضع کرنا ہوگا۔ ورنہ کثرت سند کے باعث امامت اور تحریف قرآن پر ایمان لانا لازمی ہو جائے گا۔

ہمارے نزدیک اس روایت کے واضعین کو اتنی بھی عقل نہ تھی کہ ابو بکرؓ کا مکان مسجد کے قرب و جوار میں نہ تھا جو اس کے جواب کے لئے یہ دروازے والی کہانی وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ان کا مکان تو حقیق میں تھا۔ اور حضورؐ کا یہ فرمان کہ ابو بکرؓ کی کھڑکی کے علاوہ سب کھڑکیاں بند کر دو۔ اس روایت میں کھڑکی سے مراد خلافت ہے جو ابو بکرؓ کو حاصل ہو کر رہی۔ سبائیوں کا اگر دل چاہے تو بیشک وہ حضرت علیؓ کے پورے گھر کو دروازوں میں تبدیل کر دیں — سینوں کا مقصد تو حاصل ہو چکا۔

ترندی کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کی ایک سند کے علاوہ کوئی اور سند نہیں۔ جس سے صاف ظہر ہے کہ بقیہ سندیں جس سے ابن حجر بھی دھوکہ کھائے، ترندی کے بد تیار کی گئیں۔ ترندی کے زمانہ

ابراہیم بن الخثار الرازی اس کی سند کا ایک راوی ابراہیم بن المختار الرازی ہے۔ یہ مؤرخ محمد بن اسحاق کا شاگرد ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ لیکن یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض ہے۔ ابو خثانہ زینج کہتے ہیں میں نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۶۵

ترمذی کی سند کا آخری راوی محمد بن حمید الرازی ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے محمد بن اسحاق کی مغازی نقل کی ہے۔ اور مؤرخ ابن جریر کا استاد ہے۔ ہم اس کا تفضیلی حال پہلے پیش کر چکے ہیں حاصل کلام یہ کہ تمام محدثین کے نزدیک یہ روایت محکمہ ہے۔

اس روایت کو امام احمد اور نسائی نے یحییٰ بن ابی سلیم کے ذریعہ عمرو بن مہیون سے نقل کیا ہے اور عمرو بن مہیون نے ابن عباسؓ سے یہ کہانی نقل کی ہے اور عمرو بن مہیون ناقابل اعتبار ہے۔ اور یحییٰ بن ابی سلیم بھی قابل وثوق نہیں۔

امام احمد نے یہ روایت زید بن ارقم سے بھی نقل کی ہے اس کے الفاظ اس طرح پیش کیے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کے دروازے مسجد میں کھلے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا۔ علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دو۔ یہ سن کر چند حضرات نے آپؐ سے اس سلسلہ میں کچھ گفتگو کرنی چاہی۔ آپؐ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا۔ اما بعد میں نے ان دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا تھا لیکن تم میں سے بعض افراد نے اس پر اعتراض کیا۔ اللہ کی قسم نہ میں نے اپنی مرضی سے بند کئے اور نہ اپنی مرضی سے کھولے۔ لیکن مجھے جس چیز کا حکم دیا گیا میں نے اس کی اتباع کی ہے۔

یہ روایت حضرت زید بن ارقم سے یحییٰ بن ابو عبد اللہ نے نقل کی ہے۔ اور مہیون سے نقل کرنے والا عوف بن ابی حمیلہ ہے اور اس سے محمد بن جعفر نے روایت کی ہے۔ جس سے امام احمد روایت کر رہے ہیں۔ البیہ والنبایہ ج ۱ ص ۲۳۳

یہ حضرت عبدالرحمان بن سمرہ کا غلام تھا۔ اس کی روایات
میمون ابو عبد اللہ نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن محمد بن سعید القطان اس سے روایت نہ لیتے تھے۔
 امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات مسکوت ہوئی ہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ شعبہ کہتے
 ہیں یہ تو ایک رذیل انسان تھا۔ میران ج ۴ ص ۲۳۵

عوف الاعرابی میمون سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا عوف بن ابی جمیل ہے۔ یہ
 بصرہ کا باشندہ ہے۔ ابوسہل اس کی کنیت ہے۔ تمام اصحاب
 سند نے اس سے روایت لی ہیں۔ اس سے بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔ اور
 ایک جماعت نے اسے ثقہ قرار دیا ہے

عمرو بن علی المقدمی کا بیان ہے کہ میں نے ابن المبارک کو دیکھا وہ جعفر بن سلیمان سے کہہ
 رہے تھے۔ تو نے ابن تحون، ایوب اور یونس کو دیکھا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تو ان کے پاس
 نہیں بیٹھا اور ان سے علم حاصل نہیں کیا۔ اور تو نے انہیں بھڑک کر عوف کی صحبت اختیار کی اللہ
 کی قسم عوف کا دل ایک بدعت پر خوش نہیں ہوتا جب تک وہ دو بدعتیں اختیار نہ کرے۔ ایک
 تودہ قدری ہے اور ایک شیعو ہے۔

امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ جب تو چندہم عصر لوگوں میں مقابلہ کر کے دیکھے
 گا مثلاً ابن عوف اور ایوب کا مقابلہ عوف بن ابی جمیل اور اشعث الحرانی سے کر کے دیکھے گا۔ حالانکہ یہ دونوں
 حسن بصری کے شاگرد ہیں۔ جس طرح ابن تحون اور ایوب ان کے شاگرد ہیں۔ تو ان دونوں پارٹیوں میں تجھے
 زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ بمحاطہ فضیلت بھی اور بمحاطہ نقل روایات بھی اگرچہ عوف اور اشعث کی
 روایات کو بھی رد نہیں کیا جاتا لیکن ان دونوں میں احتیاط کا وہ مادہ نہیں پایا جاتا جو ابن تحون اور ایوب
 میں موجود ہے۔

محمد بن حنفیہ اللضاری کہتے ہیں۔ میں نے داؤد بن ابی ہند کو دیکھا کہ وہ عوف کو مار رہے تھے

اور کہہ رہے تھے اے قدرتی ۔

بندۃ الغنی محمد بن جعفر لوگوں کو اس عوف کی روایات سنارہے تھے۔ سننے کے بعد انہوں

سے فرمایا۔ اللہ کی قسم عوف قدرتی تھا۔ رافضی تھا۔ شبطان تھا۔ میزان ج ۳ ص ۲۵۰

اتفاق سے عوف سے یہ روایت بُندار ہی نے نقل کی ہے۔ اور انہوں نے یہی بیان کر دیا ہے۔ کہ وہ رافضی ہے۔ اور یہ روایت اس کی رافضیت کا مزہ بوتا ثبوت ہے کہ اس روایت کے راوی شیعہ ہیں۔

پھر بُندار کا دعویٰ تو یہ ہے کہ عوف نے اس روایت کو حضرت زید بن ارقم کی جانب منسوب کیا اور ابوالا شہب کا بیان ہے کہ اس نے یہ روایت حضرت برادر بن عاذب کی جانب منسوب کی۔ اس طرح یہ ایک کی بجائے دو روایتیں بنیاد ہو گئیں۔ ابوالا شہب کا نام جعفر بن الحارث ہے محمد بن نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابولعلی موصلی نے یہ روایت حضرت سعد سے ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا کہ علی کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں۔ لوگوں نے اس پر باتیں بنائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں نے یہ دروازہ خود تبیس کھولا بلکہ اسے اللہ نے کھولا ہے۔

ہمارے لئے تو اس روایت کی تردید کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں اور صحابہ کرام اس پر اعتراض کریں اور اسے تسلیم نہ کریں۔ یہ خالص سبائی منطق ہے ابولعلی نے جو سند بیان کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سعد سے اسے نقل کرنے والا خفیہ ہے۔ یہ کون ذات شریف ہیں، ان کے والد محترم کون ہیں اور یہ کہاں کے باشندے ہیں یہ سب کچھ بعد کے راوی نے اپنے پیٹ میں ہضم کر لیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارا ہاضمہ خراب ہو گیا۔ اور ہم نے تمام خفیہ نام، افراد کو تلاش کر ڈالا۔ معلوم ہوا خفیہ نامی چار افراد گزرے ہیں۔

خُثَمَةُ بْنُ خَلِيفَةَ

یہ رَجْوِیۃُ الرَّائے سے روایت نقل کرتا ہے۔ الباقع الازدی کہتے ہیں یہ انتہائی ضعیف ہے۔ یہ امام مالک کا ہم عصر ہے۔ گویا تبع تابعی ہے۔

اس نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ رجویۃ الرَّائے جو اس کے استاد ہیں انھوں نے بھی صرف حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔ جن کا انتقال ۹۳ھ میں ہوا۔ اور حضرت سعدؓ میں وفات فرما چکے تھے۔

خُثَمَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيُّ

ذہبی کہتے ہیں یہ مہجول ہے یہ واقعی سے نقل کرتا ہے۔

خُثَمَةُ بْنُ أَبِي خُثَمَةَ

اسکی روایات ترمذی اور نسائی میں پائی جاتی ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔

خُثَمَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْكُوفِيُّ

ثقف ہے لیکن مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ سنہ ۸۷ھ کے بعد اس کا انتقال ہوا۔

حاصل کلام یہ کہ کوفی ایسا خُثَمَةُ موجد نہیں جس نے حضرت سعدؓ روایات مُسَنّی ہوں۔ اور جو بھی یہ روایت نقل کر رہا ہے وہ درمیان سے کسی ضعیف کو گرا رہا ہے۔ حضرت سعدؓ کی جانب اس کی نسبت قطعاً جھوٹ ہے۔

ہمیں حیرت حافظ ابن کثیرؒ ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو دروازہ کھلا رہنے کی خاطر کی وجہ سے اجازت دی تھی جو آپؐ کی حیات تک تھی لیکن جب آپؐ کی وفات ہوگئی تو یہ اجازت بھی ختم ہوگئی تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ اجازت وفات رسولؐ تک محدود تھی؟ اس طرح حافظ صاریب نے اس کا وجود تسلیم کر لیا۔ اور ان روایات پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ جبھی تو ان کے شاگرد ابن حجرؒ نے یہ فرمایا کہ یہ روایت حسن ہے۔

خُثَمَةُ سے یہ کہانی نقل کرنے والا مُسَلَّم نامی کوئی فرد ہے۔ ہم نے جب مُسَلَّم نامی افراد پر نظر ڈالی تو حقد یہ کھلا کہ مُسَلَّم نامی اکیس دن افراد کا ذکر حافظ ابن حجرؒ نے اسی غائب میں کیا ہے اور سنیستین افراد کا ذکر ذہبی نے میزان میں کیا ہے۔ اب ہم نے اس مُسَلَّم کی تلاش کرنی شروع کی جو خُثَمَةُ سے روایت نقل

کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ معلوم کرنا تو بہت آسان ہے کہ یہ فلاسفہ کھیت کی مولیٰ ہے۔ لیکن ایسے مسلم کو تلاش کرنا اس سے بھی زیادہ دشوار ہے۔

ہم نے اس سے آگے بڑھ کر مسلم کے شاگرد عتسان بن بُسر الکلابی کو تلاش کرنا شروع کیا۔ معلوم ہوا کہ ہم اتنے کاہل الوجود ہیں کہ اب میں مزید کسی کاہلی کی کوئی حاجت نہیں۔ مجبور ہو کر ہم نے ان کاہلی کے شاگرد محمد بن اسمعیل بن جعفر الطحان کی تلاش شروع کی تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ سب ہی موسمی پرندے تھے۔ ان کی تلاش میں زندگی ختم ہو جائے گی۔ افسوس تو یہ ہے کہ حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر جیسے حضرات اس کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

حضرت علی کو علم کے ایک ہزار باب تعلیم دیتے گئے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علم کے ایک ہزار باب تعلیم دیے جس میں سے ہر باب سے مزید علم کے ایک ہزار باب کھلتے تھے۔ میزان ج ۱ ص ۶۲

اس روایت کا راوی محمد بن عبد اللہ بن شریح بن مغافیرؒ المصری ہے۔ ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات لی ہیں۔

بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس میں کچھ ہرج نہیں۔ ترمذی نے اس کی ایک روایت کو حسن کہا ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایت میں کوئی برائی نہیں بشرطیکہ اس سے نقل کرنے والا ثقہ ہو۔

حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ ابن عدی نے انصاف سے کام نہیں لیا کہ اس کی تقریباً بیس روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان روایات میں تمام شک بعد کے راویوں کی جانب سے پیدا

ہوا ہے۔ یہ تمام روایات عبد اللہ بن ابیہ نقل کرتا ہے۔ لہذا یہ الزام عبد اللہ بن ابیہ پر قائم ہوتا ہے نہ کہ حنفی بن عبد اللہ بن شریح پر۔ گویا امام ذہبی کے نزدیک ایسی بے ہودہ روایات کا مجرم عبد اللہ بن ابیہ ہے۔ لہذا خود حافظ ذہبی کی دہائی اس کا خاکہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

عبد اللہ بن ابیہ
اس کی کنیت عبد الرحمن ہے۔ مصر کا قاضی تھا۔ اور وہاں کے علماء میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس نے کہا کرتا ابیہ سے علم حاصل کیا تھا۔

یحییٰ بن یعین فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے اور اس کی روایات حجت نہیں۔ حمیدی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اسے یہج تصور کرتے زعم بن حماد کا بیان ہے کہ عبد الرحمن بن مہدی فرماتے تھے۔ میں ابن ابیہ سے جو بھی روایت سنتا ہوں اس کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتا۔ علی المدینی نے عبد الرحمن بن مہدی سے نقل کیا ہے کہ میں ابن ابیہ کی کوئی روایت لینے کے لئے تیار نہیں۔

یحییٰ بن یحیر کا بیان ہے کہ سنہ میں اس کے مکان میں آگ لگ گئی۔ اور اس کی سب تحریرات جل گئیں۔ لہذا اس کے بعد اس نے ملاحظہ پر مجبور ہو کر تے ہوئے احادیث بیان کیں جس میں غلطیاں کیں۔

عثمان بن صالح کا بیان ہے کہ یہ بھی ابن ابیہ کا ایک جھوٹ ہے کہ اس کی تحریرات جل گئیں۔ اس کے مسودات میں کوئی آگ نہ لگی تھی میں نے عمار بن یزید نے روایات اس کی تحریرات سے آگ کے واقعہ کے بعد نقل کیں ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہوا تھا کہ جب اس کے گھر میں آگ لگی تھی تو اس کے دو بروچند اوراق رکھے ہوئے تھے وہ جل گئے تھے۔ (اس نے اس معمولی سی بات کا افسانہ بنا دیا۔ بلکہ اس واقعہ کو اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لئے بطور ہتھیار استعمال کیا)

عثمان بن صالح مزید فرماتے ہیں میں اس کی اصل بیماری سے واقف ہوں۔ قصہ یہ

پیش آیا تھا کہ میں اور عثمان بن عتیق نماز جمعہ کے لئے جا رہے تھے۔ ہمارے آگے ایک گدھے پر سوار ابن ابیہیم جا رہا تھا۔ اچانک اس پر فالج گرا۔ اور وہ زمین پر گر پڑا۔ عثمان بن عتیق یہ دیکھ کر جلدی سے پکے اور ابن ابیہیم کو اٹھا کر بٹھایا۔ اور ہم اسے اٹھا کر گھر لے گئے یہیں سے اس کی بیماری کی ابتدا ہوئی۔ (غالباً عثمان بن صالح کا مقصد یہ ہے کہ فالج گرنے کے باعث اس کا دماغ جواب دے گیا تھا)۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس نے عمرو بن شعیب کی حدیثیں محمد بن المنفلت سے سنی تھیں۔ بعد میں دعویٰ کرنے لگا کہ اس نے عمرو بن شعیب سے یہ حدیثیں براہ راست سنی ہیں۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے عبد اللہ بن ابیہیم آگ لگنے سے پہلے بھی ضعیف تھا۔ اور آگ لگنے کے بعد بھی ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ مجھے بشر بن البرہی نے نصیحت کی کہ اگر تیری ملاقات ابن ابیہیم سے ہو تو اس کی کوئی فریاد نہ لینا۔

فلاس کہتے ہیں آگ لگنے سے قبل اس کی روایات معتبر ہیں۔ اور اس کی پہچان یہ ہے کہ اگر اس سے ابن ابیہیم اور غیر روایت کریں تو صحیح ہے۔ لیکن البوزع کہتے ہیں یہ بات قابل اعتبار نہیں۔ رہا ابن ابیہیم اور ابن ابیہیم کا اس سے روایت لینا تو اس کا سبب یہ نہیں کہ وہ معتبر تھا۔ بلکہ یہ دونوں خود امام الحدیث تھے۔ وہ صرف اس سے صحیح روایات لیتے۔

ابن ابی مریم کا قول ہے کہ میں آخر عمر میں ابن ابیہیم کے پاس گیا۔ اس وقت اس کے پاس بربروں کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ اور یہ انہیں احادیث سن رہا تھا۔ اور یہ تمام احادیث منقول افش اور اہل کوفہ کی تھیں۔ میں نے ابن ابیہیم سے سوال کیا تم نے اہل کوفہ کی احادیث کہاں سے سنیں تیرے تو تمام استاد مصری ہیں۔ کہنے لگا ایسے ہی کان میں پڑ گئی تھیں۔ میں انہیں لہہ نہ سکا تھا۔ اس لئے بیان کر رہا ہوں۔ حالانکہ محدثین کے نزدیک ایسی صورت میں روایت

بیان کرنا جائز نہیں۔

جوڑ جانی کہتے ہیں ابن ابیہ کی روایت میں کوئی لور نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کی روایت قابل حجت ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ ۹۶ء میں پیدا ہوا۔ اور ۳۸۱ء میں اس کا انتقال ہوا۔ خود نیک آدمی تھا لیکن اس میں عیب یہ تھا کہ ضعیف روایوں سے روایت لیتا اور پھر ان کے نام درمیان سے حذف کر دیتا۔

ابن عدی کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ غالی شیعہ تھا۔ اور یہ ساری آفات خود اس کی ڈھائی ہوئی ہیں

میزان ۲/۴۵۵

عبد الحسین شرف الدین موسوی نے اپنی کتاب میں اس کا شمار شیعوں کے علماء میں کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ابن مختبہ نے المعارف میں اسے شیعوں کے اولوں میں شمار کیا ہے۔ اس کی روایت ترمذی ابو داؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ پھر عبد الحسین نے اس کی ایک روایت پیش کی جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ شیعہ ہے۔ المراجعات ۱۱

ابن عدی نے بھی وہ روایت پیش کی اور ذہبی نے بھی بیان کی۔ اور ان دونوں حضرات نے اسے غالی شیعوں قرار دیا۔ ہمارے قارئین کرام بھی اس روایت کو ملاحظہ فرمائیں۔

عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا میرے بھائی کو بلاؤ تو ابو بکر بلائے گئے۔ آپ نے ابو بکرؓ کی جانب منہ پھیر لیا۔ پھر فرمایا میرے لئے میرے بھائی کو بلاؤ تو عثمانؓ بلائے گئے۔ آپ نے ان کی جانب سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر علیؓ بلائے گئے۔ آپ نے دیکھ کر ماضیں اپنے کپڑے میں چھپا لیا۔ اور ان پر جھک گئے۔

جب علیؓ آپ کے پاس سے باہر گئے تو لوگوں نے ان سے سوال کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کیا فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا حضورؐ نے مجھے علم کے ایک ہزار باب تعلیم دیے۔ ہر باب سے ایک ہزار باب کہلتے تھے۔ میزان ۲/۴۵۵۔ المراجعات ۱۱

یہی دعایت شیعوں کی امامت اور صوفیاء کے علم سببہ بسینہ کا ماخذ ہے۔ گویا تیس سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ اور حضرت علیؓ کو تعلیم دیتے رہے وہ تو ایک لایعنی شے تھی۔ اصل تعلیم تو یہ تھی جو چند منٹ میں پھر تک مار کر پلا دی گئی۔ جس طرح عثمانؓ نے معین الدین امیریؒ کو چوہنک مار کر انکی شہادت میں اٹھارہ ہزار عالم دکھائے تھے۔ اور وہ انہوں نے چوہنک بھیسکتے میں گن بھی لئے تھے چلا خیل یہ ہے کہ استاد اور شاگرد دونوں میں کچھ کمزوری تھی جو صرف اٹھارہ ہزار عالم نظر آئے۔ ورنہ ایک ہزار کو ایک ہزار سے ضرب دو تو ایک لاکھ بنتے ہیں۔ حضرت علیؓ اور پیر امیری صاحب نے ایک چوہنک میں سلوک کی منزلیں طے کر لیں اور پھر اس کے چوہنک کا اثنا پھیلانے کا در زاد دلی پیدا ہونے لگے۔

حضرت علیؓ کی زرہ کا قصہ

حضرت علیؓ کے بارے میں ایک قصہ مشہور ہے کہ ان کی زرہ ایک یہودی نے اٹھالی۔ مقدمہ قاضی کے یہاں پہنچا۔ لیکن حضرت علیؓ مقدمہ ہار گئے۔ حضرت علیؓ کے اس عدل و انصاف کو دیکھ کر وہ یہودی مسلمان ہو گیا قصہ نویسوں نے اس قصہ کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔ لیکن تھارٹن اب آپ اصل قصہ جو راوی نے بیان کیا تھا حافظ ابن عدی اور حافظ ذہبی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

راوی نے ابراہیمؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی زرہ یہودی کے پاس دیکھی اور اسے چھپان لیا۔ اور فرمایا کہ یہ میری زرہ ہے جو غلطی روز گزرتی تھی۔ اس پر یہودی نے جواب دیا یہ میری زرہ ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ لہذا میرا اور آپ کا فیصلہ قاضی المسلمین کر سکتا ہے۔

الغرض یہ دونوں قاضی شریح کی عدالت میں پہنچے۔ جب قاضی شریح نے حضرت علیؓ کو دیکھا تو اپنے ہر کرسی عدالت چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور حضرت علیؓ ان کی جگہ بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا۔

اگر میرا دشمن مسلمان ہو تا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فراتے سنا ہے۔ نہ تو غیر مسلموں کو مجلس میں اپنے ساتھ بیٹھاؤ۔ اور نہ ان کے مریضوں کی عیادت کرو۔ بلکہ انہیں

راہ میں بھی تنگ سے تنگ جگہ چلنے پر مجبور کر دو۔ اگر وہ تمہیں بڑا کہیں تو ان کی پٹائی گرو، اور اگر وہ تمہیں ماریں تو انہیں قتل کر دو۔ پھر اس یہودی کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا یہ میری رائے ہے۔

یہودی نے عرض کیا۔ امیر المؤمنین سچ کہتے ہیں لیکن گواہ لایے۔ حضرت علیؑ نے اپنے غلام، قنبرؓ اور اپنے بیٹے حسن کو بلایا۔ انہوں نے شہادت دی، اس پر قاضی شریح نے فرمایا غلام کی شہادت تو قبول ہے لیکن بیٹے کی باپ کے حق میں شہادت قبول نہیں۔

حسینؑ نے فرمایا میں تبھی اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تو نے عمرؓ سے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا رشاد نہیں سنا کہ حسن و حسینؑ جو انانِ جنت کے سردار ہوں گے۔ شریح نے جواب دیا اللہ کی قسم ایسا ہی ہوا تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تو حسن کی شہادت قبول نہیں کرتا۔ اللہ کی قسم تو بھی ہمارے پاس فیصلہ لے کر آئے گا۔ یقیناً اس کے گروالوں کے درمیان چالیس روز کے اندر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ یہ کہنے کے بعد آپؐ نے زندہ یہودی کو دھس دیا۔

اس یہودی نے عرض کیا ایک تو امیر المؤمنین آپؐ میرے کہنے سے قاضی کے پاس جانے پر راضی ہو گئے پھر آپؐ کے خلاف فیصلہ ہوا۔ آپؐ اس پر بھی راضی ہو گئے تو یہ آپؐ ہی کی زرہ ہے جو میں نے پٹری ہوئی اٹھائی تھی۔ یہ لیجئے۔ اور اس کے بعد وہ یہودی اسلام لے گیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا اچھا جایہ زندہ بھی تیری۔ جایہ گھوڑا بھی لے جا۔ اور پھر حضرت علیؑ نے اس کا وظیفہ بتعین کر دیا۔ آخر کار وہ یہودی جنگِ صفین میں قتل ہوا۔ میزانِ ج ۵۵۵۔

ہم اس کی سند اور اس کے روایت پر تو بعد میں بحث کریں گے۔ اقل تو اس کی معنوی حیثیت پر غور کر لیا جائے کہ عدل و انصاف کے نام سے کیا کیا خرافات جمع کی گئی ہیں۔

۱۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ حسن و حسینؑ جو انانِ جنت کے سردار ہوں گے تو یہ روایت قطعاً منکر ہے۔ اور حضرت عمرؓ سے تو یہ سرے سے مروی نہیں۔ اور اگر یہ روایت بالفرض درست بھی ہو تو اس سے عدالتوں کے فیصلوں میں کیا فرق واقع ہوتا ہے۔ اسلامی قضا کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ بیٹے کی باپ کے حق میں اور باپ کی بیٹے کے حق میں شہادت قبول نہیں۔ کیا اس قانون کو توڑنے کا نام عدل و انصاف

ہے۔ میرے نزدیک تو یہ حضرت علیؑ کی ذات پر ایک بہت بڑا اتہام ہے۔ جس سے ان کی غفلت میں بھگتہ فرق آتا ہے اور اسلام کا بھی مذاق اڑتا ہے۔

۲۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ غیر مسلموں کے مذہب اور بیٹھوسہ ان کی تجارتی کاروبار کو بند نہ کریں، بلکہ راستہ پر چلنے پر مجبور کرو، اگر ان میں سے کوئی تمہیں برا لکھے تو مارو اور اگر وہ تمہیں ماریں تو بس قتل کرو۔ یہ روایت پڑھنے کے بعد ہمیں برہمن مذہب یاد آگیا۔ ان کے یہاں اسی قسم کے اصول چچوتوں کے ساتھ اختیار کئے جاتے ہیں۔ ہمیں تو قرآن نے غیر مسلموں کے سلسلہ میں یہ حکم دیا ہے۔

فَمَنْ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا بِمِثْلِ
مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ۔ البقرہ

اگر وہ تم پر زیادتی کریں تو تم ان پر اتنی سی زیادتی کرو جتنی انہوں نے کی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کھڑے مشرکین بھی اگر بیٹھتے، آپ ان کے پیادوں کی تجارتی کاروبار کو بند نہ فرماتے، تمام صحابہ کا اس پر عمل رہا۔ آپ کے اور صحابہ کے یہ اخلاق دیکھ کر لوگ مسلمان ہوئے جہاں تک برا کہنے پر مارنے کا تعلق ہے تو ارشاد الہی ہے۔

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا
وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ۔

میراثی کا بدلہ اتنی ہی بُری ہے۔ لیکن اگر کسی نے معاف کیا اور اصلاح کی کوشش کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ کیونکہ ظالموں سے محبت نہیں فرماتا۔

لہذا یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مریخ بھوٹ ہے۔ جس نے پورے دین اسلام کی بنیادیں ہلادی ہیں۔ بلکہ یہ روایت جس نے وضع کی وہ کوئی انتہائی قسم کا جاہل ہے یا اول درجہ کا دجال ہے۔ جس نے حضرت علیؑ کے عدل و انصاف کے پردے میں ان کے علم کا مذاق اڑایا ہے، بلکہ ان کی عزت کر داغدار کیا ہے۔

۳۔ یہ کون سا شرعی اصول اور انصاف ہے کہ جب کوئی امیر مدعی بن کر عدالت میں جلسے تو قاضی یا جج کو کسی سے ہٹا کر خود جج بن کر بیٹھ جائے اور جب جج قانونی اعتراض اٹھائے تو مدعا علیہ کو دھونس دی جائے۔ اور اسے اس کے بیوی بچوں سے علیحدہ کرنے کی دھمکی دے جائے۔ ایسا اصول تو آج کل کے

سارے قانون میں بھی نہیں پایا جاتا۔

۴۔ جیسے بیٹے کی باپ کے حق میں شہادت قبول نہیں۔ اسی طرح غلام کی مالک کے حق میں شہادت قابل قبول نہیں۔ یہ دونوں ہی شہادتیں باطل تھیں۔

۵۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت علیؑ قاضی کی عدالت میں پہنچے تو قاضی شریح انہیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ حالانکہ ان کا یہ فعل قانون عدالت کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں ان کا کوئی فیصلہ قابل قبول نہیں۔

۶۔ جب قاضی شریح نے اپنی کرسی چھوڑ دی۔ اور حضرت علیؑ اس پر بیٹھ گئے۔ تو مدعی اور مدعا علیہ برابر کہاں رہے۔ اور جب عدالت مدعی کا ساتھ دے تو اس فیصلہ کی پوزیشن کیسہ ہے۔ اس خبیث راوی نے حضرت علیؑ اور قاضی شریح دونوں کو برا نام کیا ہے۔

۷۔ کیا کوئی سبائی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ یہ وقوعہ کس جگہ پیش آیا۔ اور وہ کونسی سرزمین تھی جہاں مسلمان بھروسہ کے ساتھ آباد تھے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ واقعہ کونکے گاہے تو اس حد تک بات درست ہے کہ شریح کونہ کے قاضی تھے۔ درہم بھی تسلیم کہ حضرت علیؑ کا دار الخلافہ کونہ تھا۔ ممکن ہے کہ اس وقت وہاں کچھ یہودی بھی بستے ہوں لیکن ہماری مصدقہ کتب یہ کہتی ہے کہ جنگ جمل کے بعد حضرت علیؑ نے شام کا رخ کیا۔ در شام کی سرحد پر چھ ماہ تک چھوٹی ٹوٹی بھڑپیں جوتی رہیں۔ پھر شام میں جنگ صفین واقع ہوئی۔ اور اس جنگ میں وہ یہودی قتل بھی ہو گیا۔

حضرت علیؑ شہل و صفین کے درمیان صرف چند روز کے لئے کوزہ آئے تھے۔ بقول مورخ ہری چند روز کوزہ میں قیام کر کے اور لشکر تیار کر کے شام کی جانب روانہ ہو گئے۔ تو کیا اس دوران میں یہ سانحہ پیش آگیا۔

کیونکہ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ وقوعہ جنگ صفین کے بعد پیش آیا۔ تو وہ یہودی نو مسلم جنگ صفین میں قتل ہو چکا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسے قتل ہونا ہی تھا۔ کیونکہ اگر وہ زندہ رہتا تو نزدیک امکان باقی رہتا۔ اسی لئے اس کا نام پتہ تک بیان نہیں کیا گیا۔

۸۔ اس روایت میں ہے کہ اس کا وظیفہ بھی متعین کیا گیا۔ لیکن وہ اس کی وصیہ نامی سے قبل ہی چل بسا۔
 ۹۔ اس واقعہ کو نقل کرنے والے آخری راوی ابراہیم تیمی ہیں جو اس واقعہ کے ناقل بیان کئے جاتے ہیں۔ ابراہیم تیمی سے مراد ابراہیم بن محمد بن طلحہ تیمی ہیں۔ یہ مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۱۷ھ میں جو بہتر سال کی عمر میں ہوا تقریباً ۱۱۷ھ میں یہ واقعہ ہوا۔ اس لحاظ سے یہ واقعہ ۱۱۷ھ میں پیدا ہوئے اور جس وقت جنگ صفین پیش آئی، درود و ہمدی مقتول ہوا تو یہ اس وقت مدینہ میں اپنی والدہ کا دودھ پلے رہے تھے اور چھ ماہ کے بچہ تھے۔ لہذا یہاں وہی امکان پیدا ہو سکتے ہیں۔

۱۔ یا تو کسی نے یہ واقعہ کھر کھر ان کی جانب منسوب کیا۔

۲۔ یا انہوں نے یہ واقعہ کسی گرسے پڑے راوی سے سنا تھا۔ انہوں نے اس کا نام بیان نہیں کیا۔ اور اس طرح بلا تحقیق یہ روایت مرسل بیان کر دی۔ اور لوگوں میں پھیل گئی۔ اور ابراہیم اکثر مرسل روایات بیان کرتے ہیں۔

ابراہیم تیمی سے یہ روایت نقل کرنے والے اعمش ہیں۔ ان کے ثقہ ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے لیکن اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ تدلیس سے کام لیتے اور ضعیف اور سبانی پھروں سے روایات لیتے اور دیکھنا سے ان کا نام غائب کر دیتے۔ معنی کہ امام ابن المبارک اور غیرہ کا بیان تو یہ ہے کہ اہل کوفہ کو خراب کرنے والے یعنی تدلیس کا مرتب پیدا کرنے والے دو شخص ہیں۔ جو اسحاق بیعی اور اعمش۔ اور دیسے بھی بلشائے وہ شیعہ تھے۔ اور اس روایت کے راوی وہی ہیں کہ حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے روز میرے جنت اور دوزخ تقسیم کروں گا۔ ان کا تفصیلی حال تو ہم اور کسی جگہ پیش کر دیں گے۔ ان کا انتقال ۱۱۷ھ میں ہے۔ ہاں میں یہ شبہ ضرور ہے کہ ابراہیم تیمی مدنی سے ان کی کب اور کہاں ملاقات ہوئی جو انہوں نے اعمش کو یہ افسانہ سنا ڈالا۔ ہو سکتا ہے کہ اعمش اور ابراہیم کے درمیان اسی طرح ایک راوی غائب کر دیا گیا جو جس طرح حضرت علیؑ اور ابراہیم کے درمیان غائب کر دیا گیا۔

اگر ابراہیم سے مراد ابراہیم الخنقی ہیں جو اعمش کے استاد ہیں اور ہونے کے عالم میں تو وہ نو حضرت علیؑ کی شہادت کے چار سال بعد پیدا ہوئے۔ اور ان کی ذات اس قسم کی لغویات سے پاک ہے۔

اعمش سے اسے نقل کرنے والا حکیم بن خزام ہے۔ قواریری کا بیان ہے کہ میں اس حکیم بن خزام سے ملا ہوں یہ اللہ کا ایک بہت نیک بندہ تھا۔ ابو حاتم کہتے ہیں منکر الحدیث ہے بخاری کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۸۵۔

نیک بندہ ہونا بظاہر بہت اچھی بات ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ مدحِ طبع ہے۔ کیونکہ محدثین جب یہ کہتے ہیں کہ فلاں بہت نیک آدمی تھا تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عبادت کے باعث حفظِ حدیث کی جانب اس کی توجہ نہ تھی۔ یہ نیک لوگ جو بات سننے اس کو حدیث بنا دیتے۔ اسی لئے نیک لوگوں کی روایت پر کوئی اعتماد نہیں کیا جاتا۔ امام نجی بن سعید القفطان فرماتے میں نے ان نیک لوگوں سے زیادہ حدیث میں جھوٹ بولتے کسی کو نہیں دیکھا۔ اور امام مسلم اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ لوگ عمداً تو جھوٹ نہ بولتے لیکن ان کی زبانوں پر ہر وقت جھوٹ جاری رہتا۔

اس کی اگر تصدیق کرنی ہو تو صوفیاء کی کتابوں کی روایات کا رجال اور کتبِ حدیث کی رد سے مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے تو آپ اس نتیجے پر نہیں گے کہ اگر ایک فی صد بھی صحیح روایت مل جائے تو یہ بھی ایک عجوبہ ہو گا۔ کیونکہ صوفیاء کا ایک طبقہ حدیث میں جھوٹ بولنے کو کارِ ثواب تصور کرتا رہا۔ حکیم بن خزام سے یہ کہانی نقل کرنے والا ایک مجہول شخص ابوالاشعث الجعفی ہے۔
الغرض یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ اور تافعی شریح سب پر مخفی تیرا ہے۔
اللہ تعالیٰ ہمیں اس شر سے محفوظ رکھے۔

حضرت علیؓ نے نبوت کے دوسرے روز نماز پڑھنی شروع فرمادی تھی

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے روز صبح ہوئے۔ اور منگل کے روز حضرت علیؓ نے نماز پڑھی۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اور اسے مسلم الا عور کے علاوہ کوئی

روایت نہیں کرتا۔ اور مسلم الاور محمد بن کثیر کی قوی نہیں۔ نیز اس مسلم نے یہ روایت حید کے ذریعہ حضرت علیؓ سے بھی نقل کی ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۔

محمد بن کثیر کا دستور یہ ہے کہ اگر کسی راوی کی سند میں متعدد راوی ضعیف ہوں تو وہ صرف ایک راوی پر حرج کر کے اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ امام ترمذی نے یہاں صرف مسلم پر حرج کی درند اس روایت کی سند میں اور بھی ضعیف راوی موجود ہیں۔

لیکن سب سے اول سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت انسؓ کی جانب منسوب کیا گیا ہے جو مدینہ کے باشندہ تھے اور وہ اس وقت تک پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ اس طرح یہ روایت مرسل صحابی ہو چکی ہے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ جب حضرت علیؓ اسلام لائے تو ان کی عمر کیا تھی بعض مؤرخین نے پانچ اور بعض نے سات سال بیان کی ہے اور بعضوں نے اس سے کچھ زیادہ بھی لیکن اس سے بھی اہم سند یہ ہے کہ جب غار حرا میں سورۃ علق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو اس کے بعد ایک سال تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا۔ اور سورۃ علق کی ابتدائی آیات میں نماز کی تعلیم نہیں دی گئی تھی۔ ایک سال بعد سورۃ بقرہ نازل ہوئی۔ پھر سورۃ مزمل۔ سورۃ مزمل میں رات کو نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ گویا نماز کی ابتدا نبوت کے ایک سال بعد ہوئی تو حضرت علیؓ نے اگلے روز نماز کیسے پڑھ لی۔ یہ سبانی طبقہ اس قسم کی بے پرکی کہیں اڑا کر لوگوں کو اس طرح بے وقوف بناتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کو اس طبقہ کے شر سے بچائے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں اس کا راوی مسلم الاور محمد بن کثیر کے نزدیک ضعیف ہے۔ بلکہ یہ اپنے دل سے روایت اور سند وضع کرتا ہے۔ امام جعفر بن یثیاب کا بیان ہے کہ اس نے میرے سامنے ایک حدیث بیان کی۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ تو نے یہ حدیث کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا ابراہیم غمی سے اور وہ علقہ سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے سوال کیا علقہ نے کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا عبداللہ بن مسعودؓ سے۔

یہاں تک تو بات درست معلوم ہوئی تھی۔ کیونکہ ابراہیم علقہ کے شاگرد ہیں اور علقہ عبداللہ بن

مسعود کے لیکن جعفر بن غیاث نے فوراً سوال کیا۔ عبداللہ بن مسعود نے کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا عائشہؓ سے۔

حالانکہ عبداللہ بن مسعود نے حضرت عائشہؓ سے ایک روایت بھی نہیں سنی۔ انہوں نے ایک آدھ روایت حضرت ابوبکرؓ سے سنی ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اور صحابی کو عبداللہ بن مسعود کے اسناد ہونے کا فخر حاصل نہیں۔ بلکہ بڑے بڑے صحابہ کو ان کی شاکردی کا فخر حاصل ہے۔

گویا یہ مسلم الاعرار یا تو نہر یک کا احق تھا جسے اتنی سی معمولی بات کی بھی خبر نہ تھی۔ اور اگر وہ جاہل نہ تھا تو پھر دس نمبر یہ چال باز تھا۔ اور روایات خود دل سے وضع کر کے بڑے بڑے اس کی جانب منسوب کرتا۔ حتیٰ کہ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ جھوٹ کسی دلت کھل بھی سکتا ہے۔

فلائی کہتے ہیں یہ مترک الحدیث ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایت قطعاً نہ لکھی جائے۔ یحییٰ کہتے ہیں ثقہ نہیں ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ نسائی وغیرہ کہتے ہیں مترک ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۷۱۔

علی بن عابس سلم الملائی سے اس داستان کو نقل کرنے والا علی بن عابس ہے۔ امام ترمذی نے اس کے سلسلہ میں سکت اختیار کیا ہے۔ اس کا لقب ازرق ہے۔ تبید بن ساسد سے تعلق رکھتا ہے کوذا کا باشندہ ہے۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی، جوزجانی اور ازہری کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں فحش غلیظاں کوڑا ہے۔ لہذا یہ ترک کر دینے کا مستحق ہے میزان ج ۴ ص ۱۳۲

اس کا ایک راوی اسمعیل بن موسیٰ القزازی ہے۔ جو خود کو سُدی کا بھانجا کہتا ہے۔ ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں

امام الاحقاف ازہری کہتے ہیں کہ یہ بھی جھوٹ ہے کہ سُدی کا بھانجا ہے۔ سُدی سے اس کی بہت دور کی قرابت ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدسی کہتے ہیں محدثین نے اس کی حدیث کا انکار کیا ہے۔ کیونکہ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔

عبدان کا بیان ہے کہ کرم پرستان اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے اعتراض کیا کہ کیونکر ہم اسماعیل سے احادیث سننے جاتے۔ انہوں نے ہم سے فرمایا تم اس فاسق کے پاس جاتے جو جو اسلاف کو گالیاں دیتا ہے میزان ج ۱ صفحہ ۲۔

عبدالحسین موسوی نے اسے علمائے شیعہ میں شمار کیا ہے راہِ رجعات ۱

اللہ تعالیٰ نے باشندگان زمین سے

صرف دو شخصوں کو پسند کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر رخصت کیا گیا تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ آپ نے میرا نکاح ایسے فقیر سے کیا جس کے پاس کوئی مال نہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں صرف دو شخصوں کو انتخاب کیا ہے ایک تیرے خاوند کا اور ایک تیرے باپ کا۔

ابو اسیم اس کا راوی ابو اسیم بن الججاج ہے جو اسے عبدالرزاق سے روایت کر رہا ہے۔ اسے کوئی شخص کہیں جانتا اور اس کی روایت باطل ہے۔ اور ابو اسیم بن الججاج نہ شامی ہے اور نہ نیلی ہے۔ بلکہ کوئی تیسرا شخص ہے جسے کوئی نہیں جانتا۔

عبدالسلام بن صالح اس روایت کو عبدالرزاق سے عبداسلام بن صالح نے روایت کیا ہے جو ہیکین میں سے ایک ہے۔ امام ذہبی کے الفاظ میں یہ عبدالسلام بن صالح کون ہے۔ ذہبی اس کے حال میں لکھتے ہیں۔ اس کی کثرت ابوالصلت ہے۔ ہرات کا باشندہ ہے۔ علی رضی اللہ عنہ روایت کرتا ہے۔ بلکہ کثر شیعہ ہے۔ علی رضی اللہ عنہ اس نے ایک کتاب وضع کی ہے۔ جس میں متعدد خرافات بھری ہوئی ہیں۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں یہ شخص میرے نزدیک سچا نہیں۔ ابو زرہ نے اس کی روایت پر غصہ میں ہاتھ مارا۔ عقیلی کا بیان ہے کہ رافضی ہے خبیث ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ مہم ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں رافضی ہے خبیث ہے۔ احادیث وضع کرتا تھا۔ ابن سیار کا بیان ہے کہ صحابہ کی مذمت میں روایات وضع کرتا تھا۔ اس نے ایک کتاب وضع کی۔ جس میں وضاحت کے ساتھ بات لکھی گئی ہے کہ علوی گناہوں میں سے بہتر ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۸۶۔

ابراہیم بن الحجاج اور عبد السلام بن صالح۔ ہر دو شخص یہ روایت عبد الرزاق بن ہمام سے نقل کر رہے ہیں۔ ان کی صحیح حیثیت کیا ہے۔ اگر ہم اس پر کچھ متوجہ کریں گے تو اہل علم حضرات ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔ لہذا ہم خود کوئی متوجہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ امام ذہبی نے ان کے بارے میں اچھا یا برا جو کچھ لکھا ہے۔ ہم قارئین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں۔ اگرچہ ذہبی نے اپنی جانب سے کچھ نہیں لکھا بلکہ ابن عدی کی تلخیص پیش کی ہے۔

امام ہیں۔ ان کی کثرت ابولکر ہے۔ قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ صفحا
عبد الرزاق بن ہمام کے باشندہ ہیں مشہور لوگوں میں سے ایک ہیں ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور بیس سال کی عمر میں طب علم میں مشغول ہوئے۔ سات سال تک امام مکرّم سے حدیث حاصل کرتے رہے تجارت کی غرض سے شام گئے اور حج بھی کیا اور دوران سفر ابن جریر ج۔ جید اللہ بن عمر جہد اللہ بن سعید ابی ہند۔ ثور بن زید اور امی اور ایک بڑی جماعت سے علم حاصل کیا۔ اور یہ کچھ احادیث لکھیں اور ایک کتاب جامع کیر تصنیف کی۔

ان سے علم حاصل کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل۔ محمد بن یحییٰ زہبی۔ اسحاق بن راہویہ اور یحییٰ جیسے حضرات نے مفر کر کے ان سے علم حاصل کیا۔

ابو زرہ دمشقی کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے دریافت کیا۔ کہ کیا عبد الرزاق مکرّم کی اصلا یا درکھتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ ان سے دریافت کیا ابن جریر کے بارے میں کون زیادہ قابل اعتماد ہے۔ ابن جریر یا برسلانی۔ انہوں نے جواب دیا عبد الرزاق۔ اور ہم عبد الرزاق کے پاس نہ

سے قبل گئے تھے۔ اس وقت تک اس کی بینائی بھی خراب نہ ہوئی تھی۔ اور جن لوگوں نے عبد الرزاق سے بینائی جاننے رہنے کے بعد روایات سنی ہیں۔ وہ قابل اعتماد نہیں۔ اس لئے کہ وہ سننے میں ضعیف تھا۔
 ہشام بن عروہ و سلف کا بیان ہے کہ ابن جریج ۲۱۵ھ میں جب یمن پہنچا تو عبد الرزاق اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اثر کم کا بیان ہے کہ ابو عبد اللہ (یعنی احمد بن حنبل) سے دریافت کیا گیا کہ یہ روایت اللہ ار جبار کی کیا پوزیشن ہے۔ انہوں نے جواب دیا یہ روایت باطل ہے۔ اسے عبد الرزاق سے کس نے روایت کیا ہے۔ میں نے عرض کیا اسے احمد بن شثوبہ نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ان لوگوں نے عبد الرزاق سے جو روایات سنی تھی وہ اس کے نامیہ ہونے کے بعد سنی تھیں۔ یہ روایات اس کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان لوگوں نے عبد الرزاق سے ایسی سند احادیث بیان کی ہیں جو عبد الرزاق کی کتاب میں موجود تھیں۔ ہوتا یہ تھا کہ عبد الرزاق کے نامیہ ہونے کے بعد لوگ اسے جو بتاتے تھے وہ اسے اپنی حدیث سمجھ کر لوگوں سے بیان کرتا۔ اور ان لوگوں نے اس طرح اس کی روایات اپنے کتابوں میں درج کر لیں۔

نسائی کا بیان ہے۔ جن لوگوں نے اس سے بعد میں روایات لکھیں ان کی روایات پر اعتراض ہے۔ ان سے متعدد دسگر روایات مروی ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ انہوں نے فضائل میں ایسی روایات بیان کی ہیں جن پر ان کی کوئی موافقت نہیں کرتا۔ اسی طرح کچھ صحابہ کی مذمت میں روایات بیان کیں۔ اور محدثین اسے تشیع کی جانب منسوب کرتے ہیں۔

دارقطنی کا قول ہے کہ یہ عبد الرزاق اگرچہ ثقہ ہے لیکن یہ متفقہ کی احادیث میں غلطیاں کرتا ہے۔
 عبد اللہ بن احمد کا بیان ہے۔ کہ میں نے بھی سے سنا ہے۔ کہ عبد الرزاق مکر میں احادیث بیان کرتا۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ کیا یہ تمام روایات تم نے اپنے اساتذہ سے سنی ہیں۔ وہ بولا کہ میں بعض سنی ہیں۔ بعض اسناد کے سامنے پیش کی گئیں۔ اور بعض ان کے سامنے مذکور آیا۔

اور اس طرح گل سنی ہوئی ہیں۔ سبھی سنی معین کا بیان ہے میں نے عبد الرزاق سے اس کی کتاب کے علاوہ کوئی روایت نہیں لکھی۔ بجز ایک حدیث کے۔

امام بخاری کا بیان ہے کہ عبد الرزاق نے اپنی کتاب سے جو روایات لکھی ہیں وہ صحیح ہیں۔
محمد بن ابی بکر المقدسی کا بیان ہے کہ میں نے عبد الرزاق سے وہ روایات نہیں سنی جو جعفر بن سلیمان وغیرہ نے برباد کر کے اس سے بیان کی تھیں۔

ابو زرہ عقیلہ اللہ نے عبد اللہ المسندی سے نقل کیا ہے کہ میں نے جب مکہ سے رخصت کا ارادہ کیا تو سفیان بن عیینہ نے رخصت طلب کی اور ان سے عرض کیا۔ اب میں آپ کے پاس سے عبد الرزاق کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ ان لوگوں میں داخل نہ ہو کہ جن کی دوڑ دنیاوی زندگی میں برباد ہو چکی ہے۔

عبد اللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے دریافت کیا کہ کیا عبد الرزاق غالی شیعہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا میں نے اس قسم کی کوئی بات تو اس سے نہیں سنی تھی لیکن وہ ایسا شخص مزدور ہے کہ جسے لوگوں کی بیان کردہ باتیں زیادہ پسند تھیں۔

عقیلہ نے بالواسطہ محمد الشافعی سے نقل کیا ہے ان کا بیان ہے کہ میں عبد الرزاق کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کسی نے اس کے سامنے امیر معاویہ کا ذکر کیا۔ اس نے جواب میں کہا۔ ہماری مجلس کو ابو سفیان کی اولاد کے ذکر سے ناپاک کر دو۔ یعنی ہم ایسی روایات سننا نہیں چاہتے۔

محمد بن عثمان الثقفی البصری کا بیان ہے کہ جب عباس بن عبد العظیم الحنفی صنعاء سے عبد الرزاق کے پاس ہوتے ہوئے ہمارے پاس آئے تو اس وقت ہم اور ہمارے پاس ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ ہم سے انہوں نے فرمایا۔ ہم ایک جماعت کے ساتھ مل کر عبد الرزاق کے پاس گئے اور اس کے پاس کافی عرصہ مقیم رہے۔ اور قسم ہے۔ اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی الہ نہیں یقیناً عبد الرزاق کذاب ہے اور واقعی اس سے زیادہ سچا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس قسم کے معاملات میں امام مسلم نے عباس بن عبد العظیم کی حمایت

کی ہے۔ اور تمام علماء اس کی روایات کو حجت سمجھتے ہیں لیکن ان متعینہ منکرات میں جو شمار ہو سکتی ہیں اسے حجت نہیں مانتے۔

عقیل کا بیان ہے کہ میں نے علی بن عبداللہ بن المبارک صنعانی کو فرماتے ہوئے سنا کہ زید بن المبارک عبدالرزاق کے پاس ایک عرصہ تک رہے اور اس سے کافی روایات کہیں۔ پھر عبدالرزاق کی کتابیں پھاڑ دیں۔ اور محمد بن ثور کی خدمت میں رہنے لگے۔

ہم نے علی بن عبداللہ سے دریافت کیا اس کی کیا وجہ پیش آئی۔ انہوں نے جواب دیا ہم عبدالرزاق کے پاس بیٹھے تھے اس نے مالک بن اوس بن حذان کی حدیث بیان کی لیکن جب حضرت عمر کا یہ قول بیان کیا کہ انہوں نے علی اور عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تو یعنی عباسؓ تو اپنے بھتیجے کی میراث طلب کر رہا تھا اور علیؓ اپنی بیوی کی جو اسے باپ کی جانب سے ملنی چاہیے تھی میراث طلب کر رہا تھا عبدالرزاق نے اس پر یہ جملہ کہا کہ اس احق کو دیکھو کہ بھتیجا اور بیوی کا باپ کہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتا۔ زید بن المبارک کا بیان ہے کہ میں اس کے بعد عبدالرزاق کے پاس نہیں گیا اور نہ میں اس سے کوئی روایت نقل کرتا ہوں۔

جعفر بن ابی عثمان الطیالسی کا بیان ہے کہ انہوں نے یحییٰ بن معین سے یہ بات سنی کہ میں نے عبدالرزاق سے کچھ ایسی گفتگو سنی جس سے میں اس کے شیعہ ہونے کا استدلال کر سکتا تھا میں نے اس سے دریافت کیا کہ ترے بھتیجے بھی استاد تھے وہ سب اصحاب سنت تھے۔ مثلاً عمر، مالک، ابن جریج سیاق۔ اور اوزاعی۔ تو آخر یہ بدعت کون افراد سے سیکھی۔

اس نے جواب دیا ہمارے پاس جعفر بن سلیمان الفسقی آیا۔ میں نے اسے فاضل اور اچھی ہدایت دلا دیا۔ میں نے یہ تمام باتیں اسی سے سیکھیں۔

احمد بن ابی خثیمہ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے یہ بات اس وقت سنی کہ امام احمد یہ فرماتے تھے کہ عبید اللہ بن موسیٰ نے تشیع کے باعث اس کی حدیث رد کر دی تھی۔ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ کی قسم عبدالرزاق تو عبید اللہ سے سو درجہ زیادہ غالی ہے بلکہ سو درجہ سے بھی زیادہ میں نے عبدالرزاق

سے ایسی باتیں سنی ہیں جو عید اللہ سے بھی نہیں سنی۔

سلمۃ بن شیبہ کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق کو یہ کہتے سنا۔ اللہ کی قسم مجھے اس امر پر اب تک شرح مدرسہ نہیں ہوا کہ میں علیؑ کو ابو بکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دوں۔

احمد بن الحارث کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق کو یہ کہتے سنا ہے کہ علیؑ نے ابو بکرؓ و عمرؓ کو خود پر فضیلت دی تھی۔ اس لئے میں انھیں فضیلت دیتا ہوں۔ اگر وہ فضیلت نہ دیتے تو میں انہیں فضیلت نہ دیتا۔ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میں علیؑ سے محبت رکھتا ہوں اور ان کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

محمد بن ابی البٹری کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق سے دریافت کیا تمہاری فضیلت صحابہ کے بارے میں کیا رائے ہے اس نے جواب دیا۔ سفیانؒ ابو بکرؓ و عمرؓ کہتے اور خاموش ہو جاتے اور مالک کہتے ابو بکرؓ و عمرؓ اور خاموش ہو جاتے۔

ابوصالح محمد بن اسماعیل انصاری کا بیان ہے کہ ہم صفار میں عبدالرزاق کے پاس تھے کہ وہاں یہ اہل حدیث علیؑ کہ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے عبدالرزاق کی حدیث ترک کر دی ہے یا یہ حضرات اسے برا تصور کرنے لگے ہیں ہم اس بات سے بہت غم زدہ ہوئے اور ہم نے دل میں سوچا کہ ہم نے اتنا مال خرچ کیا۔ اتنا دین سنا کیا اور اتنے مصائب برداشت کئے پھر ہم کج کیلئے آئے۔ وہاں ہماری ملاقات یحییٰ سے ہوئی۔ ہم نے ان سے اس معاملہ میں دریافت کیا۔

انہوں نے جواب دیا اے ابوصالح اگر عبدالرزاق اسلام سے مرتد بھی یعنی رافضی ہو جائے گا تب بھی ہم اس کی حدیث ترک نہیں کر سکتے۔

عبدالرزاق نے سفیان ثوری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ ہے کہ اگر تم لوگ علیؑ کو اپنا دل بنائیں تو اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پائیں گے۔

عبدالرزاق سے سوال کیا کہ کیا تم نے یہ روایت سفیان ثوری سے سنی ہے؟ اس نے جواب دیا محمد بن نعمان بن الفخیر اور یحییٰ بن العلاء نے بیان کی تھی۔

نعمان مجہول ہے۔ اور یحییٰ بن العلاء ہلاکت پھیلانے والا ہے۔

اسے اسرائیل نے ابو اسحاق سے۔ اسرائیل سے عبد الحمید الخزاعی نے نقل کیا ہے نیز زید بن الجباب نے فضیل بن مرزوق کے ذریعہ ابو اسحاق سے روایت کیا ہے۔ اس طرح سے۔ روایت ابو اسحاق سے تو محفوظ ہے لیکن ابو اسحاق کے استاد زید بن شیع کے بارے میں میں کسی جرح سے واقف نہیں۔ لیکن یہ روایت منکر ہے۔

امام ابو عمر دین الصلاح امام احمد کا قول نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں جس نے عبد الزاق سے اس کے نابینا ہونے کے بعد روایات سنی ہیں وہ قابل اعتبار نہیں ہیں اس کی متعدد احادیث دوسری کے ذریعہ عبد الزاق سے نقل کی ہیں۔ جنہیں میں منکر تصور کرتا ہوں جنہیں میں بیاں بیاں کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

ان میں سب سے بدتر وہ روایت ہے جسے احمد بن ابی الاثیر نے عبد الزاق سے نقل کیا ہے اور عبد الزاق نے تنہائی میں معمر بن الزہری عن عیسیٰ اللہ بن ابی عباس کی سند سے حدیث روایت کی ہے کہ آپؐ نے علیؑ کی جانب دیکھا اور فرمایا۔ تو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار رہے گا۔ جس نے اے علیؑ تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جو ہم سے حذف کر دی ہیں۔ عبد الزاق کا انتقال شوال ۲۱۱ھ میں ہوا۔

انہی مذکورہ روایات میں ذہبی نے عبد الزاق کے واسطے سے یہ روایت نقل کی جو ہم نے بطور مرفی پیش کی ہیں۔ اگرچہ ذہبی نے اس کا سپرہ ابو القلیت الہروزی کے سر باندھا ہے میزان ج ۲ ص ۶۹۹ اس سے ترمذی کے علاوہ صحاح میں سے کسی نے روایت نہیں لی۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ قبیلہ ہمدان سے تعلق رکھتا ہے حضرت علیؑ اور حضرت ابو ذرؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اور ابو اسحاق کے علاوہ اس سے کسی نے روایت نہیں لی۔ بعض حضرات نے اس کا نام ابان بن ثعلب بن زید بن یفیع بیان کیا ہے لیکن ہذا قول زیادہ صحیح ہے میزان ج ۲ ص ۱۱۱

ابن ابی حاتم نے اس کا نام زید بن نفع بیان کیا ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ یہ حضرت علیؓ کی بودا اور حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے ابو اسحاق کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے سنا ہے۔ الجرح والتعديل ج ۳ ص ۵۷۳۔

الغرض اس روایت کے تمام راوی جو اسحاق کے علاوہ ہیں یا وہ سب باطل ہیں یا محدث ہیں۔ اور عبد الرزاق سے نقل کرنے والے سراسر باطل اور کالعدم ہیں۔ لہذا یہ روایت باطل ہوئی۔

ایسی صورت میں اس روایت کا کیا مقام ہے۔ اس کا فیصلہ خود قارئین فرمائیں۔ ہمارے نزدیک تو یہ حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت عثمانؓ غنیؓ پر تبرا ہے۔ کیونکہ ہر دو ولاد صاحب مال و زر تھے۔ یہ یخو ابوالعاصؓ اور عثمانؓ۔ اسی لئے حضرت علیؓ کے فقر و فاقہ کو جوٹ کے پردے میں چھپانے کی ضرورت پیش آئی۔ اور چونکہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کے یہاں ہمیشہ تنگی اور فقر و فاقہ میں گزاری۔ اس لئے حضرت فاطمہؓ کی زبان سے حضرت علیؓ کے خلاف تبرا بھی کیا گیا کہ اس کے پاس مال نہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ اسے پردے میں چھپایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو تیرے باپ اور علیؓ کے علاوہ کوئی محبوب نہیں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ حقیقت لاکھوں پردوں میں بھی نہیں چھپتی۔ اگر حضرت فاطمہؓ کا حج کے وقت انکار فرمادیتیں تو ہر سستہ کے حالات تبدیل ہو جاتے۔ اور ہماری تاریخ کے اتنے اوراق کسی اور رنگ میں رنگیں ہوتے اور ہو سکتے کہ اس وقت عبد الرزاق جیسے بھی سخی ہوتے۔

حضرت علیؓ سے سرگوشی

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے روزنہ علیؓ کو بلایا اور ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔ اس پر لوگوں نے آپؐ میں کہا۔ کہ آج تو آپؐ نے اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ بہت طویل سرگوشی کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں نے اس سے کوئی سرگوشی نہیں کی۔ اس سے تو اللہ نے سرگوشی کی ہے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے اور اسے ابلیج کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور

حدیث نفع لے علاوہ جن لوگوں نے اُتخاج سے روایت نقل کی ہے انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس بلے کو اس سے اللہ نے سرگوشی کی ہے "کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے مجھے علیؑ کے ساتھ سرگوشی کا حکم دیا تھا تو مذی ج ۲ ص ۲۳۷۔

اس روایت کا آئین راوی جو ترمذی کا استاد ہے وہ علی بن المنذر لفظی ہے۔

اس سے ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہیں۔ عبد الرحمن بن ابی حاتم **علی بن المنذر** کہتے ہیں یہ ثقہ ہے سچا ہے۔ لیکن نسائی نے اگرچہ اس سے روایت لی ہے

لیکن یہ وہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ خالص شیعوں کا ہے۔ ۲۵۴ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۱۵۵

عبد الحسین عراقی نے اسے شیعہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ المرجعات ص ۱۹۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں یہ بختمی ہے کوئی ہے۔ سچا عارف ہے **محمد بن فضیل بن غزوان** لیکن اسے شیعہ کہا جاتا ہے اس سے تمام اصحاب ستہ نے روایات لی ہیں۔ تقریب ص ۳۱۵۔

ذہبی لکھتے ہیں۔ یحییٰ بن معین اسے ثقہ کہتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی حادثہ اچھی ہوئی ہے لیکن یہ شیعہ ہے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ بعض محدثین اس کی حدیث کو حجت نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ وہ شیعہ ہے۔ اور ابو داؤد کہتے ہیں یہ تو اگ لگانے والا شیعوں ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۸۱

ابن قتیبہ نے اپنی معارف میں اسے شیعہ علماء میں شمار کیا ہے۔ عبد الحسین موسوی نے بھی اپنی کتاب میں اس کے شیعہ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ المرجعات ص ۱۱۱۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں اسے آج کل بن عبد اللہ بن نجیحہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کثرت ابو نجیحہ ہے قبیلہ کنذہ کا ایک فرد ہے۔ اس کی روایات اربعہ میں موجود ہیں لیکن شیعہ ہے۔ تقریب ص ۲۵۵۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ یحییٰ بن معین اور احمد بن عبد اللہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ لیکن ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے اور بدترین مذہب رکھتا تھا۔

یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں۔ میرے دل میں تو اس کی جانب سے شک ہے۔ ابن عدی کہتے

ہیں اگرچہ سچا ہے لیکن شیعوں نے جوڑ جانی کا بیان ہے کہ یہ زبردست افتراء ہوا ہے ۳۵۵ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۶۰۔

اس طرح اس روایت کے تیغوں راوی شیعہ ہوئے۔ اور اس میں مزید خرابی یہ ہے کہ ابلیح نے یہ روایت ابو انزیر سے نقل کی ہے اور ابو انزیر اسے عن جابر کہہ کر نقل کر رہے ہیں اور وہ مدلس ہیں۔ اور محمد بن کادعویٰ ہے کہ اگر ابو انزیر سے لیٹ نقل کریں تو وہ روایت صحیح ہوتی ہے۔ درندہ انزیر کی بقیہ روایت میں تدلیس ہوتی ہے۔

اے علیؑ تو عیسیٰ بن مریم کی طرح ہے

حضرت علیؑ کا کہنا ہے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تجھ میں عیسیٰؑ کی مثال پائی جاتی ہے کہ ان سے یہود کو تائب بنایا گیا اور ان کی ماں پر تہمت لگا بیٹھے اور ان سے نصاریٰ نے اتنی محبت کی کہ انھیں اس منزل پر پہنچا دیا جس پر وہ نہ تھے۔

خبردار میرے معاملہ میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔ ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا کہ مجھ پر وہ باتیں منسوب کرے جو مجھ میں نہیں پائی جاتیں۔ اور وہ عداوت رکھنے والا جو میرے مزاج کو برداشت نہیں کر سکے جتنی کہ مجھ پر تہمت لگانا شروع کر دی۔ خبردار میں نہ تو نبی ہوں اور نہ میرے پاس وحی کی جاتی ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ حدیث صحیح نہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عبد الملک ثقفی نہیں بلکہ یہ کچھ بھی نہیں۔ ابو زرہ حکیم بن عبد الملک کا قول ہے یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۸۴۔ حکم بن عبد الملک قوی نہیں کتاب دفع العدا و المتروکین للناسی ص ۱۰۰۔

خالد بن مخلد اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ دیکھئے حال گندچکا

سفیان بن دیکع سنان کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں جب اسے بات کی تلقین کی جاتی تو وہی اختیار کر لیتا ہے۔ ابو زرہ کا بیان ہے کہ یہ جھوٹ کے ساتھ شہم ہے۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۴۔

ان تین راویوں کے علاوہ اس روایت کے درجی راوی ناقابل اعتبار ہیں مثلاً حادث بن حمیرہ رجعت پر ایمان رکھتا۔ ابو صادق اور ربیعہ بن ناجدہ سب مجہول لوگ ہیں۔ ہاں یہ روایت ایک سند سے صحیحان الفاظ میں مروی ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے بچہ کر ارشاد فرمایا۔

اے علیؑ، اس امت میں تیری مثال عیسیٰ بن مریم کی طرح ہے جس سے ایک نور آنے محبت کا اور اس میں انفراس سے کام لیا اور ایک نور نے اس سے بغض رکھا تو اس میں حد سے بڑھ کے اور ان لوگوں نے بھی مذاق اڑا کر دیا جو عیسیٰ کے پاس موجود تھے۔ اس پر کفار مکہ بولے ذرا اس پر غور کر دو کہ یہ اپنے جملہ کے بیٹے کو عیسیٰ سے کیسے تشبیہ دے رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل کی۔

وَلَمَّا شَرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَشَلًّا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ۝
اور جب ابن مریمؑ کی مثال بیان کی جاتی ہے تو تیری قوم اس سے اعراض کرتی ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کو راوی عیسیٰ بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب ہے۔ اپنے باپ دادا کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ اسے حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۴۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ اسے مبارک بھی کہا جاتا۔ یہ مترک الحدیث ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۱۵

تیرا بھائی علیؑ بہتر بھائی ہے

حضرت علیؑ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ جب مجھے ساتویں سے

آسمان پر بھی یا گیا تو مجھ سے جبرئیلؑ نے کہا اے محمدؐ آگے بڑھو۔ اللہ کی قسم اس مقام پر کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرحلہ آج تک نہیں پہنچا۔ ہاں پروردگار نے مجھ سے کچھ وعدے فرمائے۔ لیکن جب میں واپس لوٹا تو ایک منادی نے پردہ کے پیچھے سے مجھے آواز دی۔ تیرا باپ ابراہیم اچھا باپ تھا۔ اور تیرا بھائی عیسیٰؑ تیرا اچھا بھائی ہے۔ اسے خیر کی وصیت کرنا۔

میں نے کہا اے جبرئیلؑ میں قریش میں قمریش کو بتا دوں کہ میں نے اپنے رب کی زیارت کی کہ ہے۔ جواب ملا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ قریش میری تکذیب کہیں گے۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان میں ابوبکرؓ بھی موجود ہیں اور وہ اللہ کے نزدیک صدیق ہیں۔ اور وہ اے محمدؐ تمہاری تصدیق کریں گے اور عمرؓ سے بھی میرا سلام کہہ دینا۔

ابن جوزیؒ کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ علی بن المدینیؒ کا بیان ہے کہ مسلم بن خالد کچھ نہیں۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۲۔

ماظاہ ابن حجرؒ کا بیان ہے۔

مسلم بن خالد المخزومی ان کے مالک کے باشندہ تھے۔ زنجی کے لقب سے موسوم ہیں فقید ہیں سچے ہیں لیکن انہیں دہم بہت ہوتا ہے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔ تقریب التہذیب ص ۳۔

بخاری کا بیان ہے مسلم بن خالد الزنجی۔ اس کی کینت ابو خالد ہے۔ ہشام بن عروہ اور ابن جریرؒ سے روایات نقل کرتا ہے۔ منکر الحدیث ہے کتاب الصغفاء الصغیر ص ۱۷۔

نسائی رقم طراز ہیں۔ مسلم بن خالد الزنجی ضعیف ہے۔ کتاب الصغفاء والمترکین للنسائی ص ۱۷ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

مسلم بن خالد الزنجی المکی۔ فقیہ ہیں۔ ان کی کینت ابو خالد ہے بنو مخزوم کے غلام ہیں۔ ابن ابی ملیحہ اور عروہ بن کثیرؒ سے روایات نقل کرتے ہیں۔ ان سے شافعی، حمیدی، مسند دار و دیگر منقولہ نے روایات لی ہیں۔

یعنی بن معین کا بیان ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں اور ایک بار فرمایا یہ ثقہ ہیں۔ لیکن ایک بار فرمایا ضعیف ہیں ساجی کا بیان ہے کہ بہت غلطیاں کرتے ہیں۔ تقریر کے منکر تھے ساجی کہتے ہیں منکر احمدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس کی روایت حجت نہیں۔ اور ابو ذر دُوسرے اسے ضعیف کہہ رہے۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

ازرقی کا بیان ہے کہ یہ فقیہ ہیں۔ عابد ہیں۔ ہمیشہ روزے رکھتے۔ ابو اہیم الحرنی کا قول ہے کہ یہ اہل مکہ کے فقیہ تھے۔ ابن سعد کہتے ہیں یہ بہت سپید تھے۔ انھیں جو نقب دیا گیا وہ ضد میں دیا گیا۔ شام میں ان کا انتقال ہوا۔ میزون ج ۴ ص ۱۲۰۔

حضرت علیؓ سید العرب ہیں

سلمۃ بن کبیل کا بیان ہے کہ علیؓ بن ابی طالب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزر ہوا۔ اور اس وقت آپؐ کے پاس عائشہؓ موجود تھیں۔ آپؐ نے عائشہؓ سے فرمایا اے عائشہؓ اگر تو سید عرب کو دیکھنا چاہے تو علیؓ بن ابی طالب کو دیکھ لے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا آپؐ سید العرب نہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں امام المسلمین اور سید المتقین ہوں تو اگر سید عرب کو دیکھنا چاہے تو علیؓ بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

ابن جوزی کہتے ہیں اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ اس کی سند منقطع ہے۔ اور

محمد بن حمید کو ابن دارہ اور ابو ذر غفاری نے کذاب کہا ہے۔ ابن جہان کہتے ہیں یہ ثقہ لوگوں سے روایات میں تبدیلیاں کر کے نقل کرتا ہے۔ العلل المتباہ فی احادیث الواہبہ

یہ محدثین حمید مشہور مؤرخ ہے جس نے ابن اسحاق کی مغازی نقل کی ہے۔ ہم اس کا تفصیلی
تراجم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ اس لئے اعادے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔

- اس موضوع پر ایک اور روایت ابن عباس سے ان الفاظ میں مروی ہے۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں آدم کی اولاد کا
سرور ہوں اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں اور علیؑ عرب کے سرور ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خارجہ بن مصعب ثقہ نہیں۔ ابن جہان کہتے ہیں
اسے توجہ میں بھی پیش کرنا جائز نہیں۔ لعل التناہیہ فی احادیث الابرار ج ۱ ص ۲۱۵۔

خارجہ بن مصعب اس کی کینت ابو الجراح السرخسی ہے۔ قبیحہ ہے۔ اس کی روایات
ترمذی اور ابن کثیر میں پائی جاتی ہیں۔

اسے امام احمد نے داہی اور یحییٰ بن معین نے غیر ثقہ قرار دیا حتیٰ کہ ایک بار فرمایا یہ کذاب
ہے۔ بخاری کا کہنا ہے اسے ابن المبارک اور دیگر نے چھوڑ دیا ہے۔ دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے
کہ یہ ضعیف ہے۔ لیکن ابن عدی کہتے ہیں یہ ان لوگوں میں داخل ہے جن کی روایات لکھی
جاتی ہیں۔

ابن عدی نے اس کی بیس کے قریب منکر اور غریب روایات نقل کیں
اور اس کے بعد کہا اس سے بہت سی روایات مروی ہیں جن میں سے کچھ مسند میں اور کچھ منقطع۔
بہر صورت یہ ان لوگوں میں داخل ہے جس کی روایات لکھی جاتی ہیں۔ یہ ان میں غلطیوں کا
ہے لیکن عمداً اسے نہیں کرتا۔ اس کا شمار ۱۶۵ میں انتقال ہوا۔ اور خراسان میں یہ بہت بڑا آدمی
شمار ہوتا تھا۔ میزان ج ۱ ص ۶۲۵۔

حافظ ابن حجر قمر طراز ہیں۔ خارجہ بن مصعب۔ اس کی کینت ابو الجراح ہے۔ متردد ہے
اور کذاب لوگوں سے تدریس کرتا۔ یحییٰ بن معین نے اسے کذاب کہہ دیا۔ ترمذی اور ابن ماجہ
نے اس سے روایات لی ہیں۔ تقریب التہذیب ص ۸۰۔

دارقطنی لکھتے ہیں خارجہ بن مصعب سخی ہے متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی
 برقی رقم طراز ہیں خارجہ بن مصعب اس کی کثرت ابوالحجاج ہے خراسانی ہے ضعی ہے۔ زید بن
 اسد سے روایات نقل کرتا ہے۔ وکج نے اس کی روایت ترک کی یہ خارجہ غیاث بن ابراہیم سے تدریس
 کرتا ہے۔ اور غیاث کی حدیث ردی ہوتی ہے اور اس خارجہ کے علاوہ غیاث سے کوئی صحیح مور پر نقل
 نہیں کرتا۔ کتاب الضعفاء المصنوعۃ
 نسائی لکھتے ہیں۔ خارجہ بن مصعب خراسانی ہے متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء
 والمتروکین للنسائی ۳۔

میری اولاد علیؑ کی پشت سے پیدا کی گئی ہے

حضرت جابر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس
 کی پشت میں۔ تمی ہے لیکن سری اولاد علیؑ کی پشت میں رکھ دی۔
 ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔
 یہ بھی بن العلاء کتاب ہے احادیث، وضع کیا کرتا تھا، دارقطنی کا بیان ہے کہ اس کی
 مرویات موضوع ہوتی ہیں العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۱۵۔
 ذہبی لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن العلاء بخیلہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اسے کا باشندہ ہے
 یہ زہرکن اور زید بن اسلم سے روایات لیتا۔ اس سے عبدالمزاق اور جبارة بن المغلس روایات
 نقل کرتے ہیں۔ اس کی مرویات ابو داؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں یہ بہت فصیح تھا، اور
 بولے یہ خوب ماہر تھا اس کا شمار اقلوں میں ہوتا تھا۔
 ابو حاتم لے لے ہں یہ قوی نہیں۔ ابن معین اور ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے دارقطنی
 لکھتے ہیں یہ متروک ہے۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

بھائی بن معین کا قول ہے کہ یہ فقہ نہیں۔ جو زبانی کہتے ہیں یہ شخص قابلِ معرور نہیں۔ عبد الرزاق کا بیان ہے کہ میں نے دیکھ سے اس بھائی بن العلاء کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کیا تو اس کی فصاحت نہیں دیکھتا۔ میں نے سوال کیا پھر آپ اس کی روایات کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ کھانے کے وقت چیل اتارنے کے بارے میں بیس حدیث بیان کرتا ہے۔

اس نے ایک تومرث بالابیان کی۔ اور ایک یہ روایت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے علیؑ کے بارے میں مجھے تین باتوں کی رُخی کی ہے۔ اول وہ سید المسلمین ہیں، دوسرے امام المتقین ہیں اور تیسرے ان لوگوں کے قاتل ہیں جن کے اعضاء وضو پسید ہوں گے۔ میزان ج ۴ ص ۳۱۷۔
امام بخاری کہتے ہیں۔ اسنادی کے بارے میں دیکھنے کے کلام کیلئے۔ کتاب الضعفاء

الصغیر ۱۲۱۔

نسائی لکھتے ہیں۔ بھائی بن العلاء (۱۲۱) منردک الحدیث ہے۔ اس سے عبد الرزاق روایت کرتا ہے۔ کتاب الضعفاء والترمذی بنی لسانہ ۴۰۔
ارطقی، یاب جے بھائی بن العلاء الرزازی بھائی سرک ہے۔ کتاب الضعفاء ۱۰۱ مترکین للدرنطی ۱۲۱۔

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔ بھائی بن العلاء (بھلی)۔ اس کی کیفیت، بوئرب الوسمہ ہے۔ اس سے ابن ماجہ نے روایات لیں۔ اس پر منع حدیث کا الزام ہے تقریباً ۲۵۰۔
قرآن نے ہمیں اس امر کا حکم دیا ہے کہ لوگوں کو پاؤں کے نام سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک بہت منعفا بات ہے۔

میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں

علی بن مرزہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان بھائی چارہ کر لیا اور علیؑ کو چھڑ دیا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے لوگوں کے درمیان بھائی چارہ کر لیا اور مجھے

چھوڑ دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں نے تمہیں کس نے ٹپکڑ لپے تجھے معلوم ہے تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں۔ اگر تجھ سے اس سلسلہ میں رچا زاد بھائی ہونے میں کوئی جھگڑے تو تم کہنا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ تیرے بعد جو اس کا دعویٰ کرے وہ کذاب ہے۔

یعنی اگر کوئی اللہ کا بندہ ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ کذاب ہے۔ یا بھائی ہونے کا دعویٰ کرے تو عرض یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ چچا تھے اور ان سب کے اولاد تھی۔ اور ان میں سے بہت سے حضرت علیؓ کی دفات کے ذوق ہنگ حیات تھے حتیٰ کہ حضرت علیؓ کے بڑے بھائی عقیلؓ چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ حیات تھے۔ گویا کہ یہ سب عیاذاً باللہ جھوٹے لوگ تھے۔ حالانکہ دراصل جھوٹے لوگ تو یہ روایت کھڑے والے ہیں۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا راوی

عمر بن عبداللہ بن یعلیٰ سے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں عمر کوئی شے نہیں۔ دارقطنی کا بیان ہے متروک ہے۔ السلسلۃ الامارۃ الضعیفۃ ج ۱ ص ۲۱۰

بخاری لکھتے ہیں کہ عمر بن عبداللہ بن یعلیٰ بن مرہ اس سے مسعودی وغیرہ نے روایات لی ہیں۔ یہ اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ محدثین کو اس میں کلام ہے۔ الضعفاء الضعیفہ ص ۵۷۔

نسائی لکھتے ہیں کہ عمر بن عبداللہ بن یعلیٰ ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء والمتردین للنسائی ص ۸۴ حافظ بن حجر رقم طراز ہیں۔ عمر بن عبداللہ بن یعلیٰ بن مرہ قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتا ہے کوثر کا باشندہ۔ کبھی یہ اپنے دادا کی جانب منسوب ہوتا ہے۔ ضعیف ہے۔ اس سے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ تقریباً القہذیب ص ۲۵۵۔

دارقطنی لکھتے ہیں۔ عمر بن عبداللہ بن یعلیٰ بن مرہ ثقیفی اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا سے روایت نقل کرتے ہیں۔ اس کے بارے

کو کوئی نہیں جانتا صرف اس کے بنانے سے اس کا علم ہوا۔ اس نے زیادہ بن علاقہ کے ذریعہ

منہال بن عمر سے بھی روایت ملی ہے۔ متردک ہے۔ کتاب: (النفذ والمرتکز) للدارقطنی ص ۱۲۸۔
ذہبی میزان میں رقم طراز ہیں۔

عمر بن عبداللہ بن یعلیٰ بن مروان الثقفی: کو ذکر کا باشندہ ہے اپنے باپ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی روایات ابو داؤد وصابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

اسے امام احمد، بخاری اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کا اس کے سلسلہ میں کلام ہے۔ داؤد طنی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے زائد کہنے میں میں نے اسے شراب پیتے دیکھا ہے۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۱۱۔

حضرت علیؑ ہر مسلم کے مولیٰ ہیں

حضرت ابومریدہ کا بیان ہے کہ جس شخص نے اٹھارہ ذی الحجہ کو روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ساٹھ ماہ کے روزوں کا ثواب لکھے گا۔ اور یہ غدیر خم کا دن ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کیا میں مومنین کا مولیٰ نہیں ہوں۔ لوگوں نے جواب دیا کیوں نہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں جس کا مولیٰ ہوں علیؑ اس کے مولیٰ ہیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ایوم اکملت لکم دینکم۔ اور جس نے ستائیس رجب کا روزہ رکھا اس کے لئے ساٹھ ماہ کے روزے لکھے جائیں گے۔ اور یہ پہلا روزہ ہے کہ جبریل علیہ السلام پر رسالت لے کر نازل ہوئے۔

یہ ہم پہلے وضاحت سے بیان کر چکے ہیں کہ عربی زبان میں لفظ مولیٰ دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اول اللہ کے معنی میں اور قرآن کی متعدد آیات ہم نے پیش کیں۔ یا دوسرے غلام یا آزاد شدہ غلام کے معنی میں۔

۱۔ پہلے معنی کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علیؑ کے لئے اس کا استعمال مریح کفر

ہے۔ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی توہین ہے جو ممنوع ہے۔

۲۔ اٹھارہ ذی الحجہ کو حضرت عثمانؓ شہید ہوئے، شیعوں کی شہادت کی خوشی منانے کے لئے غم غنیمت کا نام لیتے ہیں اور حضرت عثمانؓ کی تاریخ کو دفن کئے گئے۔ ان تین روزہ کا شیعوں کا عید غدیر کے نام سے خوشیاں مناتے تھے کہ رات کو اندیرے میں ماں بٹینیں سب ملال ہو جاتی ہیں۔

۳۔ یہ آیت ایوم اکملت لکم دینکم صبح کے وقت عرفہ کے میدان میں ۹ ذی الحجہ کو نازل ہوئی کہ ۱۸ ذی الحجہ کو۔

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت ماہ رمضان میں ملی جیسا کہ قرآن اس پر شاہد ہے، شیعوں نے ستائیس۔ جب مشہور کی۔ حتیٰ کہ ہمارے سنی بھائی بھی اس رات خوشیاں منانے لگے۔

۵۔ اس روایت میں مشہور بن موسیٰ اور ابوہریرہؓ کے درمیان متحد ضعیف راوی ہیں۔ جس کے باعث اس حدیث کو حجت میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔

محدثین نے ان راویوں پر جو کلام کیا ہے اس پر تفصیلی بحث کرنے سے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ایک اجمالی خاکہ پیش کر دیا جائے۔

شہر بن حوشب توہمی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمترکین لسنائی ص ۵۶۔

مطربن طہمان الوراق توہمی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمترکین لسنائی ص ۹۸۔

یہ ہم نے صرف دو اشارے کئے ہیں۔ درہ اس روایت میں اور بھی ضعیف راوی موجود ہیں۔

پھر سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ روزوں کی فضیلت حضرت ابوہریرہؓ کی جانب منسوب کی گئی ہے اور حضورؐ کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا۔ تو ابوہریرہؓ کو ان فضیلتوں کا کیسے علم ہوا۔

دین جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کو بطور حجت پیش کرتا بھی جائز نہیں۔ اور مشہور اور ابوہریرہؓ کے درمیان متحد راوی ضعیف ہیں۔ اور آیت بلا شک و شبہ عرفہ کے روز نازل ہوئی جیسا کہ صحیحین میں مروی ہے۔ العلل المتناہی فی احادیث الواہید ج ۱ ص ۲۳۵۔

اس کی دیگر گواہی یہ ہے کہ یہ روایت کئی وجوہات سے منکر ہے۔ جس میں سے ایک وجہ آیت

اليوم الله لنا ولكم دينكم فانزل سے جو عہد کے دن نوحی الحجہ کو نازل ہوئی۔ اس کے مثل ایک روایت ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے لیکن ان میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں۔

یہ آیت عہد کے دن نازل ہوئی جیسا کہ صحیحین میں حضرت عمر سے مروی ہے۔

متعدد صحابہ کی جانب یہ روایت منسوب کی گئی ہے من مولاہ میں جس کا مولیٰ ہوں

ملیٰ ان کے مولیٰ ہیں ان سب کی سندات ضعیف ہیں الہدایۃ والہناج ۷ ص ۳۷۰

یہ امر ذہن میں رہے کہ ۸ تا ۲۲ ذی الحجہ شیعہ طبقہ عید غدیر کے نام سے خوشیاں مناتا ہے۔ یعنی عثمان کی شہادت کی خوشی میں۔

اللہ تعالیٰ نے علیؑ کی مخصوص طور پر مغفرت فرمائی ہے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد کی شام ہمارے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدولت تم پر مغفرت فرمائی ہے۔ کہ تم لوگوں کی عام طور پر مغفرت فرمائی اور علیؑ کی خاص طور پر مغفرت کی ہے۔ میں اللہ کی طرف سے تمہاری جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں نہ اپنی قوم سے ڈرتا ہوں اور نہ اپنے قریب و داروں سے محبت کرتا ہوں۔ یہ جبریلؑ ہیں جو مجھے بتا رہے ہیں نیک بخت وہ ہے جو علیؑ سے ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد محبت کرتا ہو۔ اور بد بخت وہ ہے جو علیؑ سے ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد بغض رکھتا ہو۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت صحیح نہیں۔ اور

عبدالکبلی کوئی شے نہیں۔ نسائی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ مشرک ہے۔ العلل المتباہین احادیث الممنوعہ ص ۲۴۰

حضرت علیؑ تاویل قرآن پر جنگ کریں گے

حضرت ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔

مستے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدرتشریف لائے اور آپ کے پیچھے ٹھٹھکے تھے۔ آپ نے وہ چپل علی کے پاس چھینک دے اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص تاویل قرآن پر اس طرح جنگ کرے گا جس طرح میں نے قرآن کے نزول پر جنگ کی ہے۔ ابو بکرؓ بولے یا رسول اللہ کیا وہ شخص میں ہوں گا۔ حضرت عمرؓ بولے کیا وہ شخص میں ہوں گا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ لیکن وہ شخص یہ جوتے والا ہے۔

اسمعیل بن رجاء دارقطنی کا بیان ہے کہ اسمعیل بن رجاء ضعیف ہے۔ ابن جہان کہتے ہیں اسکا لحدیث ہے۔ ثقہ راویوں سے ایسی باتیں نقل کرتا ہے جو انہوں نے نہیں کہی ہوتیں۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۴۲۔

مؤمن کے صحیفہ کا عنوان علیؓ میں

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے وہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے علاوہ کوئی اللہ نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے مؤمن کے صحیفہ کا عنوان علیؓ میں ابی طالب کی محبت ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ اور ابن جرزی مجہول راویوں سے روایت نقل کرتا ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۴۵۔

خلیبؓ لکھتے ہیں کہ یہ شخص مجہول ہے اور اس کی روایت میں غریب اور منکرات کافی پائی جاتی ہیں۔ حاشیہ العلل المتناہیہ۔

اے علیؓ تیرا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام میر کا نام پر ہوگا

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علیؓ تیرا ایک بیٹا ہوگا

جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ اور جس کی کنیت بھی میری کنیت پر ہوگی۔ (یعنی محمد بن حنفیہ)
حسن بن بشر۔ بیکہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کی پیداوار ہے۔ اس سے بخاری، نسائی
 اور ترمذی نے روایات لی ہیں۔ اس کی کنیت ابو علی الکوہی ہے۔ یہ اسباط بن نصر اور زبیر بن
 معاویہ سے روایت کرتا ہے اور اس سے بخاری، ابراہیم حربی اور متعدد افراد نے روایات نقل
 کی ہیں۔

ابو عاتم وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ سچا ہے۔ ابن خراش کہتے ہیں مکرر الحدیث۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی
 نہیں۔ امام احمد بن حنبل کو اس میں تردد ہے۔ ۲۵۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۲۸۱۔
 نسائی کا بیان ہے کہ حسن بن بشر بن سلم قوی نہیں۔ کتاب الفعطاء والمترکین للنسائی ص ۲۲۔

میں نے اللہ تعالیٰ سے علیؑ کے بارے میں پانچ امور کا سوال کیا تھا

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؑ میں نے تیرے بارے
 میں اللہ تعالیٰ سے پانچ چیزوں کا حوالہ کیا تھا تو اللہ نے مجھے چار چیزیں عنایت کیں اور ایک چیز سے
 منع کر دیا۔

اس نے مجھے تیرے بارے میں جو چیزیں عطا کیں اس میں سے اول یہ ہے کہ تو سب سے
 پہلا وہ شخص ہے جس کی قیامت کے دن قبر چمٹے گی اور تو میرے ساتھ ہوگا۔ تیرے ساتھ لوگو! الحمد ہوگا
 اور تو اسے اٹھائے گا۔ اور مجھے یہ بھی عطا کیا کہ تو میرے بعد ولی المؤمنین ہوگا۔

گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے گرام بھی حضرت علیؑ کے بعد قبر سے برآمد ہونگے۔
 اسی بات حضرت علیؑ کو اللہ اپنے ہاتھ میں سنبھال لیں گے۔ سنی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر
 نعمت سے محروم ہوں گے۔ جیسا کہ مذہب شیعہ میں یہ سب حقوق حضرت علیؑ کے لئے مخصوص ہیں
 ابن جوزی کو بلاشبہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ اور ہم نے پہلے

ابن جہان کا قول نقل کیا کہ ۔

عیسیٰ بن عبد اللہ بن عمر بن علی بن ابی طالب اپنے باپ دادا کے نام سے موضوع روایات

نقل کرتا تھا العلل المتناہیہ فی احادیث الوہب ج ۲ ص ۲۴۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ درختی کا بیان ہے کہ یہ متردک الحدیث ہے ۔ اسے مبارک بھی کہ جاتا ہے ۔ اس نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بنی کریہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ جو شخص یہ گن کرنا ہے کہ اسے مجھ سے محبت ہے ۔ درود حق سے بغض رکھتا ہے ۔ وہ جھوٹ بولتا ہے ۔ میزان ج ۳ ص ۲۵

اے علی تیری منزل میری منزل کے سامنے ہوگی

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کا بیان ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے سامنے تشریف لائے ۔ آپ کے صحابہ جمع تھے آپ نے ان سے فرمایا اے اصحاب محمد اللہ نے مجھے اس جگہ پر تمہاری منزلیں دکھا دی ہیں ۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کو ہاتھ تھاما اور فرمایا ۔ اے علیؑ تیرا اس پر راضی نہیں کہ جنت میں تیری منزل میری منزل کے سامنے ہوگی ؛ حضرت علیؑ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان کیوں نہیں یا رسول اللہؐ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں میری منزل تیری منزل کے بالمقابل ہوگی :

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ۔ کیونکہ

یہی من معین کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں دیکھی
عمار بن سیف الضبی کا بیان ہے یہ متردک ہے

محمّد بن ابی اس کا نام عبدالرحمان بن محمد الحماد بن ابی ہے ۔ یعنی بن معین کا بیان ہے کہ یہ حدیث
راویوں سے منکر حدیث روایت کرتا ہے ۔ العلل المتناہیہ ج ۳ ص ۲۵

الواہیہ ج ۲۵۱۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

عمر ابن سیف
جو قبیلہ غاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کینیت ابو عبد الرحمن ہے۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔

احمد عجمی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو زرعہ اور ابو حاتم کا بیان ہے ضعیف ہے۔ عثمان بن عقیل بن معین نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے ثقہ ہے لیکن احمد بن زبیر نے عجمی سے یہ نقل کیا ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ ابو داؤد کا بیان ہے یہ مہمل انسان تھا۔ صرف عجمی کا یہ بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ ثابت ہے عبادت گزار ہے۔ سنت کا پابند ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۶۵۔

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔

اس کی کینیت ابو عبد الرحمن ہے کوفہ کا باشندہ ہے حدیث میں کمزور ہے۔ عبادت گزار ہے۔ نویں طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تقریب ص ۲۵۔

محمّد بن محمد بن عبد الرحمن بن محمد الحمادی ہے۔ اس کی کینیت ابو محمد ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ تیس تھا۔ تقریب التہذیب ص ۲۰۹۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

عبد الرحمن بن محمد الحمادی سے تمام اصحاب صحاح نے روایات لی ہیں ذہبی کہتے ہیں ثقہ ہیں حدیث کے ماہر ہیں۔ عجمی بن معین کا بیان ہے کہ یہ مجہول راویوں سے منکر روایات نقل کرتے ہیں ابو حاتم راوی کہتے ہیں یہ سچے ہیں لیکن مجہول راویوں سے منکر احادیث نقل کرتے ہیں۔ اسی کے باوجود ان کی حدیث غراب ہو گئی۔ دیکھتے کہتے ہیں یہ طویل روایتوں کے کتنے بڑے حافظ ہیں۔

ابو نعیم کا بیان ہے کہ ہم سفیان کے پاس ہوتے۔ سفیان جب ایسی حدیث سے گزرتے جس کا تعلق احادیث زہد سے ہوتا تو کہتے یہ روایت تم لے لو۔ اس کا تعلق تم سے ہے۔ عبد الرحمن بن احمد کا بیان ہے انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ محمّد بن تدیس کرتا اور ہم یہ نہیں جانتے

کہ اس نے معمر سے کوئی روایت سنی ہے۔ ان کا انتقال ۱۹ھ کے بعد ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۵۸۵
اس کی روایت سے بچنا ضروری ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۵۱۔

اس روایت کا ایک راوی علی بن الحسن الخرمی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس نے
حضرت علیؓ کی فضیلت میں ایک جھوٹی روایت نقل کی ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۲۲۔
سب سے پہلے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عرش کی داہنی طرف حضور اور بائیں طرف حضرت ابراہیمؑ
اور درمیان میں ہیں خبر نہیں کہ عرش علیؓ پر اللہ تعالیٰ بٹو گیا حضرت علیؓ ہوں گے۔

ہم بے خبر اس لئے ہیں کہ پہلی روایت کی رو سے دونوں کے مل جنت میں ہوں گے اور
حضرت علیؓ درمیان میں اور اس روایت کی رو سے یہ تمام قصہ عرش کے ساتھ پیش آئے گا۔ اور
چونکہ درمیان میں اللہ تعالیٰ کا عرش ہوگا۔ اس لئے وہاں حضرت علیؓ کو بٹھایا گیا کہتے ہیں جب
حضور معراج کو گئے تو عرش پر سے ایک ہاتھ نکلا جو حضرت علیؓ کا ہاتھ تھا۔

علیؓ بن ابی طالب جنت میں صبح کے تارے کی طرح چمکتے ہونگے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علیؓ جنت میں ایسے
چمکتے ہوں گے جیسا کہ اہل دنیا کے لئے صبح کا ستارہ چمکتا ہے۔

ابن الجوزی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات صبح طور پر ثابت نہیں۔ اور
فاطمی متہم ہے۔ ابو ابراہیم بن ابی یحییٰ مترک ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۵۲
اس روایت کے ایک راوی حماد بن سلمہ ہیں اگرچہ ان کے ثقہ اور محدث ہونے
پر سب کا اعتماد ہے۔ لیکن یہ بھی متفق علیہ مسئلہ ہے کہ ان سے بے پناہ غلطیاں ہوئی ہیں۔ اور
اسی باعث بخاری نے ان سے روایت نہیں لی۔

اگر اس روایت کا سابقہ روایات کے پیش نظر مطالعہ کیا جائے تو ہمارے قارئین کو یہ ابھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ یہ تمام روایات ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور دروغ گوئی کا ایک مقابلہ ہو رہا ہے کہ کون زیادہ جھوٹ بولتا ہے۔ آپ حضرات بھی ان جھوٹوں کا مطالعہ کریں اور اس جھوٹ پر ان حضرت کو نمبر عنایت کریں۔

علی تمہیں صراط مستقیم پر چلائے گا

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اگر ابو بکرؓ کو والی بناؤ گے تو انہیں دنیا میں ناہرا اور آخرت پر راغب پاؤ گے۔ اگرچہ ان کے جسم میں کمزوری پائی جاتی ہے اور اگر تم عمر کو ولایت سپرد کرو گے تو انہیں قوی پاؤ گے امین پاؤ گے۔ اللہ کے معاملہ میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں گے۔ اور اگر تم علیؓ کو ولی بناؤ گے تو انہیں ہدایت کرنے والا ہدایت پر چلنے والا پاؤ گے اور وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

حضرت حذیفہؓ سے یہ روایت زید بن یثیع نے نقل کی ہے اور ان سے ابو اسحاق نے اور اصل یہ روایت سفیان نے ابو اسحاق سے نقل کی ہے اور وہ زید بن یثیع سے نقل کرتا ہے۔ اور زید بن یثیع بھی حذیفہؓ کا نام لیتا ہے۔ کبھی سلمانؓ کا اور کبھی علیؓ کا گویا اس زید کو خود یہ خبر نہیں کہ یہ روایت کس سے مروی ہے۔

ایک روایت میں یہ زید بن یثیع حضرت علیؓ سے ناقل ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بعد کس کو امیر بنایا جائے۔ آپ نے فرمایا اگر تم ابو بکرؓ کو امیر بناؤ گے تو اسے امین پاؤ گے۔ دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب پاؤ گے۔ اگر تم عمرؓ کو امیر بناؤ تو اسے قوی امین پاؤ گے۔ اللہ کے معاملہ میں وہ کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہ کرے گا اور اگر تم علیؓ کو امیر بناؤ گے لیکن میرا خیال ہے کہ تم ایسا نہ کرو گے تو اسے ہادی پاؤ گے ہدی پاؤ گے وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

اس زید بن شیع نے حضرت سلمان فارسی سے یہ آخری الفاظ نقل کئے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخر وقت فرمایا کہ اگر تم ابو بکر کو خلیفہ بناؤ گے تو اسے اللہ کے کام میں قوی اور اپنی ذات کے معاملہ میں کمزور پاؤ گے۔ اور اگر تم عمر کو خلیفہ بناؤ گے تو انہیں اللہ کے کام میں بھی قوی پاؤ گے اور اپنی ذات کے معاملہ میں بھی۔ اور اگر تم علی کو خلیفہ بناؤ گے اور تم ہرگز بھی ایسا نہ کرو گے تو اسے بادی اور مبدی پاؤ گے وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

اس روایت کے الفاظ پر غور کیجئے تو ان میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ اور ہر روایت میں حضرت عثمانؓ کو نام ضرور حذف کیا گیا ہے کیونکہ ان کا نام سامنے آنے سے دوسرا داماد سامنے آتا ہے اور وہ ذیل داماد تھے اور ان کا تعلق خواہیہ سے ہے لہذا اس کا حل یہی ہے کہ ان کے نام کو حذف کر دیا جائے۔

ہمارے قارئین پہلے تو یہ ذہن میں رکھیں کہ زید بن شیع سے ابو اسحاق کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا اور نہ انہیں کوئی جانتا ہے۔ جہاں تک ابو اسحاق کا تعلق ہے انہیں اگرچہ ثقہ مانا جاتا ہے لیکن یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ مدلس ہیں۔ اور مدلس کی وہ حدیث قابل قبول نہیں جو عن کے ذریعہ مروی ہو۔ اور یہ روایت بھی عن کے ذریعہ مروی ہے۔

علیؓ مقتول ہو کر مریں گے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ بیمار تھے۔ میں ان کی عیادت کے لئے گیا۔ وہاں سے ابو بکرؓ و عمرؓ پہلے سے بیٹھے تھے۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ابھی کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ بھی ایک جگہ بیٹھ گئے اور علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنے لگے۔ ابو بکرؓ و عمرؓ علیہما السلام نے حضورؐ کی جانب دیکھ کر فرمایا اے اللہ کے نبی ہم آپ کو رنجیدہ دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے علیؓ تو اس وقت ہرگز نہ مرے گا اور تیری موت قتل

کی حالت میں ہوگی۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کا راوی۔

ناصح ہے یعنی بن معین کا بیان ہے کہ یہ ناصح ثقہ نہیں۔ فلاس کہتے ہیں مترک الحدیث ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں اس نے بہت سی مرفوعہ روایات بیان کیں اس لئے
اسمعیل بن ابان ہم نے اس سے روایات لینا چھوڑ دیا۔ یعنی بن معین اور ابو جاتم الرازی
کا بیان ہے کہ یہ اسمعیل کذاب ہے۔ بخاری۔ مسلم۔ نسائی۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ مترک الحدیث
ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے مرفوعہ روایات بیان کرتا۔ مرفوعات ج ۱
ذہبی لکھتے ہیں کہ ناصح کے باپ کا نام عبد اللہ ہے۔ کو فرباشندہ ہے۔ یہ جوں بٹھا۔
یہ حاکم بن حرب اور یحییٰ بن ابی کثیر سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے اسمعیل بن عمرو البجلي
روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔

نسائی وغیرہ کا بیان ہے ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ فلاس کہتے
ہیں مترک الحدیث ہے۔ یعنی بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ اور ایک بل فرمایا یہ ثقہ نہیں۔
ذہبی کا بیان ہے کہ یہ عبادت گزار لوگوں میں سے تھا۔ حسن بن صالح نے اس کا ذکر
کیا اور فرمایا یہ نیک آدمی ہے اچھا آدمی ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی تین منکر روایات پیش
کیں۔ جن میں سے دو روایات ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۲۴۔

اس کا دوسرا راوی اسمعیل بن ابان الفزوی الکوفی ہے۔ یہ ورزی تھا۔ اسے بھی بن معین
نے کذاب کہا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ ہم نے پہلے اس کے ذریعہ بشام بن عمرو کی روایات
لکھی ہیں پھر اس نے فطر وغیرہ سے مرفوعہ روایات نقل کیں۔ لہذا ہم نے اس کی روایات چھوڑ
دی۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا۔ یعنی بن معین کا
کہنا ہے اس نے سفیان کے نام ایسی روایات منسوب کیں جو سفیان نے بیان نہ کی تھیں۔
مسلم اور نسائی کا بیان ہے کہ یہ مترک الحدیث ہے۔ اور نسائی نے ایک بار کہا ثقہ نہیں

ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۱۱۔

بخاری لکھتے ہیں کہ ناصح بن عبد اللہ یہ سہل وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۱۹۔

نسائی لکھتے ہیں۔ ناصح بن عبد اللہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ ضعیف ہے۔ الضعفاء الصغیر ص ۱۱۹۔ اس کی کنیت ابو عبد اللہ ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ متروک ہے۔
ناصر بن عبد اللہ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۶۰ للنسائی

اسمعیل بن ابان القنوسی کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ حکم علیہ اور فضیل بن عمرو الخياط کے ذریعہ ہشام بن عروہ سے نقل کرتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۶۰ للدرقطنی

ہشام بن عروہ سے روایات لیتا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ متروک الحدیث
اسمعیل بن ابان کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۶۰ للنسائی
 اس طرح دونوں راہی ناقابل اعتبار ہیں۔

علیؑ تو حضورؐ کا نفس ہیں

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کے بعد سب سے بہتر کون ہے آپؐ نے جواب دیا ابو بکرؓ میں نے عرض کیا ابو بکرؓ کے بعد کون بہتر ہے آپؐ نے فرمایا عمرؓ فاطمہؓ کا بیان ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپؐ نے علیؑ کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اے فاطمہؓ علیؑ میرا نفس ہیں اور کوئی شخص اپنے نفس کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔
 ابن سعدی کا بیان ہے کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وضع کی گئی ہے۔

اس روایت کا راوی

خالد بن اسماعیل ثقہ راویوں کے نام سے روایات وضع کرتا۔ ابو الفتح لازمی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔

محمد بن المہدی۔ دارقطنی کہتے ہیں محمد بن المہدی کذاب ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۲۱۰ خالد بن اسماعیل یہ مدینہ کا باشندہ ہے۔ بنی مخزوم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی کنیت ابو الولید ہے۔ ہشام بن عروہ ابن جریج اور ایک جماعت سے روایات نقل کرتا ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کیا کرتا۔ دارقطنی کا بیان ہے مترکک ہے اور ابن جہان کا بیان ہے کہ اس کے کسی حال میں احتجاج جائز نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۶۲۷۔

شیخہ غریب کی رو سے حضرت علیؑ کو امام ہونے کی حیثیت سے وہی مقام حاصل ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے بلکہ بعض صورتوں میں حضرت علیؑ کا مقام حضورؐ سے بڑھ کر ہے۔

سب سے پہلے جس کی روح نے مجھے سلام کیا وہ علیؑ کی روح تھی

حضرت علیؑ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ نے تمام ارواح جسموں سے دو ہزار قبل پیدا فرمائی تھیں۔ پھر وہ فرش کے نیچے گھومنے لگیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں سیری امامت کا حکم دیا۔ تو سب سے قبل جس روح نے مجھے سلام کیا وہ علیؑ کی روح تھی۔ یہ روایت موضوع ہے۔

عبد اللہ بن ایوب ازہری کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن ایوب اور اس کا باپ دونوں کذاب ہیں جن سے روایت نقل کرنا حلال نہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۲۱۰۔
ذہبی لکھتے ہیں۔

عبد اللہ بن ابوب بن ابی علق، اموی، سفید سا بری عیدہ اور آہام نامک سے روایات نقل کرتا ہے، جنت بڑے نیک لوگوں میں سے تھا، یعنی بیسی ہزار بزرگ تھا۔ لیکن مشہور کذاب تھا، وضع حدیث میں مشہور تھا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ بہت عبادت گزار تھا۔ دعا کا شاکرت، اور اس میں نیکی سے پرہیز کرتا، جو کچھ اس کی روزی سے فاضل ہوتا وہ صدقہ کر دیتا۔ اس کے بعد ابن عدی نے اس کی متعدد روایات اور منکر روایات پیش کیں جو ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں۔ اور یہ باطل روایات ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ عیسیٰ نے علی بن حرب کی والدہ کو کھانکھا کہ تمہیں کہ اس عبد اللہ بن ابوب سے توبہ کرو اور اسے دہ سکھاد۔ یا عیسیٰ پدرسا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ہر کو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیا جائے جو پیشہ صوفی کرتے رہے۔

ابوب بن ابی علق اس عبد سرین وہ ب کے والد ابوب بن ابی علق ہیں۔ یہ ابوجعفر محمد بن علی سے، یعنی جنیس نام، قریب جاتا ہے، روایت نقل کرتا ہے۔ یہ جھوٹ کے ساتھ منہم ہے۔ ساقطان اعتبار ہے اور ان کے صاحبزادے عبد اللہ بن ابوب اس سے بھی زیادہ عادی ہیں۔ میرزا ج ۱ ص ۲۹۲۔

رکوع کی حالت میں زکوٰۃ کی ادائیگی

حضرت علی کا بیان ہے کہ جب یہ آیت اِنْفَاقَ یُنَکِّمُ اللّٰهُ قَدْ سُوْلُهُ وَالْذِّیْنَ اٰمَنُوا اللّٰہَ یُنَکِّمُوْنَ الْقِسْلُوۃَ وَیُوْتُوْنَ الرِّمُوۃَ وَهُمْ لَا یُرْکَعُوْنَ ہ لازل چوتی قرآن کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے کر اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے جن میں کچھ رکوع میں تھے اور کچھ قیام میں اور ایک سائل سوال کر رہا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال کیا کیا تجھے کسی نے کچھ دیا ہے اس نے کہا نہیں۔ مگر اس رکوع کرنے والے نے اور اس نے علی کی جانب اشارہ کیا کہ

انہوں نے مجھے اپنی انگوٹھی دی ہے۔

عیسیٰ بن عبداللہ : یہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتا ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں مشرک الحدیث ہے۔ ذہبی نے اس کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔

ابن حبان کا دعویٰ ہے کہ یہ اپنے باپ دادا سے موقوف روایات نقل کرتا ہے۔ میزان ۳۲۵
یہ روایت ابن مردیہ، ابن جریر اور عبدالرزاق بن ہمام نے بھی نقل کی ہے۔ اس کی ایک سند حسب ذیل ہے۔ عبدالرزاق۔ عبد الوہاب بن مجاہد، مجاہد بن جبر۔ ابن عباس۔

لیکن ذہبی عبد الوہاب بن مجاہد کے حالات میں رقم طراز ہیں۔ کہ ابن ابی مریم نے بکھی سے نقل کیا ہے کہ اس عبد الوہاب کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام احمد نے انہیں نقل کئے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ضعیف ہے۔

امام بخاری نے وکیع سے نقل کیا ہے کہ اس عبد الوہاب نے اپنے والد سے کوئی روایت نہیں سنی۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی عام روایات ایسی برقی ہیں جن کی کوئی متابعت نہیں کرتا میزان ۲۸۵
عبدالرزاق آخر عمر میں رافضی ہو گیا تھا اور تشیع میں ناپائیدار رہا۔ اس لئے اس کے روایات قابل قبول نہیں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں یہ روایت کسی سند سے صحیح نہیں۔ اور نہ حضرت علی کی فضیلت میں قرآن کی کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ اور ان لوگوں نے جو یہ بات پھیلا رکھی ہے کہ یہ آیت

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَرَبُّكَ
قَوْمٌ هَادٍ

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد۔

وَيُطِيعُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حَيْثُمَا
مُسْكِنُوا بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ

اور اسی طرح یہ آیت

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَسَاكِ

اور لوگوں کو محبت کے باوجود مسکین و یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔

کیا حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی عمارت

وَعَمَارَةُ النَّجْدِ الْحَرَامِ كُنْ تعمیر کرنا کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے
 اَمِنْ يٰ اَنَّهُ وَاَلْيَوْمِ الْاٰخِرِ جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔
 اسی طرح کچھ اور آیات حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اس میں سے ایک روایت بھی
 صحیح نہیں اور اسی طرح ابن عباسؓ کا یہ قول کہ علیؑ کے بارے میں جتنا قرآن نازل ہوا ہے اتنا کسی کے
 بارے میں نازل نہیں ہوا نیز یہ روایت کہ علیؑ کے بارے میں تین سو آیات نازل ہوئیں۔ ان میں سے
 ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے نیز اور نہ ۱۰۰ البدایہ والنہایہ ج ۷ صفحہ ۲۵۰

حضرت علیؑ کو مولینا کا خطاب

امام احمد نے ربیع بن الحرث سے نقل کیا ہے کہ جب میں حضرت علیؑ کے پاس ایک جماعت
 آئی اور کہنے لگی۔ السلام علیک یا مولینا۔ اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا۔ میں تمہارا مولا کیسے بن سکتا ہوں
 ملائکہ تم تو عرب قوم ہو۔

انہوں نے عرض کیا ہم نے عند یوحنا کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ میں
 جس کا مولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کے مولا ہیں۔

ربیع بن الحرث کا بیان ہے جب یہ لوگ چلے گئے تو میں نے ان لوگوں کو پچھا کیا اور لوگوں سے
 ان کے بارے میں دریافت کیا کہ کون لوگ تھے۔ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ انصاری کی ایک جماعت تھی جس
 میں ابو ایوبؓ انصاری بھی تھے۔ البدایہ والنہایہ ج ۷ صفحہ ۲۴۰۔

حافظ ابن کثیر نے مسند احمد کے حوالہ سے البدایہ میں یہ روایت نقل کی ہے۔ لیکن مصنف ابن
 ابی شیبہ کے حوالہ سے یہ روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ ربیع بن الحرث کا بیان ہے کہ ہم
 رجب میں حضرت علیؑ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں آپ کے پاس ایک شخص آیا جس پر سفر کے نشان
 تھے اور اس نے آکر کہا۔ اَسْلَمْتُ مَکَکَ یَا مَوْلَا ی۔ لوگوں نے پوچھا یہ مولا کون ہے ابو ایوبؓ نے

جواب دیا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ میں جس کا مولا ہوں علیؑ اس کے مولیٰ میں
البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۳۴۰۔

یعنی اس بے چارے رباع بن الخریث کو یہ بھی معلوم نہیں آئے والے کتنے حضرات تھے۔
کبھی ایک جماعت کی حاضری کا دعویٰ کرتا ہے اور کبھی دیکھتے ہوا یوبنؑ کی آمد کا اور وہ بھی غالباً حضرت
علیؑ کی مولایت کے اظہار کے لئے تشریف لائے تھے اور یہ بات کہتے ہی فوراً واپس چلے گئے۔

سب سے ہم اس روایت میں شکرت یہ ہے کہ بقول راوی حضرت علیؑ صرف اس کے مولیٰ بن
سکتے ہیں جو عرب نہ ہو۔ ورنہ اس کا تعلق عربوں سے ہو وہ اس کے مولیٰ نہیں ہو سکتے۔ لہذا ہندو پاکستان
میں جتنے عجمی، مدغنی، عرقی، عثمانی، انصاری اور اہل عرب کی نسل سے پائے جاتے ہیں حضرت
علیؑ ان کے مولیٰ نہیں بن سکتے اور عجم کا تعلق کوفہ اور ایران سے ہو یہ شک حضرت علیؑ کے مولیٰ بن
سکتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان غلاموں کے مالک رہے
ہوں۔ اور عجم کے وہ مالک ہیں رہے ان کے مولیٰ نہیں بن سکتے۔ کم از کم ہم تو اس روایت کا مطلب یہی
سمجھتے ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے راویوں میں سے ایک راوی

حنشلؑ نامی ہیں۔ انھیں منشی بن المعتمر بھی کہا جاتا ہے۔ ابو داؤد، نسائی اور ترمذی نے ان
سے روایات لی ہیں۔ یہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ حضرت علیؑ اور حضرت ابوذرؓ سے روایات
نقل کرتا ہے۔ اس سے حکم، سماک، اسعیل بن ابی خالد اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔
اسے ابو داؤد نے ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ ایک آدمی ہے لیکن محدثین اس کی
حدیث کو حجت نہیں سمجھتے نسائی کہتے ہیں یہ تو نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کی حدیث
میں کلام ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں ہے حضرت علیؑ سے ایسی نرالی
باتیں نقل کرتا ہے جو ثقہ راویوں کی روایات کے مشابہ نہیں جو میں بخاری نے اس بات بالضعف
میں تذکرہ کیا ہے۔

اس نے حضرت علیؑ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپؐ کی جانب سے دو مسند طے ذبح کروں۔ اور میں اس کام کا کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔ میزان مع ۲۱
بخاری کہتے ہیں۔ حش بن المعتمر السعانی۔ اس کی کنیت ابو المعتمر ہے۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ اس کا نام حش بن ربیعہ ہے۔ اس سے سماک اور حکم بن قتیہ کوئی روایت کرتے ہیں۔ محدثین کو اس کی حدیث میں کلام ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ۳۸۔
نسائی کا بیان ہے کہ حش بن المعتمر اس سے سماک نقل کرتا ہے۔ یہ تو ی نہیں ملتا۔ ۳۶۔

حضرت حسنؑ اور حضرت علیؑ کا مکالمہ

طبری نے اپنی سند سے ایک مکالمہ نقل کیا ہے۔ اس کا راوی طارق بن شہاب ہے وقوعہ بیان کرنے سے قبل ہم یہ بتانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مورخ طبری نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ سے حضرت مسیحؑ کے واقعہ تک جو بھی قصے نقل کئے ہیں ان میں بیشتر واقعات میں یہ نظر آئے گا کہ فلاں واقعہ فلاں داستان مجھے فلاں نے لکھ کر روانہ کیا گویا طبری نے صرف اتنا کام کیا ہے کہ وہ داستانیں قارئین کے سامنے پیش کر دیں۔

گویا جن راویوں سے انہوں نے یہ روایات نقل کی ہیں ان میں سے بیشتر حضرات سے انہوں نے ملاقات بھی نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے اپنے گھر کو دفتر الملاحظات بنا رکھا تھا کہ جس نے جو چاہا لکھ کر بھیج دیا۔ اور جناب طبری نے اس لکھنے بند کر کے اسے نقل کر دیا اور خاص طور پر سیرجی بن اسماعیل کی جتنی روایات ہیں وہ سب سیرجی کے مراسلات ہیں جو اس نے طبری کو قبرجی سے لکھ کر روانہ کئے ہیں۔ کیونکہ یہ سیرجی بن اسماعیل عام شعی کا چچا زاد بھائی ہے اور شعی حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں یہاں رہے لازماً ان کا یہ چچا زاد بھائی ان کے ان سے بیس سال بھی چھوٹا ہوا تب بھی یہ زمانہ سے قبل ترکیب ہو گا۔ ۱۱۔ تحریکات لکھ کر بھیج رہا ہے طبری کو جو ۲۲۲ میں پیدا ہوا۔ لیکن پھر بھی طبری

نے ان تمام روایات کو عوام ان س کے سسٹے چھان چھٹک کر پیش کیا ہے۔ ہم ان چھانی ہوئی داستانوں میں سے ایک داستان صاحب کے معقین کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے جرات کر رہے ہیں۔ یہ داستان ہتیری بن اسماعیل نے اپنی وفات کے تقریباً ڈیڑھ پہنے دو سو سال بعد ہتیری کو لکھ کر کوفہ سے طبرستان روانہ کی تھی۔ ہتیری نے وہ داستان کتاب میں تحریر کر کے لوگوں کے سامنے پیش کر دی۔

اس داستان کے آغازی راوی طارق بن شہاب ہیں جن کے بارے میں ابو داؤد کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ گویا یہ صحابی رسول ہیں۔ ان کا انتقال ۱۸۰ھ میں ہوا۔ حضرت طارق بن شہاب کا بیان ہے کہ ہم لوگ کوفہ سے عمرے کے خیال سے چلے۔ اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت عثمان شہید ہو چکے تھے۔ ہم کوفہ سے چل کر ربذہ پہنچے۔ جہاں صبح کا وقت تھا۔ دیکھا لوگ چلتا چلتا کر ایک دوسرے کو بلارہے تھے۔ میں نے دریافت کیا یہ کون صاحب ہیں۔

لشکری۔ یہ امیر المؤمنین ہیں۔

طارق۔ آخر امیر المؤمنین کہاں جلنے کا ارادہ ہے۔

لشکری۔ طلحہ وزیر نے بغاوت کی ہے۔ امیر المؤمنین ان دونوں کے پاس اس لئے جا رہے ہیں تاکہ انہیں واپس لوٹا لائیں لیکن ربذہ میں حضرت علی شکیوہ خبر ملی کہ طلحہ وزیر پھر راستہ تبدیل کر لیا ہے۔ اس وقت حضرت علیؑ نے ان دونوں کا بیچا کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اپنے دل میں امان اللہ وانا الیہ راجعون پڑھی۔ اور سوچنے لگا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میں علیؑ کے ساتھ مل کر طلحہ وزیر اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے جنگ کروں۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے ساتھ مل کر علیؑ کے مقابلہ پر کھڑا ہوں۔

میں حضرت علیؑ سے ملنے کے لئے اپنے خیمہ سے باہر نکلا تو نماز عظمیٰ ہو چکی تھی۔ حضرت علیؑ آگے بڑھے اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی۔

حضرت علیؑ نے جب نماز کا سلام پھیرا تو ان کے صاحبزادے جناب حسنؑ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔

”میں نے آپ سے ایک بات کہی تھی لیکن آپ نے میری بات نہ مانی۔ نتیجتاً آپ بھی مکی بے بس بنا کر قتل کر دئے جائیں گے اور آپ کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

دیہ ترحبہ آزاد ہے۔ ورنہ اصل میں عبارت کے معنی تو یہ ہیں کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا وغیرہ

وغیرہ (۱)

حضرت علیؑ: تو تو ہمیشہ لونڈیوں کی طرح روتا رہتا ہے۔ آخر وہ کیا بات تھی جو تو نے مجھ سے کہی تھی اور میں نے اس کی نافرمانی کی ہے۔

حضرت حسنؑ: جب حضرت عثمانؓ محصور ہوئے تھے تو میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ مدینہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ آپ کی موجودگی میں حضرت عثمانؓ کا قتل ہونا آپ کے لئے بہتر نہیں۔ جب عثمانؓ قتل ہو گئے تو میں نے آپ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ ہرگز اس وقت تک خلافت قبول نہ کیجئے۔ جب تک تمام شہروں سے آپ کی خلافت کے لئے وفد نہ آجائیں۔ اور تمام اہل شہر آپ کو مستفقہ طور پر خلیفہ منتخب نہ کر لیں۔ پھر جب طلحہؓ و زبیرؓ نے آپ کی مخالفت کی تھی تو میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ اب آپ اپنے گھر بیٹھ جائیں۔ اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں کہ وہ خود فیصلہ کر لیں۔ میں نے آپ سے یہ بھی عرض کیا تھا کہ بہتر یہ ہے کہ فساد کی بنیاد آپ کے ہاتھوں نہ ہو۔ اس کی بنیاد کوئی اور ہی رکھے تو اچھا ہے۔ لیکن آپ نے ان تمام امور میں میری مخالفت کی۔

حضرت علیؑ: اے میرے بیٹے حضرت عثمانؓ محصور تھے تم نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں عثمانؓ کے قتل سے قبل ہی مدینہ سے چلا جاؤں تو اللہ کی قسم اگر ہم مدینہ چھوڑ کر جانا چاہتے تو ہمیں بھی اسی طرح گھیر لیا جاتا جیسے عثمانؓ کو گھیر لیا گیا تھا۔ (لہذا بہترین حل یہ تھا کہ قاتلیں کے اشاروں پر چلا جائے) تم نے جو یہ مشورہ دیا تھا کہ میں اس وقت تک خلافت قبول نہ کروں جب تک تمام شہروں کے لوگ میری بیعت پر راضی نہ ہوں تو دراصل بیعت اہل مدینہ کی بیعت ہے دیہ ہر جگہ غامض ہے

کمرے کو نایک حماقت ہے۔ اور میں یہ پسند نہ کرتا تھا کہ یہ خلافت ہم لوگوں کے ہاتھوں سے نکل جائے۔

تم نے جو یہ مشورہ دیا تھا کہ زیر و طلحہ اور دیگر لوگوں کو خود صلح کر لینے دو تو یہ اہل اسلام کے لئے بہت بڑی کمزوری کا سبب ہوتا۔

اللہ کی قسم مجھ پر شروع سے قہر توڑے جلتے رہے اور جب خلافت علیؑ تو وہ بھی ناقص میرے نزدیک ان مخالفین کی کوئی حیثیت نہیں۔

تم نے جو یہ کہا تھا کہ میں گھر بیٹھا دس توہ کیسے ممکن ہے کہ جب لوگ میرے ساتھ ہوں اور میں اس گورہ کی طرح کیسے چھپ کر بیٹھ جاؤں جسے ہر طرف سے گھیر لیا گیا ہو۔ اور اس گورہ کو پکڑنے والے یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں کہ یہاں گورہ موجود ہی نہیں۔ اور جب شکاری واپس چلے جائیں تو وہ بہر نکل آئے۔ اور جب یہ خلافت مجھے مل گئی تو میں اس کی نگرہ کو دس گا تو اور کون اس کی فکر کرے گا۔

اے میرے بیٹے اب تم ان مشوروں سے باز آ جاؤ۔ تاریخ مہری ج ۲۔ ج ۲ ص ۸۷۔

ہمیں اس روایت میں بظاہر کوئی ایسا عیب نظر نہیں آتا جو اس پر تنقید ضروری ہو۔ ہاں اس روایت میں صرف ایک جملہ ہے جو خلافت واقعہ ہے اور کم از کم اہل سنت کا نظریہ تو یہی ہے کہ حضرت علیؑ پر کسی قسم کا کوئی قہر نہیں توڑا گیا۔۔۔۔۔

اب اگر کسی فریق کے نزدیک حضرت علیؑ پر قہر توڑا جاتا رہا۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ ان پر ظلم کرتے رہے۔ تو پھر یہ سب ہی حضرات مکوئیت کی راہ ہوا کرتے رہے۔ اور حضرت علیؑ اہل مدینہ کے سوا کسی کی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ اور اہل مدینہ ان کی بیعت کرنے کے لئے تیار نہیں۔۔۔۔۔ ورنہ اہل مدینہ میں سے سعد بن ابی وقاصؓ، ابن عمرؓ، عبید اللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابی بکرؓ، زبیرؓ اور ان کی اولاد، طلحہؓ اور ان کا خاندان۔ زبیر بن ثابتؓ۔ ابوسیفہ خدریؓ۔ جابر بن عبد اللہؓ اور سہل بن سعدؓ وغیرہ حضرات نے حضرت علیؑ کا کیوں ساتھ نہیں دیا۔ اور یہ تمام حضرات مکوئیت کی راہ ہوا کرتے

رہے۔ اگرچہ حضرت علیؓ اہل مدینہ کے سوا کسی کی رائے بھی سننے کے لئے تیار نہ تھے۔
اس واقعہ سے چند امور سامنے آتے ہیں۔

۱۔ حضرت علیؓ ابتدا ہی سے خلافت کے متمنی تھے۔ اور اس کے حصول کے لئے ہر اقدام کرنے کے لئے تیار تھے اور اگر کوئی ان کو صیغ مشورہ دیتا تو نئے خلافت میں اسے بھی شغف کے لئے تیار نہ تھے۔

۲۔ حضرت حسنؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور قیس بن سعدؓ کے مختلف مشورے۔ تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے صحابہ میں سے کسی کے مشورے کو قابل اعتنا تصور نہ کیا۔ بلکہ اس اختلاف کو تلوار کے زور سے ختم کرنا چاہا۔ نتیجہً اس نے ایک سیلاب کی صورت اختیار کر لی۔

۳۔ حضرت حسنؓ اس معاملہ میں حضرت علیؓ کے حامی نہ تھے۔

۴۔ حضرت حسنؓ اس معاملہ میں حضرت علیؓ سے زیادہ سمجھ دار تھے۔

طبیعت تو یہ چاہتی تھی کہ میں اس روایت پر کوئی تنقید نہ کروں اور اسلام کے ٹھیکہ داروں کے رد و رد و بطور تحفہ پیش کروں۔ لیکن مجھے عوام الناس کے ذہن خراب نہیں کرنے ہیں۔ بلکہ انھیں یہ بتانا مقصود ہے کہ تاریخ اسلام جس پڑیا کا نام ہے۔ یہ پڑیا ایک خاص قسم کے ذہن کے لوگوں نے بنو عباس کے دور میں تیار کر کے ہوا میں اڑائی تھی اس پر یقین کرنا اپنے پیروں پر کھلائی مارنے کے مترادف ہے اور علیؓ مخصوص صحابہ کے معاملہ میں۔

صحابہ کرام کے بارے میں اس تاریخ سے فیصلہ کرنا اسی وقت ممکن ہے کہ جب ہم قرآن و سنت کو خیر باد کہیں۔ کیونکہ قرآن نے صحابہ کا جو مقام بیان کیا ہے وہ تاریخ کے ان نظریات کے قطعاً مخالف ہے۔ یا ہم قرآن چھوڑنا ہو گا یا اس تاریخ کو خیر باد کہنا ہو گا جو محمد بن اسحاق۔ سلمہ بن اکبرؓ محمد بن حمید اطہری۔ مسعودی۔ واقعی وغیرہ جیسے رافضیوں کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے۔

ہم تاریخ کے اس حصہ کو ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں جس سے صحابہ کی اس عظمت میں فرق

آنا ہو تو قرآن نے ان کی بیان کی ہے۔ اور چہرہ زانیخ پر یہ فیصلہ کہ ہم راویوں کی تحقیق و تنقید بھی نہ کریں۔ اور من و عن سے قبول کرتے جائیں۔ یہ دعویٰ ایک سبائی کی زبانی تو برواشت ہو سکتا ہے۔ لیکن اس شخص کے لئے ہرگز یہ مناسب نہیں جو اپنی پیشانی پر اہل سنت کا یسبل چپکاٹے ہو۔ کم از کم اس یسبل کا تو خیال کرنا چاہیے۔ ورنہ اب تو بہت سے افراد یہ بھی کہتے ہیں کہ..... صاحب نے زندگی کا بیشتر حصہ تقیہ میں گزارا اور آٹھ میں خلافت و ملکیت پر کتاب لکھ کر تقیہ کے جامہ سے باہر آئے اور خیمین کی امامت کو تسلیم کر کے مرتے وقت اپنی سبائیت کا ثبوت پیش کر گئے۔ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کی نیت کیا تھی۔ لیکن ان کی خلافت و ملکیت نے قوم کو نقصان عظیم پہنچایا۔ حتیٰ کہ اس کتاب کا سب سے بڑا فساد یہ ظاہر ہوا کہ یہ جماعت خیمین کی امامت کی بھی قائل ہو گئی۔ اگرچہ اب خانہ کعبہ کے ہنگامہ سے اس میں اب کچھ سننے پڑے ہیں اب اُسے اس روایت کے راویوں پر بھی اچھتی سی نظریں ڈال لیں۔

اس روایت کا اولین راوی سترجی ہے جس نے یہ تمام تفصیلات لکھ کر طبری کے پاس روانہ کی ہیں۔

سترجی بن اسماعیل

حافظ بن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔

سترجی بن اسماعیل الحمدانی الکوفی متروک الحدیث ہے۔ تقریب ۵۱۱ھ

نسائی کتاب الضعفاء میں تحریر کرتے ہیں۔

سترجی بن اسماعیل کوفی ہے۔ متروک الحدیث ہے شعبی سے روایات نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن سعید

انقطاع کا قول ہے کہ اس کا جھوٹا ہونا تو کھلی مجلس میں ظاہر ہو چکا ہے۔ کتاب الضعفاء و المتروکین ۵۱۱ھ

بخاری لکھتے ہیں۔ سترجی بن اسماعیل کوفی متروک الحدیث ہے۔ الضعفاء الصغیر ۵۲ھ

ذہبی رقم طراز ہیں۔

سترجی بن اسماعیل شعبی سے روایات کرتا ہے۔ یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ ایک مجلس میں اس

کا جھوٹ ظاہر ہو چکا۔ امام احمد کا قول ہے لوگوں نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ نسائی کہتے

میں مشرک ہے۔ یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۱۔

عبد الرحمن بن ابی حاتم رقم طراز ہیں۔

سری بن اسماعیل شعبی سے روایت کرتا ہے۔ اس سے جریر بن عبد بن ہارون اور میاج بنے بسطام وغیرہ نے روایات لی ہیں۔ عمرو بن علی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اور عبد الرحمن بن ہدی اس سے روایت نہ لیتے۔

حسن بن عیینہ کا بیان ہے کہ میں نے ابن المبارک کو یہ فرماتے سنا کہ جریر بن عبد المجید سے اس سبب کی کوئی روایت نہ لکھو۔ ابن المبارک نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ سبیری بن اسماعیل قوی نہیں۔ لیکن مجھے عیسیٰ الحناط سے زیادہ پسند ہے۔ ابو طائب کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد سے سبیری بن اسماعیل کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا محدثین نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔

عباس بن محمد الدوری کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید کہا کرتے تھے کہ سبیری کچھ نہیں۔

عبد الرحمن بن ابی حاتم سے والد ابو حاتم سے۔ سبیری بن اسماعیل کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا وہ ردی ہے۔ زکریا بن ابی زائد اور مجالد سے کم ہے۔ الجرح والتعديل ج ۴ ص ۲۸۲۔

اس قصہ کا دوسرا ادبی سیف بن عمر و التمیمی ہے۔ یہ بھی کوفہ کی یادگار ہے۔

مؤرخ ہے۔ ضعیف الحدیث ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں تاریخ میں اچھا ہے لیکن ابن جبان کا کہنا ہے یہ بدترین انسان ہے۔ تقریب ص ۱۱۲۔

بخاری لکھتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے۔ کتاب الصغاء للبخاری ص ۵۔

ذہبی رقم طراز ہیں۔

سیف بن عمرو بن قسبیل کی ایک شاخ اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ کا تعلق بنو قسیم سے ہے۔ یہ ہشام بن عمرو اور دیگر مجاہدین سے روایات نقل کرتا ہے۔

مشہور و معروف ہے۔ یہی ابن معین کا بیان ہے یہ ضعیف ہے بلکہ ایک پیسہ بھی اس سے بہتر ہے۔
ابوداؤد کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ یہ متردک ہے ابن جتان کہتے ہیں یہ تو زنیقی
ہے۔ اسلام کا دشمن ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات منکسر ہوتی ہیں ابن کثیر
کہتے ہیں یہ تو روایات وضع کیا کرتا تھا۔ یہ زنیقی ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۵۵۔

شعیب اس روایت کا تیسرا راوی شعیب ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کے باپ کا نام
ابراہیم ہے۔ اس سے سیف روایات نقل کرتا ہے۔ مجہول ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۵۵
یہ بڑی کا درہ تحقیق شدہ مواد جو چھان پھٹک کر جمع کیا گیا ہے۔ اسی لئے تو یہ حول
وضع کیا گیا کہ اگر تاریخ میں رجال کی تحقیق اور علل کو اپنا یا گی تو پھر اتنی طویل کتابیں کیسے تیار
ہوں گی۔ اور خلافت و ملوکیت جیسی نامی کتابیں کیسے وجود میں آئیں گی۔ ہم تو اللہ کے شکر گزار
ہیں کہ عوام کے سامنے مؤرخین اور ان کے راویوں کے نجس پھرے سامنے آگئے۔

سب سے اول حوض پر حضرت علیؑ آئیں گے

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سب سے پہلے حوض
پر وہ آنے کا جو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا۔ یعنی علیؑ بن ابی طالب ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث
صحیح نہیں۔

ابو معاویہ الزعفرانیؓ امام احمد فرماتے ہیں ابو معاویہ الزعفرانی حدیث میں کچھ نہیں۔ نسائی
کا بیان ہے کہ متردک ہے۔ بخاری و مسلم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث
روی ہوتی ہے۔ ابوزرعه فرماتے ہیں کذاب ہے۔ ابوصلی بن محمد کا بیان ہے کہ یہ حدیث وضع کیا
کرتا تھا۔ مؤمنات ج ۱ ص ۳۴۶

اس روایت کو ابو محمد الزعفرانی کی طرح سیف بن محمد نے بھی نقل کیا ہے اور سیف تو

ابو معاویہ سے زیادہ بدعاش ہے۔ مؤمنات ج ۱ ص ۳۴۶

ذہبی نے میزان میں اس البومادیہ کے حال میں تحریر کیا ہے کہ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔
نیشاپور اور بغداد جا کر اس نے حمید اور ابن عون سے روایات نقل کر کے بیان کیں۔ اس سے
صنعانی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔

عبدالرحمان بن مہدی اور ابو زرعہ نے اسے کذاب کہا ہے بخاری کا بیان ہے کہ اس
کی حدیث بے کار ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ حاکم نے مستدرک میں اس کی ایک منکر
حدیث نقل کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۵۸۳۔ نسائی کہتے ہیں عبدالرحمان
بن قیس الزعفرانی متروک الحدیث ہے۔ بدوی ہے۔ نیشاپور چلا گیا تھا۔ کتاب الضعفاء والمزوکین
نسائی ص ۶۰۔ دارقطنی کہتے ہیں اس عبدالرحمان بن قیس الزعفرانی کی کنیت البومادیہ۔ بصرہ کا
باشندہ ہے لیکن نیشاپور چلا گیا تھا۔ متروک ہے الضعفاء والمزوکین دارقطنی ص ۱۱۱

سیف بن محمد الکوفی۔ یہ سفیان ثوری کا بھائی ہے۔ اس سے ترمذی نے روایات لی
ہیں۔ یہ عاصم حول اور اعش سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے محمود بن خداش احمد بن ابی شریح
اور ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔

عبداللہ بن احمد نے اپنے والد امام احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ سیف کذاب ہے۔ عثمان نے
یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ کذاب ہمیشہ ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث مذکور
جائے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ خود تو کذاب ہے۔ لیکن اس کا بھائی عمار ثقہ ہے۔ نسائی کا بیان
ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ دارقطنی وغیرہ کہتے ہیں متروک ہے۔ یحییٰ بن عمار کا بیان ہے کہ سیف اور عمار
ہر دو سفیان ثوری کے بھائی ہیں لیکن دونوں قوی نہیں بلکہ قوی ہونے کے قریب بھی نہیں۔

میزان ج ۲ ص ۲۵۲

دارقطنی کہتے ہیں سیف بن محمد سفیان ثوری کا بھائی ہے کوثر کا باشندہ ہے۔ اعش حصین
اور ثوری سے روایت کرتا ہے متروک ہے الضعفاء والمزوکین للدارقطنی ص ۱۱۱۔ عمار حاشیہ میں
کہتے ہیں کہ امام احمد کہتے ہیں کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔

الوہام کا بیان ہے کہ اس کی روایت نہ رکھی جائے۔ ابن حبان کہتے ہیں انسان جب بھی اس کی حدیث سنے تو اسے اس کی گواہی دینی چاہیے کہ یہ روایت اسی سیف نے وضع کی ہے۔ حاشیہ کتاب الضعفاء المتروکین للدارقطنی ص ۱۳۷

ناتجی لکھتے ہیں کہ سیف بن محمد ثقہ اور مامون نہیں ہے متروک ہے۔

کتاب الضعفاء المتروکین للدارقطنی ص ۱۳۷

اے علیؑ تو میرا وارث ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ تو میرا وارث ہے۔

غالباً ابن عباسؓ نے یہ بات خلفاء ثلاثہ کے اٹھ جانے کے بعد کہی ہوگی ورنہ ہم نے تو تاریخ طبری میں یہ پڑھا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے حضرت ابن عباسؓ کو بصرے کی گورنری سے معزول کیا تو وہ بصرہ کا تمام خزانہ اپنے ساتھ لے گئے اور یہ بھی کہتے چلے گئے کہ ابھی تو میں نے اپنا حق وصول بھی نہیں کیا۔

اس لحاظ سے ابن عباسؓ خود کو وارث سمجھتے تھے۔ اصل بات ہے کہ یہ سب جھوٹ بغیر اسکیم کے تیار ہوا۔ ورنہ شاید یہ اختلاف واقع نہ ہوتا۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ یہ روایت مامون کے زمانہ تک خلفاء بنی عباس میں چمک کافتی رہی۔ اور کسی عباسی کو یہ خیال نہیں آیا کہ وہ وارثت لوٹا دیا۔ بلکہ جو اولاد علیؑ میں سے درآت کالعوگ کہ مقابلہ ہار ہے تھے انہیں قتل کیا جاتا رہا۔

ابن الجوزی لکھتے ہیں یہ روایت ابن زاری نے تیار کی ہے۔ اور وہ کذاب تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۲۳۷۔ ابن زاری صاحب کا حال ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے بقول حضورؐ نے معراج میں جنت کے سب پھل کھائے ان سے آپ کی پشت میں پانی تیار ہوا۔ واپس آکر مدینہ سے ہم بستر ہوئے اور غلطہ وجود میں آئیں۔ اور چونکہ معراج ہجرت سے ایک سال

قبل ہوئی جب کہ طرہ سبجہ وفات پا چکی تھیں۔ لہذا پہلے آپ چراغِ رِہائے کر یہ تلاش کیجئے کہ فاطمہؓ کی فالمدہ کون ہیں۔

ثانیاً اس اعتبار سے جب فاطمہؓ ڈھائی سال کی ہوئیں تو حضرت علیؓ سے نکاح ہوا۔ اس طرح فاطمہؓ اپنے بیٹے حسنؓ سے بقول شیعوں زیادہ سے زیادہ ساٹھ تین سال بڑی تھیں۔ اسے مستحکم اب بھی نہیں کہے تو تم کو خدا جگے۔

علیؓ کی خلافت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں اس رات حضورؐ کے ساتھ تھا جس رات ہجرت کے بعد حضورؐ اپنے لیے سانس لینے لگے اور فرمایا میرا سانس رکنا ہے اسے ابن مسعودؓ میں نے عرض کیا تو آپؐ کسی کو غلیف بنا دیکھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ غلیف بناؤں۔ آپؐ کچھ دیر غافل رہے۔ جب ایک ساعت گزر گئی تو آپؐ نے پھر زور زور سے سانس لینے شروع کر دیئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان کیا بات ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے میرا سانس رکن ہوا محسوس ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا تو جلدی سے آپؐ غلیف بنا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کس کو میں نے عرض کیا علیؓ بن ابی طالب کو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا تمہارے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم علیؓ کی اطاعت کرو گے تو سب کے سب حبیب ہیں داخل ہو جاؤ گے۔

تاریخ یہ سلسلہ الحسن کے نام سے بوداقد مشہور ہے وہ ابتداء کے ثبوت میں ہے اور کوئی کھالی اس میں شریک نہ تھا اگر آپؐ واقف علیؓ بن ابی طالب کو اس وقت غلیف بنا رہے تھے تو خود سیاق بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ کو علیؓ کو غلیف بنا پا جاتے تھے لیکن لوگوں کے ڈر سے ایسا نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ تم غریب کے موقوفہ ہما آپؐ کو ذاتِ پلائی گئی تو آپؐ نے اعلان فرمایا۔ اور سلسلہ الحسن کے موقوفہ حضرت علیؓ خود بہر تقدیر اس وقت تک وہ حضورؐ کے داماد بھی نہ بنے تھے۔ بلکہ بقول شیعوں حضرت فاطمہؓ بھی پہلے نہ ہوئی تھیں۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور تمام الزام میں بار واقع ہو۔ ہے۔

اور یسنا عبد الرحمن بن عوف کا غلام ہے حد درجہ غالی شیعہ تھا۔ یحییٰ بن معین کا
میں: بیان ہے کہ یہ میتا ثقہ نہیں ہے یہ تو اپنی ماں کی پیشاپگاہ چائتا۔ تہہ چتی اگر

اس نے صحابہ کرام کے پاس سے میں بھی بولنا شروع کر دیا۔ ابو حاتم رازی کا بیان ہے یہ جھوٹ بولتا
تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۳۳۔ یہ غالی شیعہ تھا۔ تمام ناقدین حدیث اس کے کذاب ہونے پر متفق
ہیں۔ حاشیہ کتاب الضعفاء للذہبی ص ۵۸۔ کتاب الضعفاء للذہبی ص ۵۸۔

یہ تو عبد الرزاق بن ہمام کے دادا کا حال تھا۔ عبد الرزاق کا تفسیسی حال پہلے عرض کیا جا
چکا ہے حتیٰ کہ یحییٰ بن معین جیسا سمعت انسان بھی یہ کہہ اٹھا کہ اگر عبد الرزاق مرتد بھی ہو جائے گا
تو ہم اس کی روایت ترک نہ کریں گے غائباً ہمارے قارئین مرتد ہونے کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے
لیکن یہ ضرور سوچتے ہوں گے کہ دادا اور اس کے پوتے کے حال سے تو ہم واقف ہو گئے۔ لیکن در بیان
کی کڑی یعنی باوا جان کا کیا حال ہے۔ کیونکہ یہ روایت اپنے باوا جان کے واسطے سے پیش کر رہے
تھے تو اس کا حال بھی امام قسیمی کی زبانی سن لیجئے۔

یہ عبد الرزاق کے والد ہیں۔ ان سے عبد الرزاق کے علاوہ کسی نے روایت نہیں
ہم: ۱۔ ان کی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی احادیث
مغوطہ نہیں۔ میزان ج ۴ ص ۵۵۵

اے علی جب تم عائشہؓ پر غالب آؤ تو اے امن کی جگہ پہنچا دینا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔ معتبر ہے یہ
اور عائشہؓ کے درمیان ایک معاملہ پیش آئے گا۔ حضرت عائشہؓ کہتے ہیں یہ سن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
کیا میرے ساتھ۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ میں نے دوبارہ عرض کیا میرے ساتھ۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔
حضرت عائشہؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اس وقت تو میں بہت ہی بدبخت ہوں گا۔ آپؐ نے فرمایا

نہیں۔ راہ یعنی تم بد بخت نہیں ہو گے، لیکن جب ایسا واقعہ پیش آئے تو عائشہؓ کو اس کی جگہ موٹا دینا۔ سند احمد ج ۶ ص ۹۳۔

ابو اسحاق۔ حضرت ابوسلمہؓ سے یہ کہانی نقل کر کے والے ابو اسامہؓ بنی مہقر ہیں۔ اتفاق سے مجھ ان کا حال تلاش کے باوجود نہیں ملے۔

محمد بن ابی یحییٰ۔ ابواسامہ سے یہ کہانی نقل کر کے دے محمد بن یحییٰ سمعان الاسلمی ہیں مدینہ کے باشندہ تھے۔ ان سے ان کے بیٹے ابراہیم اور قطان نے روایات دی ہیں۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ قطان نے اس پر کام کیا ہے۔ میزان ج ۴ ص ۶۔ اس سے علاوہ کوئی اور محمد بن ابی یحییٰ مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔
فضیل بن سلیمان۔ یہ تیسری بھری ہیں۔ ان سے اصحاب ستہ نے روایات لی ہیں۔ انہوں نے منصور بن ابی صفیر، عمرو بن ابی عمرو اور موسیٰ بن عقبہ سے روایات لی ہیں۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ابو زرعہ کا بیان ہے کہ یہ کمزور ہے۔ پھر اس حدیث نے اس کی چند احادیث گنوائیں جن میں غریبیت پائی باقی معنی میزان ج ۴ ص ۶۔ ربیعہ امام احمد کے اسناد میں بن محمد وہ بھی بہت سے ہیں جن میں سے کچھ ثقہ ہیں اور بیشتر ضعیف ہیں۔

ہمارے نزدیک سیر روایت ابو اسامہؓ مولیٰ بن راشدؓ کے وطن کی ہے جس کا کوئی اثر چہ معلوم نہیں۔

پیش کا بت اکھاڑنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے ہاں تک ہم خادک پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا بیٹھ جاؤ اور آپ میرے موندے سے پرچہ نکالے میں آپ کو لے کر اٹھنے لگا لیکن مجھے کمزوری محسوس ہوئی۔ آپ بچہ اتر لے گئے اور خود بیٹھ گئے۔ اور فرمایا میرے

موندنے پر چڑھ جاز میں آپ کے موندے پر چڑھ گیا اور آپ مجھے لے کر کھڑے ہوئے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے یہ محسوس ہو کر میں آسمان کے افق کو چھووں گا۔ غرض میں غار کعبہ کی چھت پر سوار ہو گیا۔ وہ ایک پتیل کا تانبے کا بت تھا۔ میں نے اسے دائیں بائیں اٹکے بیچے تو دوسرے ہلایا یہاں تک کر میں نے اسے اپنے قبضے میں کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اسے پھینک دو۔ میں نے اسے بچے پھینک دیا۔ وہ اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا جیسے شیشہ چکنور ہو جاتا ہے۔ پھر میں افریقے اتر آیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوڑ گاتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ہم مکانوں کے درمیان ردپوشش ہو گئے۔ میں ڈرتا تھا کہ کوئی ہمیں دیکھ نہ لے۔ مسند احمد ج ۱، مسئلہ ۱۷۸۷

واللہ کی رحمت سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ یہ وقوعہ اس وقت پیش آیا جب آپؐ مکہ میں مقیم تھے کیونکہ عتبات کو گمانے کے بعد چھپنے کا مطلب بغیر اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ مدینہ سے وہ ردپوشش رہنا چاہتے ہوں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سرزمینِ مکہ میں اس قسم کی کوئی حرکت کی جاتی تو اس کا شائبہ درگاہِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا جاتا۔ لہذا یہ اصل واقعہ پروردہ دانے والی بات ہے۔ تاکہ لوگوں کے ذہن میں یہ بات سمجھائی جائے کہ کعبہ کے بت اکھاڑنے والے سب سے پہلے علیؓ ہیں۔ حالانکہ اگر ہجرت سے قبل اس قسم کا حادثہ رونما ہوتا تو اہل مکہ حضور کو ہرگز نہ بخشتے۔ لیکن رومیؒ اس حدیث کو کھانگیا۔

پہلے حصہ میں بیان کر چکے ہیں کہ جس شخص کو حضورؐ نے کانٹے پر تھایا تھا وہ علی بن ابی طالبؓ تھے۔ علیؓ بن ابی طالبؓ رشتہ ور یہ واقعہ فتح مکہ کے وقت پیش آیا تھا۔ رسی اس بات کو معظم ذکر کیے انہوں نے اس واقعہ کو حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ کے ساتھ جوڑا۔ لیکن فقہ کھڑتے وقت یہ جھوٹ گئے کہ ہجرت سے قبل یہ ممکن ہی نہ تھا۔

۴۔ یہ بھی غور طلب ہے کہ بتیں تانبے کا بت یا برتن وہ کبھی شیشہ کی طرح چٹنا چڑ نہیں ہوتا۔ بے شک اس کی صورت و نسبت تو بڑھ جائے گی لیکن وہ اس طرح ٹوٹا نہیں اور بہ حضرت علیؓ

کو تاہم عقل تصور نہیں کرتے جو اتنی بات بھی نہ سمجھ سکتے ہوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس وقت کے رادی نے کبھی پتیل یا تانبے کا برتن بھی نہ دیکھا ہو۔ اور چونکہ ہم ہندوستان کے رہنے والے ہیں۔ ہم ان دھاتوں کی خصوصیات سے بھی واقف ہیں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کعبہ کی مبنی سے جو پت ہٹا کر پھینکا گیا تھا وہ سہیشہ کا بنا ہوا ہو۔ لیکن اس کی آواز خود اتنی ہیست ناک ہوگی کہ قرب و جوار کے سیکڑوں لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے۔

حضرت علیؓ سے اس کہانی کو نقل کرنے والا ایک ابو مریم ہے۔ جس کا حال یہ ہے کہ ابو مریم! میں بھی اب اس کے حال سے باخبر نہیں ہو سکا۔

ابو مریم سے یہ کہانی نقل کرنے والا نعیم بن حکیم ہے۔ اس کی روایات ابو داؤد نعیم بن حکیم! میں مروی ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ ابو مریم سے نعیم روایات نقل کرتے ہیں۔ بحلی بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ ازہبی کہتے ہیں اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔ ابن سعد لکھتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی کا بیان ہے یہ قوی نہیں۔ میزان جامع ص ۱۱۸

کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کا تعلق سواہی قریش سے ہے۔ اعمش اور اسباط بن محمد القرشی! ایک جماعت سے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ اس سے

امام احمد ابن حنبلہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ مصنفین صحاح سے اس سے روایات لی ہیں۔ ابن تیمیہ موصلی کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے تین ہزار روایات سنی ہیں۔

بحلی بن معین نے اسے ثقہ کہا ہے لیکن ابی کوفہ اسے ضعیف کہتے

نسائی کا بیان ہے کہ اس رادی میں کوئی حرج نہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے لیکن اس

میں کچھ کمزوری پائی جاتی ہے۔ حقیقی کا بیان ہے کہ اسے بسا اوقات وہم ہوتا ہے۔

حسن بن علی کا بیان ہے کہ میں نے ابن مبارک سے اسباط اور ابن فضیل کے بارے میں

دریافت کیا۔ وہ غامض ہو گئے لیکن چند روز کے بعد جب مجھے دیکھا تو بولے اے حسن تم اپنے ساتھیوں

کو ان دونوں سے راضی نہیں پاتے۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ اس کا مسئلہ کی ابتدا میں اشتعال ہو۔ یاروق بن حاتم کا بیان ہے کہ یہ مسئلہ میں پیدا ہوا۔

آخری وصیتیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ایک طبق لاؤ جس میں ایسی باتیں تحریر کر دی جائیں کہ امت آپ کے بعد گمراہ نہ ہو۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ مجھے خطرہ یہ پیدا ہوا کہ حضورؐ اس سے قبل ہی وفات فرما جائیں۔ مہر میں نے عرض کیا آپ ارشاد فرمائیں میں ہوش سندی کے ساتھ یہ باتیں یاد رکھوں گا۔ آپ نے میری رکوع اور لونڈی غلاموں کے ہاتھ میں وصیت کی مسند، حدیج، اصف۔

اصل میں تقیہ جزو ایمان ہے لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے تقریر فرمادیا۔ اور عام باتوں کا حکم دے کر چٹا کر دیا۔ حالانکہ وفات کے وقت کچھ پوشیدہ امور بیان کرنے چاہئیں تھے لیکن اتفاق یہ پیش آیا کہ حضرت علیؑ وہاں موجود ہی نہ تھے نہ نہایت ہی کے اسود بن یزید سے نقل کیا کہ کچھ لوگوں نے ام المؤمنین عائشہؓ کے روبرو اس کا تذکرہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو اپنا وصی بنایا ہے۔ انہوں نے فرمایا حضرت علیؑ کو کب وصیت کی تھی۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینہ سے لگائے جیٹتی تھی تو آپ نے پانی کا طشت لٹکا اور میری گود میں جبکہ پڑے مجھے معلوم بھی نہ ہو سکا کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ تو انہوں نے وصیت کر، وقت کی تھی۔ بخاری ج ۳ ص ۲۸۱ یعنی وفات کا آخری وقت حضرت عائشہؓ کے پاس کرنا۔

یہ بھی حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ام المؤمنین کے سینہ پر بیٹھ کر لگائے تھے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اپنے باپ، بھائی، اور سب کی ابتدا رحمان کو بلائے تاکہ میں ان کے لئے کچھ کہہ دوں میں نے اٹھنا چاہا لیکن آپ اپنے سر سے نہ سینوت تو آپ نے فرمایا اچھا رہنے دے کیونکہ اللہ اور مسلمان ابو بکر کے علاوہ کسی کو قبول نہ کرے۔

اسی لئے تو میں نے عرض کیا تھا کہ حضورؐ نے حضرت علیؑ کو دیکھ کر تفسیر کر لیا ہوگا۔ اور پھر صحابہ بھی تفسیر کئے۔ رہے کہ انہوں نے حضرت علیؑ کو کبھی غیبی نہ پہنچے دیا۔ اور یہ تفسیر قاضی شافعی کے ذریعہ ختم ہوا چونکہ وہ دس حصوں میں سے نو حصہ دین تفسیر ہے۔ لہذا ہم آج تک اس پر عمل پیرا نہیں۔

سورۃ توبہ کا قصہ

زید بن شیبہؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اہل مکہ کے پاس سورۃ برأت دے کر روانہ کیا کہ یہ سورۃ اہل مکہ کو سنا دینا کہ اس سال کے لہذا کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی بیت اللہ کا ننگے طواف نہ کرے۔ ورنہ جنت میں مسلم کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔ اللہ جس کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی مدت مبین ہو تو وہ اپنی مدت ملک برقرار رہے گا۔ اور اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے برکے ہے۔ وہی کہتا ہے کہ ابو بکرؓ لوگوں کو لے کر تین رات تک چلے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جاؤ ابو بکرؓ سے ملو، اور اسے میرے پاس بھیج دو اور تم خود اہل مکہ کے ساتھ اس اعلان کو پہنچاؤ۔ وہی کہتا ہے کہ علیؑ کے یہی کیا۔

ابو بکرؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو دس گئے اور دس برسے رسول اللہ کی بارے میں کوئی نئی بات واقع ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا نہیں تھا۔ رہے۔ اسے میں خیر کے علاوہ کوئی بات نازل نہیں ہوئی لیکن مجھے حکم دیا گیا تھا کہ ان رات کو میرے پاس اس شخص کے علاوہ کوئی نہ پہنچے جو مجھ سے ہو۔ مستند احمد بن حنبل ج ۳

حضرت علیؑ اور ابو بکرؓ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے ابو اسحاق زید بن شیبہؓ الہدائی کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی۔ اس کی روایات قرطبی

اور مستند احمد میں پائی جاتی ہیں۔ میزان ج ۲ مسئلہ

ذہبی نے اس کے علاوہ کچھ تحریر نہیں کیا لیکن میزان میں ذکر کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسے ضعیف سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمیں آج تک اس کی جتنی روایات نظر آئی ہیں ان سب کا

تعلق فضائل علی سے ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی سبائی نہیں ہے۔

اتفاق سے اس روایت کا کوئی راوی ایسا نہیں ہے جو تلیغ کے اثرات سے پاک ہو۔ لیکن ہمارے نزدیک ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابو بکر جب درمیانِ حج سے واپس آ گئے تو ان کے ہمراہ کیا تھا۔ روای اپنے جھوٹ میں یہ بھی سمجھوں گی کہ اس طرح سے زبردستی ایک صحابہ کو قضا ہو جانے کا۔ اور اس صحیح کی اور نیچگی کا کہیں ذکر نہیں۔

اس مضمون کی ایک اور روایت فضیل نے حضرت علیؑ سے نقل کی ہے جس کی صحت پر حضرت علیؑ نے تصریح کرتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سورت برأت کی دس آیات نازل ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو بلایا اور انہیں اس کام کے لئے بھیجا کہ جا کر یہ آیات اہل مکہ کو سنائیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب کیا اور فرمایا تمہیں ابو بکرؓ جہاں میں ان سے دست و دلباز لینا اور اسے اہل مکہ کے پاس سے کر جانا اور انہیں پڑھ کر سنانا۔ ابو بکرؓ سے میں جھنڈا ہٹ کر ملا۔ ان سے دلا دتا ویزلی۔ ابو بکرؓ وہیں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا حضور نے فرمایا نہیں لیکن جبریلؑ میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے فرمایا۔ آپ کی طرف سے کوئی شخص اس امر کو ادا نہیں کر سکتا تو آپ خود کریں گے یا آپ کے خاندان کا کوئی فرد کرے گا۔ منہا صریح واضح ہے۔

اس روایت کو حضرت علیؑ سے نقل کرنے والا حضرت زہریؒ حضرت علیؑ کا شاگرد ہے۔ حضرت زہریؒ جو حضرت ابوبائیؓ کے نقیب سے مشہور ہے۔ دمشق کا باشندہ ہے۔ حدیث میں اگر کوئی اختیار کرتی تھی۔ اسے ابن جبر اللہ اور ابن علی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کیفیت، آثار و شہدین ہے۔ فریقہ میں اگر مقیم ہو گیا تھا۔ پھر کسی کے علاوہ تمام اصحاب صحاح نے اس سے روایت دی ہیں۔

اس نے حضرت علیؑ، ابن عباسؓ، فضالہ بن عبید اور دیگر لوگوں سے روایت کی ہیں۔ اور اس سے ہجریں سوادہ، ابو کبیر الجراح، قیس بن النہاج اور اہل مصر روایات دیتے ہیں۔ اسے ابو زہرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو حاتم نے بھی اسے نیک کہا ہے لیکن میں نے دیگر محدثین

کو اسے حجت سمجھتے نہیں دیکھا۔ اس نے سنلہ میں افریقہ میں انتقال کیا۔

اس کی کنیت ابو الغیرہ ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں ضعیف
سماک :- ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

محمد بن جابر :- سماک سے نقل کرنے والا محمد بن جابر الیامی المیسی ہے۔ حبیب بن ابی ثابت
 قیس بن طلق اور یحییٰ بن ابی لیث سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے
 اس کے اساتذہ میں سے ایوب اور ابن عون۔ سفیان اور شعبہ جو اس سے مقدم ہیں اور بعد کے
 لوگوں میں یونس، حماد اور اسحاق بن اسرائیل وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

یحییٰ بن عیین اور نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ قوی نہیں۔ الإمام
 لکھتے ہیں اس کا آخر میں حافظ خراب ہو گیا تھا۔ اور اس کے لکھے ہوئے مسودات ضائع ہو گئے تھے۔
 ذہبی کا بیان ہے کہ یہ اس سے بھی زیادہ ہدماش ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں اس سے تو وہی احادیث روایت کرے گا جو اس سے زیادہ قوی ہو
 گا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ واصل یہ نہیں تھا۔ اس کی لکھی ہوئی یادداشتوں میں لوگ روایات
 ملاتے رہتے۔ اور جب اس کے سامنے ان روایات کا ذکر آتا وہ انہی کو بیان کرنا شروع کر دیتا۔
 اسحاق بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن جابر سے ایک روز شریک کی ایک روایت
 کے بارے میں مذاکرہ کیا۔ میں نے اس کی دستاویز دیکھی تو دو سطروں کے درمیان عمدہ خط میں
 کچھ تحریر تھا۔

اس محمد بن جابر سے اعمش اور ابوالوداک کے واسطے سے حضرت ابوسعید سے نقل کیا ہے
 کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ہم میں قائم ہوگا۔ ہم میں مقبور ہوگا۔ ہم میں
 سفاح ہوگا اور ہم میں مہدی ہوگا۔ تو کم غلافت ایسے ملے گی کہ ایک ڈھال بھی خون بہانا نہ پڑے گا
 جہاں تک ہتھور کا تعلق ہے اس کا کوئی جھنڈا لوٹا یا نہ چلے گا۔ سفاح خوب مال اور خون بہائے گا۔
 اور مہدی زمین اس طرح عدل سے بھر دے گا۔ جیسے وہ ظلم سے بھری ہوگی۔

یہ روایت خطیب نے قائم عبد اللہ کے بارے میں نقل کی ہے۔ اور یہ خبر انتہائی منکر ہے۔ میزان ج ۳ ص ۹۵

اس صورت حال کے بعد خود قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس روایت کا کیا حال ہوگا۔ ہاں ہمارے قارئین یہ ضرور ذہن نشین فرمائیں کہ یہ آخری روایت عبد اللہ بن احمد نے اپنے والد سے نقل نہیں کی بلکہ محمد بن سلیمان لوین سے نقل کی ہے۔ یعنی یہ روایت زوائد امام احمد میں ہے۔ اصل میں نہیں۔

ان دونوں روایات کا یہ حال ملاحظہ کرنے کے بعد اب ایک روایت ستجاری کی بھی ملاحظہ فرمایا جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ابو بکرؓ نے اس حج میں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امیر بنایا تھا ابو ہریرہؓ کو اس جماعت کا امیر بنایا کہ جو لوگوں میں یہ اعلان کر رہی تھی۔ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کرے۔

حمید بن عبد الرحمنؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے علیؓ کو روانہ کیا اور انہیں اس بات کا حکم دیا کہ لوگوں کو سورت برأت پڑھ کر ناثیں۔

ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ علیؓ نے ہمارے ساتھ مل کر قربانی کے دن سورۃ برأت کا اعلان کیا۔ اور اس بات کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی بیت اللہ کا ننگے طواف نہ کرے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۷

اس روایت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ابو بکرؓ واپس آئے تھے اور حضرت علیؓ امیر کی حیثیت سے گئے تھے بلکہ صرف سورۃ برأت سنانے کے لئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی بلدری سسٹم قائم نہ تھا جس پر عمل پیرا ہونے کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجا گیا ہو۔

اے اللہ اس آنے والے کو علیؓ بنا دے
حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ فرمایا

عنقریب آپ پر ایک جنتی داخل ہوگا۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ آگئے۔ پھر فرمایا عنقریب تم پر ایک جنتی جوان داخل ہوگا۔ جابرؓ کا بیان ہے کہ عمرؓ آگئے۔ پھر فرمایا عنقریب تمہارے پاس ایک جنتی آنے گا۔ پھر اس کے بعد فرمایا۔ اے اللہ اس آنے والے کو عقی بنادیکھے۔ نتیجتاً علیؓ آگئے۔

مسند احمد ص ۳۸ ج ۳

اول تو اس روایت میں متعدد معیوب ہیں۔

۱۔ اس کا ایک راوی عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب الباشمی ہے۔ اس سے ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ ایک جماعت نے یحییٰ بن عیین سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن محمد بن عقیل ضعیف ہے۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ امام مالک نے اپنی کتابوں میں ابن عقیل کا ذکر تک نہیں کیا لیکن احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ نے اسے حجت سمجھا ہے۔

ابو حاتم وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں کمزور ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں میں اسے حجت نہیں سمجھتا۔ ترمذی کہتے ہیں سچا آدمی ہے لیکن بعض حضرات نے حافظہ کے باعث اس پر کلام کیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کا حافظہ بہت ردی تھا۔ حدیث کو صحیح طور پر بیان نہ کر سکتا لہذا اس کی روایات سے بچ کر رہنا چاہیے۔

ترمذی نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ احمد بن حنبل۔ اسحاق بن راہویہ اور سعید بن مسعود اس کی حدیث کو حجت سمجھتے۔ لیکن علی بن المدینی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اس کی حدیث بیان نہ کرتے۔ کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ عبد اللہ بن عقیل نیک شخص تھا۔ عابد تھا، فاضل تھا لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔ ابو احمد الحاکم کا بیان ہے کہ محدثین کے نزدیک یہ قابل اعتماد نہ تھا۔

ابوزرعہ کا بیان ہے کہ یہ سند میں اختلاف کرتا رہتا۔ قسوسی کا بیان ہے اگرچہ یہ سچا ہے

لیکن اس کی حدیث میں ضعف ہے۔ میزان ج ۲ ص ۴۸۴

اسی عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے یہ روایت شریک بن عبد اللہ نے نقل کی ہے۔ اس کا

ہم تفصیلی حال بیان کر چکے ہیں کہ یہ نہایت بدبودار قسم کا رافضی تھا۔ اور میرے نزدیک اس روایت میں تمام گڑبڑ اسی سے پھیلانی ہے۔ اور اصل روایت اس طرح مروی تھی۔

حضرت ابو موسیٰ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغیچہ میں داخل ہوئے۔ اور مجھے باغیچہ کی نگرانی کے لئے متین فرمایا۔ اتنے میں ایک شخص اجازت طلب کرتا ہوا داخل ہوا۔ آپ نے فرمایا اسے اجازت دو اور حجت کی بشارت دو۔ اچانک دیکھا تو وہ ابو بکرؓ تھے۔

پھر ایک اور شخص اجازت طلب کرتا ہوا حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اسے بھی اجازت دو۔ اور حجت کی بشارت دو۔ دیکھا تو وہ عمرؓ تھے۔ پھر ایک اور شخص اجازت طلب کرتا ہوا حاضر ہوا۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا اسے بھی اجازت دو اور ایک بڑی آزمائش کے بعد حجت کی بشارت سنا دو۔ اتفاق سے وہ عثمان بن عفان تھے۔ بخاری ج ۵۲۲۔

شریک نے پہلی گڑبڑ تئیر کی کہ روایت کو ابو موسیٰ کے بجائے جابرؓ کی جانب منسوب کر دیا اور عثمانؓ کی بجائے علیؓ کا نام لے دیا حالانکہ ایک اور روایت ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابو بکرؓ کے برابر کسی کو نہ سمجھتے۔ ان کے بعد پھر عمرؓ پھر عثمانؓ اور اس کے بعد ایک صحابی کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہ دیتے تھے۔ بخاری ج ۵۲۳۔

الفرغ من اس روایت میں عثمانؓ کے بجائے علیؓ کا نام شریک بن عبد اللہ نے اپنی جانب سے لگایا ہے۔ کیونکہ ابو داؤد الرضاوی نے اس سے یہ عقیدہ نقل کیا ہے۔ ”کہ علیؓ خیر البشر ہیں اور جس نے اس سے انکار کیا اس نے کفر کیا“ اس لحاظ سے یہ بھی اس کی کرم فرمائی ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کا نام باقی رہ گیا۔

اللہ اعلیٰ ہے اور علیؓ علیؓ ہیں

حضرت ابو ذرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور علیؓ اللہ سے پیدا کئے گئے تھے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا اس سے دو ہزار سال قبل ہمیشہ

کے دائیں طرف تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو ہمیں مردوں کی پشتوں میں ڈال دیا۔ پھر ہمیں عبدالمطلب کی پشت میں کیا۔ پھر ہمارے نام اپنے نام سے وضع کئے۔ پس اللہ محمود ہے۔ میں احمد ہوں اور اللہ اعلیٰ ہے۔ اور علیؑ علی نہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کو جعفر بن احمد بن علی بن بیان نے وضع کیا ہے۔

جعفر بن احمد۔ یہ رافضی تھا۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ ہمیں اس امر کا یقین ہے کہ یہ جعفر احادیث وضع کرتا۔ الموضوعات ج ۱ ص ۳۳۳۔ (اور لطف یہ ہے کہ اس جعفر کا دادا بھی علی تھا)

ذہبی میزان الاعتدال میں رقمطراز ہیں۔

جعفر بن احمد بن علی بن بیان بن زید بن سیاہ۔ اس کی کنیت ابو الفضل ہے۔ یہ ابن ابی النضر کی کنیت سے مشہور ہے۔ ابن عدی نے اس کا نسب بیان کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ میں نے ۲۹۹ھ اور ۳۰۰ھ میں اس سے روایات بھی سنی ہیں اور میرا خیال ہے کہ اسی سن میں اس کا انتقال ہوا اس نے بہت سی موضوع احادیث بیان کی ہیں ہم اس پر وضع حدیث کا الزام لگاتے بلکہ ہمیں اس امر کا یقین ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا۔ یہ رافضی تھا۔

ابن ابی شیبہ کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا۔ احادیث وضع کیا کرتا۔

اس کے بعد ذہبی نے اس کی منکرات پیش کیں۔ میزان ج ۱ ص ۳۳۳

صدیق اکبر حضرت علیؑ ہیں

جعفر بن محمد نے اپنے باپ دادا کے واسطے سے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔ آپؐ نے فرمایا میثاق دامت میں میرے روبرو میری امت خدوں کی شکل میں پیش کی گئی مجھے پیش ہونے والوں کے نام بھی بتائے گئے اور ان کے بالوں کے نام بھی۔ تو سب سے اول جو مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری تصدیق کی وہ علیؑ بن ابی طالب تھے۔ لہذا دنیا میں بھی

مجھ پر سب سے اول ایمان لانے والا اور میری تصدیق کرنے والا علیؑ ہے۔ لہذا وہی صدیق اکبر ہے۔

یعنی یہ سنیوں کا ایک فریب ہے کہ انہوں نے ابوبکرؓ کو صدیق اکبر بنا لیا۔ ابن جوزی کا بیان ہے ہیں اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ روایت جناب ذارعؓ نے تیار کی ہے۔

اس کا نام احمد بن نصر ہے ذارعؓ کے لقب سے مشہور ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے ذارعؓ کہ یہ کذاب تھا احادیث وضع کیا کرتا تھا یومنون ج ۱ ص ۳۳

وہی کہتے ہیں اس نے ایسی احادیث روایت کی ہیں جو ملکہ ہیں جو اس کے غیر نقد ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ ذارقنی کا قول ہے کہ یہ دجال ہے۔ اس کی کثیت ابوبکرؓ ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی متعدد موقوف روایات نقل کیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۹

یہ اپنے باپ کے واسطے سے حمید اطویل سے بھی روایات نقل صدیقہ بن موسیٰ بن تمیم! کہتا ہے لیکن اس سے بجز ذارعؓ کے کسی نے روایت نہیں

لی۔ اور وہ کذاب ہے۔ بلکہ ذارعؓ اکثر روایات اسی سے نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۱

ہمیں سبائی برادری سے صرف یہ سوال کرنا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو حضرت علیؑ نابالغ تھے اور نابالغ کا ایمان اور عدم ایمان قابلِ مواخذہ نہیں ہوتا۔ اگر اس کے باوجود حضرت علیؑ اسے ایمان کو اتنا ہی اچھا لانا ہے تو حضورؐ کی صاحبزادیاں کس زور سے شہادہ ہوں گی۔

بہ صدیق اکبر ہونے کا مسئلہ تو اگر وہ اُس وقت بالغ ہوئے تو شاید یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا۔

جب کہ بیان کرنے والے یہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان ۱۰ھ میں جنگ بدر کے وقت حضرت علیؑ کی عمر ۲۲ سال تھی تو اعلان نبوت کے وقت ان کی عمر پانچ سال ہوئی۔ ہاں بقول ملا باقر جب وہ

پیدائش کے تیسرے دن سورۃ المؤمنون کو اس وقت تلاوت کر سکتے ہیں جب کہ حضورؐ کو ابھی نبوت بھی دلی تھی تو اس لحاظ سے بے شک وہ پہلے مومن ہوں گے۔ لیکن اس صورت میں اشکال یہ

واقع ہوگا کہ بقول ملا باقر ان کی والدہ تو اس وقت ایمان لے آئیں تھیں جب حضرت علیؑ پیدا بھی

نہ ہوئے تھے۔ اس لحاظ سے سب سے پہلی مؤمنہ فاطمہ بنت اسد ہوئیں۔

یہ روایت ابن زبیری نے ابن عباسؓ سے بھی نقل کی ہے ان کے الفاظ ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ بات کہتے سنی۔ علیؓ کو کچھ کہنے سے باز رہو کیونکہ علیؓ میں کچھ ایسی خصلتیں ہیں کہ آل خطاب میں ان میں سے ایک بھی ہوتی تو وہ مجھ پر سونچا ہونے سے بہتر ہوتی۔

صورت حال یہ ہے کہ میں، ابو بکرؓ اور ابو عبیدہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ گئے اور اُرم سلمہ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ اور علیؓ اس وقت دروازے پر سو رہے تھے۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے سے آئے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا وہ ابھی تمہارے پاس آئیں گے۔

اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ہم آپ کی طرف بڑھے آپ نے حضرت علیؓ پر ٹیک لگائی۔ پھر علیؓ کے مونڈھے پر ہاتھ مارا۔ تے ہوئے فرمایا۔

اے علیؓ تو مجھ کو مارنے والا ہے اور تجھ سے لوگ جھگڑیں گے۔ پہلی بات تو تو سب سے اول ایمان لایا۔ تو اللہ کے دنوں کو سب سے زیادہ جانتا۔ تو سب سے زیادہ عہد پورا کرنے والا۔ سب سے زیادہ تقسیم کرنے والا۔ رعیت پر سب سے زیادہ مہربان، اخلاق کے لحاظ سے تو سب سے زیادہ عظیم، تو میرا بازو، مجھے غسل دینے والا، مجھے دنانے والا، ہر سخت اور سکر وہ کام میں سب سے آگے اور میرے بعد تو کافر بننے کا راکھ بقیہ صحابہ سب کافر ہو جائیں گے۔ تو لو امد لحد لے کر میرے آگے چلے گا۔ اور تو لوگوں کو میرے سونے سے ہٹائے گا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب علیؓ کی وفات ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے زندگی گزارنے میں کشادہ ہاتھ۔ مفلسوں پر مال خرچہ کرنے والے۔ تنزیل کے عام۔ تاویل کے نقیہ اور ہم عصروں میں سب سے بہتر تھے۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث باطل ہے۔ اور یہ

ابن زبیری کی تیار کردہ ہے۔ اور وہ کذاب تھا۔ مومنوعات ج ۱ ص ۳۳۰۔

ذہبی جن بن عبید اللہ الانزاسی کے حالات میں لکھتے ہیں۔ اس سے جعفر خلدی نے روایت لی ہے۔ یہ کذاب ہے۔ اس کے پاس تو جیابھی کم تھی۔ ذہبی مزید لکھتے ہیں کہ اس کا اصل نام حسن بن عبید اللہ نہیں۔ بلکہ حسین بن عبید اللہ ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۰۵

پھر ذہبی حسین بن عبید اللہ بن الحصب الانزاسی البغدادی کے حال میں رقم طراز ہیں کہ یہ ہشاد بن السری وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ احمد بن کامل کا بیان ہے کہ یہ کذاب تھا۔ اس کے کذب و اختراع میں سے یہ روایت بھی ہے کہ جس رات مجھے معراج ہوئی جبریل مجھے جنت میں لے کر گئے۔ اور جنت کے سب بچل کھلائے۔ جس سے میری پشت میں پانی پیدا ہوا۔ نتیجتاً خدیجہ فاطمہ سے حاملہ ہوئیں۔ جب میں فاطمہ کا پیار لیتا ہوں تو مجھے ان پھلوں کی خوشبو آنے لگتی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۰۵

معراج ہجرت سے ایک سال پیشتر ہوئی۔ جب حضرت خدیجہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ تو پہلے تو نہیں یہ بتایا جائے کہ فاطمہ کی ماں کون ہیں۔ اور جب فاطمہ کا اصل معراج کے بعد منبراً تو ہجرت سے دو ایک ماہ قبل فاطمہ پیدا ہوئیں یعنی جب حضرت علیؑ کے نکاح میں گئیں تو ان کی عمر دو سال تھی اور جب ان کے صاحبزادے حسن پیدا ہوئے تو ان کی عمر تین سال تھی۔ تو بات یہ ہے کہ ہم سستی ہیں اور حسنؑ کو ایمان لائے ہیں۔ لہذا اب عمر عائشہؓ کے بدلنے یہ مسئلہ پیدا ہو گا کہ کیا حضرت فاطمہ تین سال کی تھیں جب ان کے بچہ پیدا ہوا۔؟

یہ روایت حضرت ابوذرؓ کے بھی مختلف الفاظ میں مروی ہے۔ جس کے الفاظ ہیں کہ میں نے علیؑ بن ابی طالب کے لئے حضورؐ کو یہ فرماتے سنا۔

اے علیؑ تو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا اور تو قیامت کے روز سب سے اول مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ تو ہی صدیق اکبر ہے۔ تو ہی فاروق ہے جو حق و باطل میں فرق کرتا ہے۔ اے علیؑ تو مومنین کا چہرہ ہے اور مال کا فرد کا چہرہ ہوتا ہے (لہذا ابو بکر و عمر و عثمان اور تمام مہاجرین و انصار چونکہ مال دار ہیں۔ لہذا کافر ہیں بلکہ ہر وہ شدید بھی کافر ہے جس کے پاس مال ہو)۔

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ اس روایت کا راوی

عباد بن یعقوب!۔ ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ مشہور لوگوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے لہذا مستحی ترک ہے۔

علی بن ہاشم!۔ اس کا ایک راوی علی بن ہاشم ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ مشہور لوگوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔

محمد بن عبید اللہ!۔ اس کا ایک راوی محمد بن عبید اللہ ہے۔ صحیحی کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ عباد بن یعقوب سے بخاری نے بھی اپنی صحیح میں روایات لی ہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۴۴۔

ہم عباد بن یعقوب اور محمد بن عبید اللہ کا حال پہلے تفصیلاً پیش کر چکے ہیں۔ لہذا علی بن ہاشم کا حال ملاحظہ ہو۔

علی بن ہاشم بن البرید!۔ غلام ہے۔ ہشام بن عروہ وغیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس سے امام احمد ابن ابی شیبہ کے دونوں بیٹوں نے روایات لی ہیں۔ اس کی مرویات بخاری کے علاوہ تمام صحاح میں پائی جاتی ہیں۔

یحییٰ بن مسین وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں ثقہ ہے لیکن شیعہ ہے بخاری کا بیان ہے کہ یہ خود بھی اور اس کا باپ دونوں غالی شیعہ ہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ تھا ثقہ لوگوں کے نام سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔

وہی لکھتے ہیں کہ اس کے غلوئی اشیاع کے باعث بخاری نے اس کی روایات سے اجتناب کیا۔ وہ اکثر افضیوں سے اجتناب کرتے ہیں گویا انہیں فقیہ کا خوف لاحق رہتا ہے۔

جعفر بن ابان کا بیان ہے کہ میں نے ابن نمیر کو یہ کہتے سنا کہ علی بن ہاشم تبیع میں حدیث بڑھا ہوا تھا۔ منکر الحدیث تھا۔ میزان ج ۳ ص ۱۶۷

اے علیؑ میرا اور تیرا جھگڑا نبوت میں ہے

حضرت معاذ بن جبلؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
اے علیؑ میں تجھ سے نبوت میں جھگڑا کروں گا۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نبوت
اور خلافت میں اصل جھگڑا نبوت کا باقی رہتا ہے ورنہ اس کے علاوہ نبی کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ
سب کچھ معین لیا جاتا ہے اور تو لوگوں سے سات چیزوں میں جھگڑے گا۔ اور قریش میں سے کوئی
شخص بھی تجھ سے نہ جھگڑے گا۔ اول تو تو سب سے پہلے ایمان لایا، لیکر پیدائش کے تیسرے دن ہی
تمام علوم شہد کی طرح انگلیوں سے جو س لئے تھے اور تو سب سے زیادہ عہد پورا کرنے والا ہے۔ سب
سے زیادہ اللہ کا حکم قائم کرنے والا۔ سب سے زیادہ برابر تقسیم کرنے والا۔ سب سے زیادہ رعیت
کے معاملہ میں عادل۔ سب سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا اور قیامت کے روز اللہ کے نزدیک لحاظ
مرتب سب سے بلند ہو گا۔

ہمارے نزدیک مذہب سائبہ میں حضرت علیؑ کا مقام سب سے بلند والا ہے۔ صرف ایک
جھگڑا ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اس لئے حضورؐ کی غیر حاضری میں جبریلؑ حضرت
علیؑ کے پاس وحی لاتے رہے۔ اور اس طرح سے چالیس پاروں کا قرآن تیار ہو گیا۔ اور اس قرآن
میں کم از کم وہ وحی تو ہرگز کتابت میں نہیں آئی جو حضرت علیؑ پر نازل ہوتی رہی۔ ابن جوزی کا بیان ہے
کہ یہ حدیث موقوف ہے۔ اور اس کے وضع کرنے کا الزام
بشم ہے۔ ابن عدی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔
بشر بن ابراہیم
موضوعات ج ۱ ص ۳۳

فہرست میزان میں لکھتے ہیں کہ یہ بشر بن ابراہیم انصاری ہے۔ اس پر فالج لگ گیا تھا۔ ابو عمرو
اس کی کنیت ہے۔ عقیل کا بیان ہے کہ یہ اور اسی سے ایسی موضوع روایات نقل کرتا ہے جنہیں او کوئی
نقل نہیں کرتا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میرے نزدیک اس کا شمار احادیث وضع کرنے والوں میں ہوتا

ہے۔ بن جہان کا بیان ہے کہ اس سے مٹی بن حرب نے حدیث روایت کی ہے اور دراصل یہ ان لوگوں میں سے ہے جو ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتے ہیں۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی متعدد موضوع روایات نقل کیں جن میں سے پہلی روایت تو یہ ہے کہ جب حضور کسی کام کا ارادہ کرتے تو اپنی انگلی میں دھاگا باندھ لیتے اور آخری روایت وہ ہے جو ہم نے پیش کی۔ میزان ج ۱ ص ۳۱۱
غالباً اسی باعث آج کل بہت سے افراد کرتے کے دامن میں بار و مال میں گرہ باندھ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں اس سے بات یاد آجائے گی۔

حضرت علیؑ کی محبت شجر و حجر پر لازم ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ہم ایک روزہ بانہار میں حضرت مٹیؑ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ایک تربوز دیکھا۔ انہوں نے ایک درہم نکال کر بلاٹا کو دیا اور ان سے کہا یہ تربوز لے لو۔ بلاٹا نے وہ تربوز خرید لیا۔ پس حضرت مٹیؑ چلے اور ان کے ساتھ ہم بھی چلے حتیٰ کہ ایک مکان پر پہنچ گئے۔ بلاٹا تربوز لے کر آئے مٹیؑ نے ان سے تربوز لے لیا اور اسے کانا۔ پھر اسے چکھا تو وہ کڑوا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا اسے بلاٹا یہ تربوز اور اسے لوٹا کہ ہمارا درہم لے کڑاؤ۔ تاکہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں۔ جب بلاٹا واپس آگئے تو حضرت علیؑ نے فرمایا اے بلاٹا تجھ سے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور اس وقت آپؐ کا ہاتھ میرے مونڈھے پر تھا۔

اے ابوالحسن اللہ تعالیٰ نے تیری محبت ہر بشر، ہر درخت، ہر پھل اور ہر جنگل پر لازم کر دی ہے۔ جو تیری محبت کو قبول کرے گا وہ میٹھا ہوگا اور سیراب ہوگا۔ اور جو شے تیری محبت قبول نہ کرے گی وہ غیث ہوگی اور کڑی ہوگی۔ اور میرا خیال ہے کہ اس تربوز نے میری محبت کو قبول نہیں کیا۔

ابن جوزیؒ لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس روایت کا واضح برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہے۔ کیونکہ عہد و بیان ان چیزوں سے لئے جاتے ہیں جن میں عقل ہو گویا اس روایت کے واضح کو اتنی بھی عقل نہ تھی

اس روایت کا دافع ابو الحسن احمد بن محمد بن عمران بن موسیٰ ہے جو جندی کے لقب سے مشہور ہے ابو بکر خطیب کا بیان ہے کہ وہ روایت میں ضعیف سمجھا جاتا اور اس کے مذہب پر بھی اعتراض ہے۔ میں نے اس ابن جندی کے بارے میں ازہری سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا یہ کچھ نہیں۔ عقبتی کا بیان ہے یہ تشیع میں مشہور تھا۔ مومنوعات ص ۲۹

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں یہ لہذا میں ابن ماعدہ کا آخری شاگرد ہے۔ شیعہ ہے۔ خطیب کہتے ہیں یہ روایت میں بھی ضعیف تھا اور اس کے مذہب پر بھی اعتراض تھا۔ ازہری کا بیان ہے کہ یہ کوئی شے نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ لغوی سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے مخلوق سے روایت لی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۴۷

اچھا ہوا کہ ہمیں بھی ایک نئی پہچان کا علم ہو گیا۔ اب جو بھی پھل کڑا نکالے گا تو ہم بھی سمجھ جائیں گے کہ یہ حضرت علیؑ کا دشمن ہے اور اگر میٹھا نکلا تو ہم اسے حضرت علیؑ کا محب سمجھ کر مزے لے لیں گے کھائیں گے۔ اور اللہ کا شکر ادا کریں گے کہ حضرت علیؑ کے طفیل میں میٹھا پھل حاصل ہوا۔

حوض کوثر پر حضرت علیؑ کا جھنڈا

حضرت البرز کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، حوض کوثر پر امیر المؤمنین، اور وہ لوگ جن کے ہاتھ پاؤں سپید ہوں گے ان کے امام علیؑ بن ابی طالب کا جھنڈا حوض کوثر پر آئے گا میں اپنی جگہ سے کھڑا ہوں گا اور علیؑ کا ہاتھ پکڑوں گا جس سے ان کا پہرہ اور ان کے ساتحوں کے چہرے سپید ہو جائیں گے، میں ان سے پوچھوں گا میرے بعد تم نے ثقلین کے ساتھ کیا کیا۔

وہ جواب دیں گے کہ ہم نے اس میں سے بڑی شے کی اتباع کی اور اس کی تصدیق کی۔ اور چھوٹی چیز کی زیارت کی، اس کی مدد کی اور اس کے ساتھ مل کر قتل کیا اگرچہ بعد میں اسے شہید بھی کر دیا تو میں جواب دوں گا تم خوب میرا بے کور پانی پیو اس کے بعد تم کبھی پیاسے نہ ہو گے۔ ان کے چہرے کا اگلا سفر ظہور ہونے والے مورچ کی طرح چمکتا ہو گا ان کے چہرے چورسوں کے چاند کی مانند چمکتے ہوں گے یا آسمان کے سب سے روشن

شمارہ کی طرح ۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث صحیح نہیں، دراصل یہ کوڑ سے تیار ہو کر نکلی ہے۔ اس کی سند بالکل نامکمل ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۲۸۹ میں نے جب اس روایت کی سند پر غور کیا تو اس میں دو ہستیاں جانی پہچانی نظر آئیں جن میں سے ایک ہستی مشہور زماں مورخ مسعودی کی ہے۔

اس شخص کی کثرت ابو عبد الرحمن ہے، اس کا نام عبد اللہ بن عبد الملک ابو عبد الرحمن المسعودی ہے اور تاریخ میں مسعودی کے لقب سے مشہور ہے اس کی تاریخ کا ترجمہ ایچ ایم سعید کمپنی نے شائع کیا ہے۔

عقلمندی کا بیان ہے کہ یہ مسعودی عبد اللہ بن مسعود کی اولاد میں سے ہے یہ خالص ثعلبی ہے اس پر اعتراضات ہیں، میزان ص ۲۵۴ اس کے بعد ذہبی میزان کی چوتھی جلد میں اس پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اس کا نام عبد اللہ بن عبد الملک ہے، اس سے فتنوں کے سلسلہ میں ایک روایت مروی ہے جو اس سے عبد اللہ بن مغربہ الرواحی (راضی) نے نقل کی ہے عقلمندی کا بیان ہے کہ اس کی روایت برائے مزنی ہے یہ شیعوں کا تھا۔

اس نے زید بن وہب الجبسی سے نقل کیا ہے کہ ہم حضرت حذیفہ کو گھیرے بیٹھے تھے اس حال میں انہوں نے فرمایا تمہارا اس وقت کیا حال ہو گا جب تمہارے نبی کے اہل بیت دو حصوں میں بٹ جائیں گے اور ایک دوسرے کو تلوار سے قتل کر دے ہوں گے، ہم نے پوچھا کہ اے ابو عبد اللہ سا ہو گا، انہوں نے جواب دیا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا، میں نے عرض کیا پھر میں کیا کروں، آپ نے فرمایا اس فرقہ کو دیکھو جو علی کی طرف دعوت دیتا ہوا اور اس کو لازم پکڑ لو، ذہبی کہتے ہیں یہ حدیث مضبوط ہے میزان ص ۵۳۵

ہم تو آج تک تاریخ میں یہ کاش ذکر کئے کہ حضرت علیؑ کے دو درمیں اہل بیت کے کون سے دو فرقے بن گئے تھے حواہیک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے، رہے حضرت حذیفہؓ انہوں نے بخاری میں روایت کیا کہ ایک دورہ آئے گا جب لوگ فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے اور کوئی امام نہ ہو گا لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے حذیفہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں ان وقت کیا کروں، آپ نے ارشاد فرمایا کسی درخت کی جڑ میں بیٹھ جانا اور اسے دانتوں سے تھام لینا حتیٰ اگر تجھے موت آجائے۔

حضرت حذیفہؓ نے جب یہ سنا کہ امیر المومنین عثمانؓ شہید کر دیئے گئے اور قوم میں فتنہ واقع ہو گیا وہ سب کچھ چھوڑ کر ایک درخت کی جڑ میں جا کر بیٹھ گئے۔ صبح کو چالیس دن کے بعد ان کی موت واقع ہو گئی یہ حذیفہؓ صاحب الاسرار کہلاتے ہیں۔ حضورؐ نے آئندہ پیش آنے والے رازان سے بیان فرمائے ہیں۔ اس مسعودی نے یہ داستان حذیفہ بن حصیرؓ سے نقل کی ہے اور اس روایت کے بقیہ اور پر کے روایت میں بھی ہذا اب آپ ذرا حذر کرنا۔

کاچہرو بھی دیکھ لیں تو بہتر ہے۔
یہ شخص قید آدے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی کنیت ابو النعمان ہے کوفہ کی سرزمین
حادث بن حصیرؓ سے تعلق رکھتا ہے، زید بن وحب اور عکرمہ سے روایات لیتا ہے اس سے
مالک بن مغول اور عبد اللہ بن غیرہ وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں۔

ابو قتادہ انزیری کا بیان ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ اسی ابن معین کہتے ہیں ثقہ ہے نشی ہے یعنی
اس نکرٹی کا بھاری ہے جس پر زید بن علی کو پھانسی دی گئی تھی نائی کا بیان ہے کہ ثقہ ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ضعف کے باوجود اس کی روایت لکھی جاتے۔ یہ کوفہ کے آگ نگانے والے شیعوں
میں داخل ہے۔ زنجبجی کا بیان ہے کہ میں نے جریر سے دریافت کیا کہ کیا تو نے حادث بن حصیرؓ کو دیکھا ہے اس
نے کہا ہاں ایک بہت بوڑھا تھا، اکثر خاموش رہتا، لیکن ایک بڑی بات پر اصرار کرتا۔

مسعودی نے اس سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسولؐ کا بھائی ہوں جو شخص
میرے بعد باتیں کہے وہ کذاب ہے۔ ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ یہ آزاد کردہ شیعوں میں سے تھا اگر سفیان ثوری
اس سے یہ روایت نہ پیتے تو اس کی روایت بالکل ترک کر دی جاتی۔ میزان ج ۲ ص ۲۳۲

اس سے جہاں اس روایت کی حیثیت ظاہر ہوئی وہاں یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ مسودہ مسعودی خالص شیعہ

قیامت کے روز میرا بھند اعلیٰ کے ہاتھ میں ہوگا

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابوبکرؓ کو بلانے بھیجا جب وہ
آگئے تو ان سے فرمایا: اے ابوبکرؓ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے علی بن ابی طالبؓ کے بارے میں چند جملے لئے ہیں اور فرمایا

کر علیؑ ہدایت کے رہبر ہیں ایمان کے منارے ہیں اور میرے اولیائے امام ہیں، اسے ابوبکرؓ علیؑ بن ابی طالبؓ کل قیامت کے روز میرے امین اور میرا حجتہ اٹھانے والے ہوں گے اور میرے پروردگار کی رحمت کے فزاؤں کی چھایاں علیؑ کے ہاتھ میں ہوں گی۔

اس کا ردی لاہز بن عبد اللہ ہے۔

ابوبکر الخطیب کا بیان ہے کہ اس داستان کو تاہز کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا
لاہز بن عبد اللہ ابوالفتح الازدی فرماتے ہیں لاہز ثقہ نہیں اور نہ یہ شخص مامون ہے بلکہ یہ مجہول ہے۔
 ابن سعدی کا بیان ہے کہ تاہز مجہول ہے۔ ثقہ راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ اس نے حضرت علیؑ کی فضیلت میں ایک روایت نقل کی ہے۔ اور یہ تمام آفت اسی کی ڈھالی ہوئی ہے۔

اس سلسلہ میں ایک روایت حضرت جابر بن عمروؓ سے بھی ان الفاظ میں مروی ہے کہ صیابر نے دریافت کیا یا رسول اللہ قیامت کے روز آپ کا بھٹا کون اٹھائے گا آپ نے فرمایا جو شخص دنیا میں اٹھاتا تھا یعنی علیؑ بن ابی طالب۔

...

اس روایت کا ردی ناسخ ہے۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ ناسخ ثقہ نہیں ہے اور کسی فرمایا یہ کچھ نہیں نکاس کا
ناسخ بن عبد اللہ المحملي قول ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے ابن جبران کہتے ہیں یہ شہود لوگوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے ابو احمد بن سعدی کا بیان ہے کہ یہ کوفہ کے شیو طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔

ابوبکر بن مردیہ نے اس حدیث کو متعدد درجات سے نقل کیا ہے جس میں ایک بھی صحیح نہیں۔ اور مجھے اس حافظ حدیث (ابوبکر بن مردیہ) پر حیرت ہے کہ جب وہ جانتا ہے کہ یہ روایت باطل ہے پھر بھی اس روایت کو نقل کرتا ہے اور جو کچھ جانتا ہے اسے ظاہر بھی نہیں کرتا۔ یہ فریعت میں خیانت ہے موصوحت ج ۲۸۹
 ذہبی لکھتے ہیں۔ ناسخ بن عبد اللہ اکوفی المحملي الی ملک لا اس سے ترغوی نے روایات لی ہیں ایہ سنا کہ بن حرب اور یحییٰ بن ابی کثیر سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے عبد اللہ بن صالح العلجی اور اسماعیل بن عمرو العلجی وغیرہ نے روایت لی ہیں۔

اور یہ مشہور کذاب ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۱۲۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ ابن عدی نے ایک اور مقام پر اسے امام وقت قرار دیا ہے۔ ابن ابی حاتم اور دارقطنی نے بھی اسے ثقہ کہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس پر غلطی کا الزام تو قائم کیا جاسکتا ہے لیکن اس پر وضع حدیث کا الزام کسی نے نہیں لگایا۔ بلکہ اس کا وضع حسن بن عثمان ہے۔ کیونکہ اس کی ایک اور روایت کو ابن عدی اور ذہبی نے جھوٹ قرار دیا ہے۔ محمد بن حماد نے اسے عبدالرزاق بن ہمام سے نقل کیا ہے جو کٹر رافضی ہے اور کافی خرافات اس نے روایت کی ہیں۔ ہم اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کر چکے ہیں۔

تازہ کھجوروں کی شلخ

حضرت بزاز بن مازب کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کھجوروں کی اس تازہ شلخ کو کھڑا چاہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لگائی ہے وہ علی بن ابی طالب کی محبت کو لازم کھڑے ابن جریر دیکھتے ہیں کہ اس کا ایک راوی

اسحاق بن ابراہیم اذہبی کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ موضوعات ص ۱۸۶۔ یہ اسحاق بن ابراہیم الواسطی ہے جس سے بخاری نے روایت لی ہے۔ ابن عدی اور اذہبی نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ واصل یہ اسحاق بن ابراہیم بن یعقوب بن عباد بن العوام ہے میزان ص ۱۸۰ جو اسحاق بن ابراہیم الواسطی کے لقب سے مشہور ہے۔

علی بن بغض دیکھنے والا خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی

بخاری نے حکیم نے اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا جس کی موت اس حال میں ہوئی کہ اس کے دل میں علی بن ابی طالب کا بغض ہو خواہ وہ یہودی ہو کہ مرے یا غرانی

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور اس کا الزام

علی بن قرین علی بن قرین کا بیان ہے کہ اس نے یہ روایت وضع کی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے غیبی ہے۔ بقوی کا بیان ہے کہ یہ جھوٹ بولتا تھا موضوعات ۲۸۵

ذہبی رقم طراز ہیں

علی بن قرین عبد الوارث اور متکدر بن محمد بن متکدر سے روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کذاب خبیث ہے۔ اس کی روایت نہ لکھی جاسے۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ موسیٰ بن ہارون دیزہ کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ املویث وضع کرتا تھا۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے اس کی کثیت ابو الحسن ہے، بصرہ کا باشرہ ہے، بغداد اگر مقیم ہو گیا تھا۔ میزان ج ۲ ص ۱۱۱

علی بن قرین نے یہ روایت جارد بن یزید سے نقل کی اب ذکر کہ اس کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

جارد بن یزید اس کی کثیت ابو علی الحارثی ہے۔ نیشاپور کا باشندہ ہے۔ اس کی کثیت ابو الحارثی ہے اسے ابو اسامہ نے کذاب کہا ہے۔ علی بن المدینی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں تھا اور دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔

حاکم کا بیان ہے کہ میں نے حافظ محمد بن یعقوب سے بارہا سنا وہ فرمانے تھے کہ ابو بکر الجارودی جب بھی اپنے دادا جارد بن یزید کی قبر کے پاس سے گذرتا تو کہتا اے میرے باب اگر تو ہنوز سکیم دالی روایات بیان نہ کرتا تو میں تیری قبر کی زیارت کرتا۔ سرکج کا بیان ہے کہ اسے جارد و کا انتقال ۲۳۱ھ میں ہوا۔ پھر دوسرے نے اس کی متعدد موضوعات نقل کیں میزان ج ۱ ص ۲۸۵

بخاری لکھتے ہیں کہ جارد بن یزید نیشاپور کا باشندہ ہے متروک الحدیث ہے۔ ابو اسامہ اسے کذاب کہتے

الضعفاء الصغیر ۲۹

نہائی لکھتے ہیں کہ جارد و نیشاپور کا رہنے والا ہے متروک ہے۔ کتاب الضعفاء رد المحتار ص ۲۸۵

علیؑ کے محافظ فرشتے دیگر فرشتوں پر فخر کرتے ہیں

حضرت عمار بن یاسر کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ علی بن ابی طالب کے محافظ فرشتے تمام محافظوں پر فخر کرتے ہیں۔ اول تو اس باعث کہ وہ حضرت علیؑ کے ساتھ ہوتے ہیں اور دوسرے اس باعث کہ وہ اللہ کے پاس ایسی چیز لے کر نہیں جڑھتے کہ جس بات پر اللہ ناراض ہو۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ خطیب بھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں متعدد راوی مچول ہیں۔ یہ روایت ابوسعید بن الحسن بن علی العدوی کے پاس نظر آئی۔ لوگ اسے مارنے کے لئے پکے۔ اس نے یہ روایت حسن بن علی بن راشد کے ذریعہ شریک سے نقل کی ہے۔ حالانکہ ابوسعید العدوی مشہور کذاب۔ رفاع اور قہمت باز انسان ہے۔ اور جناب شریک توشیحوں کے امام ہیں۔ و شہادت علیؑ کے موقع پر کیا فرشتے سو گئے تھے؟

علیؑ قیامت تک حجت ہیں

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے علیؑ کو آتے ہوئے دیکھا۔ فرمایا میں اور یہ شخص قیامت تک میری امت پر حجت ہوں گے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور اس روایت کے وضع کرنے کا الزام مطہر پر ہے۔

یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع احادیث روایت کرتا اس کی روایت بیان کرتا بھی حلال نہیں موضوعات ص ۸۲

ذہبی میزان میں رقم طراز ہیں۔

مطہر بن یسویں۔ اس کا لقب اسکاوت ہے۔ قبیلہ مہارب سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت انسؓ اور عکرمہ سے

روایت کرتا ہے۔ اس سے عبد اللہ بن موسیٰ اور یونس بن بکر نے روایات لی ہیں۔ اس کی مرویات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

بخاری۔ ابو حاتم اور نسائی کا بیان ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اسے مقلد ابن مسرور بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی چار روایات نقل کیں جو پہلے بیان ہو چکی ہیں اور سب مثلاً اللہ شہیدیت کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ آخر میں ذہبی لکھتے ہیں۔

ان روایات کے وضع کرنے کا الزام مطریا مطر سے پہلے لوگوں پر ہے۔ کیونکہ عبد اللہ ثقفی ہے، شدید ہے لیکن اس قسم کی بکواس کی روایت سے پاک ہے میزان ۵۵۱ م^{۱۲} لیکن اس قسم کی بکواس کی نقل تو اس کے سرسری اور بقول امام احمد میں تو اس جید اللہ کو دیکھ کر اسے ایسے نظر انداز کر گیا جیسے کوئی کئے کو دیکھ کر اگے بٹھ جاتا ہے۔ ہم بھی اس کئے کا حال پہلے بیان کر چکے ہیں۔

دہا ذہبی کا یہ کہنا کہ مطر سے اوپر کسی مادی نے وضع کی ہوگی تو مطر سے اوپر تو مسرت انس ہیں جو صحابی ہیں لہذا مطر سے اوپر وضع حدیث کا کوئی مسئلہ نہیں اب جو کچھ بھی الزام واقع ہوگا وہ یا تو مطر سے ہوگا یا عبد اللہ بن موسیٰ پر واقع ہوگا عبد اللہ ثقفی کا پارٹ صرف اس باعث ادا کرنا کہ وہ بخاری مسلم کا مادی ہے دراصل ہمارے علماء کی غذا نہیں ہے وہ تقیہ کو حقیقت سمجھ بیٹھے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان ائمہ محدثین کے دربردار اس جید اللہ نے تقیہ سے کام لیا ہو اور ان دونوں حادثہ اس قسم کی روایات بیان کرتا ہو اور اگر بیان نہیں کرتا تو نقل صرف کرتا اور کسی شیخ کے بارے میں یہ تصور کہ وہ ہمیشہ سچ بولتا ہے خود غریبی سے کم نہیں اس سے تو یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ پہلے ہم تسلیم کر لیں کہ وہ شیخ نہیں۔ ورنہ شیعیت اور جھوٹ لازم و ملزوم ہیں اور تشیع کی روایت کی رو سے دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ دین جھوٹ بولتا ہے۔ لہذا یہ امکان خلاف عقل ہے کہ کوئی خالص شیخ ہو اور خالص جھوٹ نہ بولتا ہو، بلکہ یہ الفاظ اگر شیعوں سے ہوتے ہیں جس نے کبھی سچ بول نہ سیکھا ہو۔

اے علیؑ میں دجال نہیں ہوں

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ نے فاطمہؓ کے لئے پیغام نکاح دیا، نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا اے علیؑ پر تیرے لئے چہ میں کو کد جال نہیں ہوں ۔

علیؑ باریہ محسوس ہوتا ہے کہ راوی نے کسی سے دجال کا لفظ سن لیا تھا اس کو کسی جگہ ایسے چہاں کرتا تھا حالانکہ حضرت علیؑ کے نکاح میں عام کام ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ نے انجام دیئے۔ ابو بکرؓ و عثمانؓ نے اپنے لئے پیغام نہ دیئے تھے بلکہ سب کچھ حضرت علیؑ کے لئے لکھتے۔ لیکن طبقہٴ سائبہؓ کو چونکہ ابو بکرؓ و عمرؓ سے ملٹی تھیں ہر انداز سے ہر صورت میں نکالنے پر خواہ اس کے لئے واقعہ کی صورت کیوں تبدیل کی جائے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے ۔

اس روایت کو موسیٰ بن قیس نے وضع کیا ہے۔ اور وہ علیؑ قسم کا رافضی تھا۔ اور وہ خود کو معذور الجنۃ (بنت کی چڑیا) کہا کرتا تھا۔ حالانکہ وہ لو آفانہ حمیرا (دھڑکے گدھے) میں داخل ہوگا۔ اس نے علیؑ کی مدح کے لئے ابو بکرؓ و عمرؓ کو نشانہ بنایا۔ عقیلی کا بیان ہے یہ تو ردی اور باطل حدیثیں روایت کرتا ہے موقوفہ عامتہ ص ۲۸۷

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں ۔

موسیٰ بن قیس الحنفی کو مذکور کا باشندہ ہے اس کی کنیت ابو محمد الفزّ ہے (ابوہ اوہ اور نسائی نے اس سے روایات لی ہیں) معذور الجنۃ اس کا لقب تھا۔ سچا آدمی ہے لیکن اس پر تشیع کا الزام ہے چھٹے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تقریب التذیب ص ۲۸۷

عبدالحسین شرف الدین الموسوی رافضی المراجعات میں تحریر کرتا ہے ۔

موسیٰ بن قیس الحنفی، اس کی کنیت ابو محمد ہے۔ عقیلی نے اسے عالی رافضیوں میں شمار کیا ہے سفیان ثوری نے اس سے ابو بکرؓ اور علیؑ کے بارے میں دریافت کیا اس نے جواب دیا مجھے تو علیؑ محبوب ہیں ۔

اس موسیٰ نے اپنی سند کے ذریعہ مالک بن جوہر سے نقل کیا ہے کو میں نے ام سلمہؓ کو یہ کہتے سنا کہ علیؑ حق پر ہیں جو شخص ان کی اتباع کرے گا وہ بھی حق پر ہے اور جس نے علیؑ کو چھوڑا اس نے اس حق کو چھوڑا جس کا اس سے وعدہ یا گیا تھا۔ یہ روایت ابو نعیم فضل بن دکین نے موسیٰ بن قیس سے نقل کی ہے ۔

اس موسیٰ نے اہل بیت کی فضیلت میں بہت سی دسی۔ صحیح روایات نقل کی ہیں جو عقیلی کو بری

نہیں اور پھر جو اس نے کہا چاہا وہ کہا، اس کد ریاات سن میں موجود ہیں، اس نے سلمہ بن کہیل اور قمر بن
غضب سے روایات نقل کی ہیں اور اس سے فضل بن دکین اور عبید اللہ بن موسیٰ جیسے ثابت لوگوں نے روایات
لی ہیں اس موسیٰ نے منصور کے زمانہ میں انتقال کیا المریحات ص ۱۱۹
حافظہ آج بھی اس موسیٰ کے حال میں رقم طراز ہیں۔

موسیٰ بن قیس بن کالقب مصنف المجلد ہے، جس سے ابو داؤد و غیرہ نے روایات لی ہیں قمر بن
غضب سے روایات نقل کرتا ہے، اس سے ابو نعیم فضل بن دکین اور عبید اللہ بن موسیٰ نے روایات لی ہیں۔
عقلی کا بیان ہے کہ یہ عالمی قسم کے رافضیوں میں شامل تھا، اس کے بعد مذہبی نے اس کا وہ قول
پیش کیا جو اس موسیٰ بن قیس نے روایت کیا ہے اس کے بعد مذہبی لکھتے ہیں۔

عقلی کا بیان ہے کہ اس نے باطل اور ردی روایات نقل کیں، لیکن یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا
اور ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں میزان الاعتدال ص ۱۱۴ اتفاق سے یہ روایت اس موسیٰ
سے فضل بن دکین نے نقل کی ہے جو ابو نعیم کی کثیفیت سے مشہور ہے اور بخاری اور مسلم کا راوی ہے اور
کثر رافضی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ابو نعیم اگر کسی کی تفریق کرے اور یہ کہے کہ فلاں بہت اچھا
آدی ہے تو یقیناً وہ شیعوں کا ہے، اور اگر کسی کی برائی کرے تو سمجھ لو کہ وہ سُنی ہے

اہل فضل کو اہل فضل ہی پہچانتے ہیں

حضرت انس کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے
تھے، آپ کو آپ کے ساتھیوں نے گھیر رکھا تھا، اچانک علی بن ابی طالب آگئے وہ اگر کھڑے ہوئے اور
سلام کیا اور کسی جگہ دیکھنے لگے کہ جہاں بیٹھے تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے چہروں پر نظر ڈالی
تو دیکھیں کہ ان میں کوئی جگہ خالی ہے۔

ابو بکرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنی جانب بیٹھے ہوئے تھے، وہ اپنی جگہ سے کھٹک گئے اور

ہوئے اسے ابو الحسن آپ یہاں آجائے۔ علیؑ آئے اور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے درمیان بیٹھ گئے
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر خوشی دیکھی، پھر آپ نے ابو بکرؓ کی جانب متوجہ ہو کر
فرمایا اے ابو بکرؓ اہل فضل ہی کو اہل فضل نظر آتا ہے اور اسے اہل فضل ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اسی کا ایک راوی

ہے جو احادیث وضع کیا کرتا تھا اور

محمد بن زکریا الغلابی

ذائب۔ کذاب ہے قہال ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کو حلابی نے وضع کیا اور ذائب نے اسے چوری کیا موقوفات ص ۲۸

اس روایت میں متعدد راوی قابل بحث ہیں۔ اول راوی

ہے، شخص بنو مہبے تعلق رکھتا ہے، بعروہ کا باشندہ ہے۔ اپنے ماموں ابو بکر الہندی سے

عباس بن بکاد احادیث روایت کرتا ہے دار قطنی کا بیان ہے کہ یہ عباس کذاب ہے الضعفاء والکذوبین

لدار قطنی ص ۱۳۵

ذہبی کا بیان ہے کہ اس پر اس حدیث کے باعث الزام لگایا گیا کہ قیامت کے روز جب فاطمہؓ گذرے

گی تو اہل حشر سے کہا جائے گا اے لوگو اپنی نگاہیں نیچی کر لو تاکہ فاطمہؓ نہ گزر جائے

اس عباس سے اور بھی اس قسم کی بہلات مروی ہیں جو ذہبی نے بیان کی ہیں۔ میزان ص ۲۸۳

صدقتہ بن موسیٰ اسی کا ایک راوی صدقتہ بن موسیٰ ہے یہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے لیکن
اس سے ذائب کذاب کے علاوہ کسی نے روایت نقل نہیں کی۔ بلکہ اکثر اس سے

روایات نقل کرتا ہے۔ میزان ص ۲۱۴

صدقتہ سے اس روایت کو احمد بن محمد کذاً یسع نے روایت کیا ہے۔ احمد بن محمد بغداد کا باشندہ ہے عمارت

بن ابی اسامہ اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے روایات نقل کرتا ہے۔ اور ایسی حکر روایات پیش کرتا ہے جو اس پر حالات

کرتی ہیں کہ یہ ثقہ نہیں، پھر ذہبی نے اس کی متعدد روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ سب فاضل کا جھوٹ ہے

اس روایت کا ایک راوی محمد بن زکریا الغلابی ہے جو بصرہ کا باشندہ ہے مورخ تھا۔ اس نے عبداللہ بن رجاؤنکلی اور ابوالولید سے روایات لی ہیں اور اس سے طبرانی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں اور یہ ضعیف ہے۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں اس کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ اگر یہ ثقہ راوی سے روایت کرے تو اس کی روایت کا اعتبار کیا جائے گا۔ ابن ہدہ کا بیان ہے کہ اس پر اعتراضات ہیں۔ مگر قلعی کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا۔

اس غلابی نے سفیان کے واسطے البراء بن میر سے نقل کیا ہے کہ ہم حضرت جابر کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں علی بن حسین آئے، حضرت جابر نے فرمایا ایک بار حسین آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چٹا لپا اور فرمایا اس کے ایک لڑکا پیدا ہو گا جس کا نام علی ہو گا جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک عادی نذا کرے گا۔ سید العابدین کھڑے ہو جائیں تو زین العابدین کھڑے ہو جائیں گے۔ اور ان کے ایک لڑکا ہو گا جس کا نام محمد ہو گا۔ فرمایا اے جابر جب تو اس لڑکے کو دیکھے تو اسے میرا سلام پہنچا دینا۔ یہ غلابی کا جھوٹ ہے۔

اس طرح اس روایت میں متعدد کذاب جمع ہیں۔

میرے لئے صحیفہ اور روایات لاؤ

عقلیہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوئی، راوی کا بیان ہے کہ اس وقت آپ کے پاس عارشہ اور حفصہ موجود تھیں۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ میرے دوست کو بلاؤ، انا دونوں نے الہیکل کے پاس آدمی بھیجا وہ آئے اور سلام کیا اور اندر داخل ہوئے اور بیٹھ گئے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کوئی کام نہ تھا۔ وہ اٹھ کر چلے گئے۔ آپ نے ان دونوں اندام کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ میرے پاس میرے دوست کو بلاؤ، ان دونوں نے آکر میرے پاس آدمی بھیجا عمرؓ آئے اور

سلام کر کے اندر داخل ہوئے لیکن بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کوئی کام نہ تھا لہذا وہ اٹھ کر چلے گئے
 آپ نے ان دونوں ازواج سے فرمایا میرے پاس میرے دوست کو بلاؤ ہم نے علیؑ کو بلانے
 کے لئے آدمی بھیجا وہ آئے اور سلام کر کے اندر داخل ہوئے جب وہ بیٹھ گئے تو آپ نے عائشہ اور
 حفصہ کو حکم دیا کہ تم دونوں یہاں سے اٹھ جاؤ جب وہ دونوں اٹھ گئیں تو آپ نے فرمایا اے علیؑ کا غذا اور
 دوات لاؤ، جب کا غذا اور دوات آگئے تو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹا کرایا علیؑ نے لکھا اور جبریلؑ نے
 شہادت دی، پھر کاغذ لپیٹ دیا گیا (اور وہ اس راوی کے ہاتھ لگا)

اب اگر تم سے کوئی یہ بیان کرے کہ صحیفہ میں جو کچھ لکھا گیا وہ اسے جانتا ہے اس کی تصدیق نہ
 کرنا، کیونکہ اسے سوائے عین شخصوں کے کوئی نہیں جانتا، ایک تو کھینچنے والا، ایک اٹا کرنے والا اور ایک
 شہادت دینے والا، ان کے علاوہ تجھ سے کوئی بیان کرے تو تصدیق نہ کرنا

عالمنا ہریر بن عبد اللہ البکلی کو اس لئے خراسان کی گورنری سے حضرت علیؑ نے مزلو کیا تھا کہ وہ راز
 پسے پردہ اٹھا رہے تھے اور اسی لئے وہ دمشق امیر معاویہؓ کے پاس چلے گئے تھے۔

ابن جوزی اپنی موضوعات میں لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ یہ روایت تو مسقط ہے اس
 لحاظ سے کہ عطیہ نابھی ہے اور در بیان سے صحابی عائشہ ہے

اسے سفیان ثوری، شیم، احمد بن منبل اور یحییٰ بن سعید نے ضعیف قرار دیا ہے۔
عطیۃ الحونی

نصر بن مزاحم اسے دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے، ابراہیم بن یعقوب الجزبانی کا بیان ہے یہ
 نصر بن مزاحم حق سے پٹا ہوا تھا اور مانی تھا ابن جوزی کہتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ عالی قسم کا رافضی تھا
 اور ضعیف راویوں سے منکر روایات نقل کرتا، موضوعات ج ۱ صفحہ ۴۷

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ یہ نصر بن مزاحم کو ذکا ہا شدہ ہے قیس بن الزبیر سے روایات نقل کرتا
 ہے کہ بکتر قسم کا رافضی ہے، اسی لئے محدثین نے اس کی روایات ترک کر دی ہیں سلسلہ میں اس کا انتقال
 ہوا، اس سے نوح بن جبیب اور ابو سعید الداعی وغیرہ نے روایات لی ہیں۔

مُعْتَمِد کی کیا بیان ہے کہ یہ شیعہ ہے اس کی حدیث میں بہت زیادہ اضطراب اور بہت غلطیاں ہیں۔ ابراہیم کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ دایہ الحدیث ہے، متروک ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے میزان ج ۲ ص ۲۵۴

حضرت علی کی ذریت قیامت تک اوصیا کو ختم کرے گی

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا آپ نے فرمایا میں خاتم النبیین ہوں اسی طرح علیؓ اور اس کی ذریت قیامت تک تمام اوصیا کو ختم کرے گی۔ ابن جوزی کا بیان ہے یہ روایت موضوع ہے اس روایت کو حسن بن محمد الغنوی کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا۔

حفاظ حدیث کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا، موضوعات ج ۱ ص ۳۴۵ اسی کا ایک اور رد لوی

حسن بن محمد الغنوی

ابراہیم بن عبد اللہ ہے ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حدیث چود تھا اور روایات تیار کیا کرتا تھا اور نقد ماد یوں کے نام سے ایسی روایات نقل کرتا جو ان کی احادیث میں نہ ہوتے۔ اس لحاظ سے ترک کا مستحق ہے، موضوعات ج ۲ ص ۲۴۶

در اصل یہ آبرہیم بن عبد اللہ عبد الرزاق بن ہمام کا بیٹا ہے، یہ عبد الرزاق سے روایات نقل کرتا ہے، کذاب ہے، احادیث وضع کیا کرتا تھا، کتاب الضعفاء والمتروکین، دارقطنی ص ۴۰ ذہبی نے در روایات نقل کر کے اسے کذاب قرار دیا ہے میزان ج ۱ ص ۲۸۴

حضرت علیؓ کا نام قرآن میں موجود ہے

ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میرا نام قرآن میں موجود

ہے وَالشَّمْسُ وَنُجُجَاہَا، علیؑ کا نام بھی قرآن میں موجود ہے وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَاہَا، اور سَنَ وَتَیْنِ کَانَام بھی قرآن میں وَالنَّهَارُ إِذَا جَاءَهَا اور نِوَامِیہ کا نام بھی ہے۔ وَاللَّیْلُ إِذَا نِشَاہَا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسے حضرت قریشی میں دنیا کی عزت اور آخرت کا شرف دے کر بھیجا گیا ہوں، یہی قہاری بجانب اللہ کا رسول ہوں لوگوں نے جواب دیا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو اللہ کا رسول نہیں، میں بھی ہاشم کے پاس آیا اور ان سے کہا، اے بنی ہاشم میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی عزت دے کر آیا ہوں ان سب بنی ہاشم نے جواب دیا تو بے سچ کہا، ان میں سے جو مومن تھا وہ ایمان لایا یعنی علیؑ بن ابی طالب اور ان میں سے جو کافر تھے انہوں نے بھی تصدیق کی (الاناباً صورت یہ نئی ہوگی کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم یہ تو سنتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن آپ پر ایمان نہیں لاتے، اس طرح تصدیق بھی ہوئی اور کفر بھی ہوا گویا ابوطالب نے بھی یہی منافقت اختیار کی) تو اللہ تعالیٰ نے اپنا جھنڈا بنی ہاشم میں گاڑ دیا، تو قیامت تک اللہ کا یہ جھنڈا ہم میں رہے گا اسی لئے ہر دور کے ساتھ ایک جھنڈا ہوتا ہے) اور قیامت تک ابیس کا جھنڈا بنو امیہ میں رہے گا وہ ہمارے دشمن ہیں اور ان کی شاخیں ہماری شاخوں کے دشمن ہیں۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے، ابن ابی اذ نے ہم سے بیان کیا کہ بعد میں میں نے علی بن عمر الدجیری سے ملاقات کی اس نے بھی مجھ سے یہ روایت بیان کی خطیب کا بیان ہے کہ یہ روایت انتہا سے زیادہ منکر ہے، بلکہ اس کی سند میں تین راوی مجہول ہیں اور یہ روایت فی الواقع موضوع ہے، اس کے مجہول روایت پر چس موصی، موسیٰ بن ادریس اور موسیٰ کا باب بلکہ موسیٰ کا دادا اور یہ روایت کسی سند سے بھی صحیح نہیں۔

موضوعات ج ۱ صفحہ ۲۹

سورۃ الشمس مکہ کی ابتدائی سورتوں میں ہے اور جب یہ نازل ہوئی اس وقت تک ابن عباسؓ پیدا بھی نہ ہوئے تھے، رہ گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کا سوال اس کے لئے اس تاویل کی کیا ضرورت تھی، حضور کے اسم گرامی سے ایک صودت معنون ہے صورۃ محمد اور پھر سورۃ نعت میں بھی محمدؐ رسول اللہؐ لہذا حضور کی ذات اس لغو تاویل سے پاک ہے

رہا حسن حسین کا مسئلہ توجب سورۃ الشمس کہ میں نازل ہوئی تھی تو اس وقت تک حضرت فاطمہؑ کی شادی بھی نہ ہوئی تھی، حسن و حسین کہاں سے پیدا ہو گئے تھے۔

رہ گیا بنی ہاشم میں جھنڈے کاٹنے کا مسئلہ تو اس کا صحیح جواب یا تو بڑے بھائی عقیل دے سکتے ہیں جنہوں نے علیؑ کے مقابلہ میں امیر معاویہؓ کا ساتھ دیا یا جیسے عبداللہ بن جعفر جواب دے سکتے ہیں جن کی وفاداریاں ہمیشہ بنو امیہ کے ساتھ رہیں یا صابرؓ اسے محمدؐ دے سکتے ہیں جن کے بقول یزیدؓ سے زیادہ ناپادہ مشقی کوئی نہیں ہو سکتا یا در عباس علیہ السلام ہو سکتے ہیں جنہوں نے اپنی صاحبزادی فاطمہؑ یزیدؓ کے بیٹے خالد کے نکاح میں دی۔

حضرت علیؑ میں پانچ انبیاء کی خصوصیات

ابوالمکارمؑ کا بیان ہے کہ میں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ آدم کو علم میں دیکھے، نوح کو فہم میں دیکھے، آبراہیم کو حکمت میں دیکھے، موسیٰ بن زکریا کو زہد میں دیکھے اور موسیٰ بن عمران کو ان کی پٹریں دیکھے وہ علیؑ بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ مدرث موعود ہے اور ابوالمزورک ہے موضوعات ج ۲ ص ۲۴

سے یہ کہانی نقل کرنے والا عبید اللہ بن موسیٰ ہے جو اگرچہ تمام صحاح کا راوی ہے لیکن وہ خالص فقیہ ہے باکر انتہائی درجہ کا غالی ہے امام احمد فرماتے ہیں میں نے اسے کہ میں طوائف کرتے دیکھا لیکن اس طرح سے اس سے گزر گیا جیسے کوئی کتے کے پاس سے گزر جاتا ہے۔

ہمارے علماء ابن جوزی پر التزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے بھاری و مسلم کے بعض راویوں پر سرج کیا ہے تو ایسا شاذ و نادر ہی ہوا ہے ورنہ یہ عبید اللہ بن موسیٰ کفر رافضی تھا بلکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کی مرویات تمام صحاح میں موجود ہیں اور ہم نے جو کہ یہ عقیدہ قائم کر لیا ہے کہ بخاری و مسلم انانیت سے بالاتر ہیں اس لئے ان سے غلطی ہونا ممکن نہیں، اگرچہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

آدم سے غلطی ہوئی لہذا ان کی اولاد سے غلطی ہوتی رہے گی اور آدم سے بھول ہوئی لہذا آدم کی اولاد سے بھول ہوتی رہے گی لیکن بخاری و مسلم کے راویوں سے زخما ہو سکتی ہے اور نہ بھول۔

ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اگر روایت ہے اہل حدیث کے مساب کی تائید ہوتی ہو تو احادیث کے نزدیک وہ روایت مشکوک ہے اور اہل حدیث کے نزدیک ہر وہ روایت مشکوک ہے کہ جس سے مذہب حنفیہ کی تائید ہوتی ہو۔

حضرت علیؑ کی محبت برائیوں کو کھاجاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؑ بن ابی طالب کی محبت برائیوں کو اس طرح کھاجاتی ہے جیسے آگ ککڑی کو کھاجاتی ہے۔
آخر میں اس محبت کا نتیجہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر شیئہ بچہ گنہگاروں سے پاک اٹھتا ہے خواہ وہ کچھ بھی عمل کرتا رہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں محمد بن منکر سے اوپر کے راوی سب ٹکڑے ہیں اور یہ حدیث باطل ہے گویا کہ یہ سند اس روایت کے لئے تیار کی گئی ہے۔

انتہائی ضعیف ہے، موضوعات ۵۸ ص ۲

محمد بن مسلمۃ اللہ لکائی
وہابی میزان میں لکھتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ یہ واسطی ہے نہ زبیر بن ہلدون کا شاگرد ہے، بخلاف نیات میں اس کی روایت حوالی میں شمار ہوتی ہے، اس نے ایک باطل روایت نقل کی جس کے باعث اس پر اتہام ہے ابو القاسم اللہ لکائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔

ابن سعدی نے عبد الحمید الوراق سے نقل کیا ہے کہ ہم نے کچھ اصناف سے حدیث محمد بن مسلمہ کو سنانے شروع کی ان میں ایک طویل حدیث تھی، اس پر بلا یہ حدیث کہنی عمرو بن اللہ کی قسم میں نے اس سے قبل کبھی بھی نہ سنی تھی، مالا کہہ کر اسی محمد بن مسلمہ کی مرویات تھیں۔

ایک شخص نے عرض کیا آپ اسے ہشام بن عروہ سے کیوں روایت نہیں کرتے اس نے جواب دیا وہ صحیح درہم ہونے چاہئیں مگر یا کہ وہ تمام روایات اور سننات جو محمد بن مسلمہ نے بیان کیں وہ سب ان درہموں کا بیجہ تھیں۔

ابن ہشام نے اس کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا دارقطنی کا بیان ہے کہ اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں، غلطی کا بیان ہے کہ یہ منکر روایات نقل کرتا ہے اور سننات واضح ہوتی ہیں۔

غضب اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے احمد محمد بن مسلمہ کے علاوہ سب ثقہ ہیں اور محمد بن حنفیہ اللہ ابڑی کو دیکھا ہے کہ وہ اس محمد بن مسلمہ کو ضعیف کہتے اس طرح ابو محمد الحکال کا قول ہے کہ یہ انتہائی ضعیف ہے اس کا انتقال ۲۸۲ھ میں ہوا۔

حضرت علیؑ سید المرسلین ہیں

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے انس وضو کے لئے پانی ڈالو وضو کے بعد آپؐ کے قدم کی اور دو رکعت نماز پڑھی پھر فرمایا اے انس سب سے پہلے جو اسی دروازے سے داخل ہوگا وہ امیر المؤمنین ہوں گے سید المرسلین ہوں گے قیامت کے روز جن لوگوں کے ہاتھ پر چلتے ہوں گے ان کے قائد ہوں گے اور اوعیا کا خاتم ہوں گے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے دل میں کہا کہ اے اللہ ان صفات کا مالک کسی انعامی کو دینا دیجئے، اتنے میں صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ نے دریافت کیا اے انس یہ کون ہیں میں نے جواب دیا علیؑ آپؐ خوشی خوشی کھڑے ہوئے اور صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے لگایا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ حدیث صحیح نہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ علی بن عباسؓ کو کچھ نہیں اس روایت کو ابو الطغنی اور

انسؓ کے واسطے سے جابر جعفی نے بھی نقل کیا ہے نائدہ کا بیان ہے کہ جابر

علی بن عباس

کذاب تھا۔ ابو حنیفہ کا بیان ہے کہ میں جب آبر سے زیادہ کسی جھوٹے انسان سے نہیں ملا مومنوعات ۱۶ ص ۲۷
ہاں بعض کا حال ہم پہلے بار بیان کر چکے ہیں۔ وہ گیا علی بن عابس تو اس سے ترمذی نے
روایت کی ہے۔ یہ ہمیشہ تھا قبیلہ اسد سے تعلق رکھتا تھا۔ کوثر کی یاد گار ہے۔ علاؤ بن السیب اور لیث
بن ابی سلیم سے روایات نقل کرتا ہے۔

عباس دوری نے سختی سے نقل کیا ہے یہ کچھ نہیں حوزہ مائی، منائی اور آزوی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف
ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ غش غلطیاں کرتا ہے اس لئے ترک کا مستحق ہے۔

اسی لئے ابو سعید سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، فاش کا لفظ تھا
لاد قرابت داروں کو ان کا حق دو انہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؑ کو بلایا اور انہیں مذک عطا فرمایا۔
ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور اگر حضورؐ کی الواقع مذک عطا فرما چکے تھے تو فاطمہؑ
ابو بکرؓ کے پاس کیا گئے لمب کرنے آئی تھیں (میزان ج ۲ ص ۲۸۷) علی بن عابس کا استاد اس روایت میں حارث
بن حیرہ ہے اب ذہبی کی زبانی ذرا اس کا بھی حال سن لیجئے۔

تبیذ ازہ سے تعلق ہے ابو النعمان کینت ہے کوثر کا بائند ہے۔ زید بن وہب
حارث بن حنظلہ مکرر اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے۔ اس سے مالک بن مغول اور
عبد اللہ بن یزید وغیرہ نے روایت کی ہیں۔

ابو احمد الترمذی کا بیان ہے کہ یہ علی بن عابس رجعت پر ایمان رکھتا۔ سختی بن حسین کا بیان ہے کہ یہ
علی بن عابس ثقہ ہے لیکن شقی ہے (یعنی اس کی بڑی کج بگاری ہے جس پر زید بن علی بن حسین کو بھانسی دی گئی)
نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔

ابن سعدی کا بیان ہے کہ ضعف کے باوجود اس کی روایت لکھی جاتے اور یہ کوثر میں ایک اگ بگائے
والا شیخ ہے۔

ترمذی کا بیان ہے کہ میں نے جریر سے سوال کیا کہ کیا حارث بن جبر کو دکھا ہے؟ اس نے جواب
دیا ایک بوڑھا شیخ تھا بہت خاموش رہتا۔ لیکن ایک بڑی بات پراہر کرتا۔ اور اس سے یہ ہے کہ یہ جریر خود شیخ ہے

عباد بن یعقوب الرواحی (رافضی) نے عبداللہ بن عبدالمکک المسعودی (رافضی) کے ذریعہ عاریت بن حصیرہ سے نقل کیا ہے اس نے زید بن وہب کے ذریعہ حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں میرے بعد جو یہ دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہے یعنی علیؑ کے بعد آپ کے چچا زاد ماموں زاد، خالہ زاد اور چھوٹے زاد بھائی سب بھائی پچھلے سے خارج ہو گئے۔ ابوہاشم الرازی کا بیان ہے کہ یہ ان غلاموں میں سے تھا جو آزاد کئے گئے تھے اور شیعوں تھا۔ اگر سفیان ثوری اس سے روایت نہ لیتے تو اسے ترک کر دیاجاتا مگر اس نے علی بن عباس سے یہ روایت ابراہیم بن محمد بن ہشام سے نقل کی ہے۔ اب ذرا اس کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ ستر قسم کا شیعوں تھا اس نے علی بن عباس سے ایک عجیب کہانی نقل کی ہے۔ اس سے ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتا ہے میزان کا

اس کی کنیت ابو جعفر ہے تبیدہ جس سے تعلق رکھتا ہے۔ کوثر کا محمد بن عثمان بن ابی شیبہ

شیبہ علی بن المدینی، احمد بن یونس اور ایک بڑی جماعت سے روایات نقل کی ہیں۔ اس کے کچھ کلام ثاقبی البزار اور طبرانی وغیرہ نے روایات کی ہیں۔ یہ حدیث درجالی کا ماہر تھا۔ اس کی بہترین تالیفات ہیں۔

صالح جندہ نے اسے نقل کیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں میں نے اس کی کوئی منکر حدیث نہیں دیکھی اور اس کے بارے میں عبدان کا یہ حدیث کہ اس میں کوئی حرج نہیں درست ہے۔

لیکن عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ یہ محمد بن عثمان کذاب ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ محمد بن عثمان اعلیٰ دھبہ کذاب ہے کہ یہ تو حضرت موسیٰ کے عصا کی طرح ہر چیز نکلی رہا تھا، دار قطنی کہتے ہیں کہ اس نے اس کتاب سے روایات لی ہیں جو اس سے بیان نہ کی گئی تھی۔

یہ قاتل کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ لوگوں کو اس پر اعتراض کرتے سنا رہا ہوں اس کا انتقال ۱۷۱ھ میں اسی سال سے زیادہ عمر میں ہوا۔

الغرض اس روایت کے بتنے والی ہیں سب ماشاء اللہ مشہور کذاب اور مشہور ربانی ہیں۔

علیؑ و فاطمہؑ کی منّت

ابوبکر بن نبیاء کا بیان ہے کہ سن و حسین اچانک بیمار ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کی عیادت کے لئے قشریہ لے گئے اور آپؐ کے ساتھ ابوبکرؓ و عمرؓ بھی تھے ان دونوں بچوں کو دیکھ کر عثمانؓ نے کہا اے ابوالحسنؓ آپ نذرمان لیجئے کہ اگر اللہ نے ان دونوں بچوں کو عافیت دی تو آپ بطور شکرانہ اللہ عزوجل کے لئے فلاں کام کریں گے اس پر حضرت علیؑ نے کہا کہ اگر اللہ نے میرے بچوں کو عافیت دے دی تو میں بطور شکر اللہ کے لئے عین روزے رکھوں گا۔ یہی بات حضرت فاطمہؑ نے فرمائی۔ انا دونوں کے پاس ایک کالی باندی تھی۔ اس نے بھی نذرمانی کرنا لکھا اللہ نے میرے ان دونوں سرداروں کو عافیت دی وہ بھی اپنے مالکوں کے ساتھ تین دن کے روزے رکھے گی جب صبح ہوئی تو دونوں بچے صبح سالم تھے۔ امدان سب لوگوں کے روزے تھے۔ لیکن حضرت علیؑ اور ان کے گھر والوں کے پاس کوئی مال نہ تھا۔ عقوبتاً زیادہ۔

حضرت علیؑ ایک یہودی شخص کے پاس جس کا نام جابر بن شمر یہودی تھا گئے اور اس سے کہا مجھے تین صاع جو سلت کے طور پر دیدے اور کچھ موت دیدے جسے عہد کا گھرانہ تیرے لئے کاتے گا۔ ابنا کا بیان ہے کہ اس یہودی نے حضرت علیؑ کو یہ چیزیں دیدیں حضرت علیؑ نے انہیں بڑے کے نیچے چھپایا اور حضرت فاطمہؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لے کر گئے اور فرمایا یہ موت رکھ اسے کاتا۔ باندی اٹھی۔ اس نے ایک صاع جوئے اور انہیں گوہر صا اور اس سے پانچ دھٹیاں تیار کیں دغا باری دھٹیاں نہ تھیں بلکہ ہاتھی کے دانت تھے اس لئے کہ ایک صاع میں پونے ۲ سیر آتا ہے اور پونے ۴ سیر آٹے کی پانچ دھٹیاں غالباً اجنبی کے گھریاں ہوتی ہوں گی۔ علیؑ علیہ السلام نے مغرب کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی اور پھر گھر واپس لوٹے اور کھانا آپ کے سامنے رکھا گیا تاکہ آپ کھالیں۔ آپ کھانا کھانے بیٹھے تاکہ انتظار کریں۔

نہ اس روایت کے جھوٹ ہونے کیلئے بھی کافی ہے کہ حضورؐ نے حق فرمائی اور بلا وضو نماز پڑھی۔

(یعنی ابھی تک انتظار بھی نہ کیا تھا غالباً) صبح روزہ رکھ کر اسی طرح بھول جاتا ہوگا) اپنا تک دروازے پر ایک مکین آگیا اور وہ کہہ رہا تھا۔ اے اہل بیت مسلم مکین میں سے تمہارے دروازے پر ایک مکین کھڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کے دس ترخوانوں پر کھانا کھلائے۔

راوی کہتا ہے علیؑ نے اپنا ہاتھ اٹھالیا اور غلطی نے بھی اٹھالیا اور حسینؑ نے بھی ہاتھ اٹھالیا (لیکن غالباً حضرت حسنؑ کھاتے رہے) اس مکین نے یہ دیکھ کر چند اشعار کہے پھر غلطی نے ان کا شعریں جواب دیا اور کھانا اٹھا کر مکین کو دے دیا۔

اس طرح راوی نے ایک طویل کہانی نقل کی کہ یہ ہر روز کھانا تیار کرتے اور ہر روز فقیہان کے دروازے پر آمد ممکنہ اور کھانا اٹھا کر اسے دے دیتے اور ہر روز وہ بھی اشعار پڑھتا اور غلطی بھی اشعار میں جواب دیتیں۔ اور اشعار بھی ماشاء اللہ انتہائی کمرے درجہ کے اور مہربان پورا کھانا سائل کو تیتے حالانکہ آپؐ کے دو چھوٹے بچے تھے بلکہ تیسری بچی بھی تھی یعنی ام کلثومؑ جسے راوی نے اپنے بعض کے باعث ظاہر نہیں کیا (ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کے اشعار اس قدر دلیک اور گمے درجہ کے ہیں کہ ان کا اعادہ بھی ہمارے لیے برداشت سے باہر ہے۔ بہر صورت قصہ کے آخر میں ہے کہ نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپؐ نے دعا فرمائی، اے اللہ! محمدؐ پر اسی طرح برکت نازل فرما جیسے مریمؑ پر نازل کی گئیں تھیں، پھر فرمایا، اچھا جاؤ اور اپنی کوٹھریں میں داخل ہو، غلطیؑ اپنی کوٹھری میں داخل ہوئیں تو وہاں طباق جوش مار رہا تھا اور اس میں شریہ تیار ہو رہا تھا اور یہ طباق جواہرات سے مرتع تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ہمیں اس روایت کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں اس کے ثبوت کے لئے یہ دلیک اشعار اور وہ افعال کافی ہیں جن سے یہ حضرات منور تھے۔

ابھی جن معین کا بیان ہے کہ ابی بن نباتہؑ کسی شے کے برابر نہیں اور امام احمد بن حنبل کا قول ہے ہم نے محمدؐ بن کثیرؑ کی روایات جھاڑ کر پھینک دی ہیں اور عبد اللہ السمرندیؒ کی کسی نے توثیق نہیں کی۔ مومنات ج ۱ ص ۲۹۲

ذہبی کہتے ہیں۔ یہ ابی بن نباتہؑ حنفی المذاہب ہے کوثر کا باشندہ ہے حضرت علیؑ اور حضرت عمارؑ سے

روایات نقل کرتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے، صلیح، انگلی اور فطرنی خلیفہ اور ایک ماریٹ سے حدیث روایت کی ہیں۔

مکی ابن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں اور ایک بار فرمایا یہ کچھ نہیں، ابو بکر بن میاش، نازل ہے کہ یہ کذاب ہے، نسائی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے، ابن عدی کہتے ہیں اس کا ضعف ظاہر ہے ابو حاتم کا بیان ہے یہ حدیث میں کمزور ہے عقیلی کہتے ہیں یہ رجعت ہمایان رکھتا ہے ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حب علی نہیں ہوتا ہوا، اس کے بیچ میں اس نے کبھی شروع کر دی، اسی بات ترک کر دیا گیا، میزان ۵۲۸

نسائی لکھتے ہیں یہ متروک الحدیث ہے، کتاب الغصفاۃ والمتروکین ۲۲۰

دارقطنی لکھتے ہیں، ابی بن نباتہ کو فی ہے منکر الحدیث ہے کتاب الغصفاۃ والمتروکین للدارقطنی ۴۷

محمد بن کثیر الکوفی، یہ قریشی خاندان سے تعلق رکھتا ہے، کو فکی ہمدان وار ہے، اسی کی کنیت ابو اسحاق ہے، لیث اور عمارت بن حمیرہ سے روایت کرتا ہے امام احمد فرماتے ہیں، ہم نے اس کی روایات چھڑا کر پھینک دی تھیں، امام بخاری کا قول ہے یہ کو فی ہے منکر الحدیث ہے ابن المدینی کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے عجیب و غریب روایات لکھیں اور پھر سب پر تلیم پھیر دیا، ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت ہے اس کا ضعف ظاہر ہے میزان ۵۲۸

میں اعلیٰ استرہ رمضان کو زخمی ہوں گا

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ محمدؐ سے میرے دوست (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا مجھے استرہ رمضان کو زخم لگایا جائے گا اور ۲۲ رمضان کو میری موت واقع ہوگی یہ وہی رات ہے کہ جس رات عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے۔

ابن الجوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے، اس کا ادوی

اصبح بن نباتہ ہے۔ لکھا بیان ہے کہ یہ کسی شے کے برابر نہیں

سعد الاuskاف۔ بخانی کہتے ہیں کہ کسی کے لئے اس سے روایت کرنا حلال نہیں، ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ سعد قونی البدریہ روایات وضع کرتا، موضوعات ج ۱ ص ۲۹۳ دارقطنی لکھتے ہیں اصبح بن نباتہ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین مدارقطنی ص ۴۰ نسائی نے لکھا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی ص ۲۲

ابن حجر لکھتے ہیں کہ اصبح بن نباتہ النسی الحنفی الکوفی، اس کی کینت، ابو القاسم ہے، متروک ہے، اپنی رافضی ہونے کا الزام ہے، اس سے ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں یہ میرے طبقے سے تعلق رکھتا ہے، تقریباً تہذیب ص ۲

ذہبی لکھتے ہیں، اصبح بن نباتہ الحنفی البغدادی الکوفی اس نے حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ سے روایت کی ہیں اور اس سے ثابت ابنانی، جامع الکندی اور فطر بن خليفة نے روایات نقل کی ہیں، اس کی روایات ابن ماجہ میں ہائی جاتی ہیں۔

ابو بکر بن عیاش کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے، بخانی بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ایک بار فرمایا یہ کچھ نہیں، نسائی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے، ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا ضعف ظاہر ہے ابو حاتم کا قول ہے کہ اس کی حدیث کمزور ہے، عقیل کا قول ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتا ہے ابن حبان لکھتے ہیں کہ یہ شخص صحابہ علیؓ میں مبتلا ہوا اور اس کے متبع میں جھوٹ بنا شروع کیا، اسی باعث یہ ترکہ کا مستحق ہے۔

ذہبی نے اس کے بعد اس کی دوسری روایات نقل کیں جن میں سے ایک روایت فخر کو روایت ہے، میزان ج ۱ ص ۲

اس روایت کو اصحاب سے سعد الاuskاف نقل کیا ہے، اس کا پورا نام سعد بن طریح الاسکا الحنفی الکوفی ہے، ابن حجر لکھتے ہیں متروک ہے، ابن حبان نے اس پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔

رائض تھا۔ چھٹے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تقریب التہذیب ص ۱۸۱

ذہبی لکھتے ہیں کہ سعد بن طریف الاسکان المظلی الکوفی مکرّمہ اور ابو داؤد سے روایات نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کسی کے لئے یہ حلال نہیں کہ اس شخص سے روایات نقل کرے۔ امام احمد اور ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں کمزور ہے۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ فی الخوار عادیث وضع کرتا۔ فلاس کہتے ہیں ضعیف ہے تشیع میں حد سے بڑھا ہوا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں میزان ص ۱۸۱ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۵۵

سعد بن طریف متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء المتروکین خضائی ص ۵۵

سعد بن طریف الاسکان متروک ہے کوئی ہے۔ مکرّمہ اور ابیہ سے روایات نقل کرتا ہے

کتاب الضعفاء المتروکین حدیث دارقطنی ص ۱۸۱

یہ تودہ اور میں جو ہمارے سنی علما نے بیان کئے ہیں اب ایک فہم عالم عبدالحسین موسوی کی باتیں بھی سن لیجئے جو انہوں نے المرجعات میں لکھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

سعد بن طریف الاسکان المظلی الکوفی، ذہبی نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس پر سنی کا نشان بنایا ہے۔ یعنی مضنین سنن نے بھی اس کی تائید کی ہے اور فلاس کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ یہ عالی قسم کا شیعوں ہے۔

براہین یہ ہے کہ عالی شیعوں نے اس کے باوجود قمری دینار نے جب اس سے روایات لی ہیں اور صحیح ترمذی میں اس کی روایات مکرّمہ اور ابو حاتم سے موجود ہیں، نیز اس نے ابیہ بن بناتہ، عمران بن طلحہ، عیسیٰ بن مامون سے نقل کی ہیں اور اس سے اسرائیل حنّان اور ابو معاویہ نے روایات لی ہیں۔

المرجعات ص ۸۲

ایسی صورت حال کی موجودگی میں کہ اس شیعوں کی روایات سے اہل سنت سے بھی روایات لیتے ہیں تو اس کی روایات نقل کرنے میں کیا حرج ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس شخص سے روایات نہ لیں۔ اس گھر کو اگل لگ گئی گھر کے چرائے۔

میری شرم گاہ علیؑ کے علاوہ کوئی نہ دیکھے

حضرت سائب بن زید کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ میری برہنگی یا میری عیبت شام گاہ کو علیؑ کے علاوہ کوئی نہ دیکھے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے، اس روایت کے وضع کا الزام عبدالملک بن موسیٰ پر ہے جو دراصل عمیر بن موسیٰ ابو جہی تھا، ابن جوزی یہ بھی لکھتے ہیں کہ راوی نے اپنی کمزوری کے باعث اپنے نام کو تبدیل کیا یہ بات دارقطنی نے کہی ہے، موقوفات ج ۱ ص ۳۹۳ عمیر بن ابی الجوزی اگے لکھتے ہیں، کئی ابن معین کا بیان ہے کہ عمیر بن موسیٰ ثقہ نہیں، نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے یہ موقوف ہے، ابن عدی لکھتے ہیں یہ ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو حدیث کا سن بھی وضع کرتا اور سند بھی، موقوفات ج ۱ ص ۳۹۳

کئی ابن یعلیٰ الاسلمی اس روایت کا ایک راوی کئی بن یعلیٰ الاسلمی القطوانی ہے، اس سے توفی نے روایات لی ہیں، اس نے یوسف بن جُنَّاب اور عیسیٰ سے روایات نقل کی ہیں، اور اس سے قتیبہ اور ابوشام الرافعی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ منقطع الحدیث ہے، ابوعاتم کا بیان ہے کہ نہیعت، ترمذی نے اس کی ایک روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت فریب ہے اور ہم اس سند کے علاوہ کسی اور سند سے نہیں پہچانتے جو اس کی تصدیق ہو سکے میزان ج ۱ ص ۳۹۳ اس کے اور بھی متعدد روایات ناقابل قبول اور مقدم بہول ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو
علیؑ آپ کے سینہ سے چمٹے ہوئے تھے

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت طاری ہوئی تو آپ عائشہؓ

کے گھر میں تھے۔ آپ نے عائشہؓ سے فرمایا میرے پاس میرے محبوب کو بلاؤ تو میں نے آپ کے لئے ابو بکرؓ کو بلایا۔ آپ نے انہیں دیکھ کر اپنا سر نیچے رکھ دیا اور فرمایا میرے پاس میرے دوست کو بلاؤ تو آپ کے لئے عمرؓ کو بلایا گیا۔ آپ نے ان کی جانب دیکھ کر اپنا سر نیچے رکھ دیا۔ پھر فرمایا تم پر افسوس ہے میرے پاس علیؓ بن ابی طالبؓ کو بلاؤ۔ اللہ کی قسم، اللہ علیؓ کے علاوہ کسی اور کو نہیں چاہتا۔ جب آپ نے علیؓ کو دیکھا تو وہ کپڑا جو آپ پر پڑا ہوا تھا پٹ دیا اور علیؓ کو کپڑے میں لپیٹ لیا۔ علیؓ اس وقت تک ان سے چپٹے رہے جب تک حضورؐ کی وفات نہیں ہو گئی۔ اور علیؓ کا ہاتھ آپ پر رکھا ہوا تھا۔

ابن جوزی لکھتے ہیں صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے سینے اور میرے گھٹے کے درمیان ہوئی۔ موصوعات ج ۱ ص ۲۹۲

مسلم الملائ اس روایت کی سند میں ایک راوی مسلم الملائؒ ہے جو یہ روایت ابراہیم سے نقل کیا ہے۔ اس کے باپ کا نام کیسان ہے۔ اس کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ بخاریہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ یہ حضرت انسؓ اور ابراہیم نخعی سے روایات نقل کرتا ہے اس سے ثوری اور دیکھ کے دالہ مرآۃ بن علیج روایت نقل کرتے ہیں۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں۔

فلانؒ کا بیان ہے کہ یہ مسلم مزدک الحدیث ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ کچھ معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو اس پر سلام ہے۔ کچھ کا بیان یہ بھی ہے کہ محدثین کا خیال ہے کہ یہ روایات میں غلط لکھ کرنا۔

حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ میں نے اس مسلم الملائؒ سے دریافت کر تم نے یہ روایت کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا میں نے ابراہیم سے سنی، اس نے علقمہ سے ہم نے سوال کیا علقمہ نے کس سے سنی اس نے جواب دیا عبد اللہ بن مسعود سے ہم نے سوال کیا عبد اللہ نے کس سے سنی اس نے جواب دیا عائشہؓ سے۔

حالاتہ عبداللہؑ نے عائشہؓ سے کوئی روایت نہیں سنی۔ نسائی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ مسلم متروک ہے، اس لئے حضرت انسؓ سے پرندے کے گوشت والی روایت نقل کی ہے۔

بخاری لکھتے ہیں مسلم بن کیسان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے بزوفہ سے تعلق رکھتا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ مکہ میں جا کر مقیم ہو گیا تھا بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی کنیت ابو حمزہ ہے محدثین کو اس پر کلام ہے۔ کتاب الضعفاء العفیۃ ۱۵

نسائی لکھتے ہیں کہ مسلم بن کیسان الاصولی ہے۔ متروک الحدیث ہے کتاب الضعفاء ۲ والمتردین، نسائی ۹۸

حضرت علیؑ عرش کے باتیں طرف کھڑے ہوں گے

حضرت علیؑ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے اول ابراہیم علیہ السلام کو دسپید پڑے پینائے جائیں گے اور انہیں عرش کے داہنی طرف کھڑا کیا جائے گا۔ پھر مجھے بلایا جائے گا اور مجھے دہرے برے پڑے پینائے جائیں گے اور پھر مجھے عرش کے باتیں طرف کھڑا کیا جائے گا۔ پھر اے علیؑ تجھے بلایا جائے گا اور تجھے دہرے برے پڑے پینائے جائیں گے اور تجھے میرے داہنی طرف کھڑا کر دیا جائے گا۔ اب بتاؤ کیا اس پر راضی نہیں کہ اے علیؑ مجھے جہاں بلایا جائے تجھے بھی بلایا جائے اور جو لباس مجھے پہنایا جائے وہ تجھے بھی پہنایا جائے اور جہاں میری شفاعت قبول کی جائے وہاں تیری بھی شفاعت قبول کی جائے۔

دار قطن کا بیان ہے کہ اس کا واحد راوی یسرة بن حبیب ہے اور اس سے مراد

حکم بن ظہیر نقل کر رہا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ حکم کذاب ہے۔ سعد کا بیان ہے یہ ساقط الاعتبار ہے۔ نسائی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ

یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۲۹

ذہبی رقم طراز ہیں

حکیم بن ظہیر کو کفر کا باشندہ ہے بنو قزارہ سے تعلق رکھتا ہے اس سے روایت کی ہیں ابو اسحاق انصاری جب اس سے روایت نقل کرتے ہیں تو اسے حکم بن ابی یعلیٰ کہتے ہیں اس نے عاصم بن ہند کو روایت کی ہے روایت نقل کی ہیں اور اس سے ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں جن میں آخری افراد عقبہ بن یعقوب الرواحی اور حسن بن مرفعی ہیں۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ ثقہ نہیں اور ایک بار فرمایا یہ کوئی شے نہیں، بخاری کا بیان ہے کہ محدثین نے اس کی روایت ترک کر دی ہے اور ایک بار فرمایا یہ منکر الحدیث ہے سنہ ۱۸۰ تک یہ حیات رہا۔
نہاد بن یعقوب نے اسی حکم بن ظہیر کے ذریعہ عبد اللہ بن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ تم معاویہؓ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کرو دو لیکن انھوں نے اس کی جرأت نہ ہو سکی اور وہ بیس سال تک خلافت پر براجان رہے۔

یہ وہی حکم بن ظہیر ہے جس نے مسند ہی کتاب کے ذریعہ حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا کہ مجھے ان ساروں کے نام بتائیے کہ جنہیں یوسفؑ نے خواب میں سجدہ کرتے دیکھا تھا، آپؐ اسے کوئی جواب نہ دے سکے، تھوڑی دیر میں جبریل آئے اور انہوں نے اُکرتایا، آپؐ نے اس یہودی کو طلب کیا اور فرمایا، اگر تجھے میں ان سندوں کے نام بتاؤں کیا تو اسلام لے آئے گا پھر آپؐ نے یہ نام گناہ سے ختم، ذیال، طارق، کثفان، قابس، دتاب، مودان، یحییٰ، مصعب، مردح اور ذوالفرغ، یہ تفعلی روایت ہے جو سعد بن منصور نے حکم سے نقل کی ہے۔

بخاری لکھتے ہیں کہ حکم بن ظہیر متہدی اور عاصم سے نقل کرتا ہے۔ محدثین نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے۔ کتاب المغضات الصغیرۃ ۲

نسائی رقم طراز ہیں حکم بن ظہیر کو کفر کا باشندہ ہے متروک الحدیث ہے۔ کتاب المغضات الصغیرۃ وکین نسائی ۳۔

دارقطنی لکھتے ہیں حکم بن ظہیر الفزاری حاکم، علقمہ، ابن مرشد اور سند کی سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے مروان الفزاری نے روایات نقل کی ہیں۔ مبروک ہے کتاب الحفاظ والمزوکین للدارقطنی ص ۹۷ حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں

حکم بن ظہیر الفزاری۔ اس کی کثرت ابو محمد ہے اور اس کے باپ کی کثرت ابو یزید ہے اور ایک قول ہے کہ باپ کی کثرت ابو خالد ہے یہ مبروک ہے اس پر رخص کا الزام ہے۔ ابن معین نے اسے شہم قرار دیا ہے۔ تغریب التہذیب ص ۹۷

حضرت علی قیامت کے روز ایک منبر پر بیٹھے ہوں گے

حضرت انس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منبر نصب کیا جائے گا جس کی لمبائی تیس میل طویل ہوگی۔ پھر طرش کے درمیان سے ایک منادی ندا کرے گا۔ محمد کہاں ہے۔ آپ اس کا جواب دیں گے۔ آپ سے کہا جائے گا اس کے اوپر چڑھ جاؤ اس طرح آپ بلندی پر چڑھ کر بیٹھ جائیں گے۔ پھر دوبارہ ندا کی جائے گی علی بن ابی طالب کہاں ہیں۔ وہ بھی اوپر چڑھ جائیں گے۔ جس کے باعث تمام مخلوق یہ بات جان لے گی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ الزمیں اور علیؑ سید المومنین ہیں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں اس کے بعد ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے بعد علیؑ سے کون بغض رکھے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے انصار کے بھائی علیؑ سے قریش میں سے کوئی بدبخت ہی اس سے بغض رکھ سکتا ہے۔ اور انصار میں سے کوئی یہودی اور عرب میں سے کوئی دعویدار اور بقیہ تمام لوگوں میں سے کوئی بدبخت ہی ایسا ہوگا جو اس سے بغض رکھتا ہو۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے وضع کی گئی ہے۔ اس کا ایک ماویٰ علی بن زبیر ہے جو مجہول ہے اور اس روایت کے وضع کا الزام

اسماعیل بن موسیٰ پر ہے یہ غالی درجہ کا شیعہ ہے ابو بکر بن ابی شیبہ اسے فاسق کہا کرتے تھے
موضوعات ج ۱ ص ۲۹۶

ذہبی لکھتے ہیں ۔

اسماعیل بن موسیٰ، علی بن ہذیل الذہلی کے ذریعہ ابن جیفہ سے ایک باطل روایت نقل کرتے
ہیں ابن جوزی نے اس پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔ پھر ذہبی نے سابقہ روایت پیش کی۔
میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۵۳

دورخ پرست گزرنے کیلئے پاسپورٹ کی ضرورت

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا دورخ پرست گزرنے
کا کوئی پرواز ہو گا؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ میں نے عرض کیا وہ پرواز کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا علیؓ
بن ابی طالب علیہ السلام کی محبت ۔

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ابو نعیم کا بیان ہے کہ محمد بن فارسی غالی قسم کا رافضی
محمد بن فارس العبیدی ہے۔ حدیث میں کمزور ہے ابو الحسن بن العزات کا بیان ہے یہ ثقہ نہیں

اور مذہب کے لحاظ سے پسندیدہ انسان نہیں موضوعات ج ۱ ص ۲۹۹

ذہبی لکھتے ہیں۔ محمد بن فارسی حدان العطش یہ برقانی کا شیخ ہے۔ بہت بغض رکھنے والا رافضی ہے
یہ ثقہ نہیں ہے ابو نعیم کا لفظ کا بیان ہے کہ اس نے شریک سے حب علی کے سلسلہ میں ایک باطل روایت
نقل کی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۵۳

اس محمد بن فارسی کے علاوہ اس روایت میں شریک اور سیب بن ابی سلیم بھی ضعیف ہیں
اور شریک تو شیعوں کی سجدہ کا امام ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے تاریخی خود فیصلہ فرمالیں کہ اس
روایت کا کیا حال ہے ۔

اے علیؑ تو اور تیرے شیعوں جنت میں جاتیں گے

حضرت علیؑ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علیؑ تو اور تیرے شیعوں جنت میں جاتیں گے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اس کا راوی سوار نقہ نہیں۔

ابن تیمیہ کا بیان ہے کہ یہ سب لوگوں سے زیادہ جھوٹا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ قبیح احادیث
جُمُوع وضع کرتا تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۲۹۶

ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ جُمُوع متروک ہے اور یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت علیؑ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے علیؑ تو اور تیرے شیعوں جنت میں جاتیں گے ابن الجوزی نے اس روایت کو موضوعات میں داخل کیا ہے۔ اس کا پورا نام جُمُوع بن عمر بن سوار ہے میزان ج ۱ ص ۲۱۲

جُمُوع نے یہ روایت سوار بن مصعب الہمدانی الکوفی سے نقل کی ہے۔ اس سوار کی کنیت **سَوَّار** ابو عبد اللہ ہے۔ یہ نابینا تھا یہ متوذن تھا مطیع الحنفی اور ایک جماعت سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے ابوالجہم دغیرہ نے روایات لی ہیں۔

عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ سوار ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ یہ کوئی شے نہیں۔ بخاری کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ نسائی دغیرہ کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں سنا کہ بعد اس کا انتقال ہوا۔ اسے یحییٰ بن معین نے دیکھا ہے میزان ج ۱ ص ۲۴۶

دارقطنی لکھتے ہیں متروک ہے۔ کتاب الضعفاء و متروکین لدارقطنی ص ۱۰۳

بخاری لکھتے ہیں سوار بن مصعب الہمدانی کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۵۹

نسائی لکھتے ہیں سوار بن مصعب کوفی ہے۔ متروک الحدیث ہے کتاب الضعفاء و متروکین ص ۱۰۳

علیؑ کے پروانے کے بغیر کوئی جہنم پر سے نہیں گزر سکتا

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا اور جہنم پر بلعراط قائم کیا جائے گا تو کوئی شخص اس وقت تک جہنم پار نہ کر سکے گا جب تک اس کے ہاتھ میں ولایت علیؑ کی کوراٹ نہ ہوگی۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے مقطوع ہے حکم اور ذی النون کے درمیان سے کوئی راوی گمراہ دیا گیا ہے اور یہ روایت یا تو ذی النون نے وضع کی ہے یا کسی ایسے شخص سے چوری کی ہے جس نے اسے وضع کیا۔ اور ابراہیم بن عبد اللہ الصامدی مترک ہے مؤثرات ج ۱ ص ۲۹۹ ہمارے نزدیک اس روایت میں متعدد نقائص ہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ یہ روایت جعفر بن محمد نے اپنے باپ کے ذریعہ علیؑ سے نقل کی ہے جعفر کے باپ محمد ہیں جو باقر کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ ۵۰۰ میں پیدا ہوئے وہ یہ روایت علیؑ سے نقل کر رہے انکے باپ کا نام بھی علیؑ ہے جو زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں تو اگر علیؑ سے یہ مراد ہیں جس کا حج تک کوئی قائل نہیں ہوا، تو ان علیؑ سے قبل ہزار ہا افراد اٹھ چکے تھے جن میں ان کے دادا علیؑ بن ابی طالب بھی تھے، اور اگر علیؑ سے مراد حضرت علیؑ بن ابی طالب ہیں تو جناب باشر ۵۰۰ میں پیدا ہوئے اور حضرت علیؑ بن ابی طالب ۳۰ میں دنیا سے اٹھ گئے تھے، کیا ان دونوں کی ملاقات عالم برزخ میں ہوئی تھی، اور وہیں یہ روایت سنی اور سننے کے بعد اپنے بیٹے جعفر کو خواب میں بتا گئے، اس کے علاوہ اور کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی۔

پھر ذی النون مصری مشہور حنفی نے اسے مالک بن انس سے نقل کیا ہے اور ماشاء اللہ وہ اکثر روایات ان سے نقل کرتے ہیں، لیکن ہماری نظریں یہ ذوالنون مصری صاحب یا تو اول درجہ کے کتاب ہیں یا اول درجہ کے اصحاب اس لئے کہ یہ ذی النون مصری صاحب ۱۸۰ میں مصر کے ایک گاؤں اخیم میں پیدا ہوئے اور مالک بن انس ۱۹۹ میں اس وقت انتقال کر گئے تھے جب یہ عالم وجود میں بھی نہ

اُسے تھے، رہ گئے جناب ذی النون سے نقل کرنے والے تو

ذہبی لکھتے ہیں، انہوں نے ذی النون مصری کے
 ابراہیم بن عبد اللہ الصاعدی ذریعہ امام مالک سے ایک باطل روایت نقل کی ہے
 پھر ذہبی نے روایت بالابیش کی اور اس کے بعد لکھا، اس کا ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں ذکر
 کیا ہے، اور کہا ہے کہ ابراہیم متروک الحدیث سے میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۷۷

اے علی جس سے تم بغض رکھوانے، جہنم میں داخل کر دو

شریک بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ ہم اعمش کے پاس تھے اور اعمش اس وقت مرض الموت
 میں مبتلا تھے تو اتنے میں ابو حنیفہ ابن ابی یعلیٰ اور ابن شرمہ آئے تو ابو حنیفہ اعمش کی جانب متوجہ
 ہوئے اور ان سے کہنے لگے

اے ابو محمد اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ تمہارا پہلا روز ہے جب تم اللہ سے طاقات کرو گے اور
 دنیا کے دنوں میں سے یہ آخری دن ہے اور تم نے علیؑ کے بارے میں بہت سی روایات بیان کی
 ہیں مگر تو ان سے گڑک جاتا تو وہ تیرے لئے بہتر ہوتا، اعمش نے جواب دیا تم مجھ جیسے شخص کے
 بارے میں یہ بات کہہ رہے ہو مجھ سے ابو السنوکل الناجی نے بیان کیا انہوں نے ابو سعیدؓ سے سنا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا روز ہوگا اللہ تعالیٰ مجھ سے اور علیؑ
 سے فرمائے گا تم دونوں بس سے محبت کرتے ہو اسے جنت میں پہنچا دو اور جس سے تم دونوں بغض
 دیکھتے ہو اسے جہنم میں پہنچا دو، اور اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے ”ہر کافر سرکش کو جہنم میں ڈالو“ (یعنی یوحنا)
 کی محبت کا منکر ہو)

اسی پر ابو حنیفہ بولے کہ اے لوگو یہاں سے کھڑے ہو جاؤ اس لئے کہ اس سے زیادہ ظاہرات
 کوئی نہیں ہو سکتی، اے لوگو یہاں سے اٹھو اس سے زیادہ بکواس کوئی نہیں ہو سکتی، اللہ کی قسم پھر ہم نے

کبھی ائش کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا حتیٰ کہ ائش کا انتقال ہو گیا۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موقوف ہے اور ائش کے نام سے وضع کی گئی ہے اس کا واسطہ

ہے اور یہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس کا شمار غالی اور کذاب رافضیوں میں

ہوتا ہے اور اس نے یہ روایت حاتی کے نام سے وضع کی ہے اور وہ بھی کتاب

اسحاق النخعی

ہے۔ موقوفات ج ۱ ص ۲۴

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ اسحاق بن محمد بن ابان النخعی، یہ احمد کے لقب سے مشہور ہے کذاب ہے۔ انتہائی غالی قسم کا رافضی ہے۔ اس نے عبید اللہ بن محمد الصیقلی اور ابراہیم بن بشار الریادی سے روایات نقل کی ہیں۔ اس سے ابن المرزبان اور ابوہریر القطن وغیرہ نے روایات لی ہیں، خطیب کا بیان ہے کہ میں نے عبد الوہاب بن علی الاسدی کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اسحاق بن محمد النخعی انتہائی خبیث المذہب تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ علی اللہ ہیں یہ اپنے بدن پر ایسی چیز ملتا جس سے اس کی رنگت بدل جاتی۔ اسی لئے اسے الاحمر کہا جاتا تھا۔ اثن میں ایک جماعت تھی جو خود کو اس کی جانب منسوب کرتی۔ ان لوگوں کو اسحاقیہ کہا جاتا تھا۔

خطیب کہتے ہیں کہ میں نے بعد میں کچھ شیعوں سے اسی اسحاق کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے وہی باتیں بتائیں جو مجھ سے عبد الوہاب نے بیان کی تھیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اگر جرح و تعدیل نے اس اسحاق کا اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کیا اور انہوں نے بہت اچھا کیا۔ اس لئے کہ یہ نوذندیق ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ کذاب ہے۔ غالی قسم کا رافضی ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ حاثا دکل رافضی بھی اس کے قاتل نہیں کر علی اللہ میں، جو شخص اس قسم کی بات کرے وہ کافر ہے۔ ملعون ہے نصاریٰ کا بھائی ہے دراصل یہ نصیرہ کی ایک شاخ ہے۔

حسن ابن ابی الوہاب نے اپنی "کتاب الرد علی المذہبات" میں لکھ لیا ہے کہ ہمارے زمانہ میں جسے جنون نے پاگل بنا دیا ہے اور جو علویں حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے، ان میں اسحاق بن محمد الامری ہے جو اس امر کا

دعویٰ ہے کہ علیؑ اللہ علیہ السلام، پھر وہ حسن میں ظاہر ہوئے پھر حسین میں اور اس نے محمد علیؑ اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تھا، اور اپنی کتاب میں وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اگر وہ ایک ہزار بھی ہوتے تب بھی وہ ایک ہی ہوتا۔ اس نے ایک کتاب تحریر کی اس میں بہت جنوں اور غلط جھوٹ کے علاوہ کچھ نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں، بلکہ اس کتاب میں زندہ اور قدامت کے عقائد کے علاوہ کچھ نہیں بزرگانہ اصطلاحیں۔ اس اسحاق نے یہ روایت یحییٰ بن عبد الحمید الحمائی سے نقل کی ہے۔

یحییٰ بن عبد الحمید الحمائی الکوفی یہ حافظ حدیث شمار ہوتا ہے، شریک امدان کے طبقہ سے نقل کرتا ہے، یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ لیکن امام احمد فرماتے ہیں یہ تو کھلم کھلا جھوٹ بولتا ہے بخاری کہتے ہیں امام احمد اور علی بن المدینی دونوں اس پر سلام کیا کرتے تھے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے محمد بن عبد اللہ بن نمیر کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے اور ایک بار فرمایا کہ ثقہ ہے۔

ابن عدسی کا بیان ہے کہ اس یحییٰ حمائی کی سند بہتر ہے اس نے کو فیہ سب سے پہلے سند بھی بقرہ میں منکدرنے اور مقرر میں سب سے اطمینان رکھنے والے اسد بن موسیٰ ہیں۔

اس حمائی کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی جب مکہ سے چلے تو اس کے پاس اپنی کتابیں بطور ودیعت رکھوائیں، لیکن جب واپس آئے تو اپنی کتابوں کو غلط ملط پایا۔ دارمی کا بیان ہے کہ ان کی کتابوں میں سے سیمان بن ہلال کی روایات چرا لی گئیں اور انہیں حمائی نے براہ راست بیان کرنا شروع کر دیا۔

ابن عدسی کا بیان ہے کہ میں نے ان کی سند نہیں دیکھی، لیکن ان کی احادیث بہت زیادہ منکر، مرقیٰ رحمہ، باقی مجھے امید ہے کہ ان میں کوئی خاص برائی نہیں، ذہبی کا بیان ہے لیکن یہ بہت بغض رکھنے والے شیخ تھے گویا ہمارے اصطلاح میں نہایت بدبودار۔ زباید بن ایوب کا بیان ہے کہ میں نے اس کا حمائی سے سنا ہے وہ کہا کرتا تھا کہ معاویہؓ کی موت اسلام کے علاوہ کس اور ملت پر ہوئی زیادہ کہتا ہے یہ اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے۔ اس کی وفات ۲۲۵ھ میں ہوئی میزان ۳۹۵ھ

بخاری لکھتے ہیں۔ سخی بن عبد الحمید بن عبد الرحمن ابو زکریا الحنفی، محدثین کو اس میں کلام ہے شریک
 وغیرہ سے روایات کرتا ہے۔ بعض نے اس کی جانب سے سکوت اختیار کیا ہے کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۲
 نسائی لکھتے ہیں سخی بن عبد الحمید کوئی ہے ضعیف ہے کتاب الضعفاء والمتروکین مشاق ص ۱۰

دوزخ سے نجات کا پروانہ

بال بن حمام کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ہنستے ہوئے خوش خوش
 باہر تشریف لائے تو عبدالرحمن بن سحوف آپ کے لئے کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ
 کو کس شے نے ہنسایا، آپ نے ارشاد فرمایا میرے پروردگار کے پاس ایک بشارت آئی۔
 کہ اللہ تعالیٰ نے جب علیؑ کا ناطقہ سے نکاح کرنا چاہا تو ایک فرشتے کو حکم دیا کہ وہ طوبی
 درخت کو ہلائے، اس نے سکے نچھا کر رکھے، اللہ تعالیٰ نے کچھ نئے فرشتے پیدا کئے جو وہ سکے لٹنے لگے۔
 جب قیامت ہوگی تو یہ فرشتے مخلوق میں پھیل جاتیں گے ان کو وہی دیکھ سکے گا جو مائیں ہم اہل بیت کو
 چاہتا ہوگا اور یہ فرشتے اسے ایک تحریر دیں گے اس تحریر کا تعلق دوزخ سے برأت ہوگی، تو میرے
 بھائی میرے چچا کے بیٹے اور میری بیٹی کے باعث بہت سے مرد و عورت دوزخ سے آزاد کئے
 جائیں گے۔

خلیب بغدادی کا بیان ہے کہ بال بن حمام اور عمر بن محمد کے درمیان سات راوی ہیں سب
 مہجول ہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۲۹۹

جنت میں حضرت علیؑ کی سواری

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن
 چار آدمیوں کے علاوہ کوئی سوار نہ ہوگا۔ اس بات پر آپؐ کے چچا عباسؓ کھڑے ہوئے، انہوں نے عرض

کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان وہ چار کون ہوں گے؟

آپ نے ارشاد فرمایا بہر حال میں تو اللہ کی سواری براق پر سوار ہوں گا۔ میرے بھائی صالح اس اونٹنی پر سوار ہوں گے جس کی کوٹھیں کاٹ دی گئی تھیں۔ میرے چچا حمزہؓ جو اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔ میری اونٹنی غضبنا پر سوار ہوں گے۔

اور میرا بھائی اور میرے چچا کا بیٹا اور میرا مادا علی بن ابی طالب جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوں گے۔ جس کی پشت صحیح سالم ہوگی۔ جس کے پاؤں سبز زرد کے ہونگے جو سرخ سونے کے تاروں سے بندھے ہوں گے۔ اس کا سر سپید کاغذ کا ہوگا اور اس کی دم عنبر اشہب کی ہوگی۔ اس کے پاؤں مشک اذفر کے ہوں گے۔ اور اس کی گردن موتیوں کی ہوں گی۔ جس پر اللہ کے نور کا قبہ ہوگا جس کے باطن میں اللہ کی معافی اور جس کے ظاہر میں اللہ کی رحمت ہوگی۔ لواء الحمد اس کے پیچھے میں میں ہوگا۔ فرشتوں کی کوئی جماعت ایسی نہ ہوگی جو وہاں سے گزرتے ہوئے یہ منہ کے کریم شخص یا تو ملک مقرب ہے یا نبی مرسل یا کوئی عرش اٹھانے والا فرشتہ (جو ایسی اونٹنی پر سوار ہوگا جو اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکے گی)

ایک منادی عرش کے قریب یا عرش کے درمیان سے ندا کرے گا کہ یہ شخص نہ تو کوئی مقرب فرشتہ ہے نہ کوئی نبی مرسل اور نہ عرش کو اٹھانے والا۔ یہ تو علی بن ابی طالب ہیں۔ جو امیر المومنین ہیں، امام المقتدین ہیں۔ اور روشن اعضا کے لوگوں کے رب العالمین کے سامنے قائم ہوں گے۔ جنہوں نے ان کی تصدیق کی وہ کامیاب ہوا۔ اور جنہوں نے ان کی تکذیب کی وہ نقصان میں پڑا۔

یاد رکھو کہ اگر کوئی عبادت گزار رکن اور مقام کے درمیان ایک لاکھ سال تک اللہ کی عبادت کرتا رہا حتیٰ کہ وہ سوکھی مشک کی طرح ہو گیا۔ لیکن اللہ سے اس نے جب ملاقات کی تو وہ آل محمدؐ سے بعض رکعت تھاتا تو اللہ تعالیٰ اسے ناک کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حجاب منسوب کرنا صحیح نہیں ابو بکر الخطیب کہتے ہیں۔ اس میں متعدد روایات بھول ہیں۔ اور بعض راوی جو مشہور ہیں وہ ثقہ نہیں۔

اس میں مُفَفَّسَل تو بھول راویوں میں شمار ہوتا ہے۔ اور صیغ اس کے بارے میں بھی کابیان ہے کہ یہ کسی شے کے برابر نہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۲۹۔

آصِیغ بن نُبَاتَہ اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ لہذا اس کا حال گذشتہ صفحات میں تلاش کر لیں۔

عَبَایۃ الاسدی ان کا حال بھی پہلے گزر چکا۔ یہ وہی حضرت ہیں جنہوں نے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ میں دوزخ تقسیم کروں گا۔ اس میں آدمی میری ہوگی۔ وغیرہ وغیرہ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۔

قیامت کے روز چار اشخاص سوار ہو کر آئینگے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن ہم چار اشخاص کے علاوہ کوئی سوار نہ ہوگا۔ اس پر آپ کے چچا عباسؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ میں تو براق پر سوار ہوں گا۔ اس کا پہرو تو انسانوں جیسا ہوگا۔ لیکن اس کے گال گھوڑے کے گال جیسے ہوں گے۔ اس کی لید موتیوں کی ہوگی۔ اس کے کان سبز زبرجد کے ہوں گے اور اس کی آنکھیں چمکدار ستارے کی طرح ہوں گی جو روشن ستارے کی طرح ٹٹماتی ہوں گی۔ ان دونوں آنکھوں سے ایسی شعاعیں نکلیں گی جو ایک بار چمکے اور دوسری بار اس کے گے سے یہ محسوس ہو کہ اس مخلوق میں موتی جیسے برے میں اسکی دم کاٹنے کا دم کاٹنا ہوگا۔ اسکے دونوں ہاتھ اوپلوں طویل ہوں گے۔ اسکے کمر پائی کے پنجوں کی طرح سبز زبرجد کے ہونگے جو اسکی چالی میں پکے ہونگے اسکی چالی کی طرح ہوگی۔ وہ دراصل بادل کے ایک ٹکڑے کی طرح ہوگا۔ وہ اسی طرح سانس لے گا جیسے انسان سانس لیتا ہے۔ انسانی کلام کو سنیکا ادب سمجھے گا۔ وہ گدھے سے بڑا ہوگا اور غرے جھوٹا ہوگا۔

حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ سوار کون لوگ ہوں گے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا میرا نیک بھائی صالح اور مثنیٰ پر سوار ہوگا جس کی کونجیں اس کی قوم نے کاٹ دی تھیں۔ حضرت عباسؓ نے دریافت

کیا یا رسول اللہ! کون ہوگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میرا چچا حمزہ بن عبد المطلب ہوگا جو اللہ اس کے رسول کا شیر ہے جو تمام شہیدوں کا سردار ہوگا۔ دوسری اونٹنی پر سوار ہوگا۔ حضرت حسینؑ کو سید الشہداء کا خطاب دیا گیا ہے اس کا کیا ہے گا اور خطاب شیر خدا کا بھی ہو حضرت علیؑ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ حضرت عباسؑ نے عرض کیا اور کون یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میرا بھائی علیؑ جنت کے اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوگا۔ جس کی نگاہ تمام موتیوں کی ہوگی۔ جس پر ملاقوت کا محل ہوگا ان کے سر پر نور کا تاج ہوگا۔ اس تاج کے شر کرنے ہونگے۔ اور کئی کو نہ ایسا نہیں ہوگا جس میں سرخ باؤت نہ لگا ہو سوار کے لئے روغنی دیتا ہوگا۔ یہ شخص دو محلے پہنچے ہوگا اور اس کے ہاتھ میں لواۃ الحمد ہوگا۔ اور علیؑ نہا کرتا ہوگا لا الہ الا اللہ وان محمد الرسول اللہ۔ یہ سن کر مخلوق کہے گی کہ یہ شخص نبی مرسل ہے یا ملک مقرب۔

تو عرض کے نیچے سے ایک منادی ندا کرے گا کہ یہ شخص نہ تو نبی مرسل ہے اور نہ مقرب فرشتہ یہ علیؑ بن ابی طالب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دمی ہیں امام المتقین میں۔ اور ان لوگوں کے امام ہیں جن کے اعفاء و منہجکے ہوں گے۔ لیکن یاد رکھئے کہ اس میں پاؤں داخل نہ ہوں گے کیونکہ شیعوں کے نزدیک ان کے دھونے کی ضرورت نہیں)

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں اس لئے کہ اس کا راوی عبد اللہ بن لبید ہے۔ اور وہ ذاہب الحدیث ہے یحییٰ بن سعید القطان اس کو کچھ نہ سمجھتے، اسے یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور یہ ضعیف راویوں سے تدلیس کرتا۔ ہم اس عبد اللہ بن لبید کا تفصیلی حال پہلے پیش کر چکے ہیں۔ موضوعات ج ۱ صفحہ ۳۹۴۔

علی کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے

حضرت ابو بکرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کی اس روایت کا ناقل عدوی ہے جو کذاب اور وفاسا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ عام محدثین کو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اسے نہ حضرت ابو بکرؓ نے بیان کیا۔ نہ حضرت عائشہؓ نے اور نہ ان کے سوانح عروہ نے بلکہ یہ روایت ابواکریم الزہرانی اور محمد بن عبد اللہ علی الصنفی پر ایک اتہام ہے۔ دراصل اس روایت کا راوی

حسن بن علی العدوی ہے۔ اور عدوی کا یہ دستور تھا کہ ان لوگوں سے روایات نقل کرتا جنہیں اس نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا اور جنہیں دیکھا تھا ان کے نام سے جھوٹ بولتا رہتا۔ اس نے نقد راویوں کے نام سے ایک ہزار موضوع احادیث روایت کی ہیں۔ اور جن میں تبدیلیاں کی ہیں وہ اس کے ماسوا ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس عدوی نے جتنی روایات بیان کی ہیں عام طور پر وہ موضوع ہیں۔ بلکہ ہمیں اس امر کا یقین ہے کہ ان روایات کو اسی عدوی نے وضع کیا ہے موضوعات ج ۱ ص ۳۶۱۔

دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ حسن بن علی بن صالح العدوی البصری عہد احادیث وضع کرتا تھا۔ اس نے خراساں کے ذریعہ حضرت انسؓ سے چودہ احادیث نقل کیں۔ اور ایک ایسی جماعت سے بھی روایات نقل کی ہیں جنہیں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے اور نقد راویوں کے نام سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔

خلیبہ بغدادی کا بیان ہے یہ حسن بن علی بن زکریا العدوی بغداد میں آکر سکونت پذیر ہوا۔ اور عمرو بن مرزوق اور مستدر سے روایات نقل کرنی شروع کیں اس سے ابو بکر بن شاذان نے۔ دارقطنی اور کنانی نے روایت نقل کی ہیں۔ اس کی ولادت سنہ ۱۸۱ میں ہوئی۔ اس نے مذکورہ روایت نقل کی۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس حسن بن علی کے واسطے سے حضرت سلمانؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تخلیق آدم سے چار ہزار سال قبل میں ایک آدمی نور تھے جو برکت اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے

و غلطی سے ہمارے اہل سنت اس دوسرے نور کو بھول گئے در نہ یہ تھوڑا بہت اختلاف بھی باقی

(درہتا)

خطیب بغدادی نے اس عدوی سے نقل کیا ہے کہ میں بصرہ میں راہ سے گزر رہا تھا تو وہاں ایک چٹکی پر لوگ جمع تھے۔ میں نے ایسے ہی اچھل کر دیکھا جیسے بچے اچھل کر دیکھتے ہیں۔ وہاں ایک بوڑھا شخص نظر آیا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ خراش ہے جو حضرت انسؓ کے خادم ہیں۔ ان کی عمر ایک سو اسی سال ہے۔ یہ سن کر میں لوگوں کو چیزنا ہوا اندر داخل ہوا۔ لوگ ان سے احادیث لکھ رہے تھے۔ میں نے ایک شخص سے قلم لیا اور تیرہ روایات فضل علیؓ میں لکھیں اور یہ واقعہ ۲۲۲ھ میں پیش آیا اور میں اس وقت بارہ سال کا تھا۔ (اور خراش کے سال میں ہے کہ عدوی نے یہ تمام روایات جوتے کے تلے میں لکھی تھیں)

اس عدوی نے ابوہریرہؓ سے مرفوعہ روایت بھی نقل کی ہے کہ پہلے آسمان میں اسی لاکھ فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت کرتا ہو اور اسی لاکھ فرشتے اس شخص پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں جو ان دونوں سے بغض رکھتا ہو۔

ذہبیؒ لکھتے ہیں اس شخص کے پاس نام کو بھی جیسا نہیں۔ یہ تو اس پر بھی غور نہیں کرتا کہ کیا جھوٹ بک رہا ہے۔

دارقطنیؒ کہتے ہیں یہ خراش متروک ہے۔

عزہ السہمی کا بیان ہے کہ میں نے ابو محمد الحسن بن علی البغریؒ کو یہ کہتے سنا کہ ابو سعید العدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایسی باتیں منسوب کرتا ہے جو آپؐ نے نہیں فرمائیں۔

ابن جبران کا بیان ہے کہ اس نے حضرت جابرؓ سے یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ حضورؐ نے ہمیں سکھ دیا کہ ہم اپنی اولاد کو حب علیؓ پر عیش کو کے دیکھیں۔

ابن جبران مزید لکھتے ہیں کہ خراش نے ایک ہزار سے زائد موضوعات ثقہ لوگوں کے نام سے بیان کی ہیں۔ میزان الاعتدال ص ۵۸۔

یہ تو فن رجال کی بحث تھی جو ہم نے آپؐ کے سامنے پیش کی ہے۔ عقلی بات مرن اتنی معمولی سی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف بشرط اسلام دیکھا ایک اتنی بڑی عبادت ہے کہ

روئے زمین کے تمام عبادت گزار بھی اس کے مقابلہ میں پیش نہیں کئے جاسکتے۔ حتیٰ کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ بحالت اسلام حضور کے چہرے کی جانب دیکھنے والا صحابی ہے اور صحابی کے اس عمل پر پورے روئے زمین کے تمام اعمال قربان کئے جاسکتے ہیں۔

مذہبِ سبائیہ میں حضور کی کوئی خاص پوزیشن نہیں یہ سب کچھ کرامات حضرت علیؓ کو حاصل ہیں لہذا یہ تمام روایات فرضی وضع کر کے سامنے لائی گئیں۔ اگر فی الواقع ابو بکرؓ و عمرؓ اور تمام صحابہ کا یہی عقیدہ ہوتا تو کوئی صحابی بھی ایسا نہ ہوتا جو حضرت علیؓ کی بیعت نہ کرتا۔ حالانکہ جب حضرت علیؓ کی بیعت کی گئی تو بجز اہل کوفہ کے کسی نے بیعت نہ کی تھی کہ بقول محدثین سیریں صحابہ کرام کی تعداد تقریباً نوے ہزار تھی لیکن ان باہمی فتنوں میں تیس صحابہ بھی شریک نہیں ہوئے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ احادیث میں جہاں فتنہ اول کا ذکر آتا ہے۔ اس سے مراد شہادتِ عثمانؓ سے لیکر وہ وقت ہوتا ہے جب کہ امیر معاویہؓ کی متحدہ بیعت ہوئی اور فتنہ ثانیہ سے مراد فتنہ ابنِ انسؓ ہے۔

چونکہ صحابہ کرام کے نزدیک ایک امام کی بیعت کرنا اور دوسرے مسلمان پر ہاتھ نہ اٹھانا لازمی اسلام ہے تو جب بھی کسی مسلم کے خلاف کوئی کام کیا جائے گا۔ وہ غیر اسلامی ہوگا اور فتنہ ہوگا۔ اس لحاظ سے حضرت علیؓ کا دور فتنہ اول ہے اور ابنِ الزبیرؓ کا دور فتنہ ثانیہ ہے۔ اسی باعث تمام بڑے بڑے صحابہ نے رضی اللہ عنہما کے ساتھ دیا اور ابنِ الزبیرؓ کا۔ یہ صحابہ کرام کی رائے تھی جو میں نے آپ کے سامنے پیش کر دی ہے۔

حضرت علیؓ اور ان کے بھائی جعفرؓ کا ایک خاص واقعہ

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوطالب کے ایک میدان میں نماز پڑھ رہا تھا اچانک ابوطالب آگئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں دیکھا تو ان سے کہا کیا آپ سواری سے ترکر نیچے ہمارے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ اس پر ابوطالب نے جواب

دیا اسے میرے جتنیچے میں خوب جانتا ہوں کہ توحق پر ہے۔ لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں سجدہ کروں اور میرے چوڑے اوپر ہوں۔ لیکن اے جعفرؑ تو نیچے اترا اور اپنے چھاراد بھائی کے بازو کو ملا۔ اس پر جعفرؑ نیچے اترا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نے نماز پوری فرمائی تو ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجھے دو پرہ مطلقے دیں جن سے توجنت میں اڑے گا۔ جیسے تونے اپنے چچا کے بیٹے کے بازو کو ملایا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت سیف بن ثوری سے باطل ہے۔ اس روایت کو ابو القاسم البغوی نے بیان کیا ہے۔ احباب ابن عدی اور ذہبی نے اس روایت کو سیف بن محمد کی موصوعات میں نقل کیا ہے سیف نے یہ روایت اپنے ماموں سیف بن ثوری سے نقل کی ہے انہوں نے سلمہ بن کہیل سے۔ اور سلمہ نے جب بن جریج کے ذریعہ حضرت علیؑ سے میزان ۲۵۵ھ۔

سیف بن محمد کا حال ہم سابقہ صفحات میں پیش کر چکے ہیں لہذا آپ ان صفحات میں حضرت علیؑ کے شاگرد جب بن جریج کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

جب بن جریج الکوفی یہ قبیلہ عریقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت علیؑ سے روایات نقل کرتا ہے خالی قسم کا شیعہ ہے۔ اور یہ وہی ذات شریف ہیں جنہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ اس بدی موجود تھے ذہبی کہتے ہیں یہ محال ہے۔ بلکہ فرسی نے دوسری جگہ پر شعبہ سے نقل کیا ہے کہ جنگ صفین میں سوائے حضرت خنیزہؑ کے کوئی بدی شریک نہ تھا۔

یوزجان کا قول ہے یہ ثقہ نہیں ہے۔ اس سے سلمہ بن کہیل اور حکم نے روایت نقل کی ہے۔ سلیمان بن عبید نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ نہیں سلمہ کہتے ہیں نسائی کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ ابن معین اور ابن خلّاص کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ بعض میں اس کا انتقال ہوا۔

دارقطنی کہتے ہیں جب بن جریج حضرت علیؑ سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک ہے۔ منہ۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی۔

محشی حاشیہ میں رقم طراز ہیں۔ جوزہائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ نسائی کا قول ہے کہ یہ قوی نہیں۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ یہ کوئی شے نہیں۔ جلی کہتے ہیں تاہی ہے ثقہ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے اس کی کوئی منکر روایت نہیں دیکھی۔ ابن جہان کا بیان ہے کہ یہ خالی قسم کا شیخ تھا۔ حدیث میں وہی انسان تھا۔ کتاب الضعاف والمرتکین للدارقطنی ص ۷۰۔

علی خیر البشر ہیں

آج تک کبھی سے یہ سنتے اور پڑھتے چلے آئے تھے کہ تمام مخلوق میں سب سے بہتر انسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بلکہ شاعر کا یہ معروف بھی ہمارے ورد زبان تھا۔

کلمہ بعد از خدا بندگان تویی قصہ مختصر

لیکن جب ہم نے مذہب تشیع کا مطالعہ کیا تو ہمارے یہ تمام تخیلات رکھے رو گئے اور میں اس روایت کو اپنے حلق سے نیچے اتارنا پڑا کہ خیر البشر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں۔ بلکہ حضرت علیؑ ہیں۔ اور اس موضوع پر آپ یہ روایت ذہن میں رکھئے کہ

علی خیر البشر ہیں جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

ہمارے سنی بھائیوں کے حلق سے غالباً آج تک یہ بات نہیں اترتی۔ حالانکہ ابن جوزی نے اس روایت کو متعدد سندات اور متعدد صحابہ سے نقل کر کے اسے باطل قرار دیا ہے لیکن ابن جوزی تو بغیر ہمارے علماء بہت مشتدد ہیں۔ اور ویسے ہی ہمارا اصول یہ ہے کہ جب روایت کی متعدد ضعیف سندات جمع ہو جائیں تو وہ ضعیف ترقی کر کے حسن کے درجہ پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اگر روایات ہزاروں تک پہنچ جائیں تو پھر تو غالباً اس میں شک کرنا بھی کفر ہوگا۔ جیسا کہ تحریف قرآن اور ولایت علیؑ کی کہانی تشیع کا یہ دعوئے ہمارے علماء کے لئے لکھنکمرہ ہے۔

یہ روایت کہ علی خیر البشر ہیں متعدد صحابہ سے مروی ہے۔ جن میں حضرت علیؑ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت ابوسعیدؓ غزوئیؓ مشہور ہیں۔ اور ہمارے علماء کے فیصلے کے پیش نظر یہ روایت دھڑکن

میں ہے اس لئے اس پر ایمان بھی لانا چاہیے۔ لیکن جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو ہم حدیث کے معاملہ میں ابن جوزی اور ذہبی کے زیادہ متقدم ہیں۔ اور چونکہ انہوں نے ان تمام روایات کو باطل قرار دیا۔ لہذا ہم بھی اسے ایک لغو اور بیہودہ بات سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہاں اپنے سنی بھائیوں سے یہ ضرور عرض کرنا گئے کہ یہ سن سن کر ایمان لانے کی عادت نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا لہذا اب اسکیجھیں کھولے اور کچھ مطالعہ کیجئے۔ اور اپنی عقل و ذہن کو بھی کشادہ رکھئے۔ کشادہ رکھنے کا مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کلمہ بھی بغم کریں اور پتھر بھی بغم کریں۔ بلکہ کشادگی کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ اور پتھر چہلستے وقت ذرا بھی سوچ لیجئے کہ کہیں یہ کلمہ اور پتھر آپ کا ہاتھ خراب نہ کر دیں۔

تم نے عثمانؓ کی بیعت کی اور علیؓ کو چھوڑ دیا

ابو دآمل شقیق بن سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرحمان بن عوف سے سوال کیا کہ تم نے عثمانؓ کی بیعت کر لی اور علیؓ کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے جواب دیا اس میں میرا کوئی گناہ نہیں۔ میں نے علیؓ سے ابتداء کی تھی اور کہ تھا کہ میں آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرتا ہوں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور ابو بکرؓ کو عمرؓ کی سیرت پر۔ علیؓ اس پر بولے کہ جس قدر ہو سکا۔ پھر یہی بات میں نے عثمانؓ کے سامنے پیش کی تو عثمانؓ نے اسے قبول کر لیا۔ مسند احمد ج ۱ صفحہ ۵۵۔

گویا عثمانؓ کا تقریر نہ فضیلت کے باعث ہوا اور نہ اس کی وجہ یہ تھی کہ عام صحابہ نے ان کی بیعت کی تھی۔ بلکہ یہ عبدالرحمانؓ کا ذاتی فیصلہ تھا۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ جب آپ کی بیعت کرتے تو آپ ہی شرط لگواتے کہ جہاں تک مجھ میں طاقت ہوگی۔ اس لحاظ سے حضرت علیؓ نے کوئی غلطی نہ کی تھی۔ بلکہ انہوں نے جو کچھ کہا تھا صحیح کہا تھا حالانکہ صحیح بخاری میں ہے۔

جب لوگوں نے صبح کی نماز پڑھ لی۔ اور یہ حضرات منبر رسول کے پاس جمع ہوئے تو عبدالرحمانؓ نے تشہید پڑھا اور کہا۔ اب بعد اے علیؓ میں نے غنانت کے معاملہ میں لوگوں کے خیالات کا پورے طور پر جائزہ لیا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ لوگ عثمانؓ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ اس لئے اسے علیؓ تم اپنے نفس پر کوئی

راستہ نہ نکالنا۔ پھر عثمانؓ سے کہا میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں سنت اللہ، سنت رسول اللہ اور آپ کے بعد دونوں خلفاء (یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ) کی سنت پر۔ پھر لوگوں نے بیعت کی اور ہاجرین و انصار اور تمام لشکروں کے امراء اور دیگر مسلمانوں نے بیعت کی۔ بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۔

ابو داؤد کی روایت کے تمام راوی بجز سفیان بن وکیع کے سب بخاری کے راوی ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ہر راوی پر کچھ نہ کچھ کلام ہے لیکن ہم اسے نظر انداز کرتے ہوئے صرف سفیان بن وکیع پر کلام کرتے ہیں۔

سفیان بن وکیع آپ وکیع بن الجراح کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی کینت ابو محمد ہے۔ ان سے ترمذی اور ابن ماجر نے روایت لی ہے۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو ان کے بارے میں کلام ہے کیونکہ انہیں لوگوں نے کچھ باتوں کی تلقین کی تھی۔ ابو زرعہ کا بیان ہے کہ ان پر جھوٹ کا الزام ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں۔ ان کا کاتب ان کی تحریرات میں تبدیلی کرتا رہتا۔ اس طرح اس کا تب نے ان کی حدیث خراب کر دی۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ صرف اپنے اہول کی احادیث بیان کیجئے انہوں نے اس کا وعدہ کیا۔ لیکن پھر بھی وہ احادیث بیان کرنے لگے جن میں لوگوں نے غلط ملکی کیا تھا۔ ابو احمد نے ان کی پانچ احادیث بیان کیں جن کی سندات منکر تھیں ابو احمد کہتے ہیں ان کی بتلایہ تھی کہ ہوا نہیں تلقین کی جاتی وہ اسے قبول کر لیتے۔ اور ان کا کاتب قول صحابی کو فرمان رسول بنا دیتا یا مرسل روایت کہ مومل بنا دیتا۔ یا کسی شخص کہ بدل کر اس کی جگہ دوسرا آدمی رکھ دیتا۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کا اشتغال شکر میں ہوا۔ یہ ایک فاضل شیخ تھا۔ سچا آدمی تھا لیکن ایک بُرے کاتب کے غلاب میں مبتلا ہو گیا تھا جو دریاں ہیں الفاظ جڑھاتا رہتا۔ اس سلسلہ میں اس سے یہ بات بھی کی گئی لیکن انہوں نے اس سے رجوع نہیں کیا۔

ابن خزمہ اس سے روایت سنتے اور اخذ کرتے اور کہتے ہم سے بعض ان لوگوں نے روایت بیان کی، بن کا ذکر کرنے سے ہم رک گئے۔ اور وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا میں نے بارہا ذکر کیا ہے کہ اگر آسمان سے وہ نیچے گریں اور پہنڈے انہیں اچک میں تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے سے

یہ زیادہ پسند ہے لیکن انھیں لوگوں نے غریب کر دیا۔ ترمذی نے ان کی روایت کو حسن قرار دیا ہے
میزان ۲ ج ۲۳۱

گیا اس روایت پر قطعاً اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ امام احمد کی مرویات میں داخل بھی نہیں۔
بلکہ ان کے صاحبزادے کے اضافات میں داخل ہے گویا یہ روایت زوائد عبد اللہ میں ہے۔
نسائی کہتے ہیں کہ سیفان بن دکنہ کوئی ثنی نہیں۔ کتاب الفضل والنسائی ۵۵

مسند احمد کی ایک پر لطف کہانی

عمر بن میمون کا یہاں ہے کہ میں ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ان کے پاس نو افراد
کی ایک ٹولی آئی۔ وہ لوگ بولے اے ابن عباسؓ یا تو آپ ہمارے ساتھ کھڑے ہو جائیں یا ان دیگر افراد
سے جس خلوت کا موقع دیکھتے۔ اس پر ابن عباسؓ نے جواب دیا میں خود ہی کھڑا ہو جاتا ہوں۔ اور یہ
وہ زمانہ تھا جب ابن عباسؓ تندرست تھے نایاب نہ ہوتے تھے۔

عمر بن میمون کا بیان ہے کہ یہ لوگ باتوں میں مشغول ہو گئے ہمیں نہیں معلوم کیا کیا گفتگو کر
رہے تھے۔ لیکن جب ابن عباسؓ ان کے پاس سے آئے تو کھڑے جاڑے تھے۔ اور فرما رہے
تھے۔ اے ابن عباسؓ یہ ایسے شخص پر اعتراض کر رہے تھے جس کی دس خصلتیں ہیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں ایک ایسے شخص کو جو مجھ سے اللہ کبھی رسوا نہ
کرے گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوگا۔ لوگوں نے اس بات پر نگاہیں لگائیں کہ
دیکھیں یہ جہدہ کے عطا ہر آپ نے ارشاد فرمایا علیؓ کہاں ہیں۔ اور وہ اس وقت ایک چکی پساٹا پیس
رہے تھے۔ اور کوئی ایسا شخص بھی نہ تھا جو اٹا پیس سکتا۔ وہ حاضر خدمت ہوئے ان کی آنکھیں
دکھ رہی تھیں دیکھنا بھی ان کے لئے مشکل تھا۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضور نے ان کی آنکھوں
میں تھوک لگایا۔ پتھر بن، بار یاہ ہلایا۔ اور انھیں دو راہ عطا کیا۔ اتنے میں صغیر بنت جحش آگئیں۔
ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص راہبو گئیں کہ سورہ توبہ سے

کہ جیسا پھر ان کے پیچھے علیؑ کو روانہ کیا۔ تاکہ علیؑ اس شخص (ابو بکرؓ) سے سورہ توبہ لے لیں۔ اور فرمایا یہ سورت میرے پاس سے ایسا شخص لے جاسکتا ہے جو مجھ سے ہوا در میں اس سے ہوں۔ اور اپنی بچاکی اور اللہ کے لئے فرمایا تم میں سے کون شخص دنیا و آخرت میں مجھے دوست رکھتا ہے۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ سب چچاناد جہانوں نے حضور کو چھوڑ دیا (اور ان میں ابن عباسؓ بھی تھے)۔ اور علیؑ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ میں آپ سے دنیا و آخرت میں دوستی کرتا ہوں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں حضور نے علیؑ کی بات کا جواب نہیں دیا اور اپنے خاندان کے اور شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم میں سے کون شخص دنیا و آخرت میں مجھ سے دوستی کرتا ہے ان سب نے انکار کیا۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ میں دنیا و آخرت میں آپ سے دوستی کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو دنیا و آخرت میں میرا ولی ہوگا۔

نیز فرمایا علیؑ وہ شخص ہے جو خدیجہؓ کے بعد سب سے اول اسلام لایا۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا لیا اور علیؑ نے غلام اور حسن و حسینؓ پر رکھ دیا اور فرمایا اسے اہل بیت اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم کو نجاست سے دور کر دے اور تمہیں پورے طور پر نیک کر دے۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ علیؑ نے رملے الہی کی خاطر اپنی جان بیچ دی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس پہن کر ان کی جگہ ان کے بستر پر سو گئے (یعنی ہجرت مدینہ کے موقع پر)۔ مشرکین حضرت علیؑ کو کو تھمرا تے رہے۔ اور ابو بکرؓ یہ فیالی کرتے رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے ہیں۔ ابو بکرؓ نے کہا اے اللہ کے نبیؑ! علیؑ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تویر ہوں کی طرف چلے گئے ہیں۔ پس ابو بکرؓ روانہ ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فارسی داخل ہو گئے۔

لوگ علیؑ پر اس طرح تھمرا تے گئے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مارے جاتے تھے علیؑ ٹوٹ اٹھتے تھے اور بل کھاتے تھے۔ انہوں نے اپنا چہرہ کپڑے سے چھپا رکھا تھا۔ اور اس وقت تک چھپا رکھا جب تک صبح نہ ہو گئی۔ پھر چہرہ سے کپڑا ہٹایا۔ مشرکوں نے کہا ابے بد بخت

تم ہو۔ ہم تمہارے ساتھی پر تہراؤ کرتے سے وہ بل نہ کھتے تھے۔ اور تم کانپ رہے تھے۔ ہم نے اس بات کو سخت ناپسند کیا۔ مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۱۔

ہجرت دن میں ہوئی یا رات میں اور اس میں کون کون سے لوگ تھے۔ اس پر تفصیل بحث تو ہم حصہ اول میں کہ چکے ہیں۔ ہمارے قارئین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ جہاں اس وقت صرف اس روایت پر بحث کرنی ہے۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان امارات حضرت علیؓ پر تہرہ میرے ہے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن ہی میں ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر غار میں تشریف لے گئے تھے۔ اس روایت سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ابن عباسؓ سے کسی نے جو ان کے بعد بیان کیا ہوگا۔ ورنہ اس وقت ابن عباسؓ کی عمر صرف تین سال تھی۔ اور جس نے یہ واقعہ ان سے بیان کیا ہے اس کا نام موجود نہیں۔ لہذا اس صورت میں یہ واقعہ مرسل صحابی ہوا۔

اس روایت کا راوی عمرو بن میمون ہے جو قتادہ کے لقب سے مشہور ہے۔ امی۔
عمرو بن میمون
 ستر نے اس سے روایت نہیں لی۔ عبد الرحمن بن مغزل سے احادیث روایت کرتا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی روایت منکر ہوتی ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۹۔

ابو یلج۔ عمرو بن میمون
 سے یہ کہانی نقل کرنے والا۔ ابو یلج الفزاری اور اسلمی ہے۔ اس کا نام یلجی بن سلیم ہے۔ عمرو بن میمون اللادی اور محمد بن حاطب الیجی سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شعبہ اور ہشیم نے روایات نقل کیں۔ اس کی مرویات اربعہ میں پائی جاتی ہیں۔

اسے یحییٰ بن سعید، نائی دارقطنی اور ابن سعد نے تقریر فرمادیا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں نیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ میں نے اسے کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے دیکھا ہے۔

بخاری کہتے ہیں اس ابو یلج کی روایت پر اعتراض ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس نے

ایک منکر حدیث روایت کی ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں غلطیاں کرتا۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ ثقہ نہیں ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی منکرات میں سے یہ روایت بھی ہے کہ حضور نے علیؑ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔

اس کی بلاؤں میں سے ابن عمرؓ کی وہ روایت بھی ہے کہ جہنم پر ایک ایسا زانہ بھی آئے گا جب اس کے دروازے بجتے ہونگے اور اس میں کوئی بھی شخص نہ ہوگا۔
ذہبی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔

ثابت البنانی کا بیان ہے کہ میں شخص بصری سے اس روایت کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ میزان ج ۲ ص ۳۸۴۔

گویا روایت میں جو بھی گڑبڑ ہوئی ہے وہ اس ابوبیؓ کی جانب سے ہوئی ہے۔ اور حد سے زیادہ نیکی کا انجام حدیث کی یادداشت کی جانب سے غفلت ہوئی ہے۔

اس روایت کے موضوع ہونے کی ایک قوی دلیل یہ بھی ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سلیا ہوگا تو وہ بستر یقیناً گھر کے اندر بلکہ حجرے میں ہوگا جہاں گھر کے باہر سے پھیکے جانے والے پتھروں کا رغل ہو کہ کسی قسم کا گوند پینچا ناممکن نہ تھا۔ یہ تو صرف اسی صورت میں ممکن ہو سکتا تھا کہ جب حضرت علیؑ گھر کے اندر کے بجائے کھلے میدان میں سوتے۔ لہذا کافروں کا پتھر مارنا۔ حضرت علیؑ کا تڑپ اٹھنا، بل کھانا اور صبح ہونے کے بعد چہرے سے کپڑا ہٹانے کے بعد کافروں کو حقیقت حال کا پتہ چلنا وغیرہ بکواس کے سوا اور کچھ نہیں۔ بلکہ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سلیا ہی نہیں۔ گھر کے اندر نہ اموشی سے۔ لا رہے سے کافروں کو کسی قسم کا مظاہرہ دینا ممکن نہ تھا۔ کفار گھر کے باہر سے یہ ہر گز دیکھ سکتے تھے کہ حضور کے بستر پر کوئی سو بھی رہا ہے یا نہیں۔ یہ دیکھنا اور پتھر مارنا اس قدر ممکن تھا جب کہ کناریکان کے اندر داخل ہوتے جس کا دعویٰ آج تک کسی نے نہیں کیا۔

حضرت علی صدیق اکبرؓ

عَبْدُ اللَّهِ بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں۔ اندر میں صدیق اکبر ہوں اور میرے بعد جو اپنے صدیق ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ میں نے لوگوں سے سات سال قبل غارِ طیبی تھی۔ ابن ماجہ مترجمہج اصحہم نے تقریباً ستائیس اٹھائیس سال قبل جب ابن ماجہ کا ترجمہ کیا تھا اور اس پر فائدہ بخیر رکھے تھے جو قرآنِ عمل سے شائع ہوا تھا۔ اس وقت ہم نے تحریر کیا تھا

حاکم نے اسے منہاں کے ذریعہ نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور نسائی نے اسے اخصاص علیؓ میں بھی روایت کیا ہے۔ سیوطی "ذوائد میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند کے روایات ثقہ ہیں۔ صحیح ہیں۔ لیکن یہ روایت ابن ماجہ میں منقطع ہے۔ اور اس کے شروع کے الفاظ کہ میں اللہ کے رسول کا بھائی ہوں۔ یہ ترمذی میں ابن عمرؓ کی روایت سے مرفوعاً ثابت ہیں امام ذہبی نے حاکم کا قول نقل کر کے تحریر کیا ہے کہ یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق تو کیا ہوتی یہ تو قطعاً صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔ اور عبّاد بن عبد اللہ کو ابن المدینی ضعیف قرار دیتے ہیں۔ پھر ذہبی میزان میں فرماتے ہیں اس عبّاد نے حضرت علیؓ پر جھوٹ بولا ہے۔ ابن الجوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور اس میں تمام آفت اس کتاب کی چلائی ہوئی ہے۔ اس کا ایک اور راوی منہاں ہے جسے شعبۂ نے متروک قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ مترجمہج اصحہم۔

علامہ عبد الرشید نعمانی جو مدرسہ سیرمدائن کے ایک اہم رکن ہیں انہوں نے اپنی کتاب "تکلیف" ص ۱۸۵ پر بعینہی بحث تحریر فرمائی ہے۔ اور اس روایت کو انہوں نے مرفوعات ابن ماجہ میں داخل کیا ہے۔ تجر بہت پرانی یادیں تھیں جو ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں۔

لیکن آج سے پندرہ سال قبل ہم نے مرفوعات جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور اس

سلسلہ میں کئی سال تک کام کرتے رہے۔ پھر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ جو اب تقریباً دو سال سے تاریخی روایات کے اضافہ کے ساتھ مذہبی داستانوں کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔ لہذا ہم نے اس سلسلہ میں پورے مسودات نکالے۔ اور اس روایت کو دیکھا تو ہم نے آج سے پندرہ سال قبل جو تحریر کی معاہدہ قارئین کے رد و پیش کیا جاتا ہے۔

ابن ماجہ کی یہ روایت قرآن اور تاریخ کے مندرجہ ذیل بھرپور طمانچہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی شہادت دے رہا ہے کہ تمام صحابہ صدیق ہیں۔ ارشاد ہے۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْيَقِينُ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ
يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَشْجَارُ وَأَنْجَابُ النَّاسِ
يَوْمَ يَخْرُجُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَرْضِهِمْ
فَإِنْ هُمْ إِلَّا أَشْجَارٌ كَاذِبَةٌ
فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ يُكْفَرُونَ عَنْهُمْ
وَأَعْيُنُهُمْ أَفْنَانُ
يَوْمَ لَا يُصْلِحُ لَهُمْ
وَأَعْيُنُهُمْ أَفْنَانُ
يَوْمَ لَا يُصْلِحُ لَهُمْ
وَأَعْيُنُهُمْ أَفْنَانُ

یہ وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام کیا۔ ان میں کچھ انبیاء، کچھ صدیق، کچھ شہداء اور کچھ نیک لوگ ہیں۔

یہ آیت اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ صدیق متعدد ہو سکتے ہیں۔ بلکہ جس طرح انبیاء کرام، اہل لعین اور شہداء لا تعداد ہوتے رہے ہیں۔ اسی طرح صدیقین بھی لا تعداد ہوتے رہیں گے۔ اس لحاظ سے تمام صحابہ صدیق ہیں۔ اور ان صدیقین میں سب سے بڑا مقام اس ہستی کا ہے جسے آج تک تاریخ صدیق اکبر کے لقب سے یاد کرتی رہی ہے۔ اور چونکہ بیابانوں کیلئے یہ کوڑی گولی سے کم نہیں۔ لہذا انہوں نے ایک مصنوعی گولی تیار کی۔ ابن ماجہ نے اس مصنوعی گولی کو مارکیٹ میں ایک چاروال کی طرح پیش کیا۔

اس پر مسئلہ کہ حضرت علیؑ نے تمام لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔ تو یہ بھی حیرت ناک امر ہے۔ کیونکہ اولاد کی نماز سورۃ منزل میں یہ کہہ کر فرض کی گئی۔

يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ قُلْ قِيمَ الْبَيْتِ إِلَّا قَلِيلٌ
اے چادر اور ڈھننے والے رات کو قیام کیا

نَصْفَهُ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ
کمرنگہ تھوڑی رات۔ آدھی رات یا اس سے کچھ

عَلَيْهِ وَذَقِ الْقُرْآنَ كَذُتَيْلَةٍ
کم یا کچھ زیادہ۔ اور قرآن کو تریل کے ساتھ پڑھو

لیکن یہ فرضیت ایک سال تک قائم رہی اور ایک سال بعد یہ حکم نازل ہوا۔

فَاقْرَأْ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ إِنَّكَ أَنتَ
جتنا قرآن تمہارے لئے آسان جو اتنا قرآن

عَلِيمٌ إِنَّ تَكُونُ مِنْكُمْ مَوْعِدٌ
پڑھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں کچھ

وَآخِرُونَ يُصِرُّونَ فِي الْأَرْضِ
مریض ہیں۔ اور کچھ وہ ہیں جو زمین میں سفر

يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ الْآخِرِ
کرتے ہیں تاکہ اللہ کا فضل تلاش کر سکیں۔

یہ آیت وضاحت کے ساتھ یہ ثابت کر رہی ہے کہ اس سال اول میں نماز پڑھنے والے

متعدد افراد تھے۔ صرف ایک فرد واحد نہ تھا۔ یہ روایت حضرت علیؓ پر صریح بہتان ہے۔ اور اسی لئے

اس روایت کا شمار ابن ماجہ کی موضوعات میں ہوتا ہے۔

محمد بن اسمعیل اس کا پہلا راوی محمد بن اسمعیل الرازی ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اس کی حدیث

باطل ہے۔ خطیب کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ روایات وضع کرتا

نہے۔ خطیب نے اس کی متعدد روایات نقل کی ہیں جو اس نے وضع کی ہیں۔ میزان ج ۳ ص ۲۸۵

اس کا دوسرا راوی عبید اللہ بن موسیٰ ہے۔ جسے اگرچہ

ابو حاتم اور سبھی بن معین وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔

لیکن ابو داؤد فرماتے ہیں یہ تو آگ لگانے والا شیعہ ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ احادیث میں خلط

ملا کرتا ہے۔ اور بہت بُری روایات بیان کرتا ہے۔ بلکہ ان کا موجد بھی وہ خود ہی ہے۔ میں نے اسے

مکہ میں دیکھا تھا لیکن میں نے اس سے روایت لینا پسند نہیں کیا۔ کسی نے امام احمد سے سوال کیا کہ

کیا میں اس سے روایات لاؤں۔ امام احمد نے منع فرمایا۔ اس سے بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابو داؤد اور

نسائی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ میزان ج ۳ ص ۱۔ حنفیہ ابن حجر فرماتے ہیں۔ یہ ثقہ ہے

شیعہ ہے۔ سنہ میں اس کا انتقال ہوا تقریب ص ۲۲۔

علاء بن صالح التمیمی الکوفی اس کا تیسرا راوی علاء بن صالح ہے۔ اسے اگرچہ ابو داؤد اور یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم اور ابو زرعہ کچھ اس کی روایت میں کوئی مخرج نہیں۔ لیکن علی بن المدینی کا بیان ہے یہ منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ بس کی مثال خود یہ روایت ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۹۲

منہال بن عمرو الکوفی اس سے تمام مصنفین صحاح نے روایات لی ہیں۔ یحییٰ بن معین اور احمد اجماعی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن شعبہ نے اس کی روایت ترک کر دی تھی۔ حاکم کہتے ہیں یحییٰ بن سعید القطان نے اس کی روایت ترک کر دی تھی۔ اور انھوں نے اس پر تنقید کی ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں ضعیف ہے بدترین مذہب رکھتا تھا۔ (یعنی رافضی تھا) ابن حزم نے بھی اس پر تنقید کی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس سے بہتر تو ابو بکر شرہ اور وہ اس سے زیادہ ثقہ ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۹۲۔

عبد اللہ الاسدی الکوفی یہ اس روایت کی سند کا آخری راوی ہے بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اس نے حضرت علی کی جانب یہ بہتان منسوب کیا ہے۔ ابن المدینی کہتے ہیں ضعیف الحدیث ہے میزان ج ۲ ص ۳۲۵۔ یہ توہینات تھے جو ہم نے چودہ پندرہ سال قبل تحریر کئے تھے۔ اب آگے ابن الجوزی کا فیصلہ بھی سنئے۔ وہ فرماتے ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے۔ اور اس کا واضع جگہ ابن عبد اللہ ہے۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ وہ ضعیف الحدیث ہے۔ آزدی کا بیان ہے کہ یہ عبد اللہ ایسی روایات پیش کرتا ہے کہ جنہیں کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ آخر ہم کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ یعنی امام احمد بن حنبل سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا اس کی روایت پھینک دو یہ تو منکر ہے۔

المونوعات ج ۱ ص ۳۲۱

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا۔ اور حضرت

عندیجہ اور حضرت ابوبکرؓ وغیرہ اسلام لائے تو کہنے والے کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سب سے پہلے ایمان لائے ہیں یا بچوں میں سب سے قبل وہ ایمان لائے۔ آخر حجب وہ ایمان لائے تو ان کی عمر کیا تھی۔ کوئی کہتا ہے کہ پانچ سال۔ کوئی سات سال۔ کوئی نو۔ اور زیادہ سے زیادہ تیرہ بیان کی جاتی ہے بالفاظ دیگر دعویٰ یہ کیا جا رہا ہے کہ حضرت علیؓ نے بعثت رسولؐ بلکہ اپنی تخلیق سے قبل ہی نمازیں شروع فرمادی تھیں۔ کیونکہ جب وہ پانچ سال کی عمر میں ایمان لائے تو وہ اپنی تخلیق سے دو سال پہلے سے نماز پڑھتے آئے تھے۔ یہ مسئلہ علم ظاہر کی رو سے ہرگز سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اس کے لئے کسی دلی اور ہیر کو تلاش کرنا ہوگا تاکہ وہ باطنی علوم کے ذریعہ ہماری بریں و اشنگ کر سکے۔

علامہ عبدالرشید نعمانی صاحب مدیر "آئینات" مدرسہ نیوٹاؤن کو راجی اپنی کتاب "ما تیس رہا حیات" میں رقم طراز ہیں۔

ابن ماجہ کی دوسری موضوع حدیث وہ روایت ہے جو ابن ماجہ نے فضل علیؓ میں منہال عن عباد بن عبد اللہ کے ذریعہ نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں، اور میں ہی صدیق اکبر ہوں۔ میرے بعد جو خور کو صدیق اکبر کہے وہ جھوٹا ہے۔ میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی ہے۔

ابن الجوزی کہتے ہیں یہ موضوع ہے۔ اس میں آفت عباد ہے اور منہالی کو شعبہ نے ترک کی ہے۔ ذہبی میزان میں عباد کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ اس عباد نے حضرت علیؓ پر جھوٹ بولا ہے۔ سیوطی نے "تصہبات علیؓ الموضعات" میں تحریر کیا ہے۔ یہ روایت نسائی نے منقلاں میں اور حاکم نے مستدرک میں نقل کی، اور حاکم کہتے ہیں یہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ لیکن ذہبی نے حاکم پر اعتراض کیا کہ عباد ضعیف ہے۔

علامہ نعمانی لکھتے ہیں۔ بلکہ ذہبی نے "تلخیص" میں واضح طور پر یہ بات لکھی ہے۔

کہ۔ حاکم نے جو یہ کہہا ہے کہ یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے یہ تو ان میں سے ایک کی شرط پر بھی پوری نہیں اترتی۔ بلکہ یہ تو صحیح بھی نہیں۔ یہ تو باطل ہے۔ اس پر غور کر لینا چاہیے کیونکہ

عباد کو ابن اکبرینی نے ضعیف کہا ہے۔ ماتمس بہ الحاجة مشۃ۔

خليفة کی پہچان

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ (ایک رات) اچانک ایک ستارہ ٹوٹ کر گرا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جاؤ دیکھو کہ یہ ستارہ ٹوٹ کر کس کے گھر میں گرا ہے۔ جس کے گھر میں یہ ستارہ گرا ہوگا۔ وہ میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ ہم نے جا کر دیکھا تو وہ حضرت علیؓ کے گھر میں گرا تھا اس پر ایک جنت برلی محمدؐ تو علیؓ کی محبت میں گمراہ ہو گئے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

وَالْجَنَّةُ إِذَا هِيَ مَأْتَلٌ مَّاجِلٌ
وَمَا غَوَّاهُ مِنْزَانٌ ۚ ۲۴۵

قسم ہے ستارے کی جب وہ ٹوٹ کر گرے۔
تمہارا ساتھی نہ راہ سے جھٹکا اور نہ گمراہ ہوا۔

اس کاراوی ربیعہ بن محمد ہے۔ جس کی کینت ابو ربیعہ ہے۔ قبیلہ طے سے تعلق رکھتا ہے۔ ذہبی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں یہ روایت باطل ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ ربیعہ متروک ہے متروک وہ راوی سوتا ہے جس کی روایات منکر ہونے کے باعث ترک کر دی جائیں۔ لیکن اس پر کذب و وضع کا کسی نے کوئی انلام قائم نہ کیا ہو۔ اور ایسی روایت کو منکر کہتے ہیں۔ ادیرہ الفاظ ادا کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس جھوٹ کا اگرچہ کسی خاص شخص پر لازم قائم نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔ ادیرہ جھوٹ کس نے وضع کیا ہے یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ لیکن بہر صورت یہ روایت جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔ ہم اس کی سند کے تمام راوی اور ان کے حالات تلازمین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں۔ وہ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ اس کہانی کا وضع کون ہو سکتا ہے۔

ربیعہ بن محمدؓ نے یہ کہانی مشہور صوفی ذی النون مصری سے نقل کی ہے۔ یہ مصر کے مشہور فلسفی گزرے ہیں مثلاً میں پیدا ہوئے اور ۲۴۵ میں ان کا انتقال ہوا۔ یعنی یہ امام احمد بن حنبل اور بخاری وغیرہ کے ہم عصر ہیں۔

امام ذہبی ان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ مصر کے باشندہ اور مشہور ناظر اور عارف تھے۔ دارقطنی کا بیان کہ انہوں نے امام مالک سے روایات نقل کی ہیں جن پر اعتراض ذہبی لکھتے ہیں کہ کہا جاتا ہے ان کا نام ثربان بن ابراہیم ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام فیض بن احمد ہے۔ اور کینت ابراہیم فیض ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کینت ابراہیم فیض محمد بن یوسف الکندی نے "تاریخ الموالی السمرین" میں لکھا ہے کہ اہل مصر کے غلاموں میں سے ذی النون بن ابراہیم الاشمی بھی ہیں۔ یہ قریش کے غلام تھے۔ ان کا باپ سوڈانی تھا۔ ابن یونس کا بیان ہے کہ یہ عالم فصیح اور فلسفی تھے۔ یہ سوڈانی الاصل ہیں۔ ۲۴۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ان پر بہت معیتیں نازل ہوئیں اور انھیں بہت اذیتیں پہنچائی گئیں کیونکہ لوگوں کے سامنے ایسے علوم کا تذکرہ کیا جس کی دور محابہ سے اس وقت تک کسی نے تعلیم نہ دی تھی۔ یہ مصر میں سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مقامات اولیاء اور ان کے احوال پر بحث کی جس پر لوگوں نے انھیں زندقہ قرار دیا۔ میزان ۲ ج ص ۲۳۔

ظاہر ہے کہ جس امر کی محابہ کرام تابعین اور تبع تابعین نے تعلیم نہ دی جو اس کا تعلق دین سے نہ ہو نہیں سکتا اسے لوگ زندقہ کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟ لیکن چونکہ یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں لہذا ہم اس سے گریز کرتے ہوئے اپنے اصل موضوع پر آتے ہیں۔

ہماری اس سے کوئی غرض وابستہ نہیں کہ ذی النون کا مقام کیا تھا۔ ہماری غرض تو صرف اس امر سے ہے کہ وہ امام مالک کے نام سے روایات نقل کرتے ہیں۔ حالانکہ جب امام مالک کا انتقال ہوا تو اس وقت ذی النون باقواہنی والدہ کے پیٹ میں تھے یا نطفہ کی صورت میں اپنے والد کی پشت میں کیونکہ ذی النون ۱۸۱ھ میں عالم وجود میں آئے۔ اور امام مالک ۱۶۹ھ میں انتقال فرما چکے تھے۔ یہ تو مرعہ جھوٹ ہے کہ انہوں نے امام مالک سے روایات نقل کی ہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مالک نامی کسی اور شخص سے روایت کی ہو اور ان کے معتقدین نے ان کی عظمت میں

چار چاندنگانے کے لئے اس نامعلوم مالک کو امام مالک بنا دیا جو۔

اس دور میں ایک شخص مالک بن عساکر المکرمی بھی تھا۔ یہ بصرہ کا باشندہ تھا۔ ذی النون اس سے حصول علم کی غرض سے کب بصرہ تشریف لے گئے تھے؟ یا مالک بن عساکر یہ زہریہ گوشت پلانے کے لئے کب ممر آیا تھا۔ اور اس کی نگاہ انتخاب ایک فلسفی ہی پر کیوں پڑی تھی۔ پھر یہ مالک کب پیدا ہوا اور کب مرا۔ کس کس سے اس نے تعلیم حاصل کی؟ یہ سب کچھ پردہ رازی میں ہے۔ ان تمام امور کو ایک باطنی ہی حل کر سکتے ہیں۔ ہم تو ظاہر پرست ہیں۔ معرفت کی باتیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔

مالک بن عساکر کا دعویٰ ہے کہ اس نے یہ روایت ثابت سے سنی ہے اور ثابت نے حضرت انس بن مالک سے۔ یہ ثابت کون ہیں؟ راوی نے ان کا نام بیان نہیں کیا۔ غالباً یہ بھی امام مالک کی قسم کا ایک دھوکہ ہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ ثابت سے مروی ثابت اکبانی ہیں۔ حاشا وکلا ان کے بارے میں اس قسم کی خرافات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ چار خیال ہے کہ ثابت سے مروی ثابت بن ابی صفیہ ہے۔

ثابت بن ابی صفیہ حضرت انسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ ابن المبارک۔ یہ بھی ابن معین نسائی۔ ابو حاتم رازی اور احمد بن حنبل کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔

سیلمانی کا قول ہے کہ یہ ثابت رافضی ہے۔ حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا میزان حج ۱۳۲۳ قارئین کو امام آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ ان چاروں راویوں یعنی ربیعہ بن محمدؓ و ذی النونؓ، مالکؓ اور ثابتؓ میں سے کس نے یہ جھوٹ وضع کیا۔ بہر صورت نشر و اشاعت میں تو چاروں یکساں شریک ہیں اب آئیے ذرا اس کی کچھ معنوی حیثیت پر بھی غور کر لیں۔

۱۔ اس واقعہ کو بقول ان کذابین حضرت انسؓ نقل فرما رہے ہیں۔ اور وہ یہ بیان کر رہے کہ یہ وقوعہ پیش آنے کے بعد سورہ نجم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، حالانکہ سورہ النجم متفقہ طور پر کی ہے۔ اور حضرت انسؓ کو ان کی والدہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے بعد آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اور حضرت انسؓ اُس وقت دس سال کے بچہ تھے۔ اس تمام باطنی اور سیالی

روداد کا انہیں کیسے علم ہوا۔ کاش ذوالنون ہمیں یہ راز دیتے! جو سکتا ہے کہ کشف میں ایسا واقعہ رونما ہوا ہو۔

۲۔ ہمارا کشف یہ کہتا ہے کہ ان حضرات کا یہ کشف تاریخی طور پر غلط ثابت ہو چکا ہے۔ اصل میں صاحب کشف حضرت ابوبکرؓ کے مکان کو حضرت علیؓ کا مکان تصور کر بیٹھا۔

۳۔ مکر میں حضرت علیؓ کا کوئی مکان نہ تھا۔ وہاں تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے مکان تو ان کو اس وقت حاصل ہوا جب انہوں نے شادی فرمائی۔ اور حضرت علیؓ کی شادی شوال ۳ یا محرم ۳ میں مدینہ میں ہوئی۔ جبکہ سورہ نجم مکر میں نازل ہو چکی تھی۔

۴۔ تارہ جب ٹوٹتا ہے تو وہ سیدھا نیچے نہیں آتا بلکہ ٹیڑھا جاتا ہے جو ہزار ہا میل کے فاصلہ پر جا کر گر کر تلے ہے۔ اور بعض اوقات کافی جبریم ہوتا ہے جو پوری آبادی کو برباد کر سکتا ہے۔ ذوالنون ایک فلسفی تھے۔ اور ابتدائی جولائی فلسفہ میں گزاری۔ کیا یہ بھی کوئی فلسفہ تھا کہ حضرت علیؓ کے گھر میں گرنے کے لئے وہ تارہ سیدھا آیا۔ اور دنیائے اسے گرتے ہی دیکھا ہو۔ اور اس نے کوئی نقصان بھی نہ پہنچایا۔ (غالباً اس لئے کہ وہ تارہ مشکل کشا کے نام کا تھا)

۵۔ ہم قارئین کرام کی معلومات کیلئے یہ بھی عرض کر دیں کہ ستارہ کوئی نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو آسمان کی زمینت کے لئے پیدا کیا ہے۔ شیطان کو مارنے کے لئے ایک شعلہ صیحا جالتا ہے جسے شہاب ثاقب کہا جاتا ہے۔ غلطی سے لوگ اسے ستارہ سمجھتے ہیں۔ ارشاد الہی ہے۔

إِنَّا زَيْنَا أَسْمَاءَ الدُّنْيَا بِزَيْنَةٍ أَلْكَوْا كِبَ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۝
لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَأِ أَعْلَىٰ يُفْذَوْنَ
مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُورًا وَلَهُمْ
عَذَابٌ وَاصِبٌ ۝ إِلَّا مَنْ خَلِطَ
الْخَطِيئَةَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ

ہم نے دنیاوی آسمان کو ستاروں کے ذریعہ زمینت عطا فرمائی۔ اور اسے ہر سرکش شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بنایا۔ وہ مَلَأِ اَعْلٰی کی جانب کان نہیں لگاتے کہ ان پر ہر جانب سے آگے برسائی جاتی ہے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔ مگر چانگ جو بات اچکے لئے تو اس

ثاقِبٌ . المفت .

کے پیچھے ایک شعلہ لپکتا ہے۔

سورہ یٰسین میں ارشاد ہے۔

وَاِنَّا لَمُنَّا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا
مِلْتًا حَرًّا تَأْتِيهِمْ اَنْهَارٌ مِّنْ
تَحْتِهَا يَنْبُوعٌ مَّعًا يَدْرِي لَيْسَ
فَعَن يَنْبُوعٍ الْاَن يَجْدُ لَهُ
شِهَابًا بَاقٍ صَدَّاهُ . الجن

اور اگر ہم آسمان کو چھو کر دیکھیں تو ہم اسے جھرا
ہوا پائیں گے۔ شدید نگراں اور شعلوں سے
اور ہم نے سننے کے لئے وہاں جگہ متعین کی
ہیں۔ جب بھی وہاں کوئی بات سنا چاہتا
ہے تو اس کے پیچھے ایک شعلہ لپکتا ہوا لگتا ہے

۴۔ راوی کہتا ہے کہ سورہ نجم کے نزول کی وجہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
حب علیؑ میں گمراہ ہو گئے ہیں۔ تو صحیح بات یہ ہے کہ ہم اپنی شائع ہونے والی کتاب ”کیا ہمارا قرآن
ایک ہے“ میں یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ ”جب حضرت علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا گیا تو ابوبکرؓ و عمرؓ
نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گمراہ ہو گئے ہیں؟ اس روایت میں کوئی خاص کارنامہ نہیں دکھایا
گیا۔ ہاں صرف ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام حذف کر دیا گیا۔ اور اس روایت کا اصل مقصود بھی یہی تبرہ ہے
اور ایک جماعت نے یہ بات کہی کہ اس سے مراد جماعت صحابہ ہے۔ اس تبرہ کا بانی کون ہے۔
اس کا فیصلہ قارئین خود فرمائیں۔ ہم تو صرف یہی کہہ سکتے ہیں۔ اَلَا لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلٰی الْاَكْثَرِيْنَ
خبردار جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

حضرت علیؑ کا محل کہاں ہوگا

حضرت مدنیؒ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے مجھ اسی طرح
خلیل بنایا ہے جیسے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا تھا۔ میرا محل بھی جنت میں ہوگا اور ابراہیمؑ کا محل بھی
جنت میں ہوگا۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہوں گے اور علیؑ کا محل میرے اور ابراہیمؑ کے

کے عمل کے درمیان ہوگا۔ تو غور کرو اس حبیب کا کیا حال ہوگا جو دو خلیلوں کے درمیان ہوگا۔
ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اور اس کے راوی یزید بن معقل اور عقبہ بن
موسیٰ ہر دو مجہول ہیں۔ العلل المتناہی فی احادیث الواجهة ۱۵۵۔

گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام حضرت علیؑ سے کچھ کم ہی ہے
اسی لئے تو انہیں درمیان میں بیٹھایا گیا ہے۔ لیکن اس کام کے لئے کون سی جگہ پسند کی گئی تو ایک
روایت تو یہ گزری کہ جنت میں بیٹھایا گیا۔ اور ایک روایت کا آگے سنا اور فرمایا ہے۔

حضرت علیؑ کے لئے عرش پر قہ لگایا جائے گا

حضرت سلمان فارسی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے لئے
سرخ یا قوت کا قہ عرش کے داہنی طرف لگایا جائے گا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے لئے عرش کے بائیں جانب
سبز قہ لگایا جائے گا۔ اور حضرت علیؑ کے لئے ان دونوں کے درمیان قہ ہوگا جو سپید موتیوں کا ہوگا۔
تو دو خلیلوں کے درمیان کے حبیب کے معاملہ میں کیا خیال ہے؟

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا راوی۔

داؤد بن حصین ہے۔ ابن جبران کا بیان ہے کہ اسکی روایات ثقہ راویوں کی روایت کے مشابہت میں ہیں

علیؑ کا گوشت میرے گوشت سے بنا ہے

عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے ام سلمہؓ علیؑ کا گوشت میرے
گوشت سے اور اس کا خون میرے خون سے ہے۔ اور یہ میری جگہ ایسا ہی ہے۔ جس طرح ہارون موسیٰؑ کی جگہ تھا
امام ابن جوزی فرماتے ہیں بخاری بن معین کا قول ہے کہ تاہر اس روایت کا راوی کچھ نہیں جس

داہر

انسان میں تھوڑی سی بھی بھلائی ہوگی وہ اس کی دعایت نہ کئے گا۔ اعلیٰ الشہید فی الساریت

الولہد ج ۱ ص ۲۱۔

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ اس کا راوی عبد اللہ بن داہر ہے جو اپنے باپ سے نقل کر رہا ہے۔ کسی ماہر رجال نے ان دونوں کا ذکر تک نہیں کیا حتیٰ کہ ابوسعامہ رازی جو اسی کے شہر کا باشندہ ہیں۔ انہوں نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور یہ روایت باطل ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۰

اسی عبد اللہ بن داہر نے یہ روایت آتش کے واسطے قباۃ الاسدی سے نقل کی ہے۔ اور اس کی ابن عباس سے۔

عبادۃ بن ربیع یہ حضرت علی سے روایت نقل کرتا ہے۔ اور اس سے موسیٰ بن طریف نے روایت نقل کی ہے۔ اور یہ ہر دو غلطی فیہ ہیں۔ اس جہاد نے حضرت علی سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ میں دوزخ نعیم کروں گا۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۵۔

روایت کا آخری حصہ کہ علی میری جگہ ایسے ہیں جیسے ہون موسیٰ کی جگہ تھے۔ روایت کا تاحصہ صحیح ہے اور ہم اس پر تفصیلی کلام دوسرے حصہ میں کہ چکے ہیں۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اس عبد اللہ بن داہر نے ابن عباس سے آگے یہ کہانی بھی نقل کی ہے عنقریب ایک فتنہ پیدا ہوگا تم میں سے جو شخص بھی اس فتنہ کو پائے وہ دُجیر دل کو اختیار کرے۔ کتاب اللہ اور علی بن ابی طالب۔ کہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرما کر سنا ہے اور آپ اس وقت علی کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ اور فرما رہے تھے۔

یہ پہلا شخص ہے۔ جو مجھ پر ایمان لایا۔ یہی قیامت کے دوسرے سے اول مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ یہی اس وقت کا نادر ہے۔ جو حق اور باطل میں فرق کرے گا۔ یہ مومنین کا چھتے ہے۔ احوال ظلمت کا چھتے ہیں جو یہی صدفی اکبر ہے اور میرے بعد غلیظ ہوگا۔

یہ فرمان کہ حضرت علی مومنین (شیعوں) کا سر کر ہیں۔ اور مال ظلمت کا چھتے ہوتا ہے۔ اور چونکہ پہلے داماد ابوالحسن اور دوسرے داماد عثمان بن مالک ہیں لہذا یہ حضرات ظلمت کا چھتے ہیں۔ لہذا ہر وہ شخص جس کے پاس مال ہو وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ مثلاً عسکر بشرو اور بیشتر انصار۔ سب ظلمت کے چھتے ہیں۔ عباد اللہ

اور میرے بعد خلیفہ بھی علیؑ ہوں گے اور وہ صدیق اکبر ہیں۔ لہذا اس سے قبل جو غلط ہوئے وہ غلط نہ تھے۔ بلکہ غاصبین تھے۔ جنہوں نے زبردستی خلافت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور تیس سال تک کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ یہ دوسری بات ہے کہ جب حضرت علیؑ کو خلافت ملی تو وہ خود مالدار ہو گئے تھے۔

میں نے عرش کے پائے پر لکھا ہوا دیکھا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے عرش کے پائے پر لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدہ تعالیٰ ولفرقہ بعلی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میں نے محمدؐ کی تائید علیؑ کے ذریعہ کی اور علیؑ کے ذریعہ ان کی مدد کی۔
میزان ج ۱ صفحہ ۵۳۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ ابن عدسی نے اس کا واضح حسیں بن ابراہیم البابی کو قرار دیا ہے۔ اس نے حضرت انسؓ سے ایک روایت اور عبی نقل کی تحقیق کی انکو ٹٹی بنا کر وہ اس سے فاقہ دور ہوتا ہے۔ اور دہنا ہاتھ زینت کے زیادہ لائق ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ یہ حسیں بن ابراہیم کون ہے۔ اس نے حسب الخلوئل دو موضوع روایات نقل کی ہیں۔ میزان ج ۱ صفحہ ۵۳۔

مختصراً یہ روایت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ایک اتہام ہے۔

حضرت علیؑ خیر البریہ ہیں

حضرت ابو سعید کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ خیر البریہ ہیں (یعنی مخلوق

میں سب سے بہتر)

اس روایت کو ابو سعید سے نقل کرنے والا عطیہ بن سعد الکوفی ہے جو کٹر شیعوں ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں یہ کجی کذاب کے پاس تھا اور اس سے باتیں سنتا اور چونکہ کجی کی کفایت ابو سعید تھی۔ لہذا ابو سعید کے نام سے روایات بیان کرتا۔ اس کی مراد اس سے یہ تھی کہ لوگ ابو سعید کی کمینیت سے دھوکہ کھا کر یہ تصور کریں کہ یہ درایت حضرت ابو سعید خدری سے مرئی ہیں جیسا کہ اس روایت میں واقع ہوا ہے۔ دراصل یہ کجی کذاب کا قول ہے جو اس نے حدیث بنا کر پیش کر دیا۔ اور کجی سے اسے نقل کرنے والا عطیہ الکوفی ہے جو کٹر رافضی ہے اور وہ اس سے نقل کرنے والا شریک ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے گزر چکا ہے۔

امام احمد کے قول سے یہ بات سامنے آئی کہ ہر وہ حدیث جسے عطیہ الکوفی ابو سعید سے نقل کرے وہ حدیث رسول نہیں ہوتی اور نہ ابو سعید سے مراد ابو سعید خدری ہوتے ہیں بلکہ اس سے مراد ابو سعید کجی کذاب ہوتا ہے۔ اور یہ تمام روایات کو فخری فی ستر میں تیار ہوتی ہیں۔ خواہ ایسی روایت حدیث کی کسی کتاب میں پائی جاتا ہے۔ اب ایک حدیث صحیح بھی ملاحظہ فرمائیں جس سے ہمارے قارئین کو اندازہ ہو جائے گا کہ خیر البریہ اصل میں کون ہیں۔ اور یہ کہانی کہاں سے چرائی گئی ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے حضور کو مخاطب کر کے کہا

السلام علیک یا خیر البریہ
اے خیر البریہ آپ پر سلام

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

والسلام علیہم علیہ السلام۔ سلم ۲۶۵

خیر البریہ تو ابراہیم علیہ السلام تھے۔

اور حضرت ابراہیمؑ ابوالانبیاء اور علیل اللہ ہونے کے باعث خیر البریہ ہیں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہونے کے باعث خیر البریہ ہیں۔ اس طرح کجی کذاب نے ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ اور سید الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر تبرک کیا ہے۔

اس مضمون کی ایک روایت حضرت بابرؒ سے ان الفاظ میں نقل کی گئی۔

کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا علی خیر البشر ہیں جو اس سے انکار کرے اس نے کفر کیا۔

اہل سنت والجماعت کے عقیدے کی رو سے خیر البشر یا خیر البریہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس

ہے۔ اور چونکہ روافض کے نزدیک ہر امام کا ترجمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہے۔ اس لحاظ سے تو حضرت علیؑ ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ بھول کر حضرت جبرئیلؑ حضور کے پاس پہلے جلتے لیکن ظاہر ہے کہ آپ جب بدیت الخلق وغیرہ جاتے تو حضرت جبرئیلؑ حضرت علیؑ کے پاس آتے اور ان پر وحی نازل کرتے۔ لہذا یہ قرآن و شخصوں پر نازل ہوا۔ اسی باعث حضرت علیؑ نے اسی قرآن الیسا غائب کیا۔ کہ امام غائب کی آمد تک ہم قرآن سے محروم ہو گئے۔ اب ہمیں سب سے پہلے قرآن کا شکر کرنا چاہیے۔ اور چونکہ قرآن حضرت علیؑ نے لکھا تھا اور انہوں نے ہمیشہ کے لئے غائب کر دیا۔ اگرچہ حضورؐ نے اسے بھیلانے کی کافی سعی کی۔ لیکن وہ کوشش اس لحاظ سے اکارت گئی کہ حضرت علیؑ اس قرآن کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے جس میں حضرت علیؑ کی خلیفہ دہو ہو کر روئے زمین پر حکم حضرت علیؑ کا چلتا رہا۔ کیونکہ خدا کے دُوب میں بھی حضرت علیؑ تھے۔ لہذا اسی لئے اس مصنوعی خدا کو جو حضرت علیؑ کے دُوب میں آیا اسے خیر البشر اور خیر البریہ نہ کہا جائے تو کیا کیا جائے؟

ہمارے نزدیک خیر البشر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر کھلا بتر ہے۔
حسن بن محمد
 جس کا سہرا ایک ملوی کے سر بندھتا ہے۔ ابن عدی اور ڈیہی کے بقول اس کا نام حسن بن محمد بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبید اللہ بن حسین بن زین العابدینؑ بن حسین بن علیؑ ہے۔ اس کی کنیت ابو طاہر ہے اور نسب کے لقب سے مشہور ہے۔ یہ روایت اس کے ماضی اور جھوٹے ہونے کی دلیل ہے اس نے یہ داستان اپنی کتاب الغیب میں ذکر کی ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔
 ذہبی کا بیان ہے کہ ۳۵۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس پر اگر یہ جھوٹ بولنے کی تہمت نہ ہو تو

محدثین کا اس کے پاس از دھام جمع ہوتا۔ کیونکہ یہ شخص کافی عمر رسیدہ بھی تھا۔

اس نسب سے یہ روایت اسماعیلی درسی سے نقل کی اور اس نے مشہور شیخ عبد الرزاق بن ہمام سے۔ عبد الرزاق کے بارے میں ہم کسی متوہ پر تفصیلی خاکہ پیش کر چکے ہیں۔ رہا اسماعیلی الدبری یہ عبد الرزاق بن ہمام کا شاگرد ہے۔ اس اسماعیلی نے عبد الرزاق سے نو سال کی عمر میں ان کی تصانیف سنی تھیں۔ بعد میں یہ شخص عبد الرزاق کے ام سے مکوات بیان کرنے لگا۔ جس کے باعث لوگوں کو یہ دہم پیدا ہوا کہ یہ روایت دُور کی دُشع کہ وہ ہے، یا عبد الرزاق کی۔ حافظ ابو بکر بن — الاشعری اس کے مدعی ہیں

کہ اس دہری نے مصنف میں تحریف کی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۸۱

میرے بعد علم علیؑ اور سلمانؑ سے حاصل کرنا

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! ہم آپؐ کے بعد علم کی باتیں کس سے لکھیں۔ فرمایا علیؑ اور سلمانؑ سے۔ میزان ج ۱ ص ۶۱

اس روایت کا راوی احمد بن ابی روح ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اسکی احادیث درست نہیں ہوتیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس شخص نے اس روایت کی سند میں جن لوگوں کا نام لیا ہے۔ ان سب پر اتہام ہے۔ میزان ج ۱ ص ۶۲۔ بلکہ ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ روایت اس سند کے ساتھ موضوع ہے۔ حضرت انسؓ کو چونکہ علیؑ سے پرغاش تھی اس لئے وہ حضرت علیؑ کی خدمت میں کبھی حاضر نہیں ہوئے۔ رہ گئے سلمانؑ وہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں انتقال کر گئے تھے۔ اور سبانی اس وقت تک وجود میں نہ آئے تھے۔ لہذا یہ روایت حضرت انسؓ پر ایک کھلا جھوٹ ہے۔

اس احمد بن ابی روح سے نقل کرنے والا احمد بن ابی حفص السعدی ہے۔ جو امام ابن عدی کا شیخ ہے۔ لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ منکر روایات بیان کرتا ہے۔ لیکن عدا جھوٹ نہیں بولتا۔ ہاں وہ اس کے جھوٹ کی اشاعت کرتا اور بات ہے۔

اے علیؑ! وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور تجھ سے بغض رکھتا ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ لیکن تجھ سے بغض رکھتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۳

بے شک وہ شخص بھی جھوٹ بولتا ہے جو حضورؐ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہو اور ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے نفرت کرتا ہو۔ اور حب علیؑ بقول روانض بعض صحابہ پر موقوف ہے۔ لہذا کسی صحابی سے محبت کرنے والا حضرت علیؑ کا دشمن ہے۔

اس اصول کو جب ہم پیش نظر رکھتے ہیں تو تمام اہل سنت والجماعت بغض علیؑ میں مبتلا ہیں۔ اگرچہ ہم حب علیؑ کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لہذا ہم اہل سنت والجماعت جہاں حب علیؑ میں مبتلا ہیں وہاں بغض علیؑ میں بھی مبتلا ہیں۔ اس لحاظ سے ہم ایروں میں ہیں نہ غیروں میں۔ نہ ہم دشمن علیؑ ہیں اور نہ محب علیؑ وہ گیا بغض کا مسند تو حضرت بریدہؓ نے اس امر کا اقرار کیا تھا۔

انا البغض علیا میں علیؑ سے بغض رکھتا ہوں۔

میں علیؑ سے بغض رکھتا ہوں۔ اس کے جواب میں رسول اللہؐ نے صرف اتنا ارشاد فرمایا لا تبغضہ فان فی الخمس اکثر من ذلک۔ اس سے بغض نہ رکھنا کیونکہ خمس میں اس کا اس سے زیادہ حصہ ہے۔ (بخاری، اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت علیؑ سے بغض رکھنا کفر میں داخل نہیں۔

اس کا راوی حسین بن سلیمان الطلمی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ شخص مومن نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی متابعت میں کوئی حدیث روایت نہیں کرتا۔

حسین بن سلیمان

اس نے عبد الملک بن عیمر سے پانچ منکر روایات نقل کی ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے اور ایک پرندے کی روایت ہے جو پیچے گزر چکی ہے۔ اس حسین نے یہ داستان عبد الملک بن عیمر سے نقل کی ہے۔

پیشہ تو ابھی ہیں کوفہ کے باشندہ ہیں۔ ان کا تعلق قبیلہ غم سے ہے۔ انہوں نے حضرت علیؑ کو دیکھا ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ، حضرت جندب ابلیسی اور دیگر صحابہ وغیرہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ ان کی روایات تمام کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں۔

عبد الملک بن عیمر

امام شعبی کے بعد کوفہ کے قاضی ہے۔ ان کی عمر کافی طویل ہے۔ اسی باعث ان کا آخر عمر میں حادثہ خراب ہو گیا تھا۔

ابن خراش کا بیان ہے کہ شعبہ اس سے خوش نہ تھے۔ کوسج نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ وہ اسے سب ضعیف کہتے۔ بلکہ عبد اللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میرے والد امام احمد سے عبد الملک اور عاصم بن ابی الجوز

کے بارے میں سوال کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا میرے نزدیک عاقبت اس سے کم اختلاف کرتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۶۶۔

حضرت علیؓ سے محبت کرنے والے کو موت کے وقت کوئی حسرت نہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ تجھ سے محبت کرنے والے کو موت کے وقت حسرت نہ ہوگی اور نہ قبر میں وحشت ہوگی۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا لہو احمد بن الحسین البسطامی ہے جو اسے ابوذرؓ سے نقل کرتا ہے اور وہ مجهول ہے۔ اور اس نے اوپر کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ میزان ج ۱ ص ۹۲

ہم پہلے یہ کئی بار لکھ چکے ہیں کہ جس حدیث کے شروع میں یا علیؓ! ہو وہ تمام روایات ایک روایت کے علاوہ سب شیعوں کے جھوٹ ہیں اور اس کی وضاحت ملا علی قاری نے اپنی "موضوعات" میں کی ہے۔ حقا کہ وہ فرماتے ہیں کہ بس روایت میں یا علیؓ ہو سوائے ایک روایت کے وہ یقیناً موضوع ہیں۔ اور چونکہ اس روایت کی ابتداء میں لفظ یا علیؓ ہے لہذا یہ یقیناً موضوع ہے۔

حضرت علیؓ کے ذریعہ اللہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ علیؓ میرا بھائی ہے اور میرا ساتھی ہے۔ اور ایسی ذات ہے جس کے ذریعہ اللہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔

علی بن الحسین الهاشمیؓ یہ علی بن الحسین اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔ یہ علیؓ اور اس کا باپ حسینؓ ہر دو مجهول ہیں۔ انہوں نے یہ روایت امام مالکؒ کی جانب منسوب کی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور اسے امام مالکؒ کی جانب منسوب کرنا یہ ایک جھوٹ ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۵۔

داوی یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ امام مالکؒ نے یہ روایت لیث سے سُنی ہے۔ اور لیث نے طاؤس سے۔ حالانکہ یہ ایک سرتاج جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ لیث دو ہیں۔ لیث بن سعد اور لیث بن ابی سلیم۔ اگر لیث سے مراد لیث بن سعد ہیں تو ان کی امام مالک سے خط و کتابت ضرور ہوئی۔ بلکہ امام لیث نے ایک مراسلہ میں امام مالکؒ کی فحش غلطیاں پکڑی ہیں جس کے ناقل امام شافعی ہیں۔ لیکن اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ امام مالک نے امام لیث بن سعد سے روایت سنی ہے تو ان امام لیث نے طاؤس بن کیسان سے کوئی حدیث نہیں سُنی۔ طاؤس سے روایت نقل کرنے والے امام لیث بن سعد نہیں۔ لیث بن ابی سلیم ہیں۔ کیونکہ لیث بن ابی سعد ۹۸ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور طاؤس بن کیسان کا انتقال ۱۱۸ھ میں یمن میں ہوا۔ بلکہ امام لیث کے جتنے ہم عصر ہیں ان میں سے کسی نے طاؤس سے روایت نہیں سُنی۔

لیکن اگر لیث بن ابی سلیم مراد لکھے جائیں تو یہ کوفہ کے باشندہ ہیں۔ امام لیث بن ابی سلیم احمد کا قول ہے کہ ان سے اگرچہ لوگوں نے روایت لی ہیں۔ لیکن یہ مضطرب الحدیث ہیں۔

یحییٰ بن معین اور نسائی کا قول ہے ضعیف ہے۔ زبیر بن عیینہ سے ایک قول یہ مروی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ آخر عمر میں اسے اختلاط ہو گیا تھا۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ سنت کا پابند تھا۔ لیکن اس پر لوگوں نے جو اعتراضات شروع کئے وہ اس بات پر کئے گئے کہ اس نے دعویٰ کیا کہ عطاء، طاؤس اور مجملہ ایک جگہ جمع ہوئے۔

ابو بکر بن حلیش کا قول ہے کہ لیث لوگوں سے زیادہ نماز اور روزوں میں کثرت کرتا۔ لیکن اگر غلطی کوئی بات زبان سے نکل جاتی تو اسے ماننے کے لئے تیار نہ ہوتا۔

ابن شوذب نے اس لیث سے نقل کیا ہے کہ میں نے کوفہ کے ابتدائی شیعوں کو دیکھا ہے کہ وہ ابو بکر و عمرؓ پر کسی کو فضیلت نہ دیتے۔

ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ میں جب بھی اس لیث کے پاس جا کر بیٹھا تو میں نے اس سے دعائیں سنیں جو کبھی میں نے اس سے نہ سُنی تھیں۔

عبد اللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد کو فرماتے سنا ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان کو دیکھا وہ جتنی بڑی رائے عین اشخاص کے بارے میں رکھتے تھے اتنی بڑی رائے کسی اور کے بارے میں نہ رکھتے۔ اور اس موضوع پر کسی سے بات کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ عین اشخاص یہ ہیں۔ لیث بن ابی سلیم، محمد بن اسحاق اور ہاشم

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ لیث بن ابی سلیم، عطاء بن السائب سے زیادہ ضعیف ہے۔ ابو کل بن الفضل کا بیان ہے کہ میں نے عیسیٰ بن یونس سے لیث بن ابی سلیم کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا میں نے جب اسے دیکھا تو اسے اختلاط پیدا ہو گیا تھا۔ بعض اوقات میں مین دوپہر کے وقت ماہ سے گزرتا ہوں اور وہ منہ پر کھڑا اذان دیتا ہوتا۔ ^{۳۳} ہمیں اس کا انتقال ہوا۔ بخاری کے علاوہ تمام محدثین نے اس روایات لی ہیں۔

مدینہ میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لائق نہیں

حضرت سعید کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی بار علی کے لئے یہ کھدکنا کراے علیؓ دینے میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لائق نہیں۔ اور تو میری جگہ ایسا ہی ہے۔ جیسے ہارون موسیٰ کی جگہ تھے۔ ^{۳۴} میزان الحج اس روایت کا راوی حفص بن عمر ^{۳۵} لابی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی تمام روایات منکر ہوتی ہیں۔ خواہ بلحاظ سند منکر ہوں یا بلحاظ متن، یہ شخص ضعف کے زیادہ قریب ہے۔

ابو ہاشم کا بیان ہے کہ یہ ایک استاد تھا۔ لیکن کذاب تھا۔ اہل ابن حبان کو یہ ضرور وہم ہوا کہ انھوں نے اُبتی کو خطبہ قرار دے دیا۔ اور اس کے بعد ابن حبان نے تحریر کیا کہ اس نے ابن ابی ذئب۔ ابراہیم بن سعد۔ یزید بن عیاض اور مالک بن انسؓ سے نقل کیا ہے یہ حضرات کہتے ہیں کہ ہم سے نہ ہر تے بیان کیا کہ میں نے سعید سے دریافت کیا تم نے مذکورہ بات حضورؐ سے سنی، سعید نے اس کا انکار کیا۔

محمد بن سلیمان بن الحدیث کا بیان ہے کہ ہم سے حفص بن عمر ^{۳۶} لابی نے یہ حدیث بیان کی۔ اور اس حدیث

کا ابتدائی حصہ باطل ہے۔

حقیقی کا بیان ہے یہ شخص بن عمر شعبہ، مسعر، مالک بن مغول اور ائمہ سے باطل روایات نقل کرتا ہے

میزان ج ۱ ص ۵۲

اس شخص کا دعویٰ ہے کہ اس نے روایت امام مالک، ابن ابی ذئب، ابراہیم بن سعد اور زید بن عیاض سے سنی ہے۔ اور انہوں نے امام زہری سے۔ اور انہوں نے سعید سے۔ جلاکھ ابراہیم بن سعید زہری کے شاگرد نہیں بلکہ استاد ہیں۔

نیز یہ راوی یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ زہری نے یہ روایت سعید سے سنی، اور سعید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اگر سعید سے مراد سعید بن زید بن عمرو بن نفیل صحابی ہیں تو وہ توفہ زہری کو بیدائش سے قبل انتقال کر گئے تھے۔ تو زہری ان سے کیسے روایت سنتے۔ اور اگر سعید سے مراد سعید بن المہلب ہیں تو بے شک زہری نے ان سے روایات سنی ہیں۔ لیکن ان سعید نے حضور کو دیکھا تک نہیں۔ کیونکہ یہ سعید ۲۳ھ میں پیدا ہوئے الغرض یہ روایت ہر دو صورت میں جھوٹ ہے۔ لیکن آخری حد کہ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہاروی موٹی کی جگہ تھے یہ حد ثابت ہے۔

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ اے علی مدینہ میرے اہل تیرے علاوہ کسی کے لائق نہیں یا کوئی اور شخص مدینہ کے لائق نہیں۔ اس کا فیصلہ تو تاریخ۔ کر چکی ہے۔ کہ ہزار ہا افراد نے مدینہ میں جہاں دی لیکن حضرت علی مدینہ چھوڑ کر کوثر چلے گئے اہل مدینہ وہیں شہید کئے گئے۔ گو یا کہ اگر مدینہ نامناسب تھا تو صرف حضرت علی کے لئے۔ اور جس لوگوں کے لائق تھا۔ انہوں نے اپنا قتل گوارا کیا لیکن مدینہ چھوڑنا گوارہ نہ کیا۔ یعنی حضرت عثمانؓ۔

تبرانیوں کو ایسی روایات وضع کرنی چاہئیں تھیں جس سے کم از کم ایک عام انسان مغالطہ کھا سکے اس روایت سے اٹھ یہ ثابت ہوگا کہ اے علی تو مدینہ کے لائق نہیں یا مدینہ تیرے لائق نہیں۔ عیاد آباد۔

اونٹ کی خریداری

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک اسرائیلی اونٹ لے کر آیا کہ اب میں فروخت کر سکے۔ عھران کا ہمارا نام

کرنے گئے۔ عمر ایک ایک اونٹ کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگے۔ اور اسے پیرہتے تاکہ اونٹ کھڑا ہو سکے۔
عمر اس کا دل دیکھ سکیں۔ اس پر وہ شخص بولا تیرا باپ نہ ہو میرے اونٹوں سے پیچھے ہو جا عمر اس پر بھی باز نہ
آئے تو وہ شخص بولا۔ میں خیال ہے تو بہت بُرا آدمی ہے۔

جب عمر اس کام سے فارغ ہو گئے تو اس سے اونٹ خریدا اور کہنے لگے کہ اسے کھینچ کر لا اور اس کی قیمت
لے لے۔ اس امر الی نے کہا اچھا میں اس کا بکھار اور لگام اتار دوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے جب اونٹ خریدا
تو تو یہ چیزیں اس پر موجود تھیں۔ اس پر امر الی بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو بہت بُرا آدمی ہے۔

یہ دونوں باہم جھگڑ رہے تھے۔ اتنے میں حضرت علیؓ آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے اونٹ والے سے کہا کیا تو اس
پر راضی ہے کہ یہ شخص میرے اور تیرے درمیان فیصلہ کر دے۔ اونٹ والے نے اقرار کیا۔ حضرت عمرؓ نے علیؓ کے
سامنے سارا قصہ بیان کیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے عرض کیا۔

اے امیر المومنین! اگر اونٹ خریدتے وقت آپ نے کہا ہے کہ اس کی شرط لگائی تھی۔ تب تو یہ آپ کی ہیں
ورنہ اونٹ کا مالک اپنے دام میں اس قیمت پر رضامند کر سکتا ہے۔ الحدیث۔۔۔ میزان ج ۱ ص ۵۵

حفص بن اسلم الاصغر اس کا بڑی شخص بن اسلم الاسمر ہے۔ ابن سعدی کا بیان ہے کہ یہ عجیب
عجیب کہانیاں نقل کرتا ہے۔ بخاری کا بھی یہی بیان ہے۔ ابن حبان
کہتے ہیں۔ یہ بے اصل روایات نقل کرتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ اس نے یہ روایت خود وضع کی ہے
میزان ج ۱ ص ۵۵۔

یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ نے مزاحاً ایسی بات فرمائی ہو اور اسی لئے حضرت علیؓ پر فیصلہ چھوڑا ہو لیکن
راوی نے اپنے دل کا خباثت کائن کے لئے اسے افسانوی رنگ دے دیا ہو۔ ورنہ جو فیصلہ حضرت علیؓ نے دیا ہے
وہ تو ایک عربی مدرسہ کا حکم بھی دے سکتا ہے۔ اور ایک باہل شخص بھی یہ بات بجاننا چکا کہ خریداری کے معاملہ
میں وعاشیہ داخل ہوتی ہیں جن کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ معاملہ صرف اونٹ کا ہوا۔ اس کے لگام اور کباڑے کا نہیں ہوا۔
ہمارے نزدیک اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کی روایت ثابت ہوتی ہے کہ انہیں رُکھا جا رہا ہے اور ان کے
باپ کو بددعائیں دی جا رہی ہیں۔ لیکن ان کے چہرے پر بل نہیں آتا۔ ویسے رافضیوں سے ہماری التجا ہے

کہ جب ہٹا کرنا ہو تو کسی افسانہ کے پردے میں نہ کیجیے۔ بلکہ مرد بھی کریت کریں۔ ہم لوگ اس قسم کی باتوں کو نزدیکی قرار دیتے ہیں۔

مجھے تین قسم کے لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے

حضرت علیؑ فرماتے ہیں مجھے تین قسم کے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جہاد کر کے قتلنے والے (اکثرین) برابری کا دعویٰ کرنے والے (قاسطین) حد سے نکل جانے والے (خارجین) سے۔

یہ روایت حضرت ابوالیوب انصاریؓ کے نام سے اگرچہ پہلے گزری چکی ہے۔ لیکن اول تو وہ روایت اوصوی تھی۔ دوئم وہ ابوالیوب انصاریؓ سے مروی تھی۔ اور یہ حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ اس لئے اسے پیش کر رہے ہیں۔

اول تو اس کے اوپر کے دور مروی مطلقاً وبراہیمؓ بھی اپنے زمانے میں اہل سنت کے امام ہیں۔ ان مایہ مذہب قطعاً نہ تھا۔ لیکن ابراہیمؓ بھی کے بعد کے جتنے راوی ہیں وہ سب روایات قابلِ غور ہیں۔

اگرچہ اس سے تمام اصحاب صحاح نے روایت لی ہیں۔ لیکن تب بھی ذہبی لکھتے ہیں **حکیم بن جبیر** کہ شیعہ مقلد مغرور اس شیعہ ہے (گویا کہ اگر زیادہ شیعہ مقلد تو پھر کوئی عیب پیدا ہوتا۔

امام احمد کا بیان ہے کہ شعیف ہے مسند کے الحدیث ہے۔ بخاری کا قول ہے کہ شعبہ کو اس میں کلام تھا۔ لیکن تب بھی بخاری نے کتاب الضعفاء الصغیر ص ۲ پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ مرتب ہے۔ کتب الضعفاء والمترکین ص ۴

معاذ کا بیان ہے کہ میں نے امام شعبہ سے عرض کیا کہ مجھ سے حکیم بن جبیر کی روایت بیان کیجیے۔ انہوں نے فرمایا اس کی روایت بیان کرنے کے بعد مجھے اپنے ہتھم میں بالے کا خوف پیدا ہو جاتا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ قول اس امر کا ثبوت ہے کہ شعبہ نے بعد میں اس کی روایت ترک کر دی تھی۔ علی ابن الدین کا بیان ہے۔ کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا اس نے بہت کم روایات بیان کی ہیں۔ زائدہ نے اس کی روایت لے لی۔ اور شعبہ نے حدیث مسند کاٹ

اس کی نواہت ترک کر دی تھی۔ وہ روایت یہ ہے کہ جس کے پاس پچاس درہم موجود ہوں اس کے لئے صدقہ حلال نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

فلاس کا بیان ہے کہ سختی بن سعید اس کی روایات لیتے لیکن عبدالرحمن بن مہدی اس کی روایات نہ لیتے۔ عبد الرحمن کا یہ بھی بیان ہے کہ اس کی روایت بہت تھوڑی ہیں۔ لیکن ان میں منکرات بھی شامل ہیں۔

جوز جانی کا بیان ہے کہ حکیم بن جبیر کذاب ہے۔ میزان ج ۱ ص ۸۴
حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔

یہ ضعیف ہے اور اس پر تشیع کا الزام ہے۔ اس کا انتقال ۱۵۸ھ کے بعد ہوا۔ تقریب التہذیب ضعیف نسائی لکھتے ہیں۔ یہ حکیم بن جبیر کوفہ کا باشندہ ضعیف ہے۔ الفعفا والمروکین للنسائی ص ۳۱۔

فطر بن خلیفہ اس حکیم سے یہ روایت نقل کرنے والا فطر بن خلیفہ الخزومی ہے۔ اس کی روایات مسلم کے علاوہ اور بقیہ تمام کتابوں میں باقی باقی ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔
یہ سہا ہے لیکن اس پر تشیع کا الزام ہے۔ ۱۵۸ھ کے بعد اس کا انتقال ہوا۔ تقریب ص ۲۴۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں اسے امام احمد و غیر نے ثقہ کہا ہے۔ ابوماتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ دارقطنی لکھتے ہیں یہ قابلِ حجت نہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ انشاء اللہ یہ ثقہ ہے اگرچہ کچھ لوگوں نے اسے ضعیف کہا ہے۔

ابوبکر بن عباس کا بیان ہے کہ میں نے اس کی روایت اس لئے لینا چھوڑ دی کہ اس کا منصب بہت بُرا تھا۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اگرچہ سختی بن سعید انقطاع نے اسے ثقہ کہا ہے۔ لیکن یہ غالی قسم کا خشبی تھا یعنی لکڑی کا بھاری۔ (لکڑی سے مراد وہ لکڑی ہے جس پر زید بن علی بن حسین کو پھانسی دی گئی تھی۔ گویا یہ فرقہ خشبیہ عیسائیوں کی دوسروں صنف ہے۔ کیونکہ دونوں صلیب کے بھاری ہیں)

احمد بن یونس کا بیان ہے میں اس کے سامنے سے گزرتا۔ اور اسے اس طرح نظر انداز کر کے لکل جاتا جیسے کوئی کتے کو نظر انداز کرتا ہے۔ امام احمد اور یحییٰ بن معین اسے اگرچہ ثقہ قرار دیتے ہیں لیکن

وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ شیعہ ہے اور خشبی ہے۔ جو زمانی کا بیان ہے۔ یہ ثقہ نہیں گمراہ ہے۔ ۱۵۵ء میں اس کا انتقال ہوا۔

حدیث کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر راوی کسی شیعہ یا بدعتی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو خواہ وہ سچا کیوں نہ ہو۔ اس کی وہ روایت ہرگز قبول نہ کی جائے گی جس سے اس کے مذہب کی تائید ہوتی ہو۔ اور اس روایت سے چونکہ ان کے مسکک کی تائید ہوتی ہے۔ لہذا یہ روایت قطعاً مردود ہے۔

عبد اللہ بن موسیٰ اس فطر سے نقل کرنے والا عبد اللہ بن موسیٰ العباسی الکوفی ہے۔ اس کی روایات تمام کتب صحاح میں ہیں پائی جاتی ہیں۔ امام بخاری کا اسٹا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اگرچہ یہ ثقہ ہے۔ لیکن آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

بخاری بن عیین کا بیان ہے کہ ثقہ ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اگرچہ یہ ثقہ ہے لیکن ابوالقیم اس سے بہتر ہے۔ ہاں جب اسرائیل سے روایت کرے تو وہ صحیح ہوتی ہیں لیکن یہ روایت اس فطر سے نقل کی ہے (احمد بن عبد اللہ العجلی کا بیان ہے کہ قرآن کا زبردست عالم تھا میں نے کبھی اسے اوپر سر اٹھائے یا ہتھتے نہیں دیکھا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں تو آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

مہمونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں یہ عبد اللہ احمد حدیث میں خط ملط کرتا تھا۔ اس نے بدترین قسم کی روایات نقل کی ہیں۔ اور ان بلاؤں کو پھیلانے والا بھی وہی ہے۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا۔ لیکن میں نے اس سے روایات مننا پسند نہیں کیا۔ ایک محدث نے عرض کیا کیا میں اس سے روایات لے لوں؟ امام احمد نے منع فرمادیا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا ۲۱۳ھ میں انتقال ہوا۔ بہت عابد و زاہد اور متقی انسان تھا۔ (یعنی زہد و تقویٰ کی بناء پر شیعہ کا پرچار کیا کرتا تھا۔ جس پر آج تک تمام صوفیاء عمل پر انفراتے ہیں)

علی کے باعث مجھے پانچ خوبیاں دی گئیں

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے علیؓ کے باعث پانچ

خصیتیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں تھیں۔ ایک تو علی میرا قرض ادا کرے گا۔ میری شرمگاہ کو چھپائے گا۔ میرے عرض سے لوگوں کو (سُنیوں کو) ہٹائے گا۔ اور قیامت کے روز میرا جھنڈا اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور پانچویں چیز یہ ہے کہ میں اس سے اس بات خائف نہیں کہ پاکدامنی کے بعد وہ زنا کرے یا ایمان کے بعد کفر کرے۔ میزان ج ۱ ص ۶۲۲۔

جہاں تک قرض کی ادائیگی کا تعلق ہے تو دنیا جانتی ہے کہ یہ قرضہ ابو بکرؓ نے ادا فرمایا تھا۔ اور دراصل یہ قرض کی ادائیگی اس شخص کے ذمہ تھی۔ جو خلیفہ وقت ہو۔ اور چونکہ حضرت علیؓ خلیفہ نہیں ہوئے۔ اس لیے یہ بدنام کے ذمہ نہیں آیا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ہمارے مومنین بھال زبردستی حضرت علیؓ کے ذمہ ادائیگی کا بد بھی ڈال دیں۔ تو پھر حق بات یہ ہے کہ ابھی تک وہ قرضہ ادا نہیں ہوا۔ ہماری بھی خواہش ہے کہ ایسا شخص پیدا ہو جو مومن بھائیوں سے قرضہ وصول کر سکے۔
 عرض کوثر پر ابو بکرؓ ہوں یا علیؓ ان میں سے کوئی بھی ساتی گری نہ کرے گا۔ اس کے ساتی تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔

جہاں تک جھنڈے کا تعلق ہے تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔
 ولواء الحمد بیدی و آدم وما
 اود محمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا اور آدم اور ان کے سوا ہمت لوائی۔
 کے سوا تمام افراد میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔
 شادی کے بعد زنا اور ایمان کے بعد کفر یہ ایسے عیوب ہیں جن کا کوئی مسلمان تصور نہیں کر سکتا۔
 اس میں حضرت علیؓ کی تخصیص کیا ہے کہیں یہ کسی پر تبرا تو نہیں۔ یا یہ تو مقصد نہیں کہ وفات رسول کے بعد سب کافر و مرتد ہو گئے تھے۔

خلف بن المبارک
 حقیقی کا بیان ہے کہ اس کا راوی خلف بن المبارک ہے۔ جو اسے شریک روایت کر رہا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ خلف کون ہے۔ اور نہ یہ روایت خلف کے علاوہ کوئی اور نقل کرتا ہے۔

شریک بن عبد اللہ

غلف کی جہالت کے علاوہ روایت شریک سے مروی ہے۔ اور شریک بن عبد اللہ بن سنان شیعہ ہے اور اس کا ملاحظہ بھی خراب تھا اگر غلف معروف بھی ہوتا اور ثقہ بھی ہوتا تب بھی شریک کی موجودگی اس روایت کو مشکوک بنا دیتی ہے۔ شریک نے یہ روایت ابواسحاق سبعی سے نقل کی ہے جو مسئلہ امام ہیں لیکن تدیس سے کام لیتے ہوئے درمیان سے ضعیف راوی گرامیتے ہیں۔ بلکہ بقول عبد اللہ بن المبارک اہل کوفہ کو دو شخصوں نے مرض تدیس میں مبتلا کیا ہے۔ ابواسحاق اور آتش۔ ذہبی کا قول ہے کہ اس روایت کا ابواسحاق سبعی سے کوئی تعلق نہیں۔

راوی کا دعویٰ ہے کہ ابواسحاق نے یہ روایت عمارت سے نقل کی ہے۔ وہ حضرت علیؑ سے ناقل ہے۔ یہ عمارت کون حضرت ہیں۔ ذرا ان کا چہرہ مہرہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

عمارۃ کے باپ کا نام عبد اللہ ہے۔ ہمدان کا باشندہ ہے۔ تابعین میں بڑے عمارت الا عور علماء میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت علیؑ کے مخصوص شاگردوں میں داخل ہے۔ اس کے شاگردوں میں عمر بن مرہ اور ابواسحاق شعبی ہیں۔

شعبہ کا بیان ہے کہ اس ابواسحاق نے عمارت سے صرف چار روایات سنی تھیں۔ محلی کا بیان ہے کہ ابواسحاق عمارت کی چار روایات نقل کرتے ہیں وہ عمارت کی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔ جو اتفاق سے ان کے ہاتھ آگئی تھی۔..... غالباً یہ روایت بھی اس لال کتاب کی ہے۔

غیرہ نے شعبی تابعی سے نقل کیا ہے کہ عمارت امور کذاب ہے۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں عمارت منہم ہے۔ غیرہ کا بیان ہے یہ عمارت حضرت علیؑ سے جتنی روایات نقل کرتا ہے۔ ان میں سے ایک روایت میں بھی بے سچا نہیں سمجھا جاتا۔

اس کی روایات ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ بھ حیرت تو امام نسائی پر ہے کہ وہ رجال اور جرح و تعدیل کے امام ہیں اور عمارت کو ضعیف کہتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کی روایات نقل کرتے ہیں۔ لیکن نسائی نے زیادہ تر اس کی روایات فرائض میں نقل کی ہیں اور سنا ہے کہ عمارت فرائض کے

مسئلہ میں امام ماننا ہے۔

علی بن المدینی فرماتے ہیں۔ حادثہ کذاب ہے۔ جریر بن عبد الحمید کا بیان ہے کہ حادثہ ایک ذلیل انسان ہے (جریر کی شہادت اس سلسلہ میں قابلِ غور ہے۔ کیونکہ جریر خود بھی شیعی ہے)۔
یہی بن یحییٰ اور دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات درست نہیں ہوتیں۔

شعبی تابعی کا قول ہے کہ اس امت میں جتنا جھوٹ حضرت علیؓ پر بولا گیا اتنا کسی انسان پر نہیں بولا گیا۔ غالباً امام شعبی اس جھوٹ کی بات کر رہے ہوں گے جو ان کی حیات میں بولا گیا اور جو ان کی وفات یعنی سال ۴۰ھ کے بعد جھوٹ بولا گیا اس میں اگر پہلا ہی شامل کر لیا جائے تو غالباً پوری امت پر اتنا جھوٹ نہ بولا گیا ہو گا جتنا حضرت علیؓ پر بولا گیا۔

امام محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ سے منہی روایات ہیں وہ عام طور پر باطل ہیں۔
ابو اسحاق سبعی جو یہ روایت حادثہ سے نقل کر رہے ہیں ان کا قول ہے کہ حادثہ کذاب ہے۔
عقلمند کا بیان ہے کہ حادثہ دعویٰ کیا کرتا تھا کہ قرآن حاصل کرنا آسان ہے لیکن وہی حاصل کرنا اس سے زیادہ مشکل ہے۔

امام شعبی نے ایک بار حادثہ کی حدیث بیان کی اور فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حادثہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

بندار کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اور عبد الرحمن بن ہمدانی نے میرے ہاتھ سے قلم لیا۔ اور حادثہ کی تقریباً ان چالیس روایات پر پھیر دیا جو اس نے حضرت علیؓ سے روایات کی تھیں۔

حمزہ الزیات کا بیان ہے کہ مرثد الہمدانی نے اس حادثہ سے کوئی ایسی بات سنی جو انہیں معلوم ہوئی۔ اس کے بعد حادثہ بولائے درامیٹھویں ایسی آتا ہوں یہ کہہ کر وہ اندھ چلا گیا۔ مرثد الہمدانی نے تلوار کھینچ لی۔ جس کا احساس حادثہ کو بھی ہو گیا اور وہ بھاگ گیا۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حادثہ غالی قسم کا شیعوں تھا۔ حدیث میں وہی انسان تھا۔

ابو بکر بن ابی داؤاد کا بیان ہے کہ حدیث احمد سب سے زیادہ فقہیہ۔ سب سے زیادہ فرائض کا ماہر اور سب سے زیادہ حساب جانتا تھا۔ حضرت علیؓ سے اس نے فرائض کا علم حاصل کیا۔ حدیث کی روایت سنن ابوداؤد میں پائی جاتی ہیں۔ اور نسائی رجال کے معاملہ میں بہت سخت ہیں لیکن انہوں نے اسکی روایت کو اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔ اور جبہور علماء اس کی روایت کو ناقابل قبول قرار دیتے اور غامض طور پر وہ روایات جو ابواب کے تحت ہوں۔ جیسے شعبی کہ اسے کذاب بھی کہتے اور اس سے روایت بھی لیتے ہیں۔ بظاہر ہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ گھنگو میں اسے جھوٹوں میں شمار کرتے ہوں۔ لیکن حدیث میں نہیں۔

ترو بن خالد نے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود کے پانچ شاگرد ہیں۔ جن سے علم حاصل کیا جاسکتا ہے۔ میں نے ان میں سے چار کو پایا اور حدیث نہ مل سکا حالانکہ یہ لوگ حدیث کو اسے جداول سے افضل کہتے۔ حالانکہ حدیث ان میں بہتر تھا۔ اور باقی تین میں اختلاف تھا۔ کہ کون افضل ہے۔ معلقہ، مسروق اور عبید۔

حدیث کا انتقال ۲۵ھ میں ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۲۳۵

امام بخاری تاریخ الصغیر میں لکھتے ہیں کہ حدیث بنی عبداللہ الہمدانی کے بارے میں ابراہیم کا قول ہے یہ متہم ہے۔ الضعفاء الصغیر ص ۲۸۔

امام نسائی لکھتے ہیں۔ یہ حدیث قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۷۱ دارقطنی لکھتے ہیں، یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۷۱۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ روایت ابواسحاق باطل ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

**حضرت علیؓ جنت کی ایک اونٹنی پر
سوار ہو کر آئیں گے**

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں براق پر سوار ہو کر

اؤں گا۔ اور میرے بھائی سانچ اوٹنی پر ہوں گے۔ میرے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ پر سوار ہوں گے۔ اور میرے بھائی علی جنت کی اوٹنی پر سوار ہوں گے۔ ان کے سر پر نوہ کاتاج ہوگا۔ میزان ج ۱ ص ۶۵۲

یہ روایت ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کی ہے۔ ذہبی کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت کافی طویل ہے۔ اس کا راوی خزیمہ بن مہان المرزبی ہے۔ اس سے صرف یہی ایک موضوع روایت مروی ہے۔ یا قویہ خود اس کی وضع کردہ ہے یا محمد بن احمد بن الحسن الطحاوی کی وضع کردہ ہے۔ کیونکہ خزیمہ سے اسی نے اسے روایت کیا ہے اور یہ ہر دو راوی مجہول ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۶۵۲

ویسے اس سے قبل روایت گزر چکی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اوٹنی رضی اللہ عنہ پر سوار ہوں گے لیکن مشکل یہ پیدا ہوتی ہے کہ خواہ رضی اللہ عنہ پر حضرت سوار ہوں یا آپ کا کوئی بھائی لیکن کیا قیامت کے دن جانور بھی زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو ان تمام روایات کو ردی کی ٹوکری میں پھینکا ہوگا اور اگر جواب اثبات میں ہے کہ جانور میں اٹھائے جائیں گے تو اتنے بڑے ربوڑ کے داخلہ کو ثابت کرنا ہوگا۔

ہاں ہمیں تب بھی شکال باقی رہے گا کہ ہاشمیوں میں سے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے مقام کا تو ہمیں پتہ چل گیا۔ لیکن حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ بن عمارؓ جو جنگ بدر کے پہلے شہید نہیں ہوئے بے جا رہے پیدل لڑتے ہوں گے۔ اور ہم یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ کس جہالت کا ساتھ دیں۔ آپ سوچ کر ذرا مل تلاش کریں۔ اہل کم از کم پہلے یہ طے کریں کہ حضرت علیؓ جنت کی اوٹنی پر سوار آئیں گے یا حضورؐ کی اوٹنی پر۔

مومن صاحبان جب یہ فیصلہ کر لیں تو ہمیں مطلع کر دیں۔

جو میرے اہل بیت سے بغض رکھے گا

وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی

اسے علیؑ سے محبت کرنی چاہیے۔ اور جس نے علیؑ سے محبت کی ہے اسے میری بیٹی فاطمہؑ سے محبت کرنی چاہیے۔ اور جس نے میری بیٹی فاطمہؑ سے محبت کی ہے اسے ان کے بیٹوں حسن و حسینؑ سے محبت کرنی چاہیے۔

یاد رکھو کہ اہل جنت باہم خوشی کا اظہار کریں گے اور ان کے دیدار میں جلدی کریں گے۔ ان کی محبت ایمان اور ان کا بغض نفاق ہے۔ اور جس نے میرے اہل بیت میں سے کسی سے بغض رکھا وہ میری شفاعت سے محروم رہا۔ کیونکہ میں نبی مکرم ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے صداقت کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ تو میرے گمراہوں سے محبت کرو۔ اور میرے بھائی علیؑ سے بھی محبت کرو۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اس کا دافع عبد اللہ بن حفص ہے۔ اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ قابل اعتبار نہیں ہے۔

آل محمدؑ نبوت کے درخت ہیں

حضرت برادر بن عازبؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً آل محمدؑ شجرہ نبوت ہیں۔ آل رحمت ہیں۔ رسالت کا مقام ہیں۔ فرشتوں کے آنے کی جگہ ہیں اور علم کی کان میرے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے وضع کی گئی ہے اور جویر اور بحر المتآدوں میں متروک ہیں۔ موضوعات ۲۵۴ م۔ اس روایت میں پورا مذہب تشیع ظاہر کیا گیا ہے۔ جب آل محمدؑ شجرہ نبوت ہوئے تو ابھی نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور چونکہ یہ حضرات آل رحمت ہیں اسی لئے ان کے پاس فرشتے آتے رہتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے یہ سب حضرات علم کی کان ہیں۔

ابن جوزی نے صرف دو افراد کی جانب اشارہ کیا ہے۔ لیکن ہم ان کے ساتھ کچھ اور بھی افراد

شامل کر دیتے ہیں۔

ضحاک یہ مزاحم، لطیفی کا بیٹا ہے۔ مفسر ہے۔ ابن معین نے اس کی کینت ابراہیم بن قیس کی ہے۔
اور فلاس نے ابو محمد۔ یہ شخص بچوں کو ادب سکھایا کرتا۔ اس کے مکتب میں تین ہزار
بچے تھے اور یہ گدھے پر سوار ہو کر ان سب پر چکر لگایا کرتا۔

ایک روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ماں کے پیٹ میں دو سال رہا۔ یحییٰ بن سعید القطان
کا بیان ہے کہ شعبہ اس امر کے منکر تھے کہ ضحاک نے ابن عباس سے ملاقات کی ہو۔
یہاں کسی نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عبدالملک بن مینرہ سے سنا وہ فرماتے تھے
کہ ضحاک نے ابن عباس سے کوئی ملاقات نہیں کی۔ ہاں وہ مکے میں سعید بن جبیر سے ملے اور
ان سے تفسیر حاصل کی ہے۔

شعبہ نے مشافہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے مشافہ سے دریافت کیا کہ ضحاک نے ابن عباس
سے کوئی روایت سنی ہے۔ انہوں نے جواب دیا اس نے ابن عباس کو دیکھا تک بھی نہیں۔
یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے کہ یہ ضحاک ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔ امام احمد یحییٰ بن
معین اور ابو زرہ نے اسے تقریر کر دیا ہے اور یحییٰ بن معین کا یہ بھی بیان ہے کہ ضحاک مشرق سے
مراویہ ضحاک ہے۔

ابن عسکری کا بیان ہے کہ ضحاک بن مزاحم مفسر کی حیثیت سے پوچھا جاتا ہے۔ لیکن ابن عباس
ابو ہریرہؓ اور وہ تمام صحابہ جن سے یہ روایت کرتا ہے۔ اس کی اس بات پر اعتراض ہے اور صحابہ
سے اس کی روایت قابل اعتراض ہے۔ مثلاً میں اس کا انتقال ہوا۔

گویا کہ ضحاک نے یہ روایت جریرؓ سے نقل کی ہے اس پر اعتراض ہے کہ جریرؓ سے اس نے ملاقات
بھی کی یا نہیں۔ معنفین صحاح نے اس کی روایت نہیں لی۔

ضحاک سے یہ روایت نقل کرنے والا ابو جریج بن سعید ہے۔ ابن ماجہ نے اس سے روایت
جو ابو جریج بن سعید سے نقل کی ہے۔ قلیلہ آدو سے نقل رکھتا ہے۔ بیخ کا باشندہ ہے

مفسر ہے۔ ضحاک کا شاگرد ہے۔ بلکہ ابن عباسؓ کی روایت کا مفسرین کے یہاں ایک سلسلہ اس سے چلا ہے۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ جویر کچھ نہیں۔ جوڑ جانی کہتے ہیں اس کی مرویات میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ نسائی اور دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے یہ متروک ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس نے کچھ روایات حضرت انسؓ سے سنی ہیں۔ اس سے حماد بن زید اور ابن ابی بکر نے روایت نقل کی ہے۔

اس جویر نے ضحاک کے ذریعہ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ جوہر محرم کو اشعث کا سر لگا گئے گا اس کی آنکھیں کبھی دیکھنے نہ آئیں گی۔

ابو قتادہ انس بن سید القطان سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے صحابہ سے تفسیر اخذ کرنے میں بہت تاہل سے کام لیا ہے۔ حدیث میں ان کو منہ نہ لگاؤ۔ پھر قتادہ نے یث بن ابی سلیم، جویر، ضحاک اور محمد بن اسباب بھی لکھی کہ نام لیا اور فرمایا ان لوگوں کی حدیث میں تعریف نہیں کی جاتی اور ان سے تفسیر لکھی جاتی ہے! میزان ج ۱ ص ۴۲۔

بحر بن کشیر یہ بحر اشقاء سے مشہور ہے۔ اس کی کثرت ابوالفضل ہے۔ ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہے۔ اس کے مولیٰ بصرہ کے سہنے والے ہیں۔ ریگستان میں

حاجوں کو بانی پلاٹا۔ یہ حسن اور زہری سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے علی بن عمر نے روایت لی ہے۔ یزید بن زریع کا بیان ہے یہ کوئی شے نہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ اس کی روایت بھی نہ لکھی جائے۔ میں اس کے مقابلہ پر تمام لوگوں کو محبوب رکھتا ہوں۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں یہ قوی نہیں متروک ہے۔

بہائی کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

یہ ابو حنیفہ عمرو بن علی الفلاس کا واسطہ ہے۔ ابن ابی شیبہ نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ فرماتے ہیں اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ بحر ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعید

الظلمان اس سے راضی نہ تھے ۔

یزید بن زکریا کا بیان ہے کہ میں نے اس سے ایک روایت لکھی تھی ۔ اتفاق سے ایک بٹے آئے دو اس کے کا غلبہ پر ہانڈ کر کے چلی گئی ۔ بت میں اس کا انتقال ہوا ۔

اہل بیت سے بغض رکھنے والا قیامت کے دن یہودیت کی حالت میں اٹھے گا ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میں خطبہ دیا ۔ میں اس سن رہا تھا ۔ آپ فرما رہے تھے ۔ جس نے ہم اہل بیت سے بغض رکھا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز یہودی اٹھائے گا ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہوا اور روزہ رکھتا ہوا دیر گنا کرتا ہو کہ وہ مسلم ہے ۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں ۔ خواہ نماز پڑھے ، خواہ روزے رکھے خواہ یہ گنا کرے کہ وہ مسلم ہے ۔ اس سے صرف یہ قائم ہوگا کہ وہ اپنا خون کونے سے بچ جائے گا اور جزیہ ادا کرنے سے بچ جائے گا ۔

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اسے مجھے میری امت کے نام سکھائے جیسے آدم کو تمام نام سکھانے کے لئے اور میری امت کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی لکھارے پس چنسا ہر تو اس پر راجح الایمان و جہد و لا کا گذر ہوا اور میری امت علی انسان کے شیعوں کے لئے استغفار کریں ۔

سنان کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ جعفر بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور ان سے یہ روایت بیان کی ۔

عقیلی کا بیان ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں اور مسندین غالی راضی ہے جو قوعات ہجرت سب سے پہلے یہ اہل بیت نشین رہے کہ اہل بیت اگر عورت کی مناسبت سے بولا جائے

تو خاندہ مراد ہوتا ہے اور جب مرد کی مناسبت سے بولا جائے تو میریاں مراد ہوتی ہیں۔ قرآن میں جس جس مقام پر اہل بیت کا لفظ آیا ہے اس سے میریاں مراد ہیں یعنی اس لفظ کے لغوی معنی میں گھر وال یا گھر والا۔ اور بیٹیاں اور نواسے گھر والے نہیں ہوتے اور علیؑ الحفص اُس صورت میں جب کہا ہوں نے اپنا جدا گانہ گھر بسایا تھا۔ تو اس صورت میں ان حضرات کو بیت علیؑ میں تو شامل کیا جاسکتا ہے بیت النبی میں یہ حضرات ہرگز شامل نہیں ہو سکتے۔

فرقہ سبائیہ نے املاو علیؑ کو اہل بیت رسول بنا کر پیش کیا حتیٰ کہ اس کا انا پروردگار بیگنہ کیا کہ اب پاک دہندہ کا کوئی شخص ایسا نہیں جو اہل بیت کے معاملہ میں تشیع کا پیر و کار نہ ہو۔ حتیٰ کہ ہمارے علماء بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ یہ نماز روزہ اور نیک اعمال بہ سب اسلام ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں اصل شئے ایمان ہے اس لئے وہ خود کو مؤمن کہتے ہیں۔ اور ایمان کی سب سے اولین شرط یہ ہے کہ وہ ولایت علیؑ کا قائل ہو اور ولایت علیؑ کو کچھ پہچان کا فخر لے رہے ہیں کہ ابو بکر و عمرؓ اور عثمانؓ کو کایا دیتا اور انھیں کافر سمجھتا ہو۔ ان کے دور خلافت کو ایک فتنہ گردانتا ہو اور انہیں منافق سمجھتا ہو۔ اگر یہ سب کچھ سمجھنے اور ماننے کے لئے مینار ہوں تو آپؐ کے مؤمن ہیں۔ آپؐ کو نہ نماز کی ضرورت ہے اور نہ روزے کی۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ اصحاب الروایات شیعوں کی ایک اصطلاح ہے۔ ہر وہ شیعہ جو شیعوں کو قتل کرے وہ صاحب الروایہ ہے اور ہمارے سیدھے سادھے سُنی یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ جھنڈے امام ہمدانی کے ساتھ آئیں گے غالباً شیعوں کو قتل کرنے۔ اسی لئے آج کل اس ہمدانی پر خفیہ صاحب براجمان ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے یہاں گنجائش نہیں۔

اس روایت کا ایک راوی سَدَیْق ہے۔ جس پر ابن الجوزی نے الزام قائم کیا ہے۔ اب ان کا بھی کچھ حال ملاحظہ فرمائیے۔

سَدَیْق اس کے باپ کا نام میمون ہے مکہ کا باشندہ ہے رافضی ہے۔ اس نے نفسِ ذکیّہ

_____ کے ساتھ خروج میں حصہ لیا۔ منصور نے جب اس پر کامیابی حاصل کی تو اسے قتل کر دیا۔ عقلی کا بیان ہے یہ خالی رانگیوں میں سے تھا۔ میزان ج ۲ ص ۱۱۵۔
اس روایت کا ایک راوی۔

حَرْبُ ابْنِ الْحَسَنِ الطَّائِفِ
ہے۔ مذہبی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ یہ بات
اندر آئی ہے کہی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۹۔

ابن جزری کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس روایت کا تیار کرنے والا ذاریع ہے
موضوعات ج ۲ ص ۷۔

جناب ذاریع کا حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ہمارے
عارضین یہ ضرور ذہن میں رکھیں کہ اہل بیت کی محبت کے بغیر تمہارا کوئی کلمہ مقبول نہیں اور تم یہودی ہو کر
اٹھو گے۔

لیکن جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں پورے قرآن میں علیؑ و فاطمہؑ اور حسن و حسین کا
نام بھی نظر نہیں آتا۔ ہاں یہ بات ضرور ملتی ہے کہ اگر کوئی شخص اس بات کا دعویدار ہو کہ اللہ کے سوا
کوئی آفرین تو اس کی ایک نہ ایک روز مغفرت یقینی ہے۔ اور اللہ نے قرآن میں تمام نیک اعمال یا
کئے لیکن کسی مقام پر بھی آپ کو اعمال کے سلسلہ میں محبت علیؑ، حب فاطمہؑ اور حب حسین کا تذکرہ
نہ ملے گا۔ بلکہ ان چہار تن کی محبت ایک ایمان ہے جو آپ لوگوں کو قرآن سے دور رکھنے کیلئے افعال
کرائی جاتی ہے۔

شیعہ جب قبروں سے اٹھیں گے تو گناہوں سے پاک ہوں گے

حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؑ جب شیعوں کی قیامت کے
روز قبروں سے اٹھیں گے تو ان پر نہ کوئی گناہ ہوگا اور نہ کوئی عیب ہوگا۔ ان کے چہرے ہر صوفی کے
چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ کالے کپڑوں میں معمولی پیدری بھی چمکنے لگتی ہے، ان سے برائیاں دور کر

دی جائیں گی۔ ان کے لئے راہیں آسان کی جائیں گی ان کی پیشاب گاہوں کو چھپایا جائے گا۔ اور ان کے دل مطمئن ہوں گے۔ ان کو امن و امان عطا کیا جائے گا۔ ان سے غم اٹھائے جائیں گے۔ لوگ ان سے ڈریں گے لیکن انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ لوگ اس وقت تنگیوں میں ہوں گے لیکن ان لوگوں کو کوئی غم نہ ہوگا۔ ان کے چیلوں کے تسمے پسیدہ پر ماراؤٹینوں پر چپکتے ہوں گے۔ اور یہ اونٹنیاں بغیر کسی محنت کے ان کے تابع کر دی جائیں گی۔ ان کی گردنیں سونے کی ہوں گی۔ لیکن یہ سونا سرخ ہوگا۔ ریشم سے بھی زیادہ نرم ہوگا۔ اور یہ سب اللہ عزوجل کی جانب سے ان لوگوں کی کرامت ہوگی۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

محمد بن سالم حافظ علی بن الجیند کا بیان ہے کہ محمد بن سالم متروک ہے
محمد بن علی البرقی الازدی کا بیان ہے کہ محمد بن علی اور محمد بن سالم دونوں ضعیف ہیں۔

محمد بن سالم کی کثرت ابوتہل ہے۔ یہ ہمدان کا باشندہ ہے کوثر اگر سکونت اختیار کر لی۔ شعبی کا شاگرد ہے۔ ترمذی کا راوی ہے۔ محدثین نے اسے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔

جدائین المبارک فرماتے ہیں اس کی روایت کو دے مارو۔ یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ امام احمد اس کی حدیث روایت نہ کرتے۔ سحری کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۳ ص ۵۵۶۔

محمد بن علی الکندی۔ یہ ایک شخص کے واسطے سے جعفر سے روایات نقل کرتا ہے۔ اسے اُردوسی نے ضعیف کہا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۵۵۷۔

میرتی امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں

دیگر روایات کی طرح یہ روایت بھی عوام و خواص میں مشہور عام ہے۔ لیکن یہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم پر خالص جھوٹ ہے اور بازاری گپ ہے۔ امام احمد اس قسم کی روایات کو حدیث السوق، بازاری حدیث کہا کرتے تھے۔

علامہ علی قاری رقم طراز ہیں کہ دمیڑی، زکشی اور حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ یہ روایت بے بنیاد ہے سیوطی نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔ مومنوعات کبیر ص ۸۲۔
حافظ سخاوی رقم طراز ہیں۔

ہمارے شیخ ابن حجر اور ان سے قبل دمیڑی اور زکشی نے بیان کیا ہے کہ یہ روایت بے اصل ہے۔ بلکہ بعض حضرات نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس روایت کا کسی معتبر کتاب میں کوئی وجود نہیں۔
المقامہ الحمد فی بیان کثیر من الامارہ علی الاسنہ ص ۲۸۶۔ تمیز الطیب من الجنیث فی مایدر علی السنۃ الناس من الحدیث ص ۱۰۴ تذکرۃ المومنوعات لمحمد طاہر ہاشمی ص ۲۔

وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے

”آج کل“ وطنیت کا فتنہ ایک بہت بڑا فتنہ بن چکا ہے۔ بلکہ اس فتنہ نے قومیت کے فتنے کو ختم دیا ہے۔ آج کے دور میں یہ دونوں فتنے بڑی بڑی قوموں اور ملکوں کو نکلے جا رہے ہیں۔ ایک نیا قریہ دھندل رہا جاتا ہے کہ اس فتنہ نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا۔ اور انہیں ہزاروں ملکوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک زمانہ میں یہی لوگ اقبال کا یہ شعر پورا شیخ کا گانا گونایا کرتے تھے کہ

ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

لیکن اب وہی حضرات یہ لاگ لاپٹے لگے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”وطن کی محبت

ایمان میں داخل ہے“

ہم اس تفصیل میں ہرگز جانا نہیں چاہتے کہ اسلام میں وطن سے کیا مراد ہے اور کیا وطن کہ

محبت ایمان کا بھی جزو بن سکتی ہے یا یہ بھی بہت پرستی کی ایک شکل ہے۔ جس نے مسلمانوں میں ”لات و

منات کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ ہم تو صرف اس روایت کی حیثیت پر کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔
علامہ علی قاری لکھتے ہیں:-

زرکشی کہتے ہیں کہ میں اس روایت سے واقف نہیں۔ مسید معین الدین صفوی لکھتے ہیں یہ روایت ثابت نہیں۔ حافظ سخاوی فرماتے ہیں مجھے آج تک اس روایت کی سند کا پتہ نہیں چل سکا۔ یعنی یہ روایت ایک بازاری گپ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہے۔ موضوعات کبیر ص ۱۸۳ المقاصد الحسنہ ص ۱۸۳ تیسرا طبیب سن الجیش فی مایہ در علی السنۃ الناس من الحدیث ص ۶۸۔

جو شخص حضرت علیؑ کے جنگوں کے بارے میں شبہ کرے وہ کافر ہے

عبید بن ابی الجعد کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے جو جنگیں لڑیں ہیں ان کے بارے میں میرے
حضرت جابرؓ سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا جو ان جنگوں میں شک کرے وہ کافر ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۵۱
ہیں تو آج تک کسی جنگ میں بھی شک نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ جنگ صفین اور جنگ نہروان میں
بھی شک نہیں ہوا۔ ہاں ان صحابہ اور تابعین کو شک ضرور ہوا تھا جنہوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا
اور نہ ان کی بیعت کی۔ حتیٰ کہ شام میں جب امیر معاویہؓ سے جنگ بندی پر صلح ہوئی اور حضرت علیؑ نے
خلافت سے معزول کئے گئے تو ان کے پاس پورے ممالک اسلامیہ میں سے صرف کوفہ کی حکومت
رہ گئی تھی۔ اور لطف یہ کہ حضرت جابرؓ خود حضرت علیؑ کے ساتھ شریک نہ تھے بلکہ وہ اہل مدینہ
کے ساتھ تھے۔

اس داستان کا اصل مادہ سیّد الا بناری ہے۔ اس کی کینت ابرہہؓ ہے۔ مسلم
سویّد اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔

یہ حافظ الحدیث تھلا بہت سے اُکرنے اس سے روایات لی ہیں۔ جب اپنے مسودہ سے روایات بیان کرتا تو درست ہوتیں لیکن اگر حلقہ پر اعتماد کر کے بیان کرتا تو غلطیاں واقع ہوتیں۔

اس کی عمر کافی ہوئی۔ اور آخر میں نابینا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اگر کسی سے روایت بیان کرتا تو لوگ لقمے دیکر اس سے روایات میں اضافہ کرتے رہتے۔ ورنہ لحاظ تحریر یہ نقد ہے۔

ابو حاتم رکنی فرماتے ہیں یہ سچا انسان ہے لیکن تدلیس بہت کرتا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ حافظ حدیث میں سے ہے لیکن امام احمد اپنے بیٹوں کو اس سے محفوظ رکھتے۔ ابو ہریرہ کا بیان ہے اس کی نگہی ہوئی روایات صحیح ہوتی ہیں۔

بخاری کہتے ہیں اس کی حدیث مشکوٰۃ ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ نقد نہیں و کتاب الضعفاء للنسائی ص ۱۸۱ فرماتے ہیں نسائی کا بیان نقل کیا ہے کہ یہ شخص ضعیف ہے۔ اور ترمذی نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ بے پناہ ضعیف ہے۔

یہ ترمذی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ ایک انسان امام احمد کے پاس اس سونید کی کتاب الفضائل سے گزرا جس میں سونید نے حضرت علیؓ کو اول نمبر دیا تھا۔ اور ابو بکرؓ کا بعد میں تذکرہ کیا تھا اس پر امام احمد کو تعجب ہوا اور فرمایا کہ ممکن ہے کسی مخالف نے اس کی جانب سے یہ بات اڑائی ہو۔ علیؓ جزو کا بیان ہے یہ اگرچہ سچا ہے لیکن آخر میں نابینا ہو گیا تھا۔ لوگ اسے ان امور کی تلقین کرتے رہتے جو اس کی احادیث میں موجود نہ تھی۔

حضورؐ کی تائید حضرت علیؓ سے کی گئی

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے عرش پر یہ کلمات نکلے ہوئے تھے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ۔ محمد عبیدی و رسولی۔ ایدتہ بعلیہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

روہ میرا ایک لڑکھ ہے) محمد میرے بندے اور میرے رسول ہیں جن کی تائید میں نے علیؑ کے ذریعہ کی۔
حالانکہ اس عبارت میں وعدی کا لفظ عربی لفظ سے غلط ہے۔

اس روایت کا راوی عباس بن بکار الضبی البصری ہے۔ دارقطنی کا بیان
عباس بن بکار ہے۔ یہ عباس کذاب ہے۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۳۸۔

عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی روایات میں اکثر دہم پایا جاتا ہے کتاب الضعفاء للعقیلی ص ۱۳۲
ذہبی لکھتے ہیں کہ اس روایت کا واضح یہ ہے ذہبی نے عقیلی سے نقل کیا ہے اس کی اکثر احادیث
منکر ہوتی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۲۸۲۔

اس عباس نے یہ روایت خالد بن ابی عمر اللازدی سے نقل کی ہے جو قطعاً مجہول ہے۔
محمد بن السائب خاثر نے یہ کہانی محمد بن السائب انکی سے نقل کی ہے جو مشہور رافضی اور
کذاب ہے۔ اس کا تعنیلی حال پہلے گزر چکا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا جا
چکا ہے کہ اس نے ابو صالح کے نام سے ایک تفسیر وضع کی۔ جس کا نام تفسیر ابن عباس رکھا اور یہ
بھی بیان کیا کہ ابو صالح نے یہ تفسیر ابن عباس سے نقل کی ہے حالانکہ اس ابو صالح نے زندگی میں
ابن عباس کو نہیں دیکھا اور لکھی نے اس ابو صالح کو نہیں دیکھا۔ اس کبھی کہ جب جی جھوٹ بولنا
ہوتا ہے تو ابو صالح کو قبر سے باہر نکال لاتا ہے۔ موجودہ تفسیر ابن عباسؓ اس کے جھوٹ کا ایک
شواہد ہے۔

علیؑ سے منافق کے سوا کوئی مخلص نہیں رکھ سکتا

علی بن رضیو کا بیان ہے کہ میں نے تمہارے منبر پر علی بن ابی طالب کو یہ کہنے سنا ہے کہ
نبی امی علیؑ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا ہے علیؑ تم سے مؤمن کے سوا کوئی محبت نہیں کر سکتا اور
منافق کے سوا کوئی مخلص نہیں رکھ سکتا۔ میزان ج ۲ ص ۴۱۔

حالانکہ صحیح حدیث یہ ہے کہ حُتَبُ الانصار من الایمان کہ انصار کی محبت ایمان میں داخل اور انصار کا بغض نفاق میں داخل ہے۔ اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ سبائی برادری کے نزدیک صرف پانچ آدمی مؤمن باقی رہ گئے تھے۔ امداد نفاق سے ان میں ایک بھی انصاری تھا۔ اس سے یہ امر قویٰ واضح ہو کر سامنے آگیا کہ کوئی انصاری مذہب سبائیس میں مؤمن نہیں ہے۔ اسی طرح مہاجرین میں سے سوائے پانچ آدمیوں کے سب منافق ہیں۔ گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ۲۳ سالہ کوشش کی اسکا حاصل یہ نکلا کہ صرف پانچ آدمی اسلام لائے۔ بقیہ تو منافق تھے۔

ربیع بن سہل اس کا رادی ربیع بن سہل بن الذکین بن الربیع بن عیلة انفراری ہے۔ دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے یعنی جو معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں یہ خود اپنی روایت کی مخالف روایت بھی نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۱۰۔ کتاب الفضائل والترمذی ص ۹۱ کتاب الضعفاء والترمذی ص ۱۱۰۔

احمد بن حبیح اس ربیع بن سہل سے نقل کرنے والا احمد بن حبیح ہے اور یہ مجہول ہے۔

دلال احمد بن حبیح سے اسے قاسم بن محمد دلال نقل کرتا ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۰۰۔ کتاب الضعفاء والترمذی ص ۱۱۰۔

اے علیؑ تجھ سے مؤمن کے سوا
کوئی عجت نہیں کر سکتا

حضرت امیرؓ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں ملنے سے یہ کہتے سنا کہ تجھ سے بجز مؤمن کے کوئی عجت نہیں کر سکتا اور منافق کے سوا تجھ سے کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔ میزان ج ۲ ص ۲۵۳۔

سابقہ صفحات میں حضرت بریدؓ کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا ۔

هل تبغض عليا
کی تو علیؑ سے بغض رکھتا ہے ۔

انہوں نے جواب دیا ۔ جی ہاں ۔ اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا ۔

لا تبغض فان في الخمس
اس سے بغض نہ رکھو ۔ کیونکہ خمس میں اس

اکثر من ذالک ۔ کا حصہ اس سے بہت زیادہ ہے ۔

یعنی اگر بغض کی وجہ باندی حاصل کرنا ہے تو پھر تو بغض نہ رکھو ۔ کیونکہ اس کا خمس میں اس

سے زیادہ حصہ ہے ۔ (اور اگر کوئی اور شرعی وجہ ہے تو دوسری بات ہے)

مگر یا بلا ضرورت شرعیہ تو کسی مسلمان سے بھی بغض جائز نہیں ۔ کجا کہ حضرت علیؑ سے لیکن

بغض کو منافقت قرار دینا اور اسے پھر حضرت علیؑ کے ساتھ مخصوص کرنا یہ مسئلہ ضرور غور طلب ہے اور خاص طور پر جب کہ بخاری میں مذکور ہے ۔

بغض الانصاف من النفاق
انصار سے بغض نفاق میں داخل ہے ۔

اور چونکہ فرقہ شیعہ انصار کو مسلمان بھی نہیں مانتا اس لحاظ سے اس روایت میں ترمیم ضرور

تھی ۔ لہذا انہوں نے ترمیم کر کے سابقہ روایت تیار کی ۔

اس روایت کا راوی عبداللہ بن جبرالرحمان الانصاری ہے

عبداللہ بن عبدالرحمان
ہے ۔ جس کی کینت ابو نضرؓ ہے ۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس

کی روایت پر اعتراض ہے ۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی یہ روایت منکر ہے ۔

اس عبداللہ بن عبدالرحمان نے یہ روایت مسند الاحمیری سے نقل کی ہے ۔ ذہبی

مسند الاحمیری
کا قول ہے کہ اس کی روایت منکر ہے ۔ میزان ج ۲ ص ۹۵ ۔

جب مسند مجہول ہو اور اس نے یہ روایت اپنی ماں کے ذریعہ نقل کی ہے تو ظاہر ہے کہ اس

کی ماں بیٹے سے بھی زیادہ مجہول ہوئی ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت سلمان کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا: یہ میرا وصی ہے۔ میرے راز کی جگہ ہے اور جن لوگوں کو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سب سے بہتر ہے۔ میزان ج ۱ صفحہ ۳۵

ابو عصام خالد بن عبید البصری اس روایت کا راوی ابو عصام ہے۔ ۱۱۱ ہجری کا قول ہے کہ اس روایت پر اعتراض ہے۔ عالم کا بیان ہے کہ یہ حضرت انسؓ سے مومنوع احادیث نقل کرتا ہے۔

ابو عصام سے یہ روایت نقل کرنے والا علام بن عمران ہے اور علام سے عبداللہ بن محمد یہ ہر دو صحابیوں نے ہمیں حدیث کی کسی کتاب میں ایسی کئی صحیح روایت نظر نہیں آئی جو حضرت انسؓ نے حضرت سلمانؓ سے نقل کی ہو۔ انہوں نے صحابہ میں سے ابو بکرؓ و عمرؓ سے تو روایات لی ہیں مگر ان کی تمام روایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست مروی ہیں جن کی تعداد تقریباً سوا دو ہزار ہے ایسی روایات جو انہوں نے حضرت سلمانؓ سے نقل کی ہوں ان کی تعداد بیش سے زیادہ نہیں۔ وہ بھی شیعوں کی وضع کردہ۔ حضرت انسؓ ان افراد میں شامل ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا کوئی ساتھ نہیں دیا۔ اور امیر معاویہؓ، یزیدؓ، عبدالملک بن مروانؓ اور ولید کی بیعت کی اور ان کا ساتھ دیا۔ حتیٰ کہ جنگ قسطنطنیہ میں یزید کی ماتحتی میں شریک ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی تخلیق ایک درخت سے ہوئی

سبطی نے ابن عدی کے حوالے سے حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفہ

میں تھے تو حضرت علیؑ آپ کے سامنے تھے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے علیؑ اور سر کو اپنی پانچ چیزوں کو میری پانچ چیزوں میں شامل کرلو۔ اور پھر فرمایا۔

اے علیؑ میں اور تو ایک درخت سے پیدا ہوئے ہیں اس کی جڑوں تو اس کی شاخ ہے۔ حسن و حسینؑ آپ کی ٹہنیاں ہیں۔ جو شخص ان میں سے ایک شاخ تھا مے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔

اے علیؑ اگر میری کلامت اتنے بونے رکھے کہ کانٹے کی طرح سوکھ جائے اور اتنی نمازیں پڑھے کہ حکمی کی کیل کی طرح بن جائے لیکن وہ تجھ سے غضب رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اٹھ منہ جہنم میں ڈال دے گا۔ اللہ لا اله الا هو فی احادیث الموضوعۃ ۱۵۲ میزان ج ۳ ص ۴

سیوطی کہتے ہیں ابن عدی نے یہ روایت نقل کر رکھا ہے کہ اسے عثمان بن عبد اللہ الشامی کے علاؤ کوئی روایت نہیں کرتا اور اس کی روایات موضوع ہوتی ہیں۔ یہ بھی غفیت ہے کہ سیوطی نے ابن عدی کا مختصر بقرع نقل کر دیا۔ وہ نہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس قسم کی ایک موضوع کہانی کی تائید میں سیوطی نے یہ روایت پیش کی تھی۔ تاکہ اس کے موضوع ہونے میں شک پیدا کیا جائے اور پھر کثرت طرق کے نام پر بے عمل کرتے ہوئے اسے حسن قرار دیا جائے۔

اؤ اس عرض تو یہ ہے کہ اس شیعہ تخی نامولے میں حضرت فاطمہؑ کو داخل نہیں کیا گیا۔ ملاحظہ آج تک جتنے شیعی نامولے محل میں آئے ان میں چار روایتوں کے ساتھ ایک دیوی بھی ضرور شامل رہیں۔ منہجوں کے پنجہ میں سیتا نامی دیوی موجود ہے۔ قوم فوج کے پنجہ تن میں سولہ نامی دیوی موجود ہے۔ غالباً دیوی روایت وضع کرتے وقت یہ بات بھول گیا کہ پنجہ تن میں ایک دیوی کا شامل ہونا ضروری ہے۔

یہ بھی دہن میں رہے کہ لفظ پنجہ تن فارسی لفظ ہے۔ عربی زبان میں اس سبائی نامولے کے لیے کوئی لفظ نہیں پایا جاتا جو اس امر کی شہادت ہے کہ اس نامولے نے ایران میں جنم لیا۔ جس طرح مشکل کشا، دستگیر، پیر این پیر، غریب نواز اور دانا وغیرہ خاص فارسی الفاظ ہیں۔ یہ سب مال ایرانی میٹری کا تیار کردہ ہے۔ وہ عربی کتابیں ان ناموں سے پاک نظر آئیں گے۔

اس کے نسب نامہ میں زبردست اختلاف ہے
بہر صورت یہ امون ادشامی ہے۔ امویوں اور

عثمان بن عبد اللہ الاموی الشامی

شامیوں میں دو چار افراد ہی ایسے گزریے ہیں جن میں شیعہ پایا جاتا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ نصیبین اور دار البلاء میں سکونت پذیر رہا۔ یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع و روایات پیش کرتا ہے۔ ابن عدی نے اس کی متعدد روایات بیان کر کے انہیں موضوع قرار دیا۔ جن میں ایک روایت یہ بھی ہے۔ اس کی روایت کا بیان کرنا بھی سلال نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۱۱۱۔

عثمان بن عبد اللہ نے یہ روایت عبد اللہ بن لہیع سے نقل کی ہے جو اکثر محدثین کے نزدیک ناقابل اعتبار اور ضعیف ہے اس کا تفصیلی حال ہم دوسری جگہ بیان کر چکے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ غالی شیعوں ہے میزان ج ۲ ص ۴۵ بخاری کہتے ہیں ضعیف ہے۔ الضعفاء الصغیر للبخاری ص ۱۱۱ لسانی کا قول ہے کہ عبد اللہ ضعیف ہے۔ الضعفاء و المتروکین للسانی ص ۶۵۔

اس مضمون کی ایک روایت حضرت عبد الرحمن بن عوف کی جانب منسوب کی گئی ہے جو حسب ذیل ہے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف فرماتے ہیں امارت میں باطل باتیں شامل ہونے سے قبل مجھ سے سوالات مکرر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں درخت ہوں، فاطمہؑ اس کی جڑ ہیں، علیؑ اس کا تنہا ہیں جسٹن و حسینؑ اس کے پھل ہیں۔ اور چائے شید اس کے پتے ہیں۔ اور اس درخت کی جڑ جنت مدین میں ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ جنتا، شام نہیں، پھل اور پتے سب جنت میں ہیں۔ الاصابۃ ج ۱ ص ۱۱۱۔ میزان ج ۲ ص ۵۵۔

عثمان بن عبد اللہ سیوطی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا واضح مینا ابن ابی یونس ہے۔ اس

مینا سے عثمان بن عبد اللہ لسانی نے اسے نقل کر کے حضرت بابرؒ کی جانب منسوب کر کے پہلی روایت کی صورت میں بیان کر دیا۔ یہ عثمان بن عبد اللہ خود وضع الحدیث ہے۔ اس نے مینا کی روایت میں ترمیم کر کے اسے ایک نئی روایت بنا کر پیش کر دیا ہے۔

حاکم نے یہ کہانی مسندک میں نقل کر کے دعویٰ کیا ہے کہ مینا ابن ابی یونس صحابی ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یقیناً غلط ہے۔ دیکھئے زمین پر آج تک کسی نے اسے صحابی نہیں کہا ہے۔

حاکم یہ بھی کہتے ہیں کہ عبد الرزاق بن ہمام اس کا باپ اس کا ماما سب ثقہ ہیں۔ عبد الرزاق سے اسے اسحاق دہری نے روایت کیا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اسے اسحاق دہری نے نقل کرنے والا

ابن عبودہ سے جو کذاب ہے۔ اس نے دہری کی جانب غلط بات منسوب کی۔ حاکم کو شرم نہیں آئی کہ اس قسم کی بکواسات نقل کر کے انہیں بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیتا ہے۔ **الکافی ج ۱ ص ۱۰۲**۔

ہمارے نزدیک اس روایت کا ایک بھی دہری ایسا نہیں جو قابل اعتماد ہو۔

اس روایت کو حضرت عبدالرحمن بن عوف سے نقل کرنے والا مینا ابن ابی مینا ہے۔

مینا ابن ابی مینا اس سے ہمام کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حاکم نے یہ بے پرکائی اڑائی کر یہ معافی ہے ذہبی کا بیان ہے کہ یہ کھلا جھوٹ ہے۔ ابو حاتم رازی کا یہ قول ہے کہ یہ مینا جھوٹا ہوتا ہے۔ یحییٰ بن مسیح اور نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں مترکک ہے۔

عباس دہری کا بیان ہے کہ میں نے امام یحییٰ بن مسیح کو یہ فرماتے سنا کون مینا؟ وہ دو جوانی ہاں کی پیشاب گاہ جاٹا پھر تلبے۔ احمد صحابہ کو بڑا کہتا ہے۔ الغرض یہ مینا کسی کے نزدیک قابل اعتبار نہیں **میزان ج ۱ ص ۱۰۲**۔ مینا سے یہ داستان نقل کرنے والا ہمام الصنعائی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے کوئی روایت نہیں کرتا۔ یہ ہمام عبد الزقاق بن ہمام کا باپ ہے۔ احمد اس سے اس کے بیٹے کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حقیقی کہتے ہیں اس کی احادیث محفوظ نہیں۔ **میزان ج ۲ ص ۲۰۲**۔

عبد الزقاق ہمام سے اسے نقل کرنے والا عبد الزقاق ہے۔ یہ منہ و مدھن کے نزدیک امام الحدیث ہے۔ **میں آخر عمر میں اس کی عقل جاتی رہی تھی۔ آخر کی سب مدینیں مکہ ہوتی ہیں۔ جب کہ میں نے ایک گروہ کا دعویٰ کیا ہے کہ وہ رافضی ہے۔**

ابن عدی کا بیان ہے کہ اہل بیت اور صحابہ کرام کے بارے میں اس کی روایات مکھ ہوتی ہیں۔ اس لئے اس کی ایسی روایات قابل قبول نہیں جس سے رافضیوں کی ہمنوائی ہوتی ہو۔

عبد الزقاق سے یہ کہانی نقل کرنے والا حسن بن علی بن عیسیٰ ہے جو ابو عبد الرحمن النخعی کی کینیت سے مشہور ہے۔ یہ ثقہ اولیٰ

کے نام سے اعلویت وضع کرتا۔ اس کی روایات بیان کرنا بھی مبالغہ نہیں۔ **میزان ج ۱ ص ۱۰۲**۔

اس قسم کی خرافات نے سنہوں کو بھی ضیوع بنا دیا۔ ہمارا سنی بے چارہ یہ بھی نہیں سوچتا کہ جب جنت پر شیعہ

قبضہ چاہیں گے تو ہمارا وہاں داغہ اسی طرح ممنوع قرار پائے گا۔ جس طرح عید غدیر اور عید بابا شجاع میں سنہوں

کا دماغ مسنون ہے۔ یہ بے چارے نام نہاد ہستی کہ ہر جائیں گے۔ سبائی راوی انہیں اپنے صدر میں داخل نہ ہونے دے گی اور یہ خود ہال جانے کے لئے تیار نہ ہوں گے جہاں ان کے بقول خاتجی رونق افروز ہوں گے۔

مخبر طلب امر ہے کہ گو عبدالرحمن بن عوف اس محکم کی داستان سے واقف ہوتے تو مجلس شوریٰ میں حضرت عثمان کو حضرت علیؓ پر فضیلت نہ دیتے۔ ان کا یہ عمل خود اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ داستان جھوٹی ہے۔ اس میں ایک روایت یہ بھی ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کہ تمام انسان مختلف درختوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن میںؐ اور علیؓ ایک درخت سے پیدا ہوئے۔ میزان ۲۲ ص ۳۵۶۔

آج تک تو ہم یہ سنتے اور پڑھتے آئے تھے کہ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ قرآن کا یہی دعویٰ ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ لیکن اب یہ پڑھ کر کہ یہ مختلف درختوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم کرنے کی فکر دامگیر ہو گئی ہے کہ ہماری پیدائش کس درخت سے ہوئی تاکہ حضرات اس سلسلہ میں ہماری کچھ مدد فرمائیں اور اپنے متعلق بھی بتہ بلاتیں۔

صباح بن یحییٰ حقیقی نے یہ داستان روایت کر کے بیان کیا ہے کہ اس کا راوی صباح بن یحییٰ ہے جو متروک ہے اور اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔

حاتھ بن حصیر صباح نے یہ روایت حارث بن حصیر سے نقل کی ہے۔ جو غالی راوی ہے۔ حضرت علیؓ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔

جمیع بن عفان وہ یہ روایت جمیع بن عفان سے نقل کر رہا ہے۔ اور جمیع مجہول ہے۔

سابقین تین ہیں

طبرانی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اصل سابقین تو صرف تین ہیں۔ اول تو یوش بن نون جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کی جانب سبقت کی۔ دوسرے صاحب شیش جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف سبقت کی۔ تیسرے

سنت علیٰ صنفوں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سبقت کی۔

حسین بن حسن ناصر الدین البانی لکھتے ہیں۔ یہ روایت اگر موضوع نہیں تو شدید ضعیف ضرور ہے۔ کیونکہ حسین بن حسن الکوفی جو الاشقر کے لقب سے موسوم ہے غالی شیعہ ہے۔ بخاری نے اُسے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ وہ تاریخ صغیر میں لکھتے ہیں کہ اس کی روایات مشکوٰۃ میں ہیں۔

محققین نے متغافل میں بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابن عدی کامل میں لکھتے ہیں سعدی کا قول ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ نیک لوگوں کو گالیاں دیتا تھا۔ اگرچہ بعض نے اسے ثمر کہا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ جو روایات پیش کرتا ہے اس میں تمام نقائص صرف اسی کے پیدا کردہ نہیں ہوتے۔ بلکہ اس سے نقل کرنے والے بھی کچھ اجراء اس میں شامل کر رہے ہیں، اس طرح وہ روایت کئی اشخاص کی فن کاری کا نمونہ ہوتی ہے۔ بلکہ کوفہ کے بعض ضعیف راویوں کی ایک جماعت کا دستور یہ تھا کہ وہ ہر کہانی کو اس حسین کی جانب منسوب کر دیتے۔ اگرچہ اس میں کچھ الفاظ حسن کے نہیں ہوتے ہیں۔

حسین بن ابی السری العسقلانی یہ محمد بن ابی السری کا بھائی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں ضعیف ہے۔ محمد بن ابی السری جو اس کا بھائی ہے

اس کا بیان ہے کہ میرے بھائی حسین سے کوئی روایت دیکھو کیونکہ وہ کذاب ہے۔ (اسی کہہ رہے کسی نے گھر کا بھیدی لنگڑاٹھاٹھے) میزان ج ۱ ص ۵۲

ابو عبد اللہ بخاری کا بیان ہے کہ وہ میرے والد کا ماموں تھا لیکن پکا جھوٹا تھا۔ ابن عدی نے اس کے جھوٹ کے ثبوت کے لئے یہ روایت بیان کی۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں یہ روایت منکر ہے اور اسے حسین اشقر کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور شیعہ ہے مٹروک ہے یہی بات مناوی نے حقیقی سے نقل کی ہے۔

حافظ ابن حجر ہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں۔ ابن غنیہ سے اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ ابن غنیہ اور ان سے پہلے لوگوں پر کھلا جھوٹ ہے۔ اسلسلہ الامادیث الضعیفہ والموضوعہ ج ۱ ص ۲۶۱

نسائی لکھتے ہیں حسین الاشقر قوی نہیں۔ الضعفاء والمترکین ص ۳۳ دارقطنی اپنی الضعفاء والمترکین

میں نکلے ہیں یہ قوی نہیں ص ۳۰۳ بزان ج ۱ ص ۵۳۰۔ تاریخ الکبیر ج ۳ ص ۳۰۵۔

حسین بن ابی السری نے یہ داستان حسین بن حسن الاشقر سے نقل کی ہے ان کا مال ابھی باب حطہ عالی رعایت میں گزر چکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ اس حسین بن ابی السری سے یہ داستان نقل کرنے والا بھی حسین نامی ہے۔ اسے حسین بن اسحاق کہا جاتا ہے۔ یہ طبرانی کا استاد ہے۔ اس لئے ہمارے نزدیک یہ قابلِ صدا احترام ہے۔ اس لئے کہ ہم شخصیت پرستی کے مرض میں سر سے پیر تک غرق ہیں۔

ہم تو قرآن میں جب سورۃ طہ کا مٹا لو کرتے ہیں تو اس سورت سے ہمارے سامنے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو جب کوہ طور پر نبوت ملی تو انہوں نے بارگاہِ الہی میں التجا کی۔

اے میرے پروردگار میرا سینہ کھول دیجئے۔ میرے لئے میرا کام آسان کر دیجئے۔ میری زبان کی گروہ کھول دیجئے۔ وغیرہ اور اس دعا میں یہ بھی ہے کہ ہر دن کو میرا وزیر بنا دیجئے تاکہ میری کمر مضبوط ہو۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سورۃ طہ کے دوسرے رکوع میں پایا جاتا ہے۔ جب کہ موسیٰؑ نبوت طے کے بعد انہی کہیں گئے بھی نہیں۔ اس سورت میں سب سے پہلی سبقت حضرت ہرونؑ کو حاصل ہوئی۔ حضرت یوشعؑ ان دو افراد میں داخل تھے جنہیں بیت المقدس تحقیق حال کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اور انہوں نے واپسی کے بعد صحیح صحت حال بیان کی تھی۔

اور رہ گئی یسین کی حضرت عیسیٰؑ کی جانب سبقت تو تمام مفسرین اور قرآن اس پر متفق ہیں کہ لفظ یسین حروف مقطعات میں داخل ہیں۔ اسے کسی کا نام قرار دینا اور پھر اسے عیسیٰؑ کا حواری بنانا یا دفعی بچوں کی خود ساختہ ایجاد ہے۔ اس لفظ کا کسی نام سے کوئی تعلق نہیں۔ غالباً اسی لئے ہمارے علماء نے ہل سبقت اسے حضور کا نام بتا دیا۔

حتیٰ کہ ہمارے قرآن شائع کرنے والے اداروں نے جب حضورؐ کے خاندانے نام وضع کئے تاکہ نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ میں کوئی فرق باقی نہ رہے تو ان خاندانے ناموں میں ایک نام یہ بھی شامل کیا گیا۔ اس طرح حضرت عیسیٰؑ کی جانب سبقت کا خاتمہ خالی ہو گیا۔ اب سبقت کرنے والے بجائے تین کے دورہ گئے۔ لیکن چونکہ ہم کند ذہن واقع ہوئے ہیں۔ لہذا فیصلہ یہ ہونا چاہیے کہ ہر بات اپنی جگہ صحیح ہے۔ کسی چیز کی

تردید کی ضرورت نہیں۔

حضرت علیؑ تمام نیک لوگوں کے امام ہیں

خلیبؑ نے اپنی تاریخ میں اور حاکم نے المستدرک میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

”علیؑ نیک لوگوں کے امام اور فاجروں کے قاتل ہیں۔ جو ان کی مدد کرے اس کی مدد کی جائے گی۔ اور جو انہیں رسوا کرے، اسے رسوا کیا جائے گا۔ تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۱۹، المستدرک ج ۳ ص ۱۳۔

حاکم نے اسے ”المستدرک میں روایت کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ لیکن حافظ ذہبی اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قلت بل والله موضوع واحمد
کذاب فذا جملک علی سعت
معرفة۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم یہ موضوع ہے،
اور احمد کذاب ہے۔ حاکم نے اپنی اس وصفت
علیؑ کے باوجود کتنی بڑی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔

احمد بن عبد اللہ بن یزید الحمرانی
یہ شخص سائرہ میں رہتا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ
شخص اعادیث وضع کیا کرتا تھا۔ پھر ابن عدی نے اس کی

موضوع روایات ذکر کیں۔ اس کا انتقال ۱۸۰ھ میں ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۱۸۱

عبدالرزاق بن ہمام
یہ تمام صحاح ستہ کا روی ہے۔ لیکن شیخ ہے اور آخر عمر میں پاگل ہو گیا تھا
شیخ ہونے کے نکلنے وہ روایات قابل قبول نہیں جس سے شیخ کی تائید ہوتی ہو۔

ہم اس کا تفصیل حال پہلے پیش کر چکے ہیں۔

عبداللہ بن عثمان بن خثیم
اس کی سند کا ایک اور روی عبداللہ بن عثمان بن خثیم الملکی ہے۔
یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ عبدالرحمن بن

عوف اصحاب روایت نہ لیتے۔ اور نسائی کہتے ہیں اس کی حدیث کمزور ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۸۱

تعب تو حاکم پر ہے کہ وہ موضوع روایت کو بھی صحیح قرار دیتے ہیں۔ اس لئے محدثین کا قول ہے۔
لا تغتر بقسین الترمذی و جس حدیث کو ترمذی حسن کہیں اور حاکم جس
لا بتصحیح الحاکم۔ حدیث کو صحیح کہیں ہرگز نہ دھوکہ نہ دے گا۔

اس روایت کا ایک راوی شیخ ہے ایک ضعیف اور ایک دضعاح الحدیث ہے۔ پھر بھی حاکم اسے صحیح کہہ
رہے ہیں۔ اور حاکم نے اس قسم کی بے پناہ غلطیاں کی ہیں۔ حتیٰ کہ محمد بن جعفر کوفی نے تحریر کیا کہ مستدرک کا پتہ خالی
صحیح مسکوات اور دایمی روایات سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں سو سے زیادہ روایات موضوع ہیں۔ الرسالة
المستطرفہ ص ۱۹۔

حاکم ذہبی کی نظر میں

ابن کانا م محمد بن عبد اللہ البغوی النیابوری الحاکم بن علی کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ حافظ حدیث میں صاحب
تصانیف ہیں۔

لیکن اپنی مستدرک میں بہت سی ساقط الاعتقاد روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ بلکہ یہ حرکت اکثر کرتے رہتے
ہیں۔ یہ تو میں نہیں بمانا کہ یہ بات حاکم سے معفی رہی یا کوتاہی سے وہ جاہل ہے۔ اور اگر انہوں نے جان بوجھ کر
یہ کام کیا ہے تو یہ بہت بڑی خیانت ہے۔ پھر اس معاملہ میں حاکم شیخ مشہور ہیں۔ ہاں ابو یوسف و مکرر پچر نہیں اچھالتے
تھی کہ — ابن طاہر تو یہاں تک فرماتے ہیں۔ میں نے ابو اسماعیل عبد اللہ الانصاری سے ابو عبد اللہ الحاکم
کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب میں فرمایا۔ حدیث میں تو امام ہے۔ لیکن رافضی حدیث ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انصاف پسند فرماتا ہے۔ وہ رافضی تو نہیں لیکن شیخ ضرور ہے۔
ان کی بیان کردہ بد بختیوں میں سے ایک بد بختی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختون پسیدہ ابو
اسی طرح یہ روایت کہ علی وصی ہیں۔ ہر صحت دعویٰ الذات کچھ ہیں۔ اور ان کی معرفت حدیث پر
سب کا اتفاق ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۰۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ حاکم رافضی ہے۔ اس نے المستدرک میں حدیث طبر روایت کی ہے۔

بقول: وہی اللہ تعالیٰ العارفین سے فرماتا ہے۔ یہ حدیث طبرانی اور طبرانی میں موجود ہے۔ لہذا فیصلہ سب کے لئے
کیساں ہونا چاہیے۔

اے علیؑ تیرے علاوہ مجھے کوئی غسل نہ دے

حافظ ابو بکر بن ابیزار نے اپنی مسند میں حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ
وصیت فرمائی کہ تیرے زعمی علاوہ کوئی مجھ کو غسل نہ دے۔ کیونکہ تو شخص بھی میری شرمگاہ دیکھے گا وہ نابینا
ہو جائے گا۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں عباسؓ اور اسامہؓ مجھے پس پردہ سے پانی تھا رہے تھے۔
بزار نے جو اس کی سند پیش کی ہے۔ اس کے راوی یہ ہیں۔ محمد بن عبد الرحیم، عبد الصمد بن النعمان،
کیسان ابو عمرو، یزید بن ہلال، حضرت علیؑ۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ روایت بیہقی نے بھی کیسان ابو عمرو سے نقل کی ہے لیکن یہ روایت انہما سے
زیادہ غریب ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۹۱

یہ روایت ابن سعد نے بھی طبقات میں عبد الصمد بن النعمان سے ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے مجھے (علیؑ) وصیت فرمائی کہ تیرے علاوہ کوئی مجھ کو غسل نہ دے۔ ورنہ جس شخص کی نگاہ میری شرمگاہ
پر پڑے گی وہ نابینا ہو جائے گا۔

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ فضلؓ اور اسامہؓ مجھے پرے سے پیچھے سے پانی دے رہے تھے۔ اور ان کی آنکھوں
پر شبیل بندھی ہوئی تھیں۔ اور جب میں کسی عضو کو ہلاتا تو مجھے یہ محسوس ہوتا کہ مجھ میں تیس آدمیوں کی قوت پیدا
ہو گئی ہے۔ حتیٰ کہ میں آپؐ کے غسل سے فارغ ہوا۔ طبقات ج ۴ ص ۹۷۔

قارئین کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شک حضرت علیؑ کو م اللہ وجہ نے غسل دیا۔ لیکن حضرت
فضلؓ آپؐ کو کروٹیں تبدیل کر رہے تھے۔ اور عباسؓ، اسامہؓ اور شقرانؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے غلام تھے پانی ڈال رہے تھے۔ اور بعض مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کے بجائے ان کے صاحبزادے

فقہ شریک تھے۔
 ہمیں تو حیرت اس امر پر ہے کہ اس روایت کے راوی تینوں کتابوں میں ایک ہیں لیکن تینوں روایتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ انعمول پر بی باندھنے کی کہانی بہت دلچسپ ہے کیا اچھا ہوتا کہ ہادی حضرت علیؑ کے بھی یہ بی بی بند ہوا دیتا۔ لہذا ہم صرف تین راویوں عبداللہ، کیسان ابو عمرو اور یزید بن بلال پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

یہ بعد اذکا باشندہ تھا۔ جزاؤ تھا۔ صحاح ستہ کے مصنفین میں سے کسی نے اس سے روایت نہیں لی۔ یحییٰ بن یحییٰ وغیرہ کہتے ہیں ثقہ ہے۔ دارقطنی

عبد الصمد بن النعمان

اور نسا کا بیان ہے کہ قوی نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۶۲۱۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ابن حبان نے اس کو ثقہ میں شمار کیا ہے۔ ابراہیم العبدیہ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن یحییٰ سے اس کی حدیث کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا میں اسے جھوٹا نہیں سمجھتا۔ عملی کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لسان المیزان ج ۲ ص ۶۳۔

اے قتادہ بھی کہا جاتا ہے۔ یزید بن بلال سے روایات نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ کیسان ابو عمرو کہتے ہیں ضعیف ہے عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے ابو خالد امام احمد سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا یہ ضعیف الحدیث ہے۔

اس سے عبداللہ بن النعمان، محمد بن ربیع اور عبید اللہ بن موسیٰ نے روایات نقل کیں۔ اس بلوی پر احقر ہے۔ اور اس کی یہ روایت اشبا سے زیادہ مضحکہ ہے۔ میزان ج ۳ ص ۴۱۔

عبد الرحمن بن ابی حاتم لکھتے ہیں۔ اس کیسان ابو عمرو نے یزید بن بلال سے روایت نقل کی ہے۔ جو اس کا ایک تھک اس سے متعدد افراد نے روایات نقل کی ہیں۔ میں نے یحییٰ بن یحییٰ سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا ضعیف الحدیث ہے۔ الجرح والتعديل ج ۲ ص ۱۶۶۔

یزید بن بلال کہتا ہے کہ یہ اصحابِ علیؑ میں داخل ہے۔ اور محدثین تمام اصحابِ علیؑ کو کتاب لکھتے ہیں۔ عبدالرحمان بن ابی حاتم لکھتے ہیں۔ یزید بن بلال بن الحدیث القزازی حضرت علیؑ سے روایت نقل کرتا ہے۔ اس سے کیسان ابو عمرو کے علاوہ کسی نے روایت نقل نہیں کی، نہ سے

میرے والد نے اتنی ہی بات بیان فرمائی۔ الجرح والتعديل ج ۹ ص ۲۵۲۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ حضرت علیؑ سے روایت نقل کرتا ہے جو صحیح نہیں۔ بخاری کہتے ہیں زید بن ہلال نے جو حضرت علیؑ سے روایت نقل کی ہے۔ اس پر اعتراض ہے۔ اس سے کیسان ابو عمرو الجری روایت نقل کرتا ہے جو صحیح نہیں۔

گویا اس کا تا پہ معلوم کرنے کے لیے عراق کے کنوؤں میں کانٹے ڈالنے پڑیں گے۔

اس مضمون کی ایک روایت ابن عباسؓ کی جانب بھی منسوب کی جاتی ہے۔ جو انتہائی مختصر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہار شا دفر یا کہ اے علیؑ تیرے علاوہ مجھے کوئی غسل نہ دے۔

یہ روایت ان روایات میں داخل ہے جن کے ذریعہ حضرت علیؑ کا وصی ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔
زرارہ حقیقی کا بیان ہے کہ اس کا لوی زرارہ بن اعیان المکونی ہے جو کٹر رافضی ہے۔

زمرہ رافضی بلکہ فقہ جعفریہ کے پیارستوں میں ایک ستون ہے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ ہمارا امام بھی جناب جعفر جھوٹا ہے۔ اور امام کا دعویٰ یہ تھا کہ زرارہ جھوٹا ہے۔ سچ کر اس ایک فرقہ کی بنیاد رکھی۔ جس کا نام زرارہ تھا۔ اور بقول اس کے جعفریہ امامت اسے منتقل کر دی تھی۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ سعید بن منصور نے ابن الساک سے نقل کیا ہے کہ میں حج کو جا رہا تھا۔ تادمیہ کے مقام پر میری ملاقات اس زرارہ بن اعیان سے ہوئی۔ مجھ سے بولا کہ مجھے تم ایک طودی کام ہے وہ یہ کہ اگر مدینہ میں تبدیلی ملاقات جعفر بن محمد سے ہو تو انہیں میرا سلام کہنا اور ان سے میرے بارے میں پوچھنا کہ میں منتی ہوں یا دوزخی۔ میں نے یہ سکرانکار کر دیا۔ اس نے کہا وہ یہ بات جانتے ہیں کہ کون منتی ہے اور کون دوزخی تم سوال ضرور کرنا۔ سچا کہ اس نے اتنا امر کیا کہ میں نے مجبوراً ہو کر اقرار کر لیا۔

جب میری جعفر سے ملاقات ہوئی تو میں نے زرارہ کا قول نقل کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ دوزخی ہے۔ ابن الساک کا بیان ہے کہ اس بات سے میرے دل میں کچھ شک پیدا ہوا۔ میں نے سوال کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ دوزخی ہے۔ انہوں نے جواب دیا جو میرے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ میں عالم الغیب ہوں۔ وہ دوزخی ہے۔

جب میں واپس آیا تو میں نے زرارہ سے ان کا قول بیان کیا۔ اس نے کہا انہوں نے میرے سامنے جو کچھ لہ والی بات کی ہے۔ میں نے سوال کیا یہ جرات فورہ کیا بلا ہے۔ اس نے جواب دیا، انہوں نے میرے ساتھ تعقیبہ کر رہا ہوگا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ابن ابی عامر نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ صرف اتنا لکھا ہے کہ اس نے باقر سے روایات نقل کی ہیں۔ لیکن امام سفیان ثوری فرماتے ہیں اس نے باقر کو دیکھا تک بھی نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۶۹۔

اس کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ روایت ابو جعفر اہل باقر نے حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کی ہے۔ اور باقر نے حضرت سائر بن عبداللہ کے علاوہ کسی صحابی کو نہیں دیکھا۔

الغرض اس روایت کا یہ حال ہے کہ سر ڈھکونو پاؤں لنگے اور پاؤں ڈھکونو سر لنگا۔ لیکن امت سبائیہ کا عقیدہ یہی ہے۔ اگر آپ حضرات کو یقین نہیں آتا تو قلم باقر مجلسی کی زبانی نئے نئے انکشافات سن لیجیے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اس کوئی نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت رسول خدا سے پوچھا کہ آپ کو آپ کے انعام کے بعد کون غسل دے گا۔ حضرت نے فرمایا ہر غیر کو اس کا وصی غسل دیتا ہے۔ میں نے پوچھا حضرت آپ کا وصی کون ہے۔ حضرت نے فرمایا میرا وصی علیؓ ہے۔ میں نے پوچھا علیؓ آپ کے بعد کتنے سال زندہ رہیں گے۔ حضرت نے فرمایا تیس سال۔ جس طرح یوشع بن نون وصی موسیٰؑ کے بعد موسیٰؑ کے تیس سال زندہ رہے اور صغیر اختر شعب لے کر زوج موسیٰؑ تھی یوشعؑ پر فروج کیا اور کہا میں تم سے زیادہ مسخ غلاف موسیٰؑ ہوں۔ یوشعؑ نے اس سے مقابلہ کیا اور قید کر لیا۔ بعد قید کرنے کے اس نے اس کی عزت کی۔

اسی طرح میری زوجہ عائشہؓ دختر ابی بکرؓ سمر ہزار نامہ جو میری امت سے ہوں گے علیؓ پر خراج کرے گی۔ اور علیؓ اکثر مردان لشکر عائشہؓ کو قتل اور عائشہؓ کو اسیر کرے گا اور پھر اس پر احسان کرے گا۔

کلینی و صفار و شیخ طوسی و ابن بابویہ و قطب راندنی وغیرہ نے بسند ہائے معتبر جناب امیر المومنین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے جناب امیر کو بلایا اور فرمایا اے علیؓ جب میں انتقال کر جاؤں۔ پھر منک پانی پاء غرس سے کھینچ کر مجھے اچھی طرح اس سے غسل دینا اور

کفن و حنوط کرنا اور جب غسل و کفن سے فارغ ہونا میرا کہیں کفن پکڑنا اور مجھے ٹاننا اور جو کچھ چاہا مجھ سے پوچھنا۔ جو پوچھو گے میں اس کا جواب دوں گا۔ چنانچہ جناب امیر نے ایسا ہی کیا اور فرمایا۔ اس وقت بھی حضورؐ نے ہزار باب مجھے تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے ہزار باب مجھ پر مفتوح ہوئے۔

اور دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جناب امیر المؤمنینؑ نے فرمایا حضورؐ نے جو قیامت تک گزرے گا اس کی مجھے خبر دی، پس کوئی گروہ مردم نہیں مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ ان سے راہ حق پر کون ہے۔ اور گمراہ کون ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرتؐ نے جو فرمایا جناب امیرؑ نے سب کچھ اسی وقت لکھ لیا۔ اور شیخ طوسی نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسولؐ نے جناب امیرؑ سے فرمایا، اے علی! جب میں انتقال کر جاؤں مجھے غسل اس طرح دینا کہ بغیر تہارے کوئی میری شرمگاہ نہ دیکھ سکے۔ اس لئے کہ جو دیکھ لے گا، اندھا ہو جائے گا۔ جناب امیرؑ نے عرض کیا حضرت میں تنہا غسل کیسے دے سکوں گا۔ بغیر اس کے چارہ نہیں کہ دوسرا شخص بھی ہو۔ حضرتؐ نے فرمایا بوقت غسل جبرئیلؑ تمہارے سینہ ہوں گے۔ اور فضل بن عباس کو حکم دے کہ وہ تم کو پانی دے مگر کہہ دو کہ ٹپا اکھوں پر باندھ لے اس لئے کہ اگر اس کی نظر میری شرمگاہ پر پڑے گی تو وہ اندھا ہو جائے گا۔ جلاء العیون ستر جبرج اس۔

قدیم کرام! آپ حضرات کو خوب اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اس کہانی میں کیا کیا گل کھلائے گئے ہیں۔ اسے مختصر طور پر یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ حضرت علیؑ کے علاوہ اگر اکھوں پر ٹپا باندھے بغیر کئی غسل دے گا تو وہ نابینا ہو جائے گا۔ اس لئے کہ علم غیب کے انکشافات کسی غیر کی موجود میں نہیں ہو سکتے اس کے لئے پرہیز پوشی ضروری چیز ہے۔

۲۔ صحابہ پر جادو، جانتہر کرنا لازماً سبائیت ہے۔ لہذا ضروری تھا کہ حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ وغیرہ کو برا بھلا کہہ کر دل کی بھڑاس نکالی جائے۔

۳۔ انبیاءؑ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں اور اپنے اولیاء کو تعلیم دیتے رہتے ہیں۔

۴۔ اگر دو ابداء عالم ماکان و مایکون ہوتے ہیں۔ قیامت تک کے پیش آنے والے تمام امور سے انہیں واقفیت ہوتی ہے۔

۵۔ انبیاء و اولیاءِ مرسئہ کے بعد بھی دوسروں کو فیض پہنچاتے رہتے ہیں۔

۶۔ کشفِ قبور برحق ہے۔

۷۔ علمِ مدینہ بسینہ مرسئہ کے بعد بھی روح سے حاصل ہوتا رہتا ہے۔

۸۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ کے خلاف خروج کیا تھا۔ اور حضرت علیؓ نے انہیں قید کیا اور اسان کر کے چھوڑ دیا۔

سُنی بھائیو! یہ شیعوں کے وہ عقائد ہیں جو صوفیاء کے ذریعہ شیعوں نے ہم میں پھیلانے اور تمام سُنی اب ان اراض میں مبتلا ہیں اور غیر بھی کہتے ہیں کہ ہم سُنی ہیں۔ یہ وہ عقائد ہیں جن پر تصوف کی بنیاد قائم ہے۔ اگر ہمیں فی الواقع سُنی بننا ہے تو تصوف کے ان عقائد کا فائدہ کرنا ہوگا۔ ورنہ جب تک ہم تصوف کے ظلام رہیں گے گویا اس وقت تک ہم ہرگز سُنی نہیں بن سکتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ہارونؑ اور حضرت علیؓ ایک مٹی سے پیدا ہوئے

موسیٰ بن جعفر اپنے والد کے ذریعہ اپنے دادا سے نقل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں ہارونؑ بن عمران، یحییٰ بن زکریا اور علیؓ بن ابی طالب ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے وضع کی گئی ہے۔ اور اس روایت میں وضع حدیث کا الزام مروزی کے سر ہے۔ یعنی محمد بن خلف المروزی جو یہ روایت

موسیٰ بن ابراہیم سے نقل کر رہا ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ محمد بن خلف المروزی کذاب ہے۔ دلقطنی کا قول ہے کہ یہ مروزی متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ایک مُفَقَّل انسان تھا۔ اسے جو بات بتائی جاتی وہی گانا شروع کر دیتا۔ اس لئے یہ قابلِ ترک قرار پایا۔ الموضوعات ج ۱ ص ۳۳۹

ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں۔ محمد بن خلف المروزی کو یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے۔

جوڑ کے موضوعات میں ہر بات تحریر فرمائی ہے۔ اور یہ روایت موضوع ہے۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۵۰
 ہمارے سمجھ میں صرف اتنی بات آتی ہے کہ حضور ایک انسان تھے اور انسان ہونے کے ناتے ان کی تخلیق
 بھی مٹی سے ہوئی تھی۔ اب آپ کون سی مٹی سے پیدا ہوئے، اس میں آپ لوگ لڑتے رہے کیونکہ سبائے کے
 نزدیک حضور کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس میں بھی حضرت علیؑ حضور کے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن علیؑ اعلیٰ
 ہونے کے باعث حضرت علیؑ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی شریک ہیں۔ لیکن امیر معاویہؓ نے اس علیؑ اعلیٰ سے کوئی
 کے علاوہ نام علاوہ صحیح لیا۔ اور ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمر بن العاصؓ سے مکہ ہونے کی حیثیت سے انہیں خلافت
 سے معطل کر دیا۔ در اس طرح شیعہ سے شیعہ تک امیر کوئی کہ حیثیت سے برسر اقتدار ہے۔

اگر حضرت علیؑ کو بلا تباہ صحابہ خلیفہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ اس وقت تک نہ بدستی خلافت پر
 منکر رہے جب تک سر و باب کے مکین نے انہیں خلافت سے دستبردار نہیں کر دیا۔

علیؑ کے علاوہ کسی کا عمل اوپر نہیں چڑھتا

حضرت ابوالباقی انصاریؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے سات سال
 تک حضرت علیؑ پر درود پڑھتے رہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے ساتھ علیؑ کے علاوہ کسی نے نماز نہ پڑھی تھی
 بد روایت حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے اس کے الفاظ ہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فرشتے مجھ پر اور علیؑ ابن ابی طالبؓ
 پر سات سال تک درود پڑھتے رہے لیکن یہ درود آسمانوں پر نہیں چڑھا۔ اور میرے اور علیؑ کے علاوہ زمین سے
 آسمان تک کسی کی اس امر کی شہادت کہ اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں سوائے میرے اور علیؑ کے کسی کی بلند
 نہیں ہوتی۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نبوت عطا ہوئی تو حضرت علیؑ کی کیا عمر
 تھی۔ کوئی کہتا کہ پانچ سال تھی۔ کوئی سات، کوئی نو، کوئی گیارہ اور کوئی تیر سال بیان کرتا ہے۔
 اگر فرض کر دے کہ ان کی عمر سات سال تھی تو چودہ سال کی عمر تک ان کے اور حضور کے علاوہ کسی کا درود

آسائوں پر نہیں پہنچا تو ہم اس موردِ محال کو اس طرح قبول کر لیں گے کہ بنی کا درود نبوت کے باعث بلند ہوتا رہا۔ رہا حضرت علیؑ کا معاملہ تو ان کا درود اس لئے اوپر چڑھتا رہا کہ وہ بچہ تھے اور باقی چونکہ عمر رسیدہ تھے۔ لہذا ان کا درود اس لئے اوپر نہیں چڑھ سکا۔ حضرت غنیمہؓ بھی اگر پوری عمر کی عورت نہ ہوتیں بلکہ وہ بھی بچی ہوئیں تو شاید ان کا درود بھی اوپر چڑھ جاتا۔

حضرت ابوالبوب الصاریؒ کی روایت میں محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ہے۔

محمد بن عبید اللہ محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع - یعنی کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں مسکرا الحدیث ہے۔ الموضوعات ج ۱ ص ۲۴

ذہبی کا بیان ہے کہ محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع المدنی کو محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ مسکرا الحدیث ہے۔ اس سے منہل اور علی ہاشم حدیث روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں ہوتی۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ انتہا سے زیادہ مسکرا الحدیث ہے۔ ردی قسم کا آدمی ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار کوفہ کے شیوخ میں ہوتا تھا۔

طبرانی نے اس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ اول بواشخاص جنت میں داخل ہوں گے ان میں میں اور گواور حسن و حسین ہوں گے۔ اور ہمارے پیچھے ہمارے اولاد ہوگی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں اور بائیں ہوں گے۔ وہ گئی دوسری روایت تو اس کا راوی عباد بن عبد الصمد ہے۔

عباد بن عبد الصمد ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ عباد غالی قسم کا شیعہ ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ اس نے حضرت انسؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ جس کی عام روایات مشکوٰۃ میں۔ اور انسؓ کی عام روایات حضرت علیؑ کے فضائل سے متعلق ہوتی ہیں۔ امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں یہ انتہا سے زیادہ ضعیف الحدیث اور مسکرا الحدیث ہے۔ یہ روایت حضرت علیؑ سے بھی مروی ہے۔ جو انشاء اللہ آگے پیش کی جائے گی۔

حضرت علیؑ نے اس امت کے پانچ یا سات سال قبل اللہ کی عبادت کی تھی

حبشہ بن جویں کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت علیؑ کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت اللہ کی عبادت کی تھی۔ جب اس امت کے کسی فرد نے یہ عبادت نہ کی تھی۔ اور تقریباً یہ عبادت پانچ یا سات سال جاری رہی۔

یہ عبادت اسی قسم کی ہوئی جیسے ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں تحریر کیا ہے۔ کہ جب فاطمہ بنت اسہ حضرت علیؑ کو پیدائش کے بعد لے کر نکلیں اور گھر پہنچیں تو حضور کی انگلیاں چوسیں اور حضرت علیؑ اس طرح علم کے سمندر چومتے رہے اور تیسرے روز حضرت علیؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ **قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ** **الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ**۔ حالانکہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبوت نہ ملی تھی لیکن سورہ مومنوں میں مومنین (شیعہ) کا ذکر ہے اس لئے یہ آیات حضرت علیؑ پر پیداائش کے تیسرے روز نازل ہو گئی تھیں۔

یہ روایات اسی وقت حقل میں آسکتی ہیں جب کب بخاری کے بجائے جلاء العیون پر ایمان لائیں۔ ورنہ تشیع نام ہے۔ اس امر کا کہ ہر شرافت حقل بات پر ایمان لے آؤ۔ اور سبحان اللہ کے نعرے بلند کرو۔ یہ روایت حضرت علیؑ کے نام سے وضع کی گئی۔ اس کا پہلا راوی بولے حضرت علیؑ سے نقل کر رہا ہے اس کا نام حبشہ بن جویں ہے۔

ابن جوزیؒ لکھتے ہیں یہ روایت حضرت علیؑ کے نام سے وضع کی گئی ہے۔ جہاں **حبشہ بن جویں** ایک حبشہ کا تعلق ہے۔ نوہ ایک حبشہ برابر نہیں کیونکہ وہ کذاب ہے۔ یہی کہتے ہیں اس کی حدیث کچھ نہیں۔ سعدی کا بیان ہے کہ یہ غیر ثقہ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ غالی قسم کا شیعہ ہے اور

حدیث میں دایمی ہے۔

اجمل

امام احمد فرماتے ہیں اس نے کئی منکر روایات نقل کیں۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں اس کی حدیث جمت نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ اُفْلَحُ تو یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایات ان احادیث کے خلاف ہیں جو حضرت ابو بکرؓ، حضرت خدیجہؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کے تقدیم اسلام کے بارے میں مروی ہیں۔ بلکہ اگر حضرت علیؓ سات سال تک عبادت کرتے رہے ہیں اور کسی کو خیر تک نہیں ہوئی تو حضرت عمرؓ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے اور اسلام لانے والوں میں ان کا نمبر چالیسواں تھا۔ الموضوعات ج ۱ ص ۲۴۲

امام ابن الجوزی شیعوں کی باتیں کر رہے ہیں۔ وہ نہ بات مومنین کی ہو رہی ہے منافقین کی نہیں ہو رہی ہے سچی کہ جب حضورؐ کی وفات ہوئی تو مرفہ پانچ افراد اسلام لائے تھے۔ باقی سب منافق تھے۔ اور ان پانچوں افراد میں حسن حسین اور فاطمہؓ بھی داخل نہ تھیں۔ لہذا بہتر جانتا ہے کہ ان افراد کو کیسے داخل کیا گیا۔

امام ذہبی تحریر فرماتے ہیں یہ حبتہ بن جویں قبیلہ عربینہ سے تعلق رکھتا ہے۔ کوثر کا باشندہ ہے۔ اس کا تعلق غالی شیعوں سے ہے۔ اس نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ صفین میں اسی بدری تھے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ محال ہے۔

جوزہ جانی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں اس کے لئے بن کبیل اور حکم اور ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔ سلیمان بن معبد نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔

نسائی کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ اور ابن حراش کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔

احمد بن عبد اللہ الطبری کا بیان ہے کہ میں نے اس حجتہ کو دیکھا ہے۔ اس کی زبان پر سبحان اللہ اور انا محمدؐ جاری رہتا۔ بجز اس کے وہ نماز پڑھتا یا حدیث بیان کرتا۔ ۹۱۹ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس حجتہ سے یہ کہانی ابلیح بن عبد اللہ ابو حنیفہ الکوفی نے نقل کی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ

فطر کفریہ ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے بری رائے رکھتا تھا۔ نطان کہتے ہیں۔ سرے دل میں اس کی جانب سے شک ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں شیعوں سے بچا ہے۔ لیکن

جو زبانی کا بیان ہے کہ یہ اُجڑا فترا باز ہے ۱۲۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱

اے علی! اہل بخران کو جزیرۃ العرب سے نکال دو

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ اے علی! اگر میرے بعد تم خلیفہ ہو تو اہل بخران کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا۔ مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۷۷۔

اور چونکہ حضرت علیؓ شخصہ کی وفات کے بعد خلیفہ نہ بن سکے۔ لہذا اہل بخران جوں کے توں اپنی جگہ پر قرار رہ گئے حالانکہ اہل بخران نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی تھی۔ اس کے باوجود حضور نے انہیں نکال دینے کا یہ حکم دیا۔ لیکن سورت حال کچھ اس طرح پیش آئی کہ حضرت علیؓ خلیفہ ہی نہ بن سکے۔ نتیجۃً اہل بخران بھی اپنی جگہ پر قرارہ گئے۔ ورنہ شاید حضرت علیؓ کو اہل بخران سے جنگ کی ضرورت پیش آتی۔

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے۔ تو انا اللہ اس روایت کا کوئی راوی بھی ایسا نہیں جو قابلہ الطینان ہو۔ سب سے اول راوی جو امام احمد بن حنبلؒ کے استاد ہیں۔ ان کا نام خُلف ہے۔ یہ خُلف بن ایوب العمری البغلی ہے۔ اس کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔ اس خُلف نے عوف اعرابی عمر اور ایک جماعت سے روایات نقل کی ہیں۔ اور اس سے امام احمد ابوالکریم اور ایک بڑی مخلوق نے روایات نقل کی ہیں۔

ابوہاتم کا بیان ہے کہ اس سے روایات نقل کی جاتی ہیں۔ ابن حبان کتاب الشقاق میں لکھتے ہیں۔ یہ غالی قسم کا مرتبی تھا۔ اور ان لوگوں کا کثر دشمن تھا جو سنت سے اعراض کریں۔ اسی دشمنی کے باعث اس کی حدیث سے احتراز کیا گیا۔

معاویہ بن صالح نے سجی بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ صاحب علم و عمل تھا۔ بہت اللہ اللہ کرتا تھا۔ بادشاہ بلخ نے ان کی زیارت کی تھی۔ لیکن پھر ان سے اعراض کر لیا۔

امام احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے کہ یہ عوف اعرابی اور قیس سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ امام

امد کا یہ قول حقیقی نے بیان کیا ہے۔ اور اتفاق سے یہ روایت بھی اسی نے قیس سے نقل کی ہے۔ گویا کہ یہ روایت امام احمد کے نزدیک خود قابل وثوق نہیں۔ خود امام احمد کے صاحبزادے عبد اللہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ وہ اس خلف کو قابل اعتبار تصور نہ کرتے۔

اس خلف کی ایک اجتماع ترمذی میں بایں الفاظ مذکور ہے کہ نجا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو خلیفے ایسی ہیں جو کسی منافق میں جمع نہیں ہوتیں۔ ایک اچھے اطلاق اور ایک دین کی نگہ۔ ترمذی یہ ثابت نقل کر لے کے بعد فرماتے ہیں۔ یہ روایت غریب ہے۔ ہم خلف کے علاوہ کسی اور شخص کو نہیں جانتے جس نے یہ روایت بیان کی ہو اور ہم کرب کے علاوہ کسی ایسے شخص سے بھی واقف نہیں جس نے اس خلف سے روایت نقل کی ہو۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کیسا شخص تھا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ۲۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس سے ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۶۵۹۔

خلف نے یہ روایت قیس بن الربیع سے نقل کی ہے۔

قیس بن الریح یہ قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ ابو داؤد و ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات نقل کی ہیں۔ اس کا شمار علمائے ہوتا ہے۔

اگرچہ بذات خود سچا ہے لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔

عفان کا بیان ہے کہ میں لوگوں سے قیس کا ذکر سننا رہتا اور مجھے کچھ بھی صحیح حال کا پتہ نہ چلتا۔ حتیٰ کہ میں کو ذرا کیا۔ اس کے پاس اگر بیٹھا۔ تو دیکھا کہ اس کا بیٹا اسے روایت میں الفاظ کی تلقین کر رہا ہے۔

ابن کثیر کا بیان ہے کہ اس کا بیٹا ایک آفت تھا۔ محدثین نے اس کی کتابوں پر نظر ڈالی اور انھوں نے اس کی حدیث کا انکار کر دیا۔ ان کا ماننا تھا کہ اس کی روایت میں تبدیلی اس کے بیٹے نے کی ہے۔

محمد بن عبید اللہ افضی کا بیان ہے کہ اس قیس بن الربیع کو خلیفہ ابو جعفر منصور نے مدائن کا گورنر بنایا۔ وہ اپنی گورنری کے زمانہ میں عورنوں کی چھاتوں سے چبٹا رہتا اور ان پر بھڑس چھوڑتا رہتا۔ علم میں یہ سفیان ثوری سے کم نہ تھا۔ لیکن جب یہ گورنر بنا تو اس نے ایک شخص پر مدد جاری کی۔ جس سے اس کی موت واقع

ہو گئی۔ وہیں سے اس کا نام بدنام ہو گیا۔

محمد بن المنثقی کا بیان ہے کہ شعبہ اور سفیان اس قیس کی حدیث پیش کرتے لیکن یحییٰ القطان اور عبد الرحمن بن مہدی اس کی حدیث بیان نہ کئے۔ عبد الرحمن شروع میں تو اس کی روایت لیتے لیکن بعد میں اس کی روایات یعنی چھوڑ دیں۔

ابو النضر نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ قیس نے ایک بار میرے سامنے ابو حصین کی حدیث بیان کی جسے سن کر میں یہ تنہا کر رہا تھا کہ کاش مکان کی چھت، ہم پر گر پڑے تاکہ میں اس کے نیچے دب کر مر جاؤں اور (اس قسم کی بکواس سننے سے بچ جاؤں)

ابو حصین کی روایت ہے کہ اس ابو حصین نے یحییٰ بن اٹان سے نقل کی ہے۔ اور وہ ابن عمر سے نقل کرتا ہے کہ حسن وحسین کے دو تعویذ بندھے ہوئے تھے۔ جن میں جبریل کے بازو کے پر بندھے تھے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ روایت انتہا سے زیادہ منکر ہے۔ اسے گدی نے بھی غلطی سے نقل کیا ہے اور اسی غلطی سے قیس نے۔

ابو الحسن بن القطان کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک اسی طرح ضعیف ہے۔ جیسے ابن ابی زینہ اور شریک۔ اور یہ کمزوری قضاٹنے کے بعد پیدا ہوئی۔

محمد بن عبید کا بیان ہے کہ قاسمی بنی کے بعد بھی یہ ہمیشہ درست رہا۔ لیکن ایک شخص کو قتل کر بیٹھ وہاں سے حالات خراب ہو گئے۔

ساجی کا بیان ہے کہ احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس کا بیٹا مشعر اور سفیان متقدمین کی احادیث لیتا اور اپنے باپ کی روایت میں داخل کر دیتا۔ اور اباجان کو خبر بھی نہ ہوتی۔

اس قیس نے یہ روایت اشعث بن سوار الکوفی سے نقل کی ہے۔

دارقطنی کا بیان ہے یہ اشعث ضعیف ہے۔ متروک ہے۔ اس نے شریک بن یسیم اور لیث بن سعد سے روایات لی ہیں۔ الضعفاء المتروکین

حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں ۔

أَشْعَثُ بْنُ سَوَّارٍ الْكِنْدِيُّ الْبَخَّارِيُّ الْأَوْفِيُّ الْأَثَرُمُ . یہ تابوت تیار کرتا تھا ۔ ابواز کا قاضی تھا ۔
ضعیف ہے ۔ چھٹے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے ۔ اس سے مسلم ، ترمذی ، نسائی ، ابن ماجہ اور بخاری نے
أَدَبُ الْمُعَرَّفُ میں روایت نقل کی ہے تقریب التہذیب ص ۳۲
حافظ ابن حجر چھٹے طبقہ کا مال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

چھٹے طبقہ سے ہماری مراد وہ حضرات ہوتے ہیں جن کی روایات بہت کم ہوتی ہیں اور جن کے بارے
میں ثابت نہیں ہوتا کہ محدثین نے ان کی روایات کس لئے ترک کی ہیں ۔ اور ہم ایسے حضرات کے لئے اگر
ان کا ساتھ دینے والا موجود ہو تو ان کو مقبول کہتے ہیں ۔ اگر ان کا کوئی ساتھ دینے والا نہ ہو تو مجہول الحال
کہتے ہیں ۔ تقریب التہذیب ص ۳۱ ۔

نسائی کتاب الضعفاء والمتروکین میں لکھتے ہیں ۔

أَشْعَثُ بْنُ سَوَّارٍ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ ضَعِيفٌ ، كِتَابُ الضَّعْفَاءِ وَالتَّرْوِکِیْنِ لِلنَّسَائِی .

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں ۔

یہ اشعث بن سوار قبیلہ کنندہ سے تعلق رکھتا ہے ۔ کوفہ کا باشندہ ہے ۔ تابوت بنایا کرتا ۔ بصرہ
کا قاضی رہا ہے ۔ یہ بنو ثقیف کا غلام تھا ۔ ابواز کا بھی قاضی رہا ہے ۔ اس سے مسلم ، ترمذی ، نسائی اور
ابن ماجہ نے روایات لی ہیں ۔

مسلم نے اس کی روایات متابعت میں نقل کی ہیں ۔ کیونکہ اس اشعث کے ساتھ بڑے مرتبہ کے
لوگ تھے ۔

نوری کہتے ہیں یہ اشعث مجملہ سے بہتر ہے ۔ یحییٰ بن سعید القطان کا قول ہے ۔ میرے نزدیک یہ
ابن اسحاق سے کم ہے ۔ ابوزرعہ کہتے ہیں کمزور ہے ۔ نسائی کا قول ہے کہ ضعیف ہے ابن الدوری نے یحییٰ
بن معین سے نقل کیا ہے ۔ کہ اشعث بن سوار الکوفی ثقہ ہے ۔ لیکن عباس دؤیری نے یحییٰ سے نقل کیا ہے
کہ ضعیف ہے ۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ محمد بن سالم سے بہتر ہے۔ محمد بن المثنیٰ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمان کو کبھی اس اشعث بن سوار کی معایت بیان کرتے نہیں دیکھا۔
ابن جبرین کا بیان ہے کہ یہ اشعث غلیظ بہت کرتا۔ اسے وہم بھی بہت ہوتا۔ دارقطنی کہتے ہیں
ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے اس کی کوئی معذرت نہیں دیکھی۔
فلاس کا بیان ہے کہ اس کا انتقال ۱۳۶ھ میں ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۲۶۶۔

اس کا ایک اور راوی عدی بن ثابت ہے۔

عدی بن ثابت: اس سے تمام مصنفین صحاح نے روایات لی ہیں۔ یہ شیعوں کا عالم ہے۔
ان کا قصہ گو احمد ان کی مسجد کا امام ہے۔ اور اگر تمام شیعوں ایسے ہی جلتے تو ان کا شر کچم ہوتا۔
مسعودی کا بیان ہے کہ ہم نے کوئی شیعوں ایسا نہیں دیکھا جو عدی سے زیادہ صحیح بات کہتا ہو۔ اسے
امام احمد، عجمی اور نسائی نے ثناء قرار دیا ہے۔

ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ سچا ہے یحییٰ بن یحییٰ کہتے ہیں غالی قسم کا شیعوں ہے۔ دارقطنی کا بیان
ہے کہ افضی ہے اور انتہائی غالی۔ اگرچہ قصہ ہے۔ جو جاتی کا بیان ہے کہ راہ حق سے ہٹا ہوا ہے میزان ج ۲ ص ۲
یعنی اس روایت کا کوئی دلیلی ایسا نہیں جو قابل الطینین ہو اور ان میں سے بعض راویوں کو
خود امام احمد بن حنبلؒ نے ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ لہذا یہ روایت خود امام احمد کے نزدیک ناقابل
قبول ہے۔

پھر اہل بخران کا جزیرۃ العرب سے نکالا جانا اس پر موقوف ہے کہ حضرت علیؓ خلیفہ اول بنفقاؤ
جب وہ خلیفہ اول نہ بنے تو وہ اپنی جگہ برقرار ہے کہیں ایسا معاملہ تو نہیں کہ واقعہ مباہلہ جو شیعوں کو لڑائی میں
کچھ کا کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کی کچھ بھی حقیقت نہ ہو۔ اسی لئے اہل بخران کو جزیرۃ العرب سے نکالا جاتا
ہو تا کہ اصلیت پر پردہ پڑا رہے۔ اور کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔

چونکہ اس روایت کے متعدد راوی مجروح تھے۔ اس لئے ہم نے ایک راوی ابو یوسفؒ کو چھوڑ دیا
کیونکہ محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر حضرت علیؓ سے صحابہ کرام یا جید اللہ بن مسعود کے شاگرد حدیث

روایت کریں تو وہ روایت قابل قبول ہوگی اور اگر حضرت علیؑ کے ساتھ روایت کریں تو وہ سبھی جھوٹے ہوتے ہیں۔ امام محمد بن سیریل کا قول ہے۔

ان اصحاب علی کلہم کذبون علی کے تمام ساتھی جھوٹے ہیں۔
یہ ابو جہشیان حضرت علیؑ کا ساتھی ہے۔ لہذا یہ روایت تو قطعاً ناقابل قبول ہے کیونکہ علی کے تمام ساتھی جھوٹے ہیں۔

اس روایت کے پانچ راوی ہیں اور پانچوں پر اعتراضات ہیں۔ حتیٰ کہ خود امام احمد کے نزدیک اس روایت کے بعض رواں ناقابل قبول ہیں۔

جنگ صفین میں شتر بردی موجود تھی

ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ جنگ صفین میں شتر بردی شریک ہوئے۔

ابراہیم بن عثمان اس کا راوی ابراہیم بن عثمان البشیری العباسی الکوفی ہے۔ یہ واسطہ کا قاضی تھا۔ اور ابو بکر بن ابی شیبہ کا داد تھا۔ اس نے یہ روایت حکم کے واسطہ سے ابن ابی لیلیٰ سے نقل کی ہے۔

شبہ بچے ہیں اللہ کی قسم یہ ابراہیم بن عثمان جھوٹا ہے میں نے خود حکم سے اس موضوع پر گفتگو کی تھی ہم نے نواب بد میں سے طنزیکہ کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جو جنگ صفین میں موجود ہو۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ اور عمارؓ موجود تھے۔ امام ذہبی نے بظاہر تو شبہ کا رد کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دو بین افراد کی شرکت سے شتر کی شرکت ثابت نہیں ہوتی اور یہ ظاہر ہے کہ جنگ صفین حضرت علیؑ اور امیر معاویہؓ کے مابین ہوئی۔ لہذا حضرت علیؑ کی شرکت تو ایک جزو لا ینفک ہے۔ بلکہ اگر حضرت علیؑ کو جنگ صفین سے علیحدہ کر دیا جائے تو پھر تو یہ ثابت ہوگا کہ چند باغی امیر معاویہؓ کے خلاف کھڑے ہو گئے تھے۔ حلا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ لہذا حضرت علیؑ

کی شرکت تو لازمی تھی۔ یہی عمار کی شرکت وہ بھی مختلف فیہ ہے۔ اور بقول شعبہ و حکم کے علاوہ صرف حضرت خذیرؑ جنگ صفین میں موجود تھے۔ جن کا شمار اہل بدر میں ہوتا تھا۔ لیکن اس میں بھی اختلاف ہے یہ خذیرؑ جو جنگ صفین میں شریک تھے وہ واقعتاً بدری تھے۔ یا انہیں صرف اس بیٹے بدری کہا گیا ہے کہ انہوں نے مقام بدر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس لحاظ سے انہیں بدری کہتے ہیں۔ بات خواہ کچھ بھی ہو لیکن جنگ صفین میں شہر بدری ہرگز شریک نہ تھے۔ کھینچ تان کر آپ انہیں تین تک لا سکتے ہیں۔ اور شعبہ امام مالکؒ کے ہم عصر ہیں اور شیخ میں بھی مبتلا ہیں۔ بب ان کے زمانہ تک جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے علاوہ ایک بدری موجود تھا تو شعبہ کے بعد اور کہاں سے اور کیسے پیدا ہو گئے۔ امام محمد بن سیریں جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ۳۰ھ میں پیدا ہوئے اور جن کا انتقال ۱۳۰ھ میں ہے۔ اور جن کے تدویر و یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ وہ فرماتے ہیں۔

سنا اسی طرح آگے بڑھتا ہوا مالکؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تیس ہزار اور نوے ہزار کے درمیان تھے۔ اور ان جنگوں میں تیسو صحابہ بھی شریک نہیں ہوئے بلکہ شریک ہوئے والوں کی تعداد تیس تک بھی نہیں پہنچی۔

ہاجت السنۃ و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرات الوف فلم یحضرھا منهم مائۃ بل لم یبلغوا ثلاثین۔

امام ابن قتیبہؒ اس کی سند نقل کر کے فرماتے ہیں۔

هذا الاسناد اصح اسناد علی وجہ یہ سند روئے زمین پر صحیح ترین سند ہے۔ (منہاج السنۃ ج ۳ ص ۷۷)

الارض۔

اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ صحابہ کی تعداد اس وقت کسی سوت میں تیس ہزار سے کم نہ تھی۔ بلکہ وہ تقریباً نوے ہزار کے قریب تھے۔ تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ان تمام جنگوں میں اصل مقابل ان لوگوں کا تھا جو صحابہ نہ تھے صحابہ کرام تو بمشکل چند ہی شریک ہوئے اور ان کے نام کو اتنا اچھا لایا ہے کہ پوری تاریخ اس میں دب کر رہ گئی۔ اور صحابہ کرام نے علیحدہ بیٹے کر ان سبببیزوں کا نظارہ

کیا۔ صرف اس تجلیل کے تحت کہ شاید کہ کسی وقت یہ فتنہ ختم ہو اور امت ایک جگہ متحد ہو۔ اور جب انہوں نے یہ دیکھا کہ نام امت ایک امام پر جمع ہو گئی اور حضرت حسنؑ نے صلح کر کے امیر معاویہ کا ہاتھ تمام لیا تو تمام صحابہ نے امیر معاویہ کی بیعت کی اور اس سال کا نام ان کے اتفاق پر عام الجماعت (جماعت کا سال) قرار پایا۔

حضرت علیؑ امیر المومنین ہیں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ تیرے پاس ابھی اس دروانے سے امیر المومنین، سید المسلمین، قائد الفرائض اور خاتم الوصیین داخل ہوں گے.....
امام ذہبی نے میزان میں جو کئی کہانی نقل نہیں فرمائی۔ کاش وہ بودا شہ پارہ پیش فرماتے۔ غالباً ان کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ نتیجتاً انہوں نے روایت کے ابتدائی الفاظ نقل کئے ہم بھی اسی پر اکتفا کرنے ہیں۔

ابراہیم بن محمد۔ فرماتے ہیں کہ اس کا ایک ادوی ابراہیم بن محمد بن میمون ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ اس نے یہ موضوع حدیث روایت کیا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۶۷
حافظ ابن حجر نے بھی اس ابراہیم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ کوئی فرضی بیرونی جو روایت پیش کرنے کے لئے وضع کر لیا گیا ہے۔

اتفاق سے اس روایت کی سند میں جتنے راوی ہیں وہ یا تو ضعیف ہیں یا مجہول۔ اور کسی ایک راوی کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ قابل اعتبار ہے۔

قاسم بن جندب:۔ اسے حضرت انسؓ سے نقل کرنے والا قاسم بن جندب ہے۔ جو قطعاً مجہول شخص ہے۔

حاتث بن حصیرہ:۔ قاسم سے یہ کہانی نقل کرنے والا حاث بن حصیرہ ہے۔ جو تنہا اُڑو سے تعلق

رکھتا ہے۔ کوذ کا باشندہ ہے۔ یحییٰ بن یعین فرماتے ہیں یہ خبیث ہے۔

خَبِيثٌ شَيْعٍ کا ایک فرقہ ہے جو زید بن علی بن حسین کی بھانسی کے بعد لکڑیاں لے کر مرے کے ٹٹے نکلا تھا اور ناکامی کے بعد اس لکڑی کو پوجنا شروع کر دیا۔ جیسا ہر زید بن علی کو بھانسی دی گئی تھی۔ اس فرقہ کو خَبِيثٌ کہا جاتا ہے۔

ابو احمد الترمذی کا بیان ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا یعنی حضرت علیؓ قتل نہیں ہوئے۔ وہ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔ بارہوں میں گھومتے بھرتے ہیں۔ اور دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔

اب جب سے ہم پر بادلوں کی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے تو ہماری یہ بھی سمجھ میں آگیا کہ اس گرج اور چمک کی حقیقت کیا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے کیونکہ یہ ضعیف ہے۔ اور کوذ کے ان لوگوں میں داخل ہے جنہوں نے کوذ میں شیعہ کی دبا بھلائی ہے۔ زمینج کا بیان ہے کہ میں نے جریر سے سوال کیا۔ کیا تم نے عمارت بن حصیر کو دیکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں، میرے زمانہ میں وہ بہت بوڑھا تھا اور ایک بڑی بات پر اصرار کرتا ہے۔ یعنی رجعت پر مینزل ج ۱ ص ۳۲۔ دارقطنی لکھتے ہیں یہ خالی قسم کا شیعہ ہے۔
الْمُتَعَدِّ وَالْمُتَرَوِّكِينَ ص ۶

اس حدیث سے نقل کہلے والا علی بن عباسؓ الْأَذَقِ الْأَسَدِيُّ الْقَوِيُّ ہے

حلی بن عباسؓ۔ اسکی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہیں یحییٰ بن یعین فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔
بُخَارِی، تَسَائِلُ اور آذوقی کہتے ہیں۔ ضعیف ہے ابن تہان کا بیان ہے کہ نقش غلطیاں کرتا ہے۔ اسی باعث اسے ترک کر دیا گیا۔ اسی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یاسیت نازل ہوئی۔ وَاتِّذَى الْقُرْبَى حَقُّهُ تو آپ نے فاطمہؓ کو بلایا اور انہیں فدک عطا فرمایا۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ باطل ہے۔ اگرچہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہؓ کو فدک عطا فرمادیتے تو پھر وہ کیا شخص ہے۔ کہلے آئی تھیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اسکی روایت بطور تحقیق کہلے جاتے۔ مینزل ج ۲ ص ۳۲

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ اس کا آخری راوی جو اسے ابراہیم بن محمد بن میمون سے نقل کر رہا ہے۔ وہ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ہے۔ جو عثمان بن ابی شیبہ کا بیٹا ہے جن کی اور جن کے بھائی کی مُصَنَّف محدثین کے بیان مشہور ہے۔
 یہ شخص حافظ الحدیث سمجھا جاتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ لیکن عبد اللہ بن احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ کذاب ہے۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ حدیث وضع کی کرتا تھا۔ مُطہِّج کا بیان ہے کہ یہ تو حضرت موسیٰ کی لامٹی کی طرح ہے جو ہر چیز کو نکل لیتا ہے۔ بڑھائی کا بیان ہے کہ میں نے محدثین کو ہمیشہ اس پر اعتراض کرتے دیکھا ہے۔

ابن محمد کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن مسعود النخعی۔ ابراہیم بن اسحاق الصوفی اور داؤد بن یحییٰ کو یہ کہتے سنا ہے کہ یہ محمد بن عثمان کذاب ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۲۔

رافضیوں کو قتل کر دو

حضرت فاطمہؑ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملی کی جانب دوکھا اور فرمایا یہ جنت میں جلائے گا۔ اور اس کے شیعوں میں سے ایک جماعت ایسی ہوگی جو اسلام کا اعلان کرے گی جن کو روٹھ کر کہا جائے گا۔ انہیں تم جہاں بھی پاؤ قتل کر دو۔ میزان ج ۱ ص ۳۵۸۔

اس کا روای تلمیذ بن سلیمان النکوفی ہے۔ اور یہ روایت اس کی منکرات میں شمار ہوتی ہے امام احمد فرماتے ہیں یہ شیعہ ہے لیکن ہم نے اس میں کوئی بڑائی نہیں دیکھی۔

یحییٰ بن معین کا ارشاد ہے یہ کذاب ہے۔ حضرت عثمان کو گایاں لڑتا تھا۔ ایک رضانہ گھر کی چھت پر چڑھ کر حضرت عثمانؓ کو گایاں دینے لگا۔ اتفاق سے حضرت عثمانؓ کے غلاموں میں کسی فرد کا ادھر سے گزر ہوا تھا۔ اس نے یہ گایاں سن کر ایک تیر کھینچ مارا۔ یہ کٹے سے نیچے گرا۔ اور اس کے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے۔

ابوداؤد کا بیان ہے کہ یہ رافضی ہے ابوبکرؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ غیبت ہے۔ نسائی
 لکھتے ہیں کہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۵۸۔ کتاب الصفاد والمترکین للنسائی ص ۲۷۔
ابوالحجاف تکیہ نے اس روایت کو ابوالحجاف سے نقل کیا ہے۔ جس کا نام داؤد بن ابی عوف
 ہے ابن عدی کا بیان ہے۔ میرے نزدیک یہ قابلِ حجت نہیں۔ شیعہ ہے اور اس
 کی عام روایات اولاد علیؓ کی فضیلت میں ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۵۸۔
 امام ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت تکیہ بن سلیمان کی وضع کردہ ہے۔
 میرے نزدیک اس میں ایک عیب اور بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ زینب بنت علیؓ نے یہ روایت
 فاطمہ سے نقل کی ہے۔ حالانکہ جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوا تو ان کی عمر ڈیڑھ دو سال تھی۔
 انہوں نے حضرت فاطمہؓ سے حدیث کب سنی اور کیسے سنی؟ یہ روایت ہر صورت میں منقطع ہے۔
 ہاں یہ ممکن ہے کہ زینب پہلے پیدا ہوئی ہوں اور ان کی پیدائش پر اسی طرح پردہ ڈالا گیا
 ہو جس طرح ان کی وفات پر پردہ ڈالا گیا ہے۔

میں معاویہ کے ساتھ حساب کیلئے رکوں گا

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ سب سے اول جنت میں ابوبکرؓ و عمرؓ داخل ہوں گے۔ اور میں معاویہؓ
 کے ساتھ حساب دینے کے لئے رک جاؤں گا۔
 حضرت علیؓ سے اسے نقل کرنے والا اصبحؓ ہے۔ لیکن یہ وہ اصبح بن نباتہ نہیں۔ بلکہ یہ اصبح بن ابی
 ایشہ بانی ہے۔ یہ سدی کا شاگرد اور تبع تابعین کے بعد ہے جب کہ پہلا اصبح تابعی ہے۔
 ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے۔ اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔
 اصبحؓ نے اسے سدی سے نقل کیا ہے۔ اور سدی کے لقب سے دو شخص مشہور ہیں۔ ہر
 دو کا حال پہلے عرض کیا جا چکا۔ اور دونوں رافضی ہیں۔ باقی اس روایت میں ہم نے جو اعتراضات کئے

ہیں۔ اصولی طور پر تو ہی اعتراضات دائرہ ہونے چاہئیں۔ لیکن اغلب گمان یہ ہے کہ ایسا ہونا بعید نہیں۔ اس لئے کہ ایک شیعہ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ حضرت علیؑ پر جھوٹ بولے گا یہ خلاف عقل ہے۔ ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت علیؑ نے اپنا کچھ عندیہ ظاہر فرمایا ہو۔ اور اس صورت میں یہ حضرت علیؑ کا اپنا تخیل ہوگا۔ ممکن ہے کہ قیامت کے روز ہر دو کا حساب ہو۔ یا دونوں معاف کر دیئے جائیں۔

تین قسم کے لوگوں سے جنگ کرنا

حضرت ابو ایوبؓ انصاری کا بیان ہے کہ ہمیں تین قسم کے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا۔ ناکشیں۔ قاسطین۔ اور راقین۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں کن لوگوں سے مل کر جنگ کروں ارشاد فرمایا علیؑ بن ابی طالب کے ساتھ مل کر۔ میزان ج ۱ ص ۲

اصبغ بن نباتہ اس روایت کا راوی اصبغ بن نباتہ الحنفی الجبلی اشعی الکوفی ہے۔ جو حضرت علیؑ اور حضرت عمارؓ کا شاگرد ہے۔ اور اصحاب علیؑ نہیں اس کا شمار ہوتا ہے۔

قاری ابو بکر بن عیاش کوفی کا بیان کر یہ کذاب ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی اور ابن جہان کا قول ہے کہ یہ مترکک ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایت سے اس کا عندیہ ظاہر ہے ابو حاتم کہتے ہیں اس کی روایت جھوٹی ہوتی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ علیؑ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔ (جملے ہدی کے)

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس نے حب علیؑ میں مبتلا ہو کر دل کھول کر جھوٹ بولا ہے۔ اسی باعث قابل شرک ہے۔

اس اصبغ سے یہ کہانی نقل کرنے والا علی بن الحزور ہے۔ میزان ص ۲

علی بن الحزور ذہبی کا بیان ہے یہ علی بن الحزور خود ایک بلا ہے۔ یہ تمام روایات اصبغ سے نقل کرتا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت پر اعتراض ہے۔

مجھے قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے

حضرت عمار بن یاسر کا بیان ہے کہ مجھے قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔
ہمیں حیرت اس پر ہے کہ ناکشیں کو اس میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ ہر سکتا ہے کہ ناکشیں سے
حضرت عمارؓ نے جنگ نہ کی ہو۔

ناکشہ سے مراد حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور ان کے ساتھی ہیں۔ حالانکہ بقول شیخ زبیرؓ وطلحہؓ
نے عہد کر کے توڑا تھا۔ بقیہ اہل جبرہ اور اہل مکہ جو حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھے انہوں نے کوئی عہد
نہ کیا تھا۔ لہذا انہیں ناکث فرامدینا یہ خود خلاف عقل ہے۔

قاسطین برابر ہی کا دعویٰ کرنے والے۔ اس سے مراد امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی ہیں۔
مارقین سے مراد عہد سے نکل جانے والے یعنی خارجی ہیں۔

جعفر بن سلیمان اس کا راوی جعفر بن سلیمان الفسعی ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے گزر

چکا ہے۔

جعفر بن سلیمان نے یہ روایت خلیل بن عمرو سے نقل کی ہے۔ بخاری

خلیل بن عمرو کا بیان ہے کہ خلیل بن عمرو منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے۔

کہ یہ قوی نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۱۱۔ کتاب المغنا
والمتروکین للنسائی ص ۲۱۔

خلیل نے اسے قاسم بن سلیمان سے نقل کیا ہے اور قاسم اپنے باپ دادا سے روایت
کر رہا ہے۔ قتیبہ کا بیان ہے کہ اس کی حدیث صحیح نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۲۷۱۔

علیؓ ہادی ہیں

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ رَّیْبُکَ تَوَدُّ اَنْتَ وَالاَیُّہِ

نبی کریم صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے شک میں مندر رہوں لیکن علیؑ تجھے ہدایت کرنے والے میں
اے علیؑ ہدایت یافتہ لوگ تیرے ذریعہ ہدایت پائیں گے۔ میزان ج ۱ ص ۲۸۴۔

ذہبی لکھتے ہیں اس آیت اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّيَكُنِ الْقَوْمُ حَادٍ کی یہ تفسیر مفسر ابن جریر
نے۔ حسن بن الحسین کے ذریعہ معاذ بن مسلم سے نقل کی ہے۔ یہ روایت منکر ہے اور غالباً
یہ آفت اسی معاذ کی ڈھالی ہوئی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آفت ابن جریر نے ڈھالی ہو۔

حسن بن الحسین کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ شخص کوفہ کا باشندہ ہے۔ ابو حاتم لکھتے ہیں یہ
محدثین کے نزدیک سچا نہیں۔ اس کا شمار بڑے درجہ کے شیعوں میں ہوتا
ہے۔ ابن ہدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت ثقہ راویوں جیسی نہیں ہوتی۔ ابن جہان لکھتے ہیں ثقہ
راویوں کے نام سے ثقہ باتیں روایت کرتا اور احادیث میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۸۳
معاذ بن مسلم ذہبی کا بیان ہے کہ یہ معمول ہے اور اس نے عطاء بن السائب سے یہ
موضوع حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۳۲۔

عطاء بن السائب معاذ بن مسلم نے یہ روایت عطاء بن السائب سے نقل کی ہے۔ عطا
اگرچہ تمام محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ لیکن اول تو ان کا آخر عمر میں حافظ
خراب ہو گیا تھا۔ ثانیاً وہ مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔

اے علیؑ تجھے جو غصہ دلائے گا میں اسکے باپ کو
اس کی ماں کے رحم میں شریک بنا دوں گا

حضرت عبداللہؓ کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو صفا کے قریب دیکھا۔ آپ ایک شخص کی جانب متوجہ تھے جس کی شکل و شباهت ہاتھی جیسی تھی آپ اس پر لعنت بھیج رہے تھے۔ میں نے سوال کیا یا رسول اللہ یہ کون ہے جس پر آپ لعنت بھیج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ شیطان رجیم ہے۔

کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے دشمن میں تجھے قتل کروں گا اور امت کو تجھ سے راحت دلاؤں گا۔ اس نے جواب دیا ۱۰۷ علیؑ کیا یہ تیری جانب سے میرا بدلہ ہے۔ میں نے سوال کیا اے اللہ کے دشمن میری جانب سے تیرا کیا بدلہ ہونا چاہیے۔ اس نے جواب دیا اللہ کی قسم تجھے جو غصہ دلائے گا میں اس کے باپ کو اس کی ماں کے رحم میں شریک بنا دوں گا۔ میزان ج ۱ ص ۱۹۔

یہ حضرت علیؑ کی تعریف ہے یا تنقیص کہ ایک فرضی کالی سے تمام غصہ کافر ہو گیا اور اس طرح ان پر شیطان کا دواؤ چل گیا۔ عیاذ باللہ اہل سنت والجماعت تو اس کا تصور ہی نہیں کر سکتے۔ یہ رافضی بچے تعریف کے پردے میں حضرت علیؑ کو گالیاں دیتے ہیں۔

ہا شیطان کا قتل اگر اس سے مراد ایس لعین ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کہ بہت دی ہے اور اگر کوئی اس کا پیلہ مراد ہے تو وہ ہر دور میں لاتعداد پائے جاتے رہے۔ بلکہ ان کے لئے کوئی جن ہونا بھی ضروری نہیں۔ اس لئے کہ ہر وہ انسان بھی شیطان ہوتا ہے جو اللہ کی سرکشی اختیار کرے۔ ارشاد الہی ہے۔

شَیْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ
إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا

معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص شیطان ہے جو خلاف حکم الہی دوسروں کو بھلائی کی تلقین کرے۔ اور اس واسطے ہر اس شخص کو جو ہمارے دلوں میں خلاف احکام الہی دوسرے پیدا کرے اسے خناس کہا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي
يُؤْْوِي فِي صُدُورِ النَّاسِ

میں خناس کے دوسروں کے شر سے پناہ
مانگتا ہوں وہ خناس جو لوگوں کے دلوں

مَنْ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

میں دوسرے ڈالتے ہیں۔ وہ جن میں بھی جوتا
ہے اور انسان بھی۔

تو ہر وہ ہستی جو انسان کے دل میں خلاف شرع دوسرے پیدا کرے وہ شیطان بھی ہے
اور خناس بھی۔ اور دونوں انسان بھی ہو سکتے ہیں اور جنات بھی اور دونوں سے پناہ مانگنے کا حکم
دیگا کیونکہ اگر شیطان سے حضرت علیؑ کی مراد اس قسم کے شیاطین سے تھی تو ایک شیطان تو قتل کرنے
سے امت کو ہرگز نجات نہ ملتی۔ اس لحاظ سے اسے قتل کرنے کا تصور ہی غلط تھا۔

پھر جس شخص نے یہ روایت وضع کی ہے۔ وہ اس کا قائل تھا کہ دراصل علیؑ نہیں۔ ایسی
صورت میں ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ رافضیوں کے نزدیک اللہ اور شیطان میں مصالحت ہو گئی۔
اس لئے کہ عیشہؓ یزداں اہل من سے صلح کرنے پر مجبور رہا۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو عدائے خیر اور
عدائے شر کے پردے میں پیش کیا جاتا رہا۔

اس روایت کا دافع اسحاق بن محمد النخعی الکوفی ہے

اسحاق بن محمد النخعی یہ شخص احرر کے لقب سے مشہور تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ کذاب
ہے۔ غالی رافضیوں میں بھی حد سے بڑھا ہوا ہے۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے عبد الوہاب بن علیؑ سے سنا ہے وہ کہا کرتے تھے یہ
اسحاق انتہائی بغیث مذہب رکھتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ علیؑ اللہ ہیں۔ اسے برص کا مرض تھا اور
برص کے نشانوں پر سرخ رنگ لگتا۔ اسی لئے اسے احرر کہا جاتا ہے۔ مدائن میں رافضیوں کی ایک
جماعت تھی جو اسی کی جانب منسوب تھی اور اسے اسحاقیہ کہا جاتا تھا۔

خطیب کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے اس اسحاق کے بارے میں شیعوں سے دریافت
کیا۔ انہوں نے بھی اسحاق کے بارے میں وہی بات کہی جو عبد الوہاب بن زید نے کی تھی۔
ذہبی کا بیان ہے کہ ائمہ و جرح و تعدیل نے اس اسحاق کا اپنی کتابوں میں کوئی تذکرہ نہیں
کیا۔ اور انہوں نے بھی اچھا کیا کیونکہ یہ ایک زندقہ تھا۔ ہاں ابن الجوزی نے موضوعات میں اس

کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں یہ کذاب ہے۔ غالی رافضی ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مذہب تو رافضیوں کا بھی نہیں بلکہ وہ تو نصیری ہے اور مذہب ہی لسان
سے یہ نصاریٰ کا بجائی ہے اور جو شخص علیؑ کی الوہیت کا قائل ہو وہ کافر ہے۔ ملعون ہے
آج کل حکومت شام بھی ان نصاریٰ یعنی نصیریوں کے قبضے میں ہے۔

ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت منہد گناہوں پر مشتمل ہے۔ بلکہ اس سے حضرت علیؑ کی توہین لازم
آتی ہے۔ میں اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔ اس روایت کو اسحاق الاحمر نے وضع کیا دچوتھی صدی
میں پھر اس کے یاروں نے اس کے لئے سند وضع کر دی۔ اس طرح یہ پوری داستان چوتھی صدی
ہجری میں تیار ہوئی۔

حسن بن یحییٰ النوبختی جو خود ایک رافضی ہے اور جو اس کا قائل تھا کہ اگر اللہ ہزار ہوں تو
ایک ہی رہے گا۔ اپنی کتاب ”الرد علی الغلاة“ میں لکھتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسحاق بن محمد
الاحمر ہے جو یہ کہتا ہے کہ علیؑ اللہ ہیں۔ اور وہ بعد میں حسن میں اور پھر حسین میں ظاہر ہوئے۔ دگوا
کہ اللہ وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ ناکام ہوتا رہے (

ضوحانی کجھور کا اعلان

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا تو ایک کجھور کے درخت
سے دوسرے درخت کو آواز دی۔ یہ نبی مقطفی اور علیؑ مرقضی جا رہے ہیں.....

نیز اس روایت میں یہ بھی ہے کہ مرہنہ کی کجھور کو ضوحانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے میرے
اور تیرے فضل کا اعلان کیا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۶۱

اس داستان کا ایک راوی احمد بن نصر الذاریع البغدادی ہے۔ اس کی
تمام روایات منکر ہوتی ہیں۔ دارقطنی کا بیان ہے یہ اپنے وقت کا دجال
احمد بن نصر

ہے اور یہ روایت اس کے فریب کاری میں شمار ہوتی ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۶۱۔

صدقہ اس کی سند کا ایک اور راوی صدقہ بن موسیٰ بن تیمم ہے جو اپنے باپ سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔ اور اس سے احمد الذاریع کذاب نے یہ روایات نقل کی ہے۔ اور اس

کی اکثر روایات اسی کتاب سے مروی ہوتی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۲۱۳۔

صدقہ کا باپ موسیٰ بن تیمم بھول ہے۔

علی رضا دروسی بن تیمم نے اسے علی رضا سے روایت کیا ہے جو شیعوں کے ایک امام ہیں۔

ابن طاہر کا بیان ہے کہ یہ اپنے باپ دادا کے نام سے عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتے ہیں ان کے نام سے متعدد شیعوں نے چند نسخے لکھ کر تیار کئے۔ یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ نسخے ان کھو جانب جھوٹ منسوب کئے گئے یا یہ خود اس فعل کے مرتکب تھے۔

بن تجمان کو بیان ہے کہ یہ اپنے بیپ دادا سے عجیب و غریب روایات بیان کرتا ہے۔ اور پھر اس میں غلطیاں بھی کرتا اور ہم میں مبتلا رہتا ہے۔ دار قطنی کا بھی کچھ ہی قول ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۵۸ لطف یہ ہے کہ لغت کی مشہور کتابوں القاموس اور لسان المیزان میں ہے کہ میمانی میمان کی جانب منسوب ہے۔ اور میمان جینے والے کو کہتے ہیں۔

اہل مدینہ اپنے مینڈھے اور بیڑوں وغیرہ کھجور کے تنے سے باندھتے تھے اور وہ جیر خوار تھے اس لئے مدینہ کی کھجور کو میمانی کہنے لگے۔

یہ ممکن نہیں کہ اس کھجور کا نام اس وقت ہی ہی تھا جب حضرت علیؑ پیدا ہوئے نہ ہونے لگے۔

نیز لفظ ترغی جو پہلی اردو زبان میں حضرت علیؑ کے ساتھ عام گئے نگا۔ صاحب تاجیین اور تبع تابعین کے دور میں کسی صحابی کے ساتھ متصل نہ تھا جو بعد کے شیعوں نے حضرت علیؑ کے ساتھ چپ چل کر دیا۔ حالانکہ یہ لفظ اردوئے قرآن رسولوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ مثلاً تھی
إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ
لیکن اللہ جس رسول سے راضی ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے

جشی بن جنادہ کا بیان ہے کہ میں ابو بکرؓ کے پاس بیٹھا تھا، ابو بکرؓ نے فرمایا جس شخص سے حضورؐ نے کوئی وعدہ فرمایا ہو وہ کھڑا ہو جائے تو ایک شخص کھڑا ہوا۔ اور اس نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔

یہ سن کر ابو بکرؓ نے فرمایا۔ اچھا علیؑ کو بلاؤ، علیؑ کو بلایا گیا تو وہ آئے۔ ابو بکرؓ نے ان سے فرمایا اسے ابوالحسنؑ یہ شخص ایسا اور ایسا دعویٰ کرتا ہے۔ آپ انھیں ہاتھ بھر کر دے دیجئے۔ علیؑ نے اسے ہاتھ بھر کر دیا۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ ان کعبوروں کو گنہگار علیؑ کے ہاتھ میں آئی ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر دو ستر میں ساٹھ کعبوریں آئی ہیں۔ اور اس میں ایک بھی زیادہ نہیں ہوئی۔

ابو بکرؓ نے فرمایا۔ اللہ اور اس کا رسول سچ کہتے ہیں۔ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار کی رات فرمایا تھا۔ میرا ہاتھ اور علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۳۲۔

ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور اس کا واضح ابن دارہ ہے۔

ہیں حیرت اس پر ہے کہ ابو بکرؓ علیؑ کے اس معجزے کو بارہ سال تک بچھپائے رہے۔ لیکن اچانک یہ روایت الہام ہوئی۔

ہمارے نزدیک یہ روایت حضرت جابرؓ کی اس روایت کے جواب میں تیار کی گئی ہے جس میں حضرت جابرؓ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جب ابو بکرؓ کے پاس مال آیا تو انہوں نے اعلان کیا جس شخص سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ فرمایا ہو تو وہ اپنا دعویٰ پیش کرے۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے میں نے عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ حضورؐ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب آئندہ مال غنیمت آئے گا تو میں تجھے تین بار دونوں ہاتھ بھر کر مال دوں گا۔ ابو بکرؓ نے فرمایا اچھا میں بار ہاتھ بھر کر مال لے لو۔ جب میں نے چکا تو فرمایا یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ تھا۔ اب میری جانب سے تین بار ہاتھ بھر کر لے لو۔

یہ جو کچھ عرض کیا گیا یہ توسنی صاحبان کا قول تھا۔ ورنہ شیعوں کے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسینؑ اپنی شہادت تک اس کا اعلان کرتے رہے کہ حضور نے جس سے کوئی وعدہ فرمایا ہو۔ وہ اگر مجھ سے لے لے۔ اور یہ فضیلت ابن سعد نے اپنی طبقات میں بھی وافذی سے نقل کی ہے۔ لہذا اصل بات یہ ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ نے اپنی زندگی میں جو کچھ دیا تھا وہ تو اس لئے اُکارت کیا کہ ان حضرات کو دینے کا حق نہ تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے وصول کیا۔ تو ان کا بھی حق ادا ہوا یا نہیں۔ یہ معاملہ غور طلب ہے۔

اگر یہ کہا جاتا ہے کہ جن حضرات کو دیا گیا وہ دیا دلایا سب بے کار ہے تو حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ، اور حضرت حسینؑ نے کس کس کو کتنا مال دیا۔ گویا کہ ہمیں یہ سبق پڑھایا گیا کہ ابو بکرؓ کا دیا ہوا مال بے کار اور حضرت علیؑ اور ان کی اولاد ہر سال اعلان کرتی رہی۔ لیکن کوئی لینے والا نہیں تھا۔ لہذا یہ تمام کہانیاں اس لئے وضع کی گئیں کہ ابو بکرؓ جو کچھ کہتے رہے وہ حضرت علیؑ کے مشورے سے کام کرتے رہے۔

میرے بعد فتنہ واقع ہوگا۔ لہذا تم علیؑ کو لازم پکڑ لینا

حضرت ابو بکرؓ غفاری کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ عنقریب میرے بعد ایک فتنہ ہوگا۔ تو تم اس وقت علیؑ کو لازم پکڑ لینا۔ کیونکہ علیؑ سب سے پہلا وہ شخص ہے جس نے مجھے دیکھا۔ یہی سب سے پہلا شخص ہے جو قیامت کے روز مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ اور یہ علیؑ بلند آسمان میں میرے ساتھ ہوگا۔ اور یہ علیؑ حق و باطل کے درمیان فرق پیدا کریگا۔ ^{۱۹۸}میزان ج ۱

حضرت علیؑ نے جب خلافت سنبھالی۔ اور ان لوگوں سے اعلان جنگ کیا جنہوں نے ان کی خلافت کو قبول نہ کیا تھا تو صحابہ کرام کی اکثریت نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اور

یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اس میں کھڑا ہونے والا بیٹھنے والے سے بہتر ہوگا۔ اور اسی قسم کی دیگر تفصیلات بیان کیں۔ جو صحیح بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ حضرت اسامہ بن زیدؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت ابوہریرہؓ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت کعب بن مالکؓ حضرت ابوہریرہؓ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت جریر بن عبد اللہ الجلی وغیرہ سے مروی ہیں۔ یہ زیر بحث روایت ایک زائد و زائد بعد ان احادیث کے جواب کے لئے تیار کی گئی۔

اس روایت کی رو سے جہاں ان حضرات پر الزام قائم کیا گیا جنہوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی اور اسے جائز تصور کیا۔ مثلاً ام المؤمنین عائشہؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت معاویہؓ حضرت عمرؓ ابن العاصؓ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ابن العاصؓ وغیرہ اصل میں اس روایت کا واضح اسحاق بن بشر بن مقاتل الکوفی الکلبلی ہے۔ اس کی کینت ابو یعقوب ہے۔ یحییٰ بن کلبیان ہے کہ میں نے امام ابوہریرہؓ ابن ابی شیبہ سے کسی کو کذاب کہتے نہیں سنا۔ لیکن اسحاق کو وہ کذاب کہتے۔ موسیٰ بن ہارون اور ابو زرہؓ نے بھی اسے کذاب قرار دیا ہے۔ فلاس وغیرہ کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ دارقطنی کلبیان ہے کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو احادیث وضع کرتے تھے۔ ذہبی کلبیان ہے کہ اس داستان کا واضح اسحاق بن بشر الکلبلی ہے۔ اللہ اس پر کبھی برکت نازل نہ فرمائے۔ میزان ج ۱ ص ۱۸۸۔

میرے نزدیک اس میں اور بھی نقائص ہیں جو ہم ذیل میں پیش کئے دیتے ہیں۔

۱۔ اسحاق بن بشر الکلبلی نے یہ روایت حسن بصریؓ کی جانب منسوب کی ہے کہ انہوں نے یہ روایت ابو یسٰی سے نقل کی ہے۔ اگر حسن بصریؓ واقعتاً اس داستان سے واقف ہوتے اور وہ نقل کرتے تو جب حضرت علیؓ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے جنگ کے لئے بھرے ہوئے تھے تو حسن بصریؓ کو چاہیے تھا کہ وہ حضرت علیؓ کا ساتھ دیتے۔ لیکن وہ فتنہ کے خوف سے بھرے ہوئے گھوڑے ایک گاؤں چلے گئے۔ حتیٰ کہ جنگ کے بعد بھی انہوں نے بھرے گاؤں میں نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی جانب سے بھرے

کے گورنر حضرت عبداللہ بن عباس متعین کئے گئے۔ جو حضرت علیؑ کے چچا زاد بھائی تھے۔ حسن بصری نے ان سے ملاقات تک نہیں کی یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ حسن بصری کے نام سے جھوٹ بولا گیا۔
۲۔ حسن بصری مشہور مدلس ہیں اور صحابہ سے مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے ابوسلمی صحابی کو دیکھا تک نہیں۔ الغرض یہ اس روایت کے جھوٹا ہونے کی ایک دلیل ہوئی۔

۳۔ حسن بصری سے یہ کہانی نقل کرنے والا عوف اعرابی ہے جو حسن بصری کا شاگرد ہے وہ تاریخ میں عوف الصدوق کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن امام ابن المبارک جنہیں فرید الدین عطار نے تذکرہ الاولیاء میں تبع تابعین کے زاہدوں اور اولیاء میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے ایک روز جعفر بن سلیمان القصبی سے فرمایا۔ تو نے ابن عون، یونس اور ایب کو دیکھا ہے۔ جب اس نے اس کا اقرار کیا تو فرمایا تو پھر اس کی کیا وجہ کہ تو نے ان سے علم حاصل نہیں کیا۔ بلکہ ان تینوں حضرات کو چھوڑ کر عوف اعرابی کی مجلس میں شرکت کی!

اللہ کی قسم یہ عوف اس وقت تک خوش نہیں ہوتا جب تک وہ وہ بدعتیں اختیار نہ کر لے۔ کیونکہ وہ قدری و تقدیر کا منکر بھی ہے اور شیعہ بھی۔

محمد بن عبداللہ الانصاری کا بیان ہے کہ میں نے داؤد بن ابی ہند کو دیکھا کہ وہ اس عوف کو مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے قدری

محمد بن بشار المعروف بہ بندار جب اس عوف کی روایت بیان کرتے تو فرماتے اللہ کی قسم عوف قدری ہے۔ رافضی ہے، شیطان ہے۔ مقدمہ مسلم۔ میزان ج ۳ ص ۳۰۵۔

عوف اعرابی سے یہ داستان نقل کرنے والا خالد بن الحارث ہے جو مجہول ہے۔ الغرض اس روایت کی سند کے جتنے بھی راوی ہیں ان میں سے ایک بھی قابل اعتبار نہیں۔

میں نے رسول اللہ کی تائید حضرت علیؑ کے فریو کی ہے

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا

ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اِیْدُوْہُ بَعْلِی۔ اللّٰہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔ محمد اللّٰہ کے رسول ہیں۔ میں نے آپ کی تائید علیؑ کے ذریعہ کی ہے۔

اور میں نے یہ تحریر زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل لکھی تھی۔ میزان ج ۱ ص ۲۶۹
جب آسمانوں کا کوئی وجود نہ تھا تو جنت کہاں وقوع میں آئی اور کیسے وقوع میں آئی؟
اس روایت کا راوی اشعث ہے جو حسن بن صالح بن حمی کا جعفیہ ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ کفر شیعہ ہے۔ محدثین نے اس پر کلام کیا ہے۔ عقیلی کا بیان ہے۔ یہ احادیث باور رکھ سکتا تھا۔ میزان ج ۱ ص ۲۶۹۔

اس کا ایک اور راوی عقیۃ العوفی ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ وہ یہ داستانِ حضرت جابرؓ سے نقل کر رہا ہے۔ حالانکہ اس نے حضرت جابرؓ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔
اس روایت کی سند میں ایک اور راوی بھی بن سالم الکونی مگر قطنی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۔

اس روایت کی سند کا ایک اور راوی زکریا بن یحییٰ الکسائی ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ بدترین روایات بیان کرتا ہے۔ عقیلی کہتے ہیں اس کی یہ روایت باطل ہے۔
حافظ ابو نعیم اصبہانی لکھتے ہیں۔ اس کی روایت میں اختلاف ہے۔ کیونکہ یہ ایک اور روایت میں کہتا ہے۔

آسمانوں کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل جنت کے دروازے پر لکھا تھا کہ لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلٰی رِیْضُوْلِ اللّٰہِ کے بھائی ہیں۔

نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے۔ یہ زکریا مترک ہے۔ میزان ج ۲ ص ۴۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کسی کے لئے حلال نہیں کہ اس کی روایت نقل کرے۔ ابو حاتم کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ نسائی کا قول ہے کہ مترک ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا ہے اور اس کی روایت سے اس کا منصف ظاہر

ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۱۸۔

نیز یہ روایت ابو ایوب انصاری کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ حاکم ابو ایوبؓ جنگ محل اور جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ شریک تھے۔ ان کی یہ عدم شرکت روایت کے جھوٹ ہونے کی وضیح دے گا۔ نیز کہ جب بقول ابی ایوبؓ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ علیؓ کے ساتھ مل کر ناکثینؓ کا سر کاٹیں اور مارقین سے قتال کرنا لیکن انہوں نے قتال نہیں کیا جو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو ابو ایوبؓ اللہ کی طرف سے حضورؐ کے فرمان کی مخالفت کی جو عدا کسی معافی سے ممکن نہیں یا ابو ایوبؓ کے نام سے جھوٹ بولا گیا۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ناکثینؓ یعنی عہدِ قوط نے دالوں سے مراد زیرِ دست و تلخہ نہیں۔ ناسطین سے مراد انصاف چاہنے والے یعنی امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی ہیں جو حضرت عثمانؓ کے خون کا انصاف چاہتے تھے۔ اور مارقین سے مراد ساتھ چھوڑ کر جانے والے یعنی خارجی ہیں۔ ان سے قتال کا حکم متعدد احادیث میں موجود ہے۔ اسی لئے حضرت علیؓ نے ان سے جنگ کا اعلان کیا۔ اور ابو ایوبؓ مدینہ سے آکر شریک ہوئے اسے جنگ نہرِ حان کہا جاتا ہے۔

حضرت علیؓ کو شیطان ایک ہاتھی کی شکل میں نظر آیا

عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ ہم صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے احادیث بیان کر رہے تھے اچانک رکنِ یمانی کے قریب سے ایک بڑی شے جو تقریباً ہاتھی کے برابر ہوگی نکلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوکا اور فرمایا تجھ پر لعنت کی گئی ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کس سبب سے۔ آپ نے فرمایا یہ ابلیس ہے۔

یہ سن کر حضرت علیؓ اس پر چھپے۔ اس کے پیشانی کے بال بکڑ کے اسے کھینچا اور اسے اس کے مقام سے ہٹا دیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اسے قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا کیا تو یہ جانتا ہے کہ ابلیس نے تجھے ڈھیل دی ہے۔ وہ ایک کتا ہے جا کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

اے ابن ابی طالب اللہ کی قسم تجھے جو بھی غصہ دلائے گا۔ میں اس کے باپ کو اس کی ماں کے رحم میں شریک کر دوں گا۔ میزان ج ۱ ص ۱۹۷۔

پہلی روایت سے معلوم ہوتا تھا کہ شیطان صفا کے پاس ملا۔ اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رکن یمانی کے قریب نظر آیا۔ پہلی روایت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ جس وقت یہ دقرہ پیش کیا تو عبداللہ بن مسعود کے علاوہ کوئی اور موجود نہ تھا اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک مجمع جمع تھا۔ دیکھی ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ کسی نے حضرت علیؑ کا ساتھ نہ دیا اور نہ شاید یہ اہرمین ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا۔

پہلی روایت سے ظاہر ہوتا تھا کہ حضرت علیؑ نے اسے جلا جھوڑ دیا اور اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضورؐ کے مشورے کے بعد جھوڑا گیا۔ لیکن ایک بات ہر دو روایات میں مشترک ہے کہ ابلیس کو حضرت علیؑ سے کوئی خاص اختلاف نہ تھا۔ عیاذ باللہ۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کا واضع محمد بن مزید بن ابی الاثر ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۹۸۔
ذہبی جلد چہارم میں محمد بن مزید کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے مگر درک ہے اور متہم ہے۔ اس لئے حضرت حسینؑ کی فضیلت میں بھی ایک روایت وضع کی ہے۔
خطیب بغدادی کا قول ہے کہ یہ متعدد احادیث کا واضح ہے۔ میزان ۴ ص ۳۵۔

ہرنی کا ایک دھی ہوتا ہے

حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہرنی کا ایک دھی اور وارث ہوتا ہے۔ اور میرے دھی اور وارث علیؑ ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۲۷۳۔

حالانکہ حضرت بریدہؓ نے غم قدیر کے موقع پر یہ اقرار کیا تھا کہ مجھے علیؑ سے بغض ہے۔ اور بغض کی وجہ بھی بیان فرمائی تھی۔ لیکن اچانک ان پر حضرت علیؑ کے فضائل الہام ہونے لگے۔
شریک۔ اس کا مرکزی کردار قاضی شریک ہے جو مشہور شیعہ ہے۔ اس کا حال پہلے بیان کیا جا چکا

ابن اسحاق شریک سے یہ کہانی نقل کرنے والا مؤرخ محمد بن اسحاق ہے۔ ہم اس کا تفصیلی حال ایصال ثواب قرآن کی نظر میں بیان کر چکے ہیں۔

سلمۃ الابرش ابن اسحاق سے یہ داستان نقل کرنے والا مؤرخ سلمۃ بن الابرش ہے اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔

حمید الرازی سلمۃ سے یہ کہانی نقل کرنے والا مؤرخ حمید الرازی ہے جو کذاب ہے۔ منازی ابن اسحاق کا ناقل ہی ہے۔

ابو ربیعۃ الیادی شریک نے یہ روایت ابو ربیعۃ الیادی سے نقل کی ہے۔ اس کا نام عمر بن ربیعہ ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۴۳

حضرت علیؑ خیر البشر ہیں

عطیہ کا بیان ہے کہ میں نے جابرؓ سے پوچھا کہ علی رضی اللہ عنہ کی تم میں کیا پوزیشن تھی۔ انہوں نے فرمایا علیؑ خیر البشر تھے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے نہ حضرت علیؑ کی بیعت کی اور نہ ان کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوئے بلکہ ان کے صاحبزادے حضرت حسینؑ کو خروج سے منع کیا۔

عطیہ اس روایت کا راوی عطیہ الحوفی ہے جو مشہور رافضی ہے اور اس کی عام روایات کلی کذاب سے ہوتی ہیں۔ جو عطیہ کا استاد ہے۔ جب عطیہ پر کہے کہ ابو سعیدؓ سے یہ روایت ہے تو اس سے ابو سعیدؓ خدری مراد نہیں ہوتے بلکہ کلی کذاب مراد ہو سکتا ہے۔ تو ممکن ہے کہ جابر سے جابر بن عبد اللہ صحابی مراد نہ ہوں بلکہ مشہور رافضی جابر جعفی مراد ہو۔

صالح الخنیاط اس کا ایک اور راوی صالح بن ابی الاسود الکوفی الخنیاط ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے اس کی احادیث درست نہیں ہوتیں۔ اور نہ یہ معروف انسان ہے۔ ذہبی

کا بیان ہے کہ یہ بہت دہائی انسان ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۰۶۔

حضرت علیؑ کو دو سپید کپڑے پہنائے جائینگے

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ اللہ تعالیٰ الجب تمام انسانوں کو ایک میدان میں جمع فرمائیں گے تو میں عرش الہی کے داہنے کھڑا ہوں گا۔ اور تو میرے داہنی طرف کھڑا ہوگا۔ اور تجھے دو سپید کپڑے پہنائے جائیں گے۔ تو اے علیؑ مجھے جس بھلائی کی دعوت دی جائے گی تجھے بھی اس کی دعوت دی جائے گی۔ میزان ج ۲ ص ۱۶۵۔

اس روایت کا راوی سفیان بن ابی ایہم الکوفی ہے۔ ازہدی کا بیان ہے کہ گمراہ ہے۔ ضعیف ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔ اور اسے عبد المؤمن القاسم نے تیار کیا ہے میزان ج ۲ ص ۱۴۲۔
عبد القادر کا بھائی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ کٹر شیعہ ہے۔ اس کی اکثر روایات ایسی برقی ہیں جنہیں کوئی دوسرا بیان نہیں کرتا ج ۲ ص ۶۷۔

ابان بن تغلب عبد المؤمن نے یہ روایت ابان بن تغلب الکوفی سے نقل کی ہے اور یہ خاص کٹر شیعہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ غالی شیعہ ہے۔ سعدی کہتے ہیں یہ کھلا گمراہ ہے ج ۱ ص ۵۔

عمران بن مقسم ابان نے یہ روایت عمران بن مقسم سے نقل کی ہے۔ جو قطعاً مجہول ہے۔
منہال بن عمرو عمران نے یہ روایت منہال بن عمرو سے نقل کی ہے۔ جو اگرچہ بخاری و مسلم کا راوی ہے لیکن یحییٰ بن سید القطان۔ حاکم۔ جوزجانی اور ابن حزم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

اسے علی تو قیامت کے روز لوگوں کو حوض کوثر سے بھگائے گا

حضرت ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اسے علیؑ قیامت کے دن تیرے ہاتھ میں جنت کی لاطیوں میں سے ایک لاطی ہوگی۔ جس کے ذریعہ تو لوگوں کو میرے حوض سے ہٹائے گا۔ میزان ج ۲ ص ۱۷۱۔
ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔

سلام بن سلیمان اس روایت کا راوی سلام بن سلیمان بن سوار ہے۔ اس کا تعلق بڑے ضعیف سے ہے۔ ملائ کا باشندہ ہے۔ اس کی کینت ابو العباس ہے۔ شبابہ بن سوار کا جیتجا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ تو ی نہیں۔ ابن عدی کا قول یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن عدی نے اس کی اٹھارہ روایات نقل کی ہیں۔ اور کہا ہے کہ یہ ایسی روایات بیان کرتا ہے۔ جنہیں کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۷۱۔
زید العمی اس کا ایک اور راوی زید العمی ہے جو زید بن الحواری کے لقب سے مشہور ہے ابو الحواری اس کی کینت ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ ہرات کا قاضی تھا۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے ضعیف ہے لیکن اس کی روایت کلمہ لی جائے۔ نسائی کا قول ہے ضعیف ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ شبابہ نے جن ضعیف راویوں سے روایات لی ہیں۔ یہ زیدان میں سب سے زیادہ ضعیف ہے۔ بخاری و مسلم نے اس کی روایت نہیں لی۔ میزان ج ۲ ص ۱۷۱۔

حضرت علیؑ دوبارہ قتل ہونگے

حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم میں ضرور قتل کیا جاؤں گا۔ پھر اٹھایا جاؤں گا۔ پھر قتل کیا

جاؤں گا اس دوبارہ قتل سے میری موت واقع ہوگی۔ مجھے اریحا مقام پر ایک یہودی چکنے پتھر سے مارے گا اور وہ میری کھوپڑی پہاڑ دے گا۔ میزان ج ۲ ص ۲۰۸۔

ذہبی کہتے ہیں یہ روایت عقلی نے کتاب الضعفاء میں نقل کی ہے۔ اس کی سند کے تمام لڑی مجہول ہیں اسے حضرت علیؑ سے نقل کرنے والا ان کا مشہور شاگرد عبایہ بن ربیع ہے جو غالی شیعوں ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۸۔

عبایہ سے نقل کرنے والا دہی موسیٰ بن طریف ہے۔ جس کا حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے اور یہی اس روایت کا واضع ہے۔ لیکن اس نے ابانت علیؑ کے لئے یہ داستان وضع کی تھی لیکن ہائی رافضی برادری نے یہ کارنامہ انجام دیا کہ اس روایت کا آخری حصہ حذف کر دیا۔ حتیٰ کہ اہل تشیع کہ مشہور کتاب کو کب درسی میں اس کا ابتدائی حصہ موجود ہے۔

حضرت علیؑ دنیا و آخرت میں سردار ہیں

عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کی جانب دیکھ کر فرمایا تو دنیا میں بھی سردار ہوگا۔ اور آخرت میں سردار ہوگا۔ جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ میزان ج ۲ ص ۹۱۳۔

اس کے ساتھ حضرت جعفرؓ کا وہ قول بھی لگا لیجئے کہ جس نے ابو بکرؓ کو عمرؓ کو مسلمان سمجھا اس نے علیؑ سے دشمنی رکھی اسی لئے غمغینیؓ نے اپنی ولایت فقیہ میں ابو بکرؓ کو عمرؓ کو گایاں دی ہیں اور اس بات کا اقرار کیا ہے کہ علیؑ سے محبت کرنے والا ابو بکرؓ کا عمرؓ کو دشمن ضرور سمجھے گا۔ اور جو شخص ان کو مسلمان سمجھے گا وہ علیؑ کا دوست نہیں ہوگا۔ رہا حضرت علیؑ کا ابو بکرؓ کو عمرؓ سے دوستی کرنا تو وہ تفسیر پر مبنی ہے۔ لہذا اگر کوئی شیعہ آپ سے دوستی کرتا ہے تو یہ یقینی امر ہے کہ وہ تفسیر کرتا ہے اس کی بات پر یقین کرنا شاید اتنا دشوار ہے جتنا متعدد خداؤں کو ماننا۔

اس روایت کا راوی حیدر المزاق بن ہمام ہے جو خالص رافضی ہے۔ اور آخر عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ احمد بن الازہر کا بیان ہے کہ عبد المزاق نے یہ روایت مجھ سے خلوت میں حافظہ کے بل بوتے پر بیان کی۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ عبد المزاق کا تفصیلی حال پہلے درجہ لیجئے۔

میرے بعد جو خود کو رسول کا بھائی کہے وہ کذاب ہے

زید بن وہب کا بیان ہے کہ میں نے علیؑ کو یہ کہتے سنا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ میرے بعد اگر کوئی آیا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

اتفاق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد چچا زاد بھائیوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا۔ لیکن حضرت علیؑ کے بعد وہ رسول اللہ کے بھائی نہیں رہے۔ مثلاً حضرت عباسؓ، ابوہریرہؓ، حارث و غیرہ کی اولاد۔

اور اگر مقصد یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے بعد کوئی اللہ کا بندہ نہیں تو اس کا حکم کم از کم ہماری عقل سے بالاتر ہے۔

حارث بن حصیرۃ الازدی اس کا راوی حارث بن حصیرۃ الازدی الکوفی ہے۔ ابو حاتم مازنی کا قول ہے کہ اگر سفیان ثوری اس سے روایت نہ لیتے تو سب اسے ترک کر دیتے یہ شیعوں کا آزاد کردہ غلام ہے۔

ابو احمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ حضرت علیؑ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ خبیث تھا۔

خشبی وہ طبقہ ہے جو اس لکڑی کی پوجا کیا کرتا تھا جس پر زید بن علی بن حسین کو چھانسی دی گئی ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت لکھی جائے اگرچہ یہ ضعیف ہے اور کوفہ کے آگے جانے والے شیعوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۲۲۔

حادث نے اس روایت کو زبردستی دھب سے نقل کیا ہے۔ اگرچہ وہ تمام محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں لیکن حب علی میں غلو کی حد تک مبتلا تھے۔ حتیٰ کہ حضرت حذیفہؓ سے اس روایت کا ناقل ہے کہ اگر دجال ظاہر ہوا تو اس کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے جو عثمانؓ سے محبت کرتے ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۲۸۱
حالانکہ حضرت حذیفہؓ کو حضرت عثمانؓ سے اتنی شدید محبت تھی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے غم میں شہر چھوڑ کر جنگل میں ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ چالیس روز کے اندر ان کا انتقال ہو گیا۔ لیکن انہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔

جو شخص میری طرح سے زندگی گزارنا چاہے وہ علیؓ سے دوستی رکھے

حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ وہ میری طرح زندگی گزارے۔ اور میری موت مرے تو اسے چاہیے کہ میرے بعد علیؓ بن ابی طالب سے محبت کرے۔ میزان ج ۱ ص ۲۲۵۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے جب یہ سنا کہ عثمانؓ شہید کر دئے گئے تو جنگل میں ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ ان کی موت آگئی۔

بشر بن ہرآن الخصاص
اس کا لوی بشار بن ہرآن الخصاص ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میرے والد نے اس کی حدیث ترک کر دی تھی میزان ج ۱ ص ۲۲۵

بشر نے اسے شریک بن عبد اللہ بنان الکوفی سے نقل کیا ہے جو کٹر افسنی ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کیا جا چکا۔

بشر بن ہرآن سے یہ کہانی نقل کرنے والا محمد بن زکریا الغلابی ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ مورخ ہے۔ ابن مندہ کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدی نے اس کی ایک روایت نقل کر کے اسے جھوٹا قرار دیا۔ میزان ج ۳ ص ۵۵۔ دارقطنی کا بیان

ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا۔ کتاب الضعفاء والمتردین۔ للدارقطنی ص ۱۵۵۔

علیؑ کے فضائل تیس ہزار کے قریب ہیں

عیسیٰ بن عبد اللہ نے اپنے باپ دادا کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ کسی شخص نے بن عباسؓ سے عرض کیا۔ سبحان اللہ میرا خیال ہے کہ علیؑ کے مناقب تین ہزار ہوں گے۔

اس پر ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ تیس ہزار کے قریب ہوں گے۔ میزان ج ۱ ص ۴۶۲۔

اس کا پہلا راوی حسن بن حسین اکوفی ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں محدثین کے نزدیک یہ سچا نہیں بہت اونچے درجہ کے شیعوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ کہ اس کچھ روایات ثقہ راویوں کی طرح نہیں ہوتیں۔ ابن جہان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے لغو روایات بیان کرتا اور احادیث میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۶۳۔

عیسیٰ بن عبد اللہ اس حسن بن حسین اکوفی نے یہ داستان عیسیٰ بن عبد اللہ سے نقل کی ہے وہ اپنے باپ دادا کے واسطے سے یہ روایت نقل کرتا ہے۔

اس عیسیٰ سے مراد عیسیٰ بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب ہے۔ یہ تمام روایات اپنے باپ دادا کے نام سے نقل کرتا ہے۔ اس کی عام روایات موضوع ہوتی ہیں۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متر و کتبہ ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۱۵۔

علی میری جگہ ایسے ہی ہیں

جیسے میرا سر میرے بدن پر

حضرت براء بن عازب کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؑ ایسے ہی ہیں جیسا کہ

میرے بدن پر میرا سر۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے اس سند سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت نہیں لکھی۔
 غالباً یہ ارشاد بھی خم غدیر میں ہوا ہوگا۔ اس لئے کہ خم غدیر میں بقول جعفر بن سلیمان ضعی حضرت
 برادر شکایت کرنے پہنچے تھے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں۔

ہاں ابن مردودہ نے حسین الاقصیٰ اور قیس بن الریح کی سند سے ابن عباس کے ذریعہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

حسین الاشقر بخاری کا بیان ہے کہ اس کے پاس منکر روایات ہوتی ہیں۔

قیس بن الریح اور اس روایت کی سند میں قیس بن الریح بھی ہے بخاری کا بیان ہے۔ یہ کچھ

نہیں، امام احمد کا بیان ہے یہ شیعہ تھا۔ العلل الثناہ فی احادیث الولیہ ج ۲ ص ۲۱۲

اس کا نام حسین بن الحسن الاشقر الکوفی ہے۔ نسائی نے اس سے روایت

حسین الاشقر

لی ہے۔ یہ حسین بن صالح اور زہیر وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس

سے احمد بن حنبل اور کدی وغیرہ نے روایت لی ہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابودرد

کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابوعامر کہتے ہیں قوی نہیں، جوزجانی کہتے ہیں۔ یہ غالی قسم کا لافضی ہے۔ نیک

لوگوں کو گامیاں دیتا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت اس حسین الاشقر کو بطور حید استعمال کرتی

حالانکہ اس روایت بھی منکر ہوتی ہیں۔ مگر ابن عدی نے اس کی متعدد منکرات بیان کیں۔ اور ایک روایت کے

بارے میں تحریر کیا میرے نزدیک یہ تمام بلاشقر کی نازل کردہ ہے۔

ابو عمر البذلّی کا بیان ہے کہ کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی لکھتے ہیں، قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین

لنسائی ص ۳۳، الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۸۳۔

قیس بن الریح کا ہم تفصیلی حال پیش کر چکے ہیں، لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

یہ ذہن میں رہے کہ کسی انسان کی زندگی اس کے سر کی بقا پر ہے۔ اور جو کچھ وہ بولتا اور کہتا ہے وہ دوسری سے بولتا اور کہتا ہے۔ اگر سر نہ ہو تو بقیہ جسم بے کار مض ہے۔ اس میں کوئی زندگی نہیں۔ گویا اگر حضرت علیؑ نہ ہوں تو حضور کی زندگی بے کار اور حشر جو کچھ فرماتے وہ مولا علیؑ کی زبان سے فرماتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ سیدی کے وقت شخص نے اپنی جگہ ابوبکر کو امام بنادیا۔ اور سر بے چارہ سوچتا ہی رہ گیا کہ وہ کیا کرے؟

علیؑ سے حسد رکھنے والا مجھ سے حسد رکھتا ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے جس نے علیؑ سے حسد رکھا اس نے مجھ سے حسد رکھا اور جو مجھ سے حسد رکھتا ہے اس نے کفر کیا۔

ہم نے بخاری کے حوالہ سے حضرت بریدؓ کی یہ حدیث پیش کی تھی کہ نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریدؓ سے اسناد فرمایا۔ کیا تو علیؑ سے بغض رکھتا ہے۔ انہوں نے اقرار کیا۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا اے بغض نہ رکھ کیونکہ خمس میں اس کا بھی حصہ ہے۔

اگر صورت حال وہ ہوتی ہے جو مذکورہ بالا روایت میں بیان کی گئی تو آپؐ کو بریدؓ سے فرمانا چاہیے تھا کہ تو نے کفر کیا۔ کیونکہ علیؑ سے بغض مجھ سے بغض ہے اور مجھ سے بغض رکھنے والا کافر ہے۔ لیکن آپؐ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ بغض کا درجہ حسد سے بہت بلند ہے اور جب بغض رکھنے پر حضرت بریدؓ کو کافر نہیں کہا گیا تو حسد رکھنے پر کوئی کیسے کافر ہوگا۔

یہ روایت ابن جریرؒ کے حوالہ سے ابن جوزیؒ نے ابی العلیل میں نقل کی ہے۔ اور سلام فرمایا اس کا راوی سلام بن ابی حمزہؒ ہے۔ ابن حبانؒ کا بیان ہے کہ اس راوی کو بطور حجت پیش کرنا جائز نہیں۔ العلیل المتناہیہ فی احادیث الوامیہ ج ۱ ص ۲۱۱

ذہبیؒ میزان میں لکھتے ہیں کہ سلام بن ابی حمزہؒ الخراسانی سے ترمذیؒ نے روایت نقل کی ہے یہ عکرمہؒ سے روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معینؒ کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ ابن حبانؒ کا بیان ہے کہ اس سلام کی روایت پیش کرنا جائز نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۵۸

سب سے پہلے حوض کوثر پر حضرت علیؑ آئینگے۔

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس امت میں سب سے قبل ایک مسلم کی حیثیت سے جو آئے گا وہ علیؑ بن ابی طالب ہوں گے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ محمد بن یحییٰ الماربی منکر الحدیث ہے۔ اس کی روایات بالکل تاریک اور منکر ہوتی ہیں۔ العلل للفتاویٰ میری (حدیث الطبری ج ۱ ص ۲۱۱)

ماربی

لیکن محسنی یعنی شیخ فضیل المیس۔ مدیر ازہر لبنان اس روایت کے حاشیہ پر رقم طراز ہیں کہ اس محمد بن یحییٰ کو دارقطنی نے ثقہ کہا ہے۔ اور ابن حبان نے بھی اس کا کتابہ ثقات میں ذکر کیا ہے۔ خطیب اور حاکم نے ج ۳ ص ۱۳۶ پر سیف بن محمد کو اس کا متابع بیان کیا ہے۔ اور وہ کذاب ہے ابن عدی نے عبدالرحمان بن قیس کو بھی اس کا متابع بیان کیا ہے لیکن وہ وضاع ہے۔ حاشیہ العلل ص ۲۱۱ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ الماربی، یہ سبائی کے لقب سے مشہور ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایات تاریک اور منکر ہوتی ہیں۔ اور دارقطنی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے ایک روایت نقل کر کے تحریر کیا ہے۔

کہ یہ روایت باطل ہے میں نہیں جانتا کہ اس روایت کو کس نے وضع کیا ہے۔ خطیب بن عمر الصغیر نے محمد بن یحییٰ الماربی۔ میزان ج ۲ ص ۶۲

سلمانؓ سے یہ روایت نقل کرنے والا عیسیٰ اکندی ہے مجھے اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔

علیؑ سے قیامت تک منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔

حضرت عمران بن حصینؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اُو علیؑ آپ کے پیرو میں بیٹھے تھے۔ آپ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ”کیا وہ مضطر کی پکار نہیں سنتا اور اس سے تکلیف دہ سنیں کر“ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بنانا ہے“

اس پر حضرت علیؓ کے مونڈھے کاپنے لگے۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کے مونڈھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔ اے علیؓ تجھ سے مومن کے علاوہ کوئی محبت نہیں کر سکتا۔ اور منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔

یہ آیت سننے کے بعد حضرت علیؓ کے کپکپائے اور پھر ان کے بارے میں فیصلہ سنانے سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔ واصل اس داستان کا راوی

نفع بن الحارث النخعی الکوفی الأعلمی ہے۔ اس کی کنیت ابو راؤد ہے۔ یہ ایک قصہ گو انسان تھا۔ عقلمند کا بہانہ ہے۔ یہ عالمی رافضی تھا۔ بخاری کہتے ہیں۔ اس پر محدثین کو اعتراض ہے۔ یحییٰ بن تمیمین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔

اس نفع کو ابو راؤد الاعلمی اور ابو داؤد اسمعیلی بھی کہا جاتا ہے۔ بعض افراد نے دھوکہ دینے کے لئے اس کا نام نافع بن ابی نافع ہی بیان کیا ہے تاکہ لوگ اسے کوئی غیر شخص تصور نہ کریں۔
خاتمہ بن دعامہ جو اس کے ہم عصر تھے۔ وہ کہتے ہیں یہ کذاب ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ ابو زرہ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس ابو داؤد سے روایت اخذ کرنا بھی جائز نہیں۔

تھام کا بیان ہے کہ یہ ابو داؤد ایک بار عبرہ آیا اور ہمارے سامنے زید بن ارقم اور ہارث کی احادیث بیان کرنے لگا۔ ہم نے خاتمہ سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا وہ جھوٹ بولتا ہے کیونکہ طاعون جارف یعنی ۱۱۸۰ء سے قبل تو وہ گدا گر تھا۔ لوگوں سے بھیک مانگتا پھر تاتھا۔ (ادب محدث بن گیا ہے) میزان ج ۴ یہ ابو داؤد حضرت انسؓ، حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت برائ بن عازبؓ، حضرت عمران بن حصینؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ جو خود ایک انتہائی مشکوک امر ہے۔ اس لئے کہ نفع بن عمر بن طاعون جارف کے وقت گیا یعنی ۱۱۸۰ء کے بعد جب کہ عمران بن حصینؓ کا بصرہ میں ۱۲۰۰ء میں اور انس بن مالکؓ کا ۱۲۰۰ء میں انتقال ہوا۔ پھر لطف یہ ہے کہ براۓ ۱۲۰۰ء

میں کوفہ میں زید بن ارقم نے مدینہ میں ۶۸ھ میں اور ابن عباس نے ۶۶ھ میں طائف میں انتقال کیا۔ اور ماشا اللہ یہ سب سے نقل کمرہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام قتادہ فرماتے ہیں اس نے ان صحابہ میں سے کسی سے بھی حدیث نہیں سنی۔ امام مسلم نے شام سے نقل کیا ہے کہ اس ابو داؤد کا دعویٰ تھا کہ اس نے اٹھارہ بدی صحابہ کو دیکھا ہے۔ اس پر امام قتادہ نے فرمایا حسن بصری اور سعید بن السیب اس سے عرب میں بھی بڑے تھے اور اس سے زیادہ صمدین کے متلاشی تھے لیکن انہوں نے بھی کسی بدی صحابی سے حدیث نہیں سنی ہاں سعید بن السیب نے صرف ایک بدی صحابی یعنی معاذ بن ابی وقاص سے حدیث سنی ہے مقدمہ مسلم جلد ۱ ص ۲۔

حارث بن حصیر الزدی اسی ابو داؤد سے روایت عمارت بن حصیر الزدی نے نقل کی ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے یحییٰ بن معین فرماتے ہیں اگرچہ یہ ثقہ تھا۔ لیکن اس کوڑی کا پکاری تھا۔ جس پر زید بن علی بن حسین کو پھانسی دی گئی تھی۔

ابو احمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ شخص فقر درجہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ابو حاتم رازی لکھتے ہیں۔ اگر سفیان ثوری اس سے روایات نہ لیتے تو سب لوگ اس کی روایات ترک کر دیتے میزان ج ۱ ص ۲۸۲ دارقطنی لکھتے ہیں کہ عمارت بن حصیر غالی قسم کا شیعہ تھا۔ الضعفاء والمتروکین ص ۱۱۱ حاکم ابن حجر لکھتے ہیں سچا ہے غلطیاں کرتا ہے لیکن اس پر رقص کا اتہام ہے۔ تقریب ۵۹ عبد الحکیم شرف الدین موسوی بحر عراق میں شیعوں کا امام تھا وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔ ابو حاتم نے اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ شیعہ تھا۔ ایک آدا کردہ فلام تھا۔ ابو احمد الزبیری کہتے ہیں یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ ابن عدس کہتے ہیں کہ ضعت کے باوجود اس کی روایت لکھی گئی یہ کوفہ کے آگ لگانے والے شیعوں میں داخل ہے۔

ذبیح کا بیان ہے میں نے جریر سے سوال کیا کہ کیا آپ نے عمارت بن حصیر کو دیکھا ہے۔

انہوں نے جواب دیا ہاں دیکھا ہے ایک بہت بڑا شخص تھا۔ اکثر خاموش رہتا، لیکن ایک بہت بڑی بات پر اصرار کرتا۔ یحییٰ بن معین اور نسائی کا بیان ہے کہ ثقہ ہے، خشبی ہے۔ اس حادث سے سفیان ثوری، مالک بن مغزل اور عبد اللہ بن عمر نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ شیعوں کا شیخ اور ان کا معتبر راوی شمار ہوتا ہے۔ ہم نے یہ سب کچھ میزان سے تحریر کیا ہے۔

نسائی نے عباد بن یعقوب کے ذریعہ عبد اللہ بن عبد الملک المسعودی نے اس حادث بن حنفیہ کے ذریعہ زید بن وہب سے نقل کیا ہے کہ میں نے علی کو یہ کہتے سنا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ مراجعات ص ۹۔

ان تمام امور کو دیکھنے کے بعد آپ حضرات خود غور فرمائیں کہ نجات شیعوں والوں کی روایت کو اپنانے میں ہے یا ان روایات سے بچنا چھوڑنے میں۔

قیامت کے روز حضرت علیؓ جھنڈا اٹھائیں گے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کے روز آپ کا جھنڈا کون اٹھائے گا۔ آپؐ نے فرمایا جو اسے دنیا میں اٹھاتا رہا۔ یعنی علیؓ۔ میزان ج ۲ ص ۲۳۱

یہ بات تو اس وقت درست ہوتی جب کہ ہر غزوہ میں حضرت علیؓ کے ہاتھ میں جھنڈا ہوتا، لیکن خیبر کے قلعہ قوس کے علاوہ کسی وقت بھی حضرت علیؓ کے ہاتھ میں جھنڈا نہیں رہا۔ ہاں جنگِ احد میں حضرت مصعبؓ بن عمیر کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کو جھنڈا دیا گیا۔ فتح مکہ کے وقت ابو عبیدہؓ زبیر بن العوامؓ اور خالد بن الولیدؓ علم بردار تھے۔ جنگِ ذات السلاسل میں حضرت عمرو بن العاصؓ علم بردار تھے۔ اگر فرض کر دوں کہ یہ کہتا کہ قیامت کے روز تمام وہ لوگ بالترتیب جھنڈے اٹھائیں گے جو آپؐ کی زندگی میں جھنڈے اٹھاتے رہے، تو بات کچھ سوچنے کے قابل ہوتی۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہر غزوہ میں کم از کم تین جھنڈے ہوتے ایک مہاجرین کا اور دو انصار کے، اس لحاظ سے حضرت جابرؓ کا یہ فرمانا کہ حضورؐ کا جھنڈا اٹھانے

والے صرف حضرت علیؑ تھے۔ یہ بات درست نہیں۔

پھر حضرت جابرؓ ان افراد میں داخل ہیں جو حضرت علیؑ کے ساتھ کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ انہیں صرف اس لئے یاد کیا جاتا ہے کہ وہ رافضیوں کے امام باقرؑ کے استاد ہیں ورنہ پانچ افراد کے علاوہ سب کافر ہو گئے تھے۔ لیکن پھر بھی ہماری سمجھ سے یہ باہر ہے کہ بوقتِ ضرورت اپنا کاروبار چلانے کے لئے اپنی حضرات کو بھوٹ بول کر پیش کیا جاتا ہے۔

ناصح بن عبد اللہ الجلی اس داستان کا راوی ناصح بن عبد اللہ الکوفی ہے۔ محدثین کا فتویٰ ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ نسائی

کابیان ہے ضعیف ہے۔ فلاس کابیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں میزان ج ۴ دارقطنی کابیان ہے کہ ناصح بن عبد اللہ اس کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔

سماک بن حرب سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۶۷ امام بخاریؒ لکھتے ہیں ناصح، سماک اور اپنے ماموں عبدالعزیز بن الخطاب سے حدیث روایت کرتا ہے اس کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۱۹

اسمعیل بن ابان الغنوی نسائی لکھتے ہیں۔ ناصح بن عبد اللہ کوفہ کا باشندہ ہے ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۶۷ ناصح سے یہ روایت نقل کرنے والا اسمعیل بن ابان الغنوی الکوفی ہے۔ یحییٰ بن معین کابیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ امام احمد بن

حنبل فرماتے ہیں یہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ بخاری کابیان ہے کہ احمد بن حنبل اور دیگر محدثین نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس نے متعدد احادیث وضع کر کے امام سقیان ثوری کی جانب بھی منسوب کی ہیں۔ نسائی اور مسلم کابیان ہے کہ متروک الحدیث ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۲۹)

نسائی لکھتے ہیں اسمعیل بن ابان کوفہ کا باشندہ ہے۔ بشام بن عروہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۹

دارقطنی کہتے ہیں۔ اسمعیل بن ابان الغفوی کو فکا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابواسحاق الکوفی ہے۔ حکم، عطیہ، نفیل بن عمرو الخياط اور مہشام بن عروہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۵۵

علیؑ سے کیا عہد لیا گیا تھا؟

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ علیؑ حق پر ہیں اور جو ان کی پیروی کرے وہ بھی حق پر ہے اور جس نے انہیں چھوڑا اس نے حق کو چھوڑا۔ ایک ایسا عہد ہے جو اس سے قبل لیا گیا تھا۔ میزان مقام یہ ام المومنین ام سلمہؓ کی ذاتی رائے بیان کہ جلتی ہے۔ بہت سے حضرات حضرت علیؑ کو حق پر سمجھتے تھے ہو سکتا ہے کہ ام المومنین بھی حضرت علیؑ کو حق پر سمجھتی ہوں۔ لیکن اس معاملہ میں حضورؐ کا یا اللہ کا کسی بات پر عہد لینا اس لئے ممکن نہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو ہزار ہا صحابہ حضرت علیؑ کا ساتھ دیتے۔ لیکن چند صحابہ کے علاوہ کسی نے ساتھ نہیں دیا جو اس روایت کے غلط ہونے کی دلیل ہے۔

اس روایت کا راوی موسیٰ بن قیس ہے۔ یہ خود کو مصفورا الجنتہ (جنت کی چڑیا) کہا کرتا تھا۔ ابن جوزی کا بیان ہے یہ احادیث وضع کرتا۔ عقیلی کا بیان ہے یہ فالی قسم کا راغبی تھا۔ اس نے ردی روایات بیان کی ہیں۔

اس روایت کا ایک اصراروی مالک بن جحونہ ہے جو حضرت ام سلمہؓ سے یہ روایت نقل کر رہا ہے۔ اور وہ قطعاً مجہول ہے اور اس سے نقل کرنے والا عیاض بن عیاض بھی مجہول ہے۔

قیامت کے روز سب سے اول علیؑ مجھ سے ملاقات کریں گے

یعنی خضاری کا بیان ہے کہ میں غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتی رہیوں گی دو بار دو کرتی اور رفیعوں کی دیکھ بھال کرتی جب علیؑ بصرہ چلے تو میں ان کے ساتھ گئی تو میں نے عائشہؓ

کو کھڑے دیکھا (سن تنبا اور پیدل) تو میں ان کے پاس پہنچی۔ اور میں نے ان سے عرض کیا۔ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علیؓ کی فضیلت نہیں سنی۔ انہوں نے جواب دیا ہاں میں نے سنی ہے۔

ایک بار علیؓ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر پر بیٹھے تھے۔ اور آپ ایک چادر اوڑھے تھے۔ علیؓ ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے ان سے عرض کیا، آپ کو اس کے علاوہ کوئی کشتہ نہ ملے گا نہیں لی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے عائشہؓ میرے بھائی کو بھڑو دے۔ کیونکہ یہ لوگوں میں سب سے اول اسلام لایا۔ اور موت کے وقت سب سے آخری عبد اس سے ہو گا اور قیامت کے روز سب سے پہلے یہ مجھ سے ملاقات کرے گا۔ میزان ج ۴ ص ۲۱۶

اس روایت کا راوی موسیٰ بن القاسم ہے۔ بخاری کا بیان ہے یہ ایسی روایات نقل کرتا ہے۔ جو اور کوئی روایت نہیں کرتا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کے تمام راوی مجہول ہیں۔

اس روایت کا پہلا راوی عبد السلام ابو اہلقت ہے۔ جس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بھی ایک اعلیٰ قسم کی بے غیرتی ہے کہ میاں بیوی کے درمیان چچا زاد بھائی گھس کر بیٹھ جائے ہم تو حضرت علیؓ کو انابے جیسا تصور نہیں کرتے۔ وہ گیا فحاش کے وقت کا عہد تو بخاری و مسلم میں تمام المؤمنین عائشہؓ کا بیان ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا، اے عائشہؓ! اپنے باپ ابو بکرؓ اور بھائی کو بلالے تاکہ میں ان کے لئے خلافت کھد دوں۔ حضرت عائشہؓ نے اٹھنا چاہا تو آپ اپنا بدن سہارہ سکے۔ آپ نے ارشاد فرمایا رہنے دے کیونکہ اللہ اور مسلمان ابو بکرؓ کے علاوہ کسی کو اختیار نہ کریں گے۔ غالباً یہ کہانی اسی حدیث صحیح کے جواب میں تیار کی گئی ہے۔

اے اللہ! علیؓ سے مدد طلب کر اور اسے مدد کی خواہش کر

کہ تیرا پیغمبر کا بیان ہے کہ ابو بکرؓ نے کعبہ سے اپنی پشت لگائی، پھر فرمایا۔ اے لوگو! آؤ میں تم

سے دو باتیں بیان کروں جو میں نے تمہارے بچے سے سنی ہیں۔ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ انہوں نے علیؑ سے چند کلمات کہے۔

”اے اللہ! اس کی اعانت کر، اس سے اعانت کا خواہاں ہو۔ اس کی مدد کر اور اس سے مدد کا خواہاں ہو کیونکہ وہ تیرا بندہ اور تیرے رسول کا بھائی ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ جس کی مدد کرتا ہے اس سے امداد بھی طلب کرتا ہے۔ بہت خوب! **مہلبہل عبیدی** اس روایت کو کُندُریۃ الجُزیری سے نقل کر چکا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ دونوں مجہول ہیں۔

اس روایت کے دونوں جملے قطعاً کفریہ ہیں۔ ہم اس کفر سے حضرت کے طلبگار ہیں۔

حضرت علیؑ کی آنکھوں میں تھوک لگانا

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کی آنکھوں میں تھوک کا سرمہ لگایا۔

میزانِ حقیقت

اس کا راوی متقی بن عرفان ہے جو اپنے چچا ابو وائل شقیق بن سلمہ سے روایت نقل کرتا ہے۔ **معلی** شقیق اس کے چچا امام انا بعین ہیں۔ وہ تو اس کذب و افتراء سے بڑی ہیں۔ لیکن جہاں تک ان کے نتیجے معلی کا تعلق ہے تو یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ نسائی کا بیان کہ متروک ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعوں ہے۔ اس نے شقیق سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنگِ صفین میں حضرت عبداللہ بن مسعود حاضر تھے۔ حالانکہ حضرت عبداللہ حضرت عثمانؓ کی حیات میں انتقال فرما چکے تھے۔ لہذا یہ روایت بھی اپنے وجود میں آنے سے قبل انتقال کر گئی تھی۔

بخاری لکھتے ہیں معلی بن عرفان الاسدی الکوفی اپنے چچا شقیق سے روایات نقل کرتا ہے۔

منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۱

نسائی لکھتے ہیں، یہ معشائی بن عرفان متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والترکین للنسائی
 دارقطنی لکھتے ہیں، یہ معشائی بن عرفان کوئی ہے۔ ابو دائل یعنی شقیق سے روایات نقل کرتا
 ہے۔ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والترکین للدارقطنی ص ۱۵۵
 معشی حاشیہ میں رقم طراز ہیں۔

حافظ لکھتے ہیں، تمام ناقدین حدیث کا اس کے کذب پر اتفاق ہے۔ یہ غالی قسم کا شدید تھا۔

علیٰ خلق الہی پر اللہ کی حجت ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجیب بیٹھا تھا۔ اچانک حضرت
 علیؓ آگئے۔ انہیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے انسؓ! یہ کون ہے؟ میں
 نے عرض کیا یہ علیؓ بن ابی طالب ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا۔ اے انسؓ، یہ
 خلق الہی پر اللہ کی حجت ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میری امت پر قیامت کے دن یہ
 حجت ہوگا۔

سب سے بڑی حیرت تو اس پر ہے کہ حضرت انسؓ ۱۳۷ھ تک حیات رہے اور مختلف مولیوں
 کی بیعت کی۔ لیکن حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ یہ ان کی جانب سے اڑائی ہوئی ایک گب ہے۔
ذہبی کا بیان ہے کہ روایت باطل ہے۔ اے حضرت انسؓ

مطہر بن سیمون الحارثی الاسکافی نقل کر رہا ہے مجھے مطہر بن ابی مطر کہا جاتا ہے۔ امام ابو ہاشم
 رازی، بخاری اور نسائی کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۳۱۔ دارقطنی لکھتے ہیں
 متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والترکین ص ۱۶۵، للدارقطنی، بخاری لکھتے ہیں، مطہر بن سیمون نے حضرت
 انسؓ اور عکرمہ سے روایات سنی ہیں۔ اس سے یونس بن بکر روایات بتا رہے۔ منکر الحدیث ہے۔

کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۱۱

اس مطہر نے حضرت انسؓ کے نام سے یہ روایت بھی وضع کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔ علیؑ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔

اور یہ روایت کہ میراجبائی اور میرادزیر، میرگھر والوں میں میر خلیفہ اور جن لوگوں کو میں چھوڑ کر
مروں گا ان میں سب سے بہتر علیؑ ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ ان سے روایات کا وضاح مطر بن یونسؒ

ان روایات کے علاوہ ایک روایت ابن عدی اور ذہبی نے یہ بھی نقل کی ہے کہ علیؑ میرا
جبائی ہے میرا ساتھی، میرا بچا کا بٹیا، اور میں اپنے بعد جن لوگوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سب
سے بہتر ہے جو میرا قرض ادا کرے گا اور میرا وعدہ پورا کرے گا، راوی کا بیان ہے کہ میں نے مطر سے
دریافت کیا تم انس سے کہاں ملے تھے۔ اس نے جواب دیا حزیہ میں (بصرہ میں ایک جگہ ہے)
عبد اللہ بن موسیٰؒ مطر سے یہ تمام کہانیاں نقل کرنے والا عبید اللہ بن موسیٰؒ
انکوئی ہے۔ اس سے تمام اصحاب صحاح نے روایت لی

ہے۔ لیکن ماشاء اللہ بہت کٹر قسم کے رافضی تھے۔ ان کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

ہاں یہ بات ضرور ذہن میں رکھیں کہ عبید اللہ بن موسیٰؒ سے یہ رام کہانی نقل کرنے والے علیؑ
بن ثنیٰ، علی بن سہل اور عبد الرحمن بن سراج ہیں۔ اور تینوں کے الفاظ جدا گانہ ہیں۔ جس سے
یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عبید اللہ یا مطر بن ابی مطر نے کبھی کچھ کہا اور کبھی کچھ۔ اور چونکہ قاعدہ یہ ہے کہ
دو رخ گورا حافظہ نباشد لہذا اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ عبید اللہ بھی صحت حال کا اندازہ
کر کے الفاظ ————— گھٹاتا بڑھا رہتا

حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کو حکومت نہیں مل سکتی

حضرت سعد کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار امیروں (سکھام) کا تذکرہ کیا۔ حضرت علیؑ
نے اس پر کوئی ماننے زنی کرنی چاہی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، تم زبوا اس لئے کہ یہ امارت تمہارے لئے
ہے اور نہ تمہاری اولاد کے لئے۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۵

اس روایت کا راوی اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ بن عبید اللہ ہے۔ یہ حضرت طلحہؓ کا پوتا ہے اور

حضرت ابو بکرؓ جنگِ جمل میں حضرت علیؓ کے لشکریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ اس لئے اغلب گمان یہ ہے کہ ان کا یہ فوت حضرت علیؓ سے ناراض معلوم ہوتا ہے۔ اور اپنے مافی الضمیر کو حضرت علیؓ کی جانب منسوب کر کے بیان کرنا چاہتا ہے۔

اسحاق بن یحییٰ یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں یہ اسحاق کچھ نہیں۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام احمد اور نسائی کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کے حافظہ میں کلام ہے۔

ابن حبان کتاب الثقات میں فرماتے ہیں اسحاق کا انتقال خلافت مہدی میں ہوا ہے۔ یہ حدیث میں غلطیاں کرتا ہے۔ اور اس میں وہم کا مادہ بھی ہے۔ اس لئے ہم نے اس کا تذکرہ ضعیفاً میں کیا ہے لیکن اگر وہ ایسی روایات پیش کرے جنہیں کوئی اور روایت نہ کرتا ہو تو وہ قابل قبول نہیں۔ اور اگر اسے دیگر لوگ بھی روایت کر رہے ہوں تو پھر اس کی روایت کو تسلیم کیا جائے گا۔ اور اتفاق سے اسے وہ تنہا روایت کر رہا ہے۔ اسی لئے ابن عدی اور ذہبی نے اس کی اس روایت کو منکر قرار دیا ہے نیز ان ج ۱ صفحہ ۲۰۴۔ علی حدیث کو اس کے حافظہ میں کلام ہے۔ اس کی حدیث بطور یادداشت لکھ لی جائے، تاریخ الضعیف ص ۱۵۰۔

نسائی لکھتے ہیں یہ اسحاق متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۵۰ لیکن ہمارے نزدیک یہ اسحاق ضرور ضعیف ہے۔ لیکن کذاب اور ضاع الحدیث نہیں۔ اس لئے یہ روایت خود اس کی وضع کردہ نہیں۔ بلکہ یہ روایت کسی نے گھر کر اس کی جانب منسوب کی ہے کیونکہ اس روایت کو اس اسحاق بن یحییٰ سے عثمان بن فائد نقل کر رہا ہے۔

عثمان بن فائد یہ اسحاق اس عثمان سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس عثمان کی حدیث قطعاً حجت نہیں۔ ذہبی نے اس کی ایک روایت نقل کر کے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے یہ تمام آفت اس عثمان کی ڈھائی ہوئی ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس عثمان سے سلیمان کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا اور اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ ذہبی نے

اس کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات درست نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۵۵

خیبر کے روز تلوار جبریل کے ہاتھ میں تھی

مسیب بن عبد الرحمن جو جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے تھے، فرماتے ہیں۔ میں حضرت مضر بن جندبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات بیان فرمانے لگے انہوں نے فرمایا جب علیؓ نے روز خیبر محمدؐ کی تیاری کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے علیؓ! میرا باپ تجھ پر قربان قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تیرے ساتھ وہ ہستی ہے جو تجھے کبھی رسوا نہ کرے گی۔ تیرے دائیں جبریلؑ ہیں ان کے ہاتھ میں تلوار ہے کہ اگر اسے پہاڑوں پر مارتا تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتیں۔

اے علیؓ! تجھے عنوان اور جنت کی خوشخبری ہو۔ اے علیؓ! تو عرب کا سردار ہے اہل اولاد آدم کا سردار ہوں۔ یہ حدیث کافی طویل ہے۔ انسوس کہ امام ذہبیؒ اسکا صرف اتنا ابتدائی حصہ بیان کیا امام بخاری فرماتے ہیں مسیب کی یہ روایت منکر ہے۔

جب بقول مسیب انہی لمبی چوڑی تلوار لئے حضرت جبریلؑ ساتھ تھے تو ہو سکتا ہے کہ وہ خیبر جبریلؑ نے اکھاڑا ہوا دیار لوگوں نے اسے حضرت علیؓ کی بانب منسوب کر دیا ہو۔

ربان کے سید عرب ہوئے کا مسئلہ تو اہل عرب تو انہیں خلیفہ بھی ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے حتیٰ کہ ان کی خلافت سمٹ سنا کر صرف کو فہم محدود ہو کر رہ گئی۔ اور ساتھ میں صرف ایرانی اور قلمیں عثمانؓ رہ گئے تو وہ کس وقت سید عرب بنے ہمیں اس کی خبر نہیں۔

علیؓ انبیائے کرام کا ایک نمونہ

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص

بمطابق علم آدمؑ کو، بمطابق حکمت نوحؑ کو اور بمطابق بردباری ابرہیمؑ کو دیکھنا چاہیے وہ علیؑ کو دیکھ لے۔ ہمارے نظریہ کے مطابق یہ انبیائے کرام کی مرتبہ نو ہیں ہے کہ کسی غیر نبی کو ان کے مشعل قرار دیا جائے، لیکن مدتبشیع کی رو سے ہر امام کا مقام تمام انبیاء سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ تشبیہ غلط ہے کیونکہ مشبہ اور مشبہ بکا ہم مثل ہونا ضروری ہے۔ لہذا جب حضرت علیؑ کو ان سے انبیاء سے تشبیہ دی گئی تو یہ تسلیم کر لیا گیا کہ یہ انبیاء حضرت علیؑ کے برابر درجہ رکھتے ہیں لیکن جب یہ عقیدہ مانا جائے کہ معراج میں پس پردہ جو آواز آرہی تھی وہ بھی حضرت علیؑ کی آواز تھی۔۔۔۔۔ تو اس لحاظ سے انہیں انبیاء سے تشبیہ دینا یہ بھی سراسر توہین ہے۔ لیکن ہم اپنی فطرت سے عبور ہیں کہ کسی غیر نبی کو نبی کے برابر درجہ نہیں دے سکتے۔ اس لحاظ سے یہ تشبیہ بے ہودہ ہے۔

مسعر بن سحیٰ التہذیبی اس کا راوی مسعر بن سحیٰ ہے۔ ذہبی کا بیان ہے میں اسے نہیں جانتا اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔ میزان ج ۴ ص ۹۵۔

مسعر بن سحیٰ نے یہ روایت شریک بن عبد اللہ بن سنان سے نقل کی ہے اور وہ خالص شیعوں سے اس کا مال پہلے گزر چکا ہے۔ شریک نے یہ روایت ابواسحاق سیمی سے نقل کی ہے۔ جو مدلس ہے۔ اور وہ اپنے باپ سے نقل کر رہا ہے جو غیر معرووف ہے۔ اس روایت پر وہ مثل صادق آتی ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری کو نسی کل سیدی۔

حضرت علیؑ بادلوں میں

جناب باقر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کو ایک چادر اوڑھائی۔ اس چادر کو ”سحاب“ کہا جاتا تھا۔ حضرت علیؑ یہ سحاب (بادل) پہن کر تشریف لائے۔ حضورؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: اب علی سحاب میں آ رہے ہیں۔ جعفر کا بیان ہے کہ میرے والد باقرؑ نے فرمایا ان لوگوں نے اس میں تحریف کر ڈالی اور یہ کہنا شروع کیا کہ علیؑ بادلوں میں آ رہے ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۹۵۔ شیعوں میں سے فرقہ جمعیت کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ زندہ بادلوں میں اٹھائے گئے ہیں۔ یہ

بجلی کی کڑاکی ان کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ہے اور یہ بجلی ان کے کوڑے کی چمکت ہے۔ اسے فترہ
 رجبہ کہتے تھے۔ جناب باقر نے اس کی خوب عہد تادیل پیش کی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ
 جناب باقر کو یہ چادر اڑھانے کا قصہ کیسے معلوم ہوا کیونکہ جناب باقر بقول علامہ مجلسی رحمہ اللہ میں پیدا
 ہوئے اور علی سید احمد کمسن بچہ تھے ان کے یہ صاحبزادے میدان کربلا میں چار سال کے تھے۔ انہوں نے
 یہ واقعہ کس سے سنا۔ محدثین اہل سنت کی نظر میں یہ روایت مرسل ہے اور مرسل روایت قابل متبرل
 نہیں ہوتی۔

ہاں فرقہ شیعہ کے ہاں اس سے زیادہ مقبول کوئی روایت نہیں ہوتی کیونکہ اسے ایک امام روایت
 کردہ ہے۔ ان سے ان کے صاحبزادے جعفر نقل کر رہے ہیں۔ جن کی ذات پر ہم پہلے بحث کر چکے ہیں
 جعفر سے نقل کرنے والا مسعد بن السبع الباہلی ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے یہ جہاں ہے۔ ابو آؤد کا قول ہے کذاب ہے۔ امام احمد
 فرماتے ہیں ایک زمانہ گزر گیا کہ ہم نے اس کی روایات پھاڑ کر پھینک دیں۔
 تبقہ کا بیان ہے کہ میں نے اسے دیکھا ہے لیکن میں نے اس سے روایات سننا پسند نہیں کیا۔
 میزان ج ۹ ص ۹۱

دارقطنی لکھتے ہیں یہ مسعد بن السبع الباہلی لہو کا باشندہ ہے۔ جعفر ابن جریج اور محمد بن عمرو
 سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الصغفۃ والمتروکین ص ۱۵۹۔

اے اللہ! تو علیؑ سے دوستی رکھ

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں بھائی چارہ کر رہے
 تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا علیؑ میرے بھائی ہیں۔ اور میں علیؑ کا بھائی ہوں۔ اے اللہ! تو اس سے
 دوستی رکھ۔ میزان ج ۴ ص ۳۱۰

ہمیں حیرت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ستر میں فتح خیبر کے وقت کسی بھائی چارے

کا خیال نہیں آیا۔ اور جب خبر فتح ہو گیا۔ اور ابو ہریرہؓ ایمان لائے تو اس بھائی چارے کا خیال آیا؛
بھائی چارہ ہجرت مدینہ کے بعد پیش آیا اور مہاجرین اور انصار کو باہم ایک کر دیا گیا تاکہ باہم اتحاد
ہو اس لحاظ سے حضرت علیؓ کا بھائی چارہ حضورؐ سے نہیں ہوا۔ بلکہ سہل بن ضعیف سے ہوا۔ یہ وہ بھائی
چارہ ہے جسے عام مؤرخین مواخات کے نام سے پیش کرتے ہیں۔

دوسرا بھائی چارہ مہاجرین کا باہم کرایا گیا۔ لیکن یہ عام بھائی چارہ نہ تھا۔ بلکہ صرف ان مہاجرین
کا بھائی چارہ کرایا گیا جن مہاجرین کا کوئی بھائی نہ تھا۔ حضرت علیؓ کے بڑے بھائی حضرت جعفرؓ مسلمان
تھے۔ اس لحاظ سے حضرت علیؓ کے بھائی چارے کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ اس سلسلہ میں جتنی روایات ہیں
وہ سب راغیثوں کی پھیلائی ہوئی ہیں۔ حضرت علیؓ کا بھائی چارہ سہل بن ضعیف انصاری سے ہوا۔
ہشیا ج بن لبسطام البرقی اس روایت کا راوی ہے۔ سحیب بن معین کا بیان ہے کہ یہ ضعیف
ابو داؤد کہتے ہیں۔ محدثین نے اس کی روایات ترک کر دی ہیں۔ احمد بن حنبل کا فرمان ہے۔ یہ شخص
متروک الحدیث ہے۔ حاکم میں اس کا انتقال ہوا۔ ابن ابی شیبہ کے علاوہ اس سے کسی نے روایت نہیں لی
نسائی لکھتے ہیں۔ ہشیا ج بن لبسطام ہروی ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۰
حافظ ابن حجر تم طراز ہیں۔

ہشیا ج بن لبسطام اقصیٰ البرقی البرقی ضعیف ہے۔ اس سے اس کے بیٹے خالد نے بہت
سی منکرات نقل کی ہیں مسئلہ میں اس کا انتقال ہوا۔ تقریب التہذیب ص ۲۸

حضرت علیؓ کے کان

ابو اللہؑ کا بیان ہے کہ میں نے علیؓ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَ
تُحِبُّهَا اُذُنٌ وَّ اَعْيُنٌ اَمَّا اس کے کان اسے محفوظ رکھتے ہوں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اے علیؓ! میں نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ تیرے کان ایسے بنادے۔ میزان ج ۴ ص ۲۲۳

اس کا ماضی ابو اللہؑ والا شیخ ہے۔ اس نے ۲۳۴ھ کے بعد یعنی جب بارہویں امام غائب

ہو گئے تھے) یہ دعویٰ کیا کہ وہ حضرت علیؑ کی شاگردی میں رہا ہے۔ جس طرح تنہا ہی نے چھ سو سال بعد اپنے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ سب افراد اپنے اپنے زمانہ کے دجال تھے۔ اس الوداع نیا کی تمام روایات حضرت علیؑ سے متعلق ہیں کسی اور کی اسے خبر نہیں۔

اہل بیت میں دو فرقے ہونا

زید بن وہب الجہنی کا بیان ہے کہ ہم حضرت حذیفہؓ کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ تمہارے بچے کے گھر والے دو فرقوں میں بٹ جائیں گے اور ایک دوسرے کو تلوار سے قتل کرنا شروع کر دیں گے۔ ہم نے عرض کیا اے ابو عبد اللہ! ایسا ہوگا؟ انہوں نے فرمایا ہاں ایسا ہو کر رہے گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو حقیقی دے کر بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا اس فرقہ کو دیکھو جو علیؑ کی طرف دعوت دیتا ہے لازم پکڑو۔ میزان جہنم لکھ اتفاق سے ان حضرت حذیفہؓ کے مٹائیں تمام محدثین و مؤرخین کے نزدیک متفقہ طور پر یہ مروی ہے کہ جب انہیں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی تو وہ جنگل میں جا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ چالیس روز کے لٹا کی موت واقع ہو گئی۔

حضرت حذیفہؓ کو فتنوں کے باسے میں سب سے زیادہ فتنی۔ انہوں نے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کی شہادت کو اننا اہم سمجھا کہ کسی اور کی بیت کے لئے نیا نہیں ہوئے۔

فیصلوں سے ہمارا سوال یہ ہے کہ اہل بیت میں یہ دو فرقے کب بنے؟ اور ان کا آپس میں قتال کب ہوا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ قتل حسینؑ کے وقت اکثر ان کے بھائیوں اور شہداء و اوروں نے ساتھ نہیں دیا۔ حتیٰ کہ سہن زینب شہادت حسینؑ کے بعد جا کر یزیدؑ کے پاس بیٹھ گئی۔ تب بھی ان میں آپس میں قتل و قتال نہیں ہوا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک پارٹی نے حضرت حسینؑ کا ساتھ نہیں دیا بلکہ اکثر انہیں منع کرتے رہے۔

مؤرخ مشہور سی آس روایت کا راوی ہے۔ اس کا نام عبداللہ بن عبدالمک ہے۔ عقلی کا بیان

ہے کہ اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ اور وہ خالص شیعہ تھا۔ اس سے یہ داستان نقل کرنے والا
عباد بن یعقوب الرّواجمی ہے جو کٹر افضی ہے اور بخاری کا شیخ ہے۔

مسعودی نے یہ داستان عمرو بن حرث سے نقل کی ہے۔ جو مجہول ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ
روایت قطعاً جھوٹ ہے۔ میزان ج ۲ ص ۵۲۳

نور کی چھڑی

ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تخلیق سے
چالیس ہزار سال قبل نور کی ایک چھڑی پیدا فرمائی اس کے آدھے حصے سے مجھے پیدا کیا اور آدھے سے علی
کو۔ میزان ج ۲ ص ۵۲۳

غالباً اسی لئے صفور کی غیر حاضری میں علیؑ پر وحی نازل کی جاتی تھی اس طرح یہ دوسری نبوت جتنی
رہی جو بارہویں امام کے کر غائب ہو گئے۔

اس کہانی کا راوی ابو ذر کوفی ہے۔ جو قطعاً مجہول ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے
اس نے یہ روایت احمد بن عمرو سے نقل کی ہے۔ یہ کونسا احمد بن عمرو ہے اس کا کچھ آثار معلوم نہیں اس احمد
بن عمرو نے اپنے ہم نام احمد بن عبد اللہ سے حدیث نقل کی ہے اتفاق سے احمد بن عبد اللہ نامی سینکڑوں
افراد ہیں۔ احمد بن عبد اللہ نے یہ داستان جید اللہ بن عمرو سے نقل کی ہے۔ اور جید اللہ بن عمرو
کوئی شخص نہیں۔ دراصل یہ سب افسانوی ہیرو ہیں۔ جن کا وجود کوئی ضروری نہیں۔ جید اللہ نے یہ روایت
عبد الکرم البخاری سے نقل کی ہے اور یہ منکرات بیان کرنے میں مشہور ہے۔ جید الکرم نے
اسے عکرمہ سے نقل کیا ہے جو ابن عباس کا ظلام ہے اور شبہ بخارجی ہے۔ وہ تو ان لوگوں کا قتل بھی
لازم زندگی سمجھتا تھا جو حضرت علیؑ کو مسلمان سمجھتے ہوں۔ اگر واقعاً اس نے کوئی ایسی روایت سنی
اور بیان کی ہوتی تو شاید یہاں تک نوبت نہ آتی۔

ہاں سوچئے اور سمجھئے کی بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ کب اور کس شے سے پیدا ہوئے۔ یہی وہ بین

کی مٹی سے پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی جنت کی مٹی سے کبھی درخت سے اور کبھی نور سے۔ کبھی ان کے ساتھ پیدائش میں حضور شریک ہوتے ہیں۔ کبھی ان کی بیوی اور صاحبزادے بھی شریک ہوتے ہیں اور کبھی متبعین بھی آخر وہ ہیں کیا شے آج تک ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کوئی ہے جو ہماری رہنمائی کرے۔

جنت میں تیرا باغیچہ اس باغیچہ سے بہتر ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں اور علیؓ بن ابی طالبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغوں کی جانب گئے۔ اتفاق سے ہمارا گزر ایک باغیچہ پر سے ہوا۔ حضرت علیؓ نے اسے دیکھ کر فرمایا یہ باغیچہ کتنا عمدہ ہے۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں تجھے جو باغیچہ ملے گا وہ اس سے بہتر ہوگا۔ حتیٰ کہ آپؐ سات باغوں پر سے گزرے اور ہر بار یہی کہتے رہے پھر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ اس پر حضرت علیؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ! آپؐ کیوں رو رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس قوم کے سینوں میں کینہ بھرا ہوا ہے جسے تھک سنا نہیں کرے۔ اور میری وفات تک ہی ہوتا ہے گا۔

آخر قوم کے دل میں حضرت علیؓ کی جانب سے کون سا کینہ بھرا ہوا تھا۔ جو پوری قوم اسے دل میں بھپائے بیٹھی تھی۔ اس قوم میں انصار، قرشی، تہنی، غنڈہ، اوس، بجیدہ، غنح، اشقر اور دیگر قبائل سب مشترک تھے۔ بالفاظ دیگر پانچ افراد کے علاوہ پورا عرب ان سے کینہ رکھتا تھا۔ حالانکہ یہاں یہ بات خلاف عقل ہے وہاں یہ بات خلاف نقل بھی ہے۔ اور آپؐ کے رونے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی لوگ خوش نہ تھے۔ آخر اس مخفی تبرّکی کیا ضرورت تھی۔ کھل کر اور واضح الفاظ میں کہنا چاہیے تھا کہ سب کافر تھے۔

یونس بن خبابؓ الأسیدی الکوفی

اس روایت کا راوی یونس بن خبابؓ ہے۔ اس کی روایات ترمذی، نسائی

ابوداؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا۔

عباد بن جہاد کا بیان ہے کہ میں یونسؑ بن خباب کے پاس گیا۔ اور اس سے عذابِ قبر کی حدیث دریافت کی۔ اس نے حدیث بیان کی اور پھر کہنے لگا کہ اس حدیث میں ایک جملہ اور بھی تھا۔ جو میں نے ناصبیوں سے چھپا لیا ہے۔ میں نے دریافت کیا وہ جملہ کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ خبر یہ ہے۔ اسی سوال ہوگا کہ تیرا وئی کون ہے؟ اگر مرنے والے نے یہ حجاب دیا کہ وہ علیؑ ہیں تو نجات پا جائے گا۔ (جب ہی تو آج کل ہمارے سنی بھائی کہتے ہیں جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہوتا ہے)

عباد کہتے ہیں میں نے اس پر کہا کہ تم تو اپنے باپ دادا سے ایسی بات نہیں سنی تھی۔ اس نے سوال کیا تو کہاں کا باشندہ ہے، میں نے جواب دیا بصرہ کا۔ اس پر بولا تو تو عثمانی نصیب ہے، عثمان سے محبت کرتا ہے۔ حالانکہ عثمانؓ نے حضورؐ کی دو بیٹیوں کو قتل کر دیا تھا۔ عباد کہتے ہیں میں نے کہا جب ایک کو قتل کر چکے تھے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دوسری بیٹی کا نکاح کیوں فرمایا؟ یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں یہ یونسؑ کذاب ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ بدریضہ انسان تھا۔ ابی حنبلہ کہتے ہیں اس سے روایت لینا بھی مطلق نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے دارقطنی کہتے ہیں یہ ایک بدترین انسان تھا غالی شیعہ ہے۔ بخاری کا قول ہے مسند الحدیث ہے۔ میزان جلد ۹ ص ۴۹۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۸۱۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۸۱

حضرت علیؑ امام المتقین ہیں

حضرت سید بن زہراءؑ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے علیؑ کے معاملہ میں مجھ پر مین باتوں کی وحی کی۔ اقبل تو وہ سید المسلمین ہیں، امام المتقین ہیں۔ اور ان لوگوں کے قائد ہیں۔ حسن کا عیضاً وضو سے چمکتے ہوں گے۔

اس روایت کا راوی وہی یحییٰ بن العلاء الرازی ہے۔ جس کا حال سابقہ روایات میں گزر چکا ہے۔

دعائیں کہانی کو

ہلال بن ابی محمد سے نقل کر رہا ہے۔ جو قطعاً مجہول ہے۔ یحییٰ بن الحلال سے یہ روایت نقل کرنے والا عمرو بن العقیل ہے ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث بے کار ہوتی ہے۔ ابو زہرہ کا بیان ہے۔ یہ بہت دھاری انسان ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک سیدہ میزان ج ۳ ص ۲۵۳

لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام میں سے اس کا کسی کو علم نہ ہو سکا۔ ابوہنیہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت ابو بکر صدیق کو امام متعین کر دیا۔ اس طرح یہ چور دواڑہ بند ہو گیا۔ اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ حضور کی وفات کے بعد سے عثمان کے خاتمہ تک خلافت پر منافقین کا ناجائز قبضہ تھا۔ لیکن اتفاق یہ کہ جب حضرت علیؑ کی صورت میں ایک ممکن ذبردستی خلافت پر قابض ہوا تو دنیا نے اس کی مخالفت کی اور واقعہ تحیکم کے بعد وہ صرف امیر کو فہم ہو کر رہ گئے۔ اور صحابہ کرام نے ان کی معزولی کا فیصلہ سن دیا۔

جنت کے خزانے حضرت علیؑ کے ہاتھ میں ہونگے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کے پاس بلائے کے لئے بھیجا۔ جب وہ آگئے تو آپ نے ان سے فرمایا وہ میں یہ بات سن رہا تھا۔ اے ابو بکرؓ علیؑ کے بارے میں پروردگار نے مجھ سے عہد فرمایا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا علیؑ ہدایت کے جھنڈے، ایمان کے منار، میرے اولیائے امام اہل ان سب لوگوں کے نور ہیں جنہوں نے میری اطاعت کی۔ اے ابو بکرؓ علیؑ میرے امین ہیں کل میرے حوض پر آئیں گے۔ میرا جھنڈا اٹھائیں گے۔ اور میرے پروردگار کی جنت کے خزانوں کی پابائیوں کے ذمہ دار ہوں گے۔ میزان ج ۳ ص ۲۵۳

آج تک حضرت علیؑ کے سلسلے میں جتنے بھی عہد و پیمان ہوئے ہیں۔ ان سب پر کسی انصاری کا فقر ہوتا ہے۔ اور مہاجرین و قریش سے ان کا انضام کیا جاتا ہے۔ آخر اس میں کیا راز نہیں ہے کافر و منافق ہونے میں دونوں مساوی ہیں۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

ہاں میرا سبائوں سے یہ سوال ضرور ہے کہ جلوت تاریخ و رجال سے یہ ثابت کر دو کہ عروہ بن الزبیر نے حضرت انس بن مالک سے کوئی حدیث سنی ہے۔ حالانکہ انہوں نے حضرت انسؓ کو دیکھا تک نہیں۔ اس لئے حضرت انسؓ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے بصرہ میں مقیم رہے جب کہ عروہ مدینہ کے عالم ہیں۔ اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے شاگرد ہیں۔

لاہر ابو عمر والتمی ابن عدی کا بیان ہے کہ اس روایت کا راوی لاہر ابو عمر التیمی ہے۔ جو مجہول ہے اور تھراویوں کے نام سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔ اور یہ روایت باطل ہے۔ ذہبی کا بیان ہے یقیناً ضوح ہے۔

سبائوں سے ہمارا ایک سوال یہ بھی ہے کہ اس روایت کو عروہ سے ان کے صاحبزادے ہشام نقل کر رہے ہیں اور ہشام سے سلیمان بن طرمان التیمی البصری، چلے یہی ثابت کر دیجئے کہ سلیمان تیمی نے ہشام بن عروہ سے احادیث سنی ہیں۔ اور ہشام کا عراق آنے کے بعد یعنی ۱۲۸ھ کے بعد حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ان کی صرف وہ روایات قابل قبول ہیں جو ان سے صرف اہل مدینہ نقل کریں۔

بغض علیؓ کا انجام

حضرت بابرؒ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے علیؓ! اگر میری امت تجھ سے بغض رکھے گی تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ناک کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔ میزان ج ۳ ص ۱۲۸

اس روایت کو عثمان بن عبد اللہ القرظی الثمائی نے ابن ابیہ سے نقل کیا ہے۔ اس عثمان کے نسب نامہ میں اختلاف ہے کوئی اس کا نسب نامہ اس طرح بیان کرتا ہے۔ عثمان بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان۔

خلیب کا بیان ہے کہ حاکم نے اس کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔ عثمان بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عبد الرحمن بن الحکم بن ابی العاص الاموی۔

بعض نے اسے حضرت عثمانؓ کی جانب منسوب کیا ہے۔ اور نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔

عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن محمد بن عبداللک بن سلیمان بن عبداللک بن عبداللہ بن عبسہ بن عمرو بن عثمان بن عفان .

ذہبی کا بیان ہے کہ نسب نامہ طویل ہے . اور خالص جھوٹ ہے . اس لئے کہ عبداللہ القرطبی اور حضرت عثمان کے درمیان ٹھیس آتا تو کہاں ہوتے جھکا ہونا بھی محال ہے .
ابن حدی کا بیان کہ یہ نصیبی اور دارا بکلا میں رہا کرتا تھا . یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے . میزان ج ۳ ص ۴

شیعہ فردوس کے ایک چشمے سے پیدا ہوتے

یحییٰ بن عبداللہ بن حسن نے اپنے باپ اور جعفر نے اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فردوس میں ایک چشمہ ہے جو شہد سے زیادہ میٹھا ہے . مشک سے زیادہ خوشبودار ہے . اسی سے اللہ نے ہمیں پیدا کیا ہے . اہل اسی سے جملے شیعوں کو اور یہی وہ میثاق تھا جس کا اللہ نے وعدہ لیا تھا یعنی ولایت علیؑ کا . میزان ج ۲ ص ۱۳
یہ روایت حقائق سے معمور ہے . اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو زمین سے پیدا فرمایا . ارشاد الہی ہے -

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ .
ہم نے تمہیں اسی زمین سے پیدا کیا . اسی میں لوٹائیں گے . اور دوبارہ اسی سے نکالیں گے .

گویا ہم اس مٹی سے پیدا ہوتے اسی مٹی میں دفن ہوتے ہیں . شیعوں کو چاہیے کہ وہ فردوس میں دفن ہوا کریں . اس زمین سے ان کا کوئی واسطہ نہ ہونا چاہئے . یہ دوسری بات ہے کہ انہوں نے اپنے کسی مخصوص قبرستان کا نام فردوس رکھ لیا ہو . ہم نے کراچی میں متعدد ٹپوں کا نام فردوس دیکھا ہے . بال یہ ضرور غلط مسئلہ ہے کہ شیعوں کے امام کہاں دفن ہیں . اب اگر وہ مٹی میں دفن ہیں تو ہو سکتا ہے کہ ان کے آبا و اجداد کو کوئی مغالطہ ہوا ہو . ویسے بھی ہم اپنے ساتھیوں کو ایک بہت کی بات بتائے دیتے

میں کہ علی رضا کا جہاں مقبرہ بیان کیا جاتا ہے۔ وہاں حضرت امیر معاویہؓ کے مخصوص ساتھی جنھوں نے بیعت زیندکی بنیاد رکھی۔ یعنی حضرت مغیرہؓ بنی شعبہ دفن ہیں۔ یہ بات خلیفہ بغدادی نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے۔

اس روایت میں لفظ شہد بھی استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ شہد فارسی کا لفظ ہے۔ عربی میں شہد کو مسل بولتے ہیں۔ جو اس امر کا ثبوت ہے کہ کہانی کسی ایرانی نے وضع کی ہے۔ کیونکہ اولاد علیؓ عربی زبان سے ثوب واقف تھی۔ وہ عربی النسل تھے۔ شہر بانو کی اولاد نہ تھے جو ماں کے عجمی ہونے کا اثر آتا۔ اس کا راوی عبید بن مہران ابو عبد اللہ المنی ہے جو مجہول ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ روایت موضوع ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۳

اس روایت میں ایک لطف یہ ہے کہ اسے حضرت علیؓ کی اولاد میں سے دو شخص روایت کر رہے ہیں ایک جعفر کے دادا زین العابدینؓ جو تابعی ہیں اور انہوں نے حضور کو نہیں دیکھا۔ اور اوپر کا راوی وہ بیان نہیں کرتے اس طرح یہ روایت مرسل ہوئی۔

دوسرے یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن کے دادا حسن بن علیؓ میں یہ بھی تابعی ہے۔

راوی کا دعویٰ ہے کہ دونوں اپنے دادا سے روایت کر رہے ہیں۔ حالانکہ دونوں کے دادا جدا جدا تھے اس لحاظ سے یہ جملہ حسن بدی غلط ہوا۔

تو مجھ سے جنگ کریگا، حالانکہ یہ تیرا ظلم ہوگا

ابو جہرؓ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو قسم دے کر سوال کیا، کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا تھا کہ اے زبیرؓ تو علیؓ سے جنگ کرے گا حالانکہ تو ظالم ہوگا؟ زبیرؓ نے جواب دیا کیوں نہیں لیکن میں مجہول گیا تھا۔ میزان ج ۲ ص ۲۶

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ابو جہرؓ جو حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کا قصہ نقل کر رہا ہے۔ یہ مجہول ہے اسے کوئی نہیں جانتا۔ میزان ج ۴ ص ۵۸

عبد الملک بن مسلم الرقاشی ابو جروہ سے یہ داستان نقل کرنے والا عبد الملک بن مسلم الرقاشی ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت صحیح نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں اسے عبد الملک کے علاوہ اور کوئی روایت نہیں کرتا۔

عبد اللہ بن محمد الرقاشی اس عبد الملک بن مسلم سے عبد اللہ بن محمد الرقاشی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا جو اس کا پوتا ہے۔ اس سے بجز جعفر بن سلیمان کے کوئی روایت نہیں لیتا۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ اس نے زبیر بن علیؓ کا قصہ نقل کیا ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس روایت کی سند کمزور ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۴۱ جعفر بن سلیمان الضبعی اس کا حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ یہ کٹر رافضی تھا۔ غلطی ثلثہ کو گالیاں دیتا۔

ہماری عرض صرف اتنی ہے کہ جب حسب روایت زبیرؓ نے اپنی غلطی قبول کر لی تھی۔ اور میدان چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ پھر انہیں کس جرم میں قتل کیا گیا اور قتل کے بعد جب قاتل نے حضرت علیؓ کے سامنے ان کے قتل کا اعلان کیا تو حضرت علیؓ نے اس قاتل سے زبیرؓ کا قصاص کیوں نہیں لیا؟

علیؓ سے زیادہ مجھ سے کوئی محبت نہیں کرتا

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ اچانک علیؓ آ گئے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کی خاطر اس سے مجھ سے زیادہ کوئی محبت نہیں کرتا۔ اللہ نے ہر نبی کی اولاد اس کی پشت میں رکھی ہے۔ اور میری اولاد علیؓ کی پشت میں رکھی۔ میزان ج ۲ ص ۵۶۔

کیونکہ بقول روافض حضورؐ کی ایک ہی صاحبزادی تھیں اور آپ کا ایک ہی داماد تھا اور اتفاق سے کسی اور کے اولاد نہ ہوئی تھی۔ اس لئے حضورؐ کی اولاد علیؓ کی پشت میں رکھی گئی۔

اُدھر چونکہ حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت عثمانؓ آپ کے سگے داماد نہ تھے۔ بلکہ ایسے ہی مانگے

کی بیٹیاں لے کر پال لی تھیں۔ لہذا آپ کا ایک ہی داماد تھا۔ اور اس کا نام علی تھا۔ اور ابوالعاصمؓ اور عثمانؓ ایسے ہی زبردستی داماد بن گئے تھے لہذا انکی اولاد اولاد رسول نہیں کہلا سکتی۔ ورنہ پورا ایک دستہ تیار ہو جائے گا۔۔۔۔۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت عباسؓ اودان کے صاحبزادے عبداللہؓ فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تھے۔ اس سے قبل تو مدینہ میں ان کا کوئی وجود نہ تھا۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب حضورؐ کی اولاد علیؓ کی پشت میں رکھی گئی تھی۔ اور اس پشت سے ام کلثومؓ بھی پیدا ہوئیں جو حضرت عمرؓ کے نکاح میں گئیں ان ام کلثومؓ سے عمرؓ کی جو اولاد ہوئی۔ زید اور رقیہ وہ بھی اولاد رسول ہے۔

یہ داستان عبدالرحمن بن محمد نے نقل کی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اسے کوئی نہیں جانتا اور یہ روایت جھوٹی ہے۔ میزان

عبدالرحمن بن محمد الحاسب

جلد ۲ صفحہ ۵۵

حضرت علیؓ کی شب عروسی کا بستر مینڈھے کی کھال تھی

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نیم علیؓ اور فاطمہؓ کی شادی میں حاضر ہوئے۔ اور گھر پر بہت عمدہ مٹی کا بلاستر کیا۔ ہمارے روبرو شمس اور چھوہارے لائے گئے جو چھانے کھائے اور شب عروسی میں علیؓ و فاطمہؓ کا بستر مینڈھے کی کھال تھی۔ میزان ج ۲ صفحہ ۵۱۲

اس روایت کا راوی عبداللہ بن میمون القداح الکی ہے۔ جو یہ کہانی جعفر بن محمد سے نقل کر رہا ہے۔ اسکی روایت

عبداللہ بن میمون القداح

ترمذی میں پائی جاتی ہے۔ ابوامام کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اسکی روایت ردی ہوئی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اگر یہ کوئی تنہا روایت بیان کرے گا تو ہرگز قابلِ حجت نہیں۔ ابوزرعر رازی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث و اسی ہوتی ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۵۱۲

نسائی لکھتے ہیں، عبد اللہ بن میمون القدرح ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۶۴

قتل عثمان کے روز علیؑ دلدل پر سوار ہو کر آئے۔

علی بن عبد اللہ بن نجر نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ جس روز عثمانؓ قتل ہوئے اس روز علیؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فجر دلدل پر سوار ہو کر آئے۔
ذہبی کا بیان ہے اسے عقلی نے مختصر بیان کیا ہے مجھے پوری روایت کسی جگہ نہیں ملی۔

ابراہیم بن علی الرافعی اس کاراوی ابراہیم بن علی الرافعی ہے۔ بخاری کا بیان ہے اس پر اعتراض ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ (میزان ج ۸ ص ۱۸۱)

دارقطنی لکھتے ہیں یہ بہت کم روایات بیان کرتا ہے۔ اس نے کثیر بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخاشی کی نماز پڑھائی اور پانچ تکبیریں کہیں۔ یہ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۶۴

معنی ماشیہ میں قمر طراز ہیں۔ ابن جہان کا بیان ہے کہ یہ خطا بہت کرتا حتیٰ کہ ان لوگوں سے جن کی روایت حجت ہو اسے خارج کر دیا گیا۔ ماشیہ ص ۶۴

جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اسے علیؑ سے بھی محبت کرنی چاہیے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے اسے علیؑ سے بھی محبت رکھنی چاہیے۔ اور جو شخص میرے اہل بیت میں سے کسی سے بغض رکھتا ہے وہ میری شفاعت سے محروم ہوا۔

عبد اللہ بن حفص الوکیل اس داستان کاراوی عبد اللہ بن حفص الوکیل الشامی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے اس کی روایات کبھی نہیں سنی

نے مجھ سے جتنی روایات بیان کیں سب موضوع تھیں۔ ان میں ایک روایت قادنیہ کے سامنے

پیش کی گئی۔

ذہبی لکھے ابن عدی کو اپنی کتاب میں ایسے رجال کا حال بیان نہیں کرنا چاہیے تھا۔
اس شخص نے جہاں حضرت علیؓ کی فضیلت میں روایات وضع کی ہیں وہاں حضرت امیر معاویہؓ
کے فضائل میں بھی وضع کی ہیں۔ جو ہم انشاء اللہ مناقب معاویہؓ میں پیش کریں گے۔ یعنی جیسا موقوفہ دیکھا
ویسے بن گئے۔ میزان ج ۲ ص ۴۱

حضرت علیؓ کے عمامہ باندھنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے روز میرے ایک عمامہ
باندھا۔ اور اس کے دونوں کنارے میرے سونڈھوں پر ڈالے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری
روز بدر و روز حنین فرشتوں کے ذریعہ نثرائی۔ اور وہ فرشتے یہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ پھر فرمایا
یہ عمامہ سلیمان و مشرکین کے درمیان رکاوٹ ہے۔ پھر اس کے بعد لوگ آپؐ کے سامنے سے
گزرنے لگے۔ اچانک ایک شخص کے ہاتھ میں عربی کمان تھی۔ اور ایک شخص کے پاس فارسی کمان
تھی، آپؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔

تم ان دونوں کو ان کے مشابہ چیزوں کو اور نبروں کو اختیار کر لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ زمین میں
تمہاری ان کے ذریعہ مدد فرمائے گا۔ میزان ج ۲ ص ۴۱

۱۔ اولیٰ مسئلہ یہ ہے کہ ایک عمامہ بدر و حنین کے روز کتنے فرشتوں نے باندھا ہوگا۔ پھر انہوں
نے یہ عمامہ یکے بعد دیگرے باندھا تھا۔ یا ایک ساتھ باندھا تھا۔ اور یہ کتنا طویل تھا جسے پہنے
پانچ ہزار فرشتوں نے باندھا اور پھر وہ حضرت علیؓ کے سر پہنایا گیا۔ ملاحظہ ہو آج تک یہ سننے
آئے تھے کہ عمامہ بت درجہ۔ اگر واقعی اس عمامہ میں یہ اہم خصوصیت پائی جاتی تھی تو کم از کم جنگ
احمد کے وقت اس کی خاص ضرورت تھی۔ لیکن جب حضرت علیؓ پر الزام لگا تو یہ عمامہ باندھ دیا گیا۔
تاکہ اس عمامہ کے ذریعہ اس الزام کی پردہ پوشی کی جائے۔ لیکن صد افسوس کہ اتنا طویل عمامہ

امیر معاویہ کے مقابلہ پر کچھ کام نہ آیا۔

۲۔ یہ کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مشرکین بھی عامہ باندھا کرتے۔ یہ عامہ تمام عربوں کا لباس تھا کہ صرف مسلمانوں کا۔

۳۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ خدیجہ پر سے آپ کاگزرجتہ اوداع کے بعد ہوا اور چونکہ تمام صحابہ اہرام باندھ کر حج کو گئے تھے۔ اہواب اہل مکہ کے کسی قسم کا خطر تھا۔ اس لئے کوئی اختیار ساتھ لے جانے کا کوئی مسئلہ نہ تھا تو وہاں توس عربی یا توس فارسی کا کون سا مسئلہ پیدا ہوا تھا۔ اور وہ کتنے فارسی تھے جو حضور کے ساتھ تھے۔ حتیٰ کہ صحابہ میں سلمان فارسی کے علاوہ کوئی فارسی نہ تھا۔

عبداللہ بن لبیر الجعفری المتنبی اس روایت کا راوی عبد اللہ بن لبیر الجعفری المتنبی بن سعید القطان کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ الباقی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ ثقہ نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۳۹۶ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۹۵۔

پھر یہ عبد اللہ بن لبیر کہی تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ روایت حکیم ابوالاوصی نے مجھ سے بیان کی اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ حالانکہ حکیم صحابی نہیں۔ اس صورت میں یہ روایت منقطع بھی ہوگی اور کچھ کہتا ہے کہ روایت عبد اللہ الجعفری نے بیان کی اور اس نے حضرت علی سے سنی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بے پرکری گپ ہے۔ اور حکیم ابوالاوصی ضعیف ہے اور ابو عبد اللہ الجعفری مجہول ہے۔

علی تمام مخلوق سے اسی طرح افضل ہیں جیسے بنفشہ کا تیل

ابو سعید قدری کا بیان ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوشاد فرمایا علی تمام مخلوق سے اسی طرح افضل ہیں جیسے بنفشہ کا تیل تمام تیلوں سے۔

اس روایت کا راوی عثمان بن عبد اللہ الشامی ہے جس کا حال ابھی گزرا ہے۔ چونکہ راویوں کے نام سے موضوع کہانیاں نقل کرتا ہے اس نے یہ داستان باقر کے ذریعہ ابو سعید قدری سے نقل کی ہے۔ حالانکہ باقر نے ابو سعید سے کوئی روایت نہیں سنی۔ ہاں یہ روایت پاکستانی تیل فروشوں کا بیگ بلیس بڑھانے

کے ضرور کام آسکتی ہے۔

مسلم بن خالد الذہبی

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس میں کوئی خاص حرج نہیں۔ عیسیٰ کے بارے میں عثمان داری نے ان سے نقل کیا ہے کہ ثقہ ہے۔ لیکن بعض لوگ یہ

نقل کرتے ہیں کہ وہ ضعیف حدیث کیا کرتے تھے

ساجی کا بیان ہے کہ بہت غلطیاں کرتا۔ علی بن المدینی کچھ نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ مسکوا الحدیث ہے۔ ابوقاتم کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابوداؤد کہتے ہیں ضعیف ہے۔ اگرچہ ابوداؤد نے اس سے روایت لی ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۲

میرا قرض ادا کرنے والا علیؑ ہے

حضرت ابوسعیدؓ نے سلمانؓ سے نقل کیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میری کا ایک وصی ہوتا ہے۔ آپ کا وصی کون ہے؟ پہلے تو آپ کچھ دیر خاموش رہے (گویا یہ سوچ رہے ہیں کہ سلمانؓ کے ربورڈ زافاش کیا بلے یا نہیں) پھر بعد میں فرمایا۔ اے سلمانؓ میرا وصی میرے راز کی جگہ، جن لوگوں کو چھو کر میں جا رہا ہوں ان میں سب سے بہتر۔ جو شخص میرا وعدہ پورا کرے گا اور میرا قرض ادا کرے گا۔ وہ علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۱۲

حضرت سلمانؓ کے سوال کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی لئے خاموشی اختیار کی۔ کیا یہ تو نہیں سوچ رہے تھے کہ اتنے اہم راز کو کہیں یہ فاش نہ کر دیں۔ اور سلمانؓ نے واقعتاً اسے فاش کر دیا۔ لیکن ہم اتنا ضرور کہنے پر مجبور ہوں گے کہ سب وعدے ابوبکرؓ نے پورے کئے تھے۔ اور آپؐ کے تمام قرضے ادا کئے تھے۔ پھر حضرت حسینؓ کو بلا میں بقول شیعہ حضرات کن قرضوں کی واپسی کی بات کر رہے تھے۔ مگر فی الواقع وہ قرض ادا نہیں ہوئے تھے تو اب ہمیں ادا کر دیتے جائیں۔

مزید لطف یہ ہے کہ راز دار رسول کا خطاب حضرت علیؑ کو دیا گیا۔ لیکن اُسے حذیفہ بن الیمانؓ سنی کہ ان کا لقب راز دار رسول ہو گیا۔ پھر حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ایک درخت کی کھوہ میں یہ

کہہ کر جانیٹھے کہ اب کوئی امام نہیں۔ حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی۔ لیکن حضرت علیؑ کو انہوں نے اپنا امام تسلیم نہیں کیا۔

ہاں ہم شیعہ صاحبان سے یہ فرد سوال کرنا چاہتے ہیں کہ بقول سلمان ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے تو حضرت فوج، حضرت ادریسؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت ایوبؑ اور حضرت اسمعیلؑ کا وصی کون تھا۔ اس روایت کا راونی وہی ناتجیح بن عبد اللہ الکوفی ہے۔ جس کا حال سطور بالا میں گزر چکا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت منکر ہے ناتجیح نے یہ روایت سماک بن حرب سے نقل کی ہے۔

اس کی کینیت ابو المغیرہ ہے۔ قبیلہ ہذیل سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ مشہور علمائے یمن سے ہے۔ بخاری کے علاوہ تمام اصحاب ستہ نے اس کی روایات لی ہیں۔

ابن المبارک نے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ سماک ضعیف ہے۔

جریر البغلی کا بیان ہے، میں سماک سے ملنے گیا۔ میں نے اسے کھڑے کھڑے پیشاب کرتے دیکھا۔ میں واپس لوٹا یا اور اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ اور یہ سمجھا کہ یہ شخص باطل ہو گیا ہے۔ احمد بن ابی مریم نے بھی سے نقل کیا ہے کہ سماک ثقہ ہے۔ اگرچہ شعبہ اسے ضعیف کہا کرتے تھے۔ جناد المکتب کا بیان ہے کہ ہم سماک کے پاس جاتے اور اس سے اشعار کا سوال کرتے اچانک اہل حدیث بھی آجاتے سماک ہماری طرف متوجہ ہوتے اور کہتے اچھا سوال کرو! یہ ایک قسم کا بوجھ ہیں۔

علاء بن سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے سماک کو یہ کہتے سنا ہے کہ میری اب نگاہ جاتی یہی میں نے ابراہیم خلیل علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ دریائے فرات جاؤ اس میں اپنا سر ڈلو دے، لیکن اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔ اللہ تعالیٰ تیری بنیائی ٹوٹا دیگا۔ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری بنیائی ٹوٹا دی۔ اور سماک یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میں نے اسی صحابہ سے ملاقات کی ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ سماک مضطرب الحدیث ہے۔ لیکن اس کی حدیث عبد الملک بن عیمر سے بہتر ہوتی ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ثقہ ہے سچا ہے۔ لیکن صالح جزیرہ اسے ضعیف کہتے لسانی

کا بیان ہے کہ جب تنہا کوئی حدیث بیان کرے تو حجت نہیں۔ کیونکہ اسے جو ملتیں کی جاتی وہ اسے قبول کرتا۔

ججاج نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ نوں ساک سے کہتے کچھ لوگوں نے عکرمہ کے ذریعہ ابن عباس سے نقل کیا ہے تو وہ فوراً اس کا اقرار کر لیتا، لیکن میں نے اسے کبھی متقین نہیں کی۔
 قتادہ نے ابوالآسود دہلی سے نقل کیا ہے اگر تیری یہ تمنا ہو کہ اپنے ساتھی کو جھوٹ بولنا سکھا دے تو اسے نقد دینا شروع کر دو۔

عبد اللہ بن احمد بن حنبل کا بیان ہے۔ میں نے اپنے باپ کی تحریر میں ایک نامعلوم شخص کا یہ قول پڑھا ہے ساک بہت فصیح تھا۔ اپنی زبان اپنی فصاحت سے مزین کرتا۔
 ذہبی کا بیان ہے کہ مسلم نے اپنی روایت میں اس سے بخت بکڑی ہے۔

ابن السہبانی کہتے ہیں اس ساک سے دو سو کے قریب روایات مروی ہیں۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ ان میں غلطیاں کرتا۔ اور لوگوں کی بیان کردہ روایات میں اختلاف کرتا ہے۔

عجلی کا بیان ہے جازر الحدیث ہے لیکن سفیان ثوری اسے تھوڑا سا ضعیف کہتے۔ علی بن الدینی کہتے ہیں۔ اس کی عکرمہ سے روایات مضطرب ہوتی ہیں۔ یسایا اور شعبہ نے انہیں عکرمہ کی روایت بیان کیا ہے۔ ابوالآحوص اور اسرائیل نے ان تمام روایات کو عکرمہ کے واسطے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔

یعقوب بن شبیبہ کا بیان ہے کہ اگرچہ یہ غیر عکرمہ میں نیک ہے۔ لیکن وہ مثبت لوگوں میں داخل نہیں۔

حضرت علیؑ بابِ حطہ ہیں

حضرت عبد اللہ بن عباس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علیؑ بابِ حطہ ہیں۔ جو اس میں سے داخل ہو گا وہ مومن ہو گا۔ اور جو اس سے خارج ہو گا وہ کافر ہو گا۔

قوم یہود نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بیت المقدس پر جہاد سے انکار کیا تو انہیں چالیس سال تک مقام تیرہ میں قید کر دیا گیا۔ جب نئی نسل پیدا ہو کر جو ان ہوئی تو حضرت یوشع کے ذریعہ انہیں دوبارہ جہاد کا حکم دیا گیا۔ اور ارشاد ہوا۔

وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ لَّغَيْرِكُمْ خَطِيئَتُكُمْ۔
اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو معافی کے خواہاں ہیں۔ ہم اپنی خطاؤں کی آپ سے مغفرت چاہتے ہیں۔

یہ حکم یہود کے لئے مخصوص تھا۔ اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ جب تم دروازے میں داخل ہو تو یہ کہتے ہوئے داخل ہو نا کہ (حطتہ) ہم معافی کے طلبکار ہیں۔ ہم تمہاری خطائیں معاف کریں گے انہوں نے اس حکم کی مخالفت کی افسان پر طاعون نازل کیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں ایک روز میں ستر ہزار افراد مر گئے، اس واقعہ سے تمام کتب تفاسیر منور ہیں۔

لیکن اس رافضیت نے حضرت علیؑ کو باب حطہ بنا کر اول تو اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کیا۔ کیونکہ حطہ کسی دروازے کا نام نہیں۔ اور ساتھ ساتھ اس نے اپنے اس مسلک کی اشاعت کی کہ بس نے علیؑ کا دروازہ اختیار نہیں کیا۔ وہ باب حطہ میں داخل نہیں ہوا۔ اور جو باب حطہ میں داخل نہیں ہوا وہ کافر ہے۔ لہذا جو حضرت علیؑ کی ولایت کا قائل نہ ہو اور انہیں مولیٰ تسلیم نہ کرنا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ اس پر بھی اسی طرح عذاب نازل ہو جس طرح اس قوم یہود پر نازل ہوا تھا۔ اور کوئی سستی ایسا نہیں جس نے اس دروازے کو اختیار کیا ہو۔ لیکن بقول دوافض کوئی سستی ایسا نہیں جس نے اس دروازے کو ترک نہ کیا ہو اور ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کا دامن نہ تھاما ہو لہذا اس کے لئے ضروری ہو کہ اس پر عذاب نازل ہو۔ اور اگر اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو سبائیوں کو اپنے ساتھ ملا کر شبیر کر دیں اور علیؑ کو اپنے ساتھ ملا کر انہیں باب حطہ فرادیں۔ اور یہ تمام منازل کو ذمہ میں بیٹھ کر لے لیں۔ لہذا جو شخص کو خدا کر حضرت علیؑ کی قیادت کو قبول نہیں کرتا

وہ عذاب الہی کا مستحق ہے۔ اور جس نے علیؑ کو چھوڑا، وہ کافر ہوا۔

لہذا تمام وہ حضرات جو امیر معاویہؓ اور ام المومنین عائشہؓ کے ساتھ مد مقابل ہوئے۔ اسی طرح وہ حضرات جنہوں نے حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی۔ وہ سب کافر مرے۔ اور ان حضرات کی تعداد اسی نوے ہزار کے درمیان تھی۔ جب کہ حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور ام المومنین عائشہؓ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے والوں کی تعداد بقول ابن سیرین تیس صحابہ سے زیادہ نہ تھی۔ اس لحاظ سے یہ سب صحابہ کافر تھے۔ حتیٰ کہ ان میں وہ حضرات بھی داخل تھے جن کے نام سے منسوب کر کے ہزار ہا روایات وضع کی گئیں۔ مثلاً حضرت جابرؓ، حضرت بریدہؓ وغیرہ۔

اس داستان کا واضح حسین بن الحسن الاشقر الکوفی ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ البزری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابوساتم کا بیان ہے۔ یہ قوی نہیں، جوزجانی کا بیان ہے یہ غالی شیعہ ہے صحابہ اور نیک لوگوں کو گالیاں دیتا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ بعض ضعیف راوی اس کی ضعیف روایت کا کچھ حصہ لے کر اور اس میں اضافات کر کے اس کی جانب منسوب کرتے۔ اس کے بعد ابن عدی نے اس کی منکرات بیان کیں جن کا واضح اسے قرار دیا۔ ان میں سے ایک روایت یہ بھی ہے۔

ابو عمر البذلّی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں۔ یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۴۳۔ ابوعاتم کا بیان ہے۔ یہ قوی نہیں۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ حد سے زیادہ گمراہ تھا۔ نیک لوگوں کو گالیاں دیتا۔ میزان ج ۵۳۔

دارقطنی کہتے ہیں حسین کو ذکا بامشہدہ ہے۔ اشقر کے لقب سے مشہور ہے۔ شریک قیس بن جعفر الاحمر اور بترکم بن سفیان سے روایات نقل کرتا ہے۔ یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۸۳۔

اس کا انتقال شہدہ میں ہوا۔

اس حسین الاشقر نے یہ روایت شریک سے نقل کی ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ کہ وہ خالص شیعہ ہے۔ اور اس کا دادا سنان قابل حسین ہے۔ اس

شریک

شریکٹ نے یہ روایت عطا سے نقل کی ہے اگر عطا سے مراد عطاء بن ابی رباح الکی ہیں تو وہ مسلم ہیں اور انہوں نے ابن عباسؓ سے احادیث سُنی ہیں۔ لیکن اعشٰش جن سے شریکٹ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ ان نے ابی عطا سے کوئی روایت نہیں کی اس طرح یہ روایت منقطع ہوئی۔ لیکن اگر عطا سے مراد عطاء بن السائب ہیں۔ اگرچہ وہ ثقہ ہیں لیکن ان کا حافظہ ضراب تھا اور اعشٰش نے ان سے روایت سُنی ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اس عطا نے ابن عباسؓ سے کوئی روایت نہیں سُنی۔ یہ س راوی کی جہالت کا اعلیٰ نمونہ ہے جو ہم نے قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔

جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے کہ علیؑ رسول اللہ کے بھائی ہیں

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی احی رسول اللہ اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں علی رسول اللہ کے بھائی ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اس کا راوی کا درج بن رحمہ ہے۔

کادخ بن رحمہؓ ہے۔ جو انتہائی زاہد اور پارہ سا ہے۔ لیکن ازدی کا بیان ہے کہ روایت حدیث میں کذاب ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں۔ اس کا نام ابو رحمہ ہے خطابی کا قول ہے میں ساٹھ روز اس کے پاس رہا۔ میں نے شب و روز میں کسی وقت اسے بیٹھ نہیں دیکھا۔

بظاہر تو یہ بات بہت نیکی کی ہے۔ لیکن جن لوگوں کا ذہن زہد تقویٰ میں لگا ہوا ہو وہ حفظہ حدیث کی جانب توجہ نہیں دے سکتا۔ اسی لئے امام نجفی بن سعید القطن نے فرمایا تھا۔ ما راایت اکذب من الصالحین میں نے نیک لوگوں سے زیادہ حدیث میں کسی کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔

اور امام مہرکلم نے یہ شریح فرمائی ہے۔

بل الکذب یجری علی لسانہم بلکہ جھوٹ ان کی زبانوں پر جاری رہتا ہے۔
 اس سے یہ قاعدہ ظاہر ہو گیا کہ جو شخص زیادہ نیک ہو گا وہ حدیث میں قطعاً کمزور ہوگا۔
 اس کا دوح نے یہ روایت مستخرج کی واسطے عطیہ الکوفی سے نقل کی ہے۔ اور عطیہ مشہور شیعہ ہے۔

جنت میں داخلہ کھیلنے علی کی محبت لازمی ہے

حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص میرے پروردگار کی اس جنت میں داخل ہونا چاہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود لکھا ہے۔ اسے علی سے محبت کرنی چاہیے۔
 اس کا راوی قاسم بن محمد بن ابی شیبہ العباسی ہے۔ یہ ابو بکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ کا بھتیجا ہے۔ اس کا انتقال ۲۳۰ھ میں ہوا۔ یہ تمام آفت اسمکڈھائی ہوئی ہے۔
 محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کا بیان ہے کہ میں نے امام سجاد بن معین سے دریافت کیا کہ قاسم بن محمد میرا چچا ہے۔ وہ روایت حدیث میں کیسا ہے۔ انہوں نے فرمایا ایسے میرے بھتیجے! تیرا چچا ضعیف ہے۔
 میزان ج ۲ ص ۳۹

اس نے یہ روایت یحییٰ بن یعلیٰ الاسلمی الکوفی سے نقل کی ہے
 یحییٰ بن یعلیٰ الاسلمی الکوفی
 حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ شیعہ ہے، ضعیف ہے۔ تقریباً ۳۹۰
 بخاری لکھتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ ترمذی نے اس کی روایت کو غریب اور منکر قرار دیا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۴۱۵

بکھلے اے اے عمار بن زریق سے نقل کیا ہے۔ سلمانی کا بیان ہے کہ وہ اضعفی ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۶۲

عمار نے اسے ابو اسحق سبیعی سے نقل کیا ہے۔ وہ اگرچہ ثقہ سمجھے جاتے ہیں لیکن مذہب میں۔ اور تیس کی حدیث معنعن قطعاً قابل قبول نہیں ہوتی۔ اتفاق سے

یہ روایت بھی مُعْتَنَن ہے۔

زیاد بن مطرف ابو اسحق اسے زیاد بن مطرف سے نقل کرتا ہے جو مجہول ہے۔

اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونے کے لئے جن اوصاف کو لازم قرار دیا ہے ان میں یہ وصف شامل نہیں کیا گیا۔

مختصر اس کی کوئی کل بھی درست نہیں۔ اور جب کوئی کل درست ہو جائے گی تو پھر خود کیا جائے گا
اے علی شیریں جانب سے لوگوں کے دلوں میں کینہ ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ہم بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے۔ اور آپ میرا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ ہم ایک باغیچہ پر سے گزرے، میں نے کہا کتنا خوبصورت باغیچہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جنت میں تیرے لئے اس سے بھی زیادہ حسین ہوگا۔ حتیٰ کہ ہم سات باغیچوں پر سے گزرے اور آپ ہر ایک کے سلسلہ میں یہی بات فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ جب راستہ سے کنارہ کش ہو گئے۔

تو آپ نے مجھے گلے لگایا اور رونے لگے۔ میں نے سوال کیا آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، میری قوم کے سینوں میں کینہ بھرا ہوا ہے۔ وہ تجھ سے یہ کینہ میرے بعد ظاہر کریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کینہ کیا میرے دین کی سلامتی کے ساتھ ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں تیرے دین کی سلامتی کے ساتھ ہوگا۔ میزان ج ۳ ص ۳۵۵

یہ روایت نسائی نے مسند علی اور بخاری نے اپنی تفسیر میں نقل کی ہے۔

ہمارے نزدیک یہ روایت تفسیر کا ایک اعلیٰ شاہکار ہے۔ اس لئے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو صحابہ سے خائف ہیں کہ انہیں فضیلت علیؓ کا علم نہ ہو۔ اسی لئے شہر سے دور جا کر جب کوئی دیکھنے والا نہ رہے علیؓ کو گلے لگاتے اور بے ساختہ روتے ہیں اور صحابہ کرام جو حضرت علیؓ سے بغض رکھتے ہیں۔ وہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خائف ہیں۔ اور اپنا کینہ ظاہر نہیں کرتے۔ اسی لئے دونوں ہی تفسیر پر مجبور ہیں۔ اس لحاظ سے دین کی سلامتی تفسیر ہی میں ہے۔ اور دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ دین تفسیر پر منحصر ہے

لہذا ہم تفتیہ بازوں کے طرز سے تفتیہ کئے بیٹھے ہیں۔

یہ بھی ہم عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ انصارِ مدینہ کے پاس کچھ کے کچھ باغات تھے۔ اور مدینہ میں کھجور کے علاوہ اور کوئی پھل نہ تھا۔ اور نہ آج تک کسی اور پھل کے درخت پائے جاتے ہیں۔ کم از کم ہمارے زمانہ تک تو یہی صورت حال ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آئندہ کسی زمانہ میں پیدا ہو جائیں۔ وہ افغانستان، ایران و کشمیر کا علاقہ نہ تھا جس میں پے در پے سات باغات گزرتے چلے گئے۔ اور وہ بھی سب سربراہ واقع تھے۔ یہ دہانے کے لئے جنگل میں جانا کوئی ضروری تھا؟

رہا یہ مسئلہ کہ حضرت علیؓ کو جنت میں اس سے بہتر باغات ملیں گے تو حضرت علیؓ کا تو بہت بڑا مقام ہے۔ ایک عام مسلم کو بھی جنت میں جو کچھ ملے گا اسے نہ آنکھوں نے دیکھا ہو گا نہ کانوں نے سنا ہو گا اور دل میں اس کا خیال گزرا ہو گا۔ جب ایک عام مسلم کچھ بھلا یا یہ تصور ہے تو حضرت علیؓ کا تو بہت اونچا مقام ہے۔ اس بھلاوے سے حضرت علیؓ کو دنیا میں کیا فائدہ پہنچا۔ اگر واقعتاً بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات فرمائی تھی تو حضرت علیؓ نے قبولِ خلافت کے وقت اس وصیت کو کیوں رد نہیں کیا؟

فصل بن عمرؓ القیسی اس روایت کا راوی فضل بن عمرؓ القیسی ہے۔ محدثین کا بیان ہے یہ ضعیف ہے۔ حقیقی کہتے ہیں وہ ایسی روایات بیان کرتا ہے جو دوسرے کوئی نہیں بیان کرتا۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ ثقہ ہے۔ لیکن ذہبی کہتے ہیں یہ ہرگز ثقہ نہیں۔

بلکہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۵۵

میسون فضل نے یہ روایت میسون سے نقل کی ہے۔ پھر بھی یہ کتاب ہے کہ یہ روایت میسون انکوڑی سے مروی ہے اور کبھی کہتا ہے میسون بن سیاہ سے مروی ہے۔ اور میسون اسے ابو عثمان انہدی سے نقل کر رہا ہے اور ابو عثمان کے شاگردوں میں میسون کردی داخل ہے میسون بن سیاہ نہیں۔ از دی کا بیان ہے یہ میسون کردی ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۳۲۔ لیکن اگر میسون بن سیاہ مراد ہے۔ تو ابوداؤد کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ صحیح بن معین کا بیان ہے ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۲۳

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مختلف درختوں سے پیدا کیا ہے

حضرت امام کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مختلف درختوں سے پیدا فرمایا ہے۔ اور مجھے اور علیؑ کو ایک درخت سے پیدا کیا۔ اس درخت کی جڑ میں ہوں غلطہ اس کا تناہیں، علیؑ اس کی شاخ ہیں۔ حسن و حسین اس کے پھل ہیں۔ ان شاخوں میں سے اگر کوئی ایک شاخ تمام لے گا۔ وہ نجات پا جائے گا۔ میزان ۳ ص ۳۴۴

اللہ تعالیٰ نے تو قرآن میں یہ دعویٰ فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ۔ اور ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

حتیٰ کہ اس سلسلہ میں تخلیق آدم کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ درختوں سے پیداؤں کی کہانی ان تمام آیات قرآنہ کے خلاف ہے اور فقہاء احناف کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ اگر کوئی روایت خلاف قرآن ہو تو اس کی تاویل اگر ممکن ہے تو اس کی تاویل کی جائے گی ورنہ اسے باطل قرار دیا جائے گا۔

اب قرآن اس کی قہارت سے رہا ہے کہ تمام انسان مٹی سے پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے یہ روایت جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔

لیکن شیوخ صاحبان کو اس روایت پر عمل کرتے ہوئے اپنے بھائی بندوں کو قبرستانوں کی بجائے درختوں میں دفن کرنا چاہیے۔ ہم بھی اس تماشہ کے منتظر ہیں۔ لیکن افسوس کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما سب مٹی میں دفن ہوئے اس لئے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور بھوتے ہیں دکھانے کے اور۔

اس روایت کا راوی فضال بن مجبیر ہے۔ جو خود کو ابوامامہ کا دوست

فضال بن مجبیر کہتا ہے۔ اس کی کیفیت ابوہشام ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اسکی روایت صحیح نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اس روایت کی کوئی اصل نہیں بلکہ فضال کے روایت کو بطور حجت پیش کرنا حلال نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۳۴۴

آگ سے بچاؤ کا ذریعہ حضرت علیؑ کی محبت ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کیا جہنم سے بچاؤ کا کوئی جواز ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں علیؑ بن ابی طالب کی محبت ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۳۹

فارس بن خمدان بن عبدالرحمن العبدی
اس روایت کا ایک راوی فارس بن حمدان العبدی ہے۔ جو روایات وضع

کیا کرتا اور یہ روایت موضوع ہے۔ فارس نے یہ روایت اپنے باپ دادا کے واسطے سے،

شریک بن عبداللہ الخثعمی سے نقل کی ہے۔ جو خاص شیعہ ہے۔ اس کا تفصیل حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ شریک نے یہ کہانی،

لیث بن ابی سلیم سے نقل کی ہے۔ اس کے ضعف پر بھی سب کا اتفاق ہے۔ اور اس کا تفصیل حال پہلے پیش کیا جا چکا۔ لیث نے یہ روایت مجاہد کے واسطے سے نقل کی ہے۔ حالانکہ طائوس و

مجاہد نے ایک دوسرے کو زندگی بھر نہیں دیکھا۔

اس سلسلہ میں صرف یہی کہنا کافی ہوگا۔

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

علیؑ کے فضائل حدِ شمار سے باہر ہیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی

علیؑ کے فضائل حدِ شمار سے زیادہ رکھے ہیں۔ جس نے ان کی ایک فضیلت کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ اس

کے گزشتہ گناہ معاف فرماتا ہے اور جس نے علیؑ کی ایک فضیلت کبھی تو فرشتے اس کے لئے استغفار

کرتے رہتے ہیں، جب تک وہ کھتا ہوا موجود ہے اور جس نے فضائل علیؑ میں سے ایک فضیلت سنی

تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے ان تمام گناہوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ جو اس نے نگاہ کے ذریعے کیے

علیؑ کی جانب دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی بندے کا ایمان علیؑ کی دوستی اور اس کے دشمنوں سے بُرائت (بیزاری) کے بغیر قبول نہیں کرتا۔ میزان ج ۳ ص ۲۶۳

ذہبی کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ کی فضیلت میں جتنی روایات وضع کی گئی ہیں، ان میں سب سے بدترین اور سُداگن ہے۔ لیکن ہمیں امام ذہبیؒ کی رائے سے اس لئے اتفاق نہیں کہ اگر یہ شاہکار وجود میں نہ آتا تو ان احکامات الہیہ سے چٹکارا کیسے مائل ہوتا جو اللہ تعالیٰ نے امر و نہی کے سلسلہ میں قرآن میں دیئے ہیں۔ لیکن اعمال سے چٹکارا اور گنہ گاروں کی معافی اُسی وقت مائل ہو سکتی ہے۔ جبکہ حضرت علیؑ کے دشمنوں پر بُرا بھیجا جائے۔

یہ تو نابا آپ حضرات جان گئے ہوں گے کہ شیعہ فرقے کے نزدیک دشمنانِ علیؑ سے کون لوگ مراد ہوتے ہیں۔ اگر آپ نہ جانتے ہوں تو مختصراً یہ سمجھ لیجئے کہ پانچ افراد کے علاوہ سب کا فرقہ ہاں ہم ان کے چند بڑے طلے کافروں کے نام بتا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اہل سنت والجماعت اسے مفہم کر لیں۔
ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ، معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، حبیب بن مسلمہؓ، عبید بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ وغیرہ۔ اگر آپ میں سے کوئی شخص ان اشخاص میں سے کسی کو مسلمان سمجھتا ہے تو شیعہ مذہب میں آپ پر بھی بُرا بھیجنا لازم ہے۔

ہم بھی دشمنانِ علیؑ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ لیکن چار سے نزدیک حضرت علیؑ کے اصل دشمن وہ قابلِ عثمانؓ ہیں جنہوں نے اول حضرت علیؑ کو خلافت پر مجبور کیا۔ پھر انہیں مدینہ سے نکال کر لے گئے۔ اور اس طرح حضرت علیؑ کو اپنے ہاتھوں میں کھڑ پٹلی بنایا۔ اور پھر حضرت حسینؑ کو کوفہ زبردستی طلب کر کے کربلا میں نہیں سرزمینِ نینوا میں انہیں ختم کر دیا۔ اور خود ہی سینہ کوبی میں مشغول ہو گئے۔ وراج تک اس پر کاربند ہیں۔

محمد بن شاذان
اس داستان کا راوی وہی محمد بن احمد بن علی بن شاذان ہے۔ جس کا مال پہلے گزر چکا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی سند میں مزید چار مجہول اور موجود ہیں۔ یعنی حسن بن احمد الخلدی۔ حسین بن اسحاق، محمد بن عمار اور جعفر بن محمد بن عمار۔ یہ چار راوی

تو مجہول ہیں۔ اور ایک راوی کی ذات پر اختلاف یعنی جعفر بن محمد بن علی یعنی جعفر صادقؑ بقول بھی بن سعید مجاہد سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ اور اس روایت کا ایک راوی شہور کذاب ہے یعنی محمد بن زکریا الخلابی۔ دارقطنی نے اسے دالعیل الحدیث قرار دیا۔ میزان ج ۳ ص ۵۵

فضائل علیؑ کا شمار ممکن نہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تمام جہاد قلم بن جائیں۔ اور سمندر سیاہی بن جائیں اور چنناں حساب میں لگ جائیں اور تمام انسان کھینے لگ جائیں تو وہ فضائل علیؑ کا شمار نہیں کر سکتے۔ میزان ج ۳ ص ۴۶۶

داصل یہ داستان قرآن کی اس آیت کے رد میں وضع کی گئی۔

قُلْ نَوَكَّانُ الْبَحْرِ مَدَادُ تَسْكِنَاتُ
رَبِّي لَنْفُذُ الْبَحْرِ قَبْلُ أَنْ تَنْفُذَ
كَلِمَاتُ رَبِّي وَنَوَكَّانُ بَعْثُهُ مَدَادُ
(البکھف)

آپ فرما دیجئے گا اگر میرے رب کے کلمات (کھینے کے لئے) سمندر و شنائی بن جائیں تو میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے اگرچہ اس جیسی روشنائی اور لائی جائے۔

اس شیطان نے کلمات الہیہ کو فضائل علیؑ بنا دیا ہے۔ ہاں روایت سے یہ نئی بات مندرجہ معلوم ہوئی کہ شیعہ صاحبان حساب کا کام چنناں سے لیتے ہیں ہم تو آج تک یہی تصوہ کرتے آئے تھے۔ کہ حساب کے سوجد انسان ہیں اور انہوں نے اس فن کو ترقی کی معراج پر پہنچا دیا ہے۔ کیونکہ انہی کو حساب و کتاب کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ ہماری غلطی تھی۔ اس کی اصل ضرورت شیالین کو پیش آتی ہے۔ کیونکہ وہ گمراہوں کا حساب کتاب کرتے رہتے ہیں۔

محمد بن احمد
اس روایت کا واضع محمد بن احمد بن علی بن شاذان ہے۔ اس کی روایات نور الہدیٰ ابوالطالب الزینبی اور اخطب خوارزمی نے اپنی اپنی کتابوں میں فضائل علیؑ میں نقل کی ہیں۔ اور یہ روایات کافی تعداد میں اور سب باطل اور رکیک ہیں۔ میزان ج ۳ ص ۴۶۶

اس محمد کے سواء اس روایت کی سند میں چار راوی مجہول ہیں۔ یعنی حسن بن محمد بن بہرام۔ یوسف بن موسیٰ القطان، معانی بن زکریا اور محمد بن احمد بن ابی النضر۔ اس کے علاوہ ایک راوی لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔

جو شخص علی سے دشمنی رکھتا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور وہ علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ میزان ۳ ص ۳۱۵
اس کا راوی عیسیٰ بن عبد اللہ ہے۔ یہ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہے۔ اس کا پورا نسب نامہ اس طرح ہے۔ عیسیٰ بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب۔

ابن حبان کا بیان ہے یہ اپنے باپ دادا سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ جن میں سے ایک روایت یہ ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ شخص موقوف الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۱۵

قریش کے دُوبدبخت

حضرت علیؓ فرماتے ہیں قرآن میں جو یہ آتا ہے۔ وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (اور انہوں نے اپنی قوم کو جہنم میں پہنچا دیا) اس سے قریش کے دو بدبخت مراد ہیں میزان ۳ ص ۲۹۵
حاشا دکلا جو حضرت علیؓ ایسی بات فرماتے کیونکہ اس روایت میں الجحان دو بدبختوں سے مراد ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔ اس روایت کا راوی وہی شراہی عمرو ذومرہ ہے۔ اور اس سے یہ کہانی نقل کرنے والا ابواسحاق ہے۔ ہمیں تعجب تو اس ابواسحاق پر ہے کہ تمام محدثین اسے ثقہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ روایت ثابت کر رہی ہے کہ ابواسحاق بھی رافضی ہے۔ کیونکہ بعد کے تمام راوی معتبر اور اہل سنت کے امام ہیں۔ اس لئے یہ روایت وضع کرنے والا عمرو ذومرہ ہے۔ اور اس کی اشاعت کرنے والا ابواسحاق ہے

اے اللہ جو علیؑ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ

حضرت علیؑ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ اے اللہ جو علیؑ سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔ میزان ج ۳ ص ۲۹۴

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ لفظ مولیٰ، اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ رافضیوں نے اپنی کہانیوں میں اسے حضرت علیؑ کے لئے استعمال کیا ہے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ علیؑ کے پردہ میں اللہ تھا۔ اس لئے لفظ مولیٰ کا اللہ کے سوا کسی اور کے لئے استعمال جائز نہیں۔

عمر و ذومر اس کہانی کا راوی عمرو و ذومر ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ یہ ذومر ابو اسحاق کے ان اساتذہ میں داخل ہے۔ جو قطعاً مجہول ہیں اور جن کا آباپتہ کسی کو معلوم نہیں۔ بلکہ ہمیں یہ خبر نہیں کہ ابو اسحاق کو اس کا آباپتہ معلوم تھا یا نہیں۔

یحییٰ بن متین کا بیان ہے کہ عمرو عبد اللہ بن سوار کے ہاں ٹھہر کر تا۔ اور یہ عبد اللہ بن سوار ذومر کا باپ ہے۔ عبد اللہ بن سوار اپنے بیٹے سے کہتا اس سے احادیث سنو عمرو اس عمرو کو تلاش کرتا۔ لیکن یہ عمرو شراب پینے میں مشغول رہتا۔ میزان ج ۳ ص ۲۹۵

اس روایت میں ایک مزید غامی یہ ہے کہ ابو اسحاق بدس ہے اور بدس عام طور پر حروف عن سے روایت کرتے ہیں تاکہ کسی کو یہ پتہ ہی نہ چل سکے کہ اس نے بیان کردہ راوی سے ملاقات بھی کی تھی یا نہیں اسی لئے حدیث متنعن قابل قبول نہیں ہوتی۔

جابر بن صخر ابو اسحاق سے یہ روایت نقل کرنے والا جابر بن صخر ہے۔ ازدی کہتے ہیں محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۳۳

مخول بن ابراہیم جابر سے یہ کہانی مخول بن ابراہیم نے نقل کی ہے۔ یہ کوثر کا باشندہ تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا اور اہل سنت سے بہت

بعض رکھتا تھا۔ ابو نعیم کا بیان ہے کہ ایک روز ایک سیاہ فام شخص کو دیکھ کر لولا۔ میرے نزدیک یہ شخص ابو بکرؓ سے افضل ہے۔ میزان ج ۲ ص ۴۸

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں

حضرت علیؓ فرماتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی، آپ کا ولی، آپ کا چچا زاد بھائی اور آپ کا وارث ہوں، مجھ سے زیادہ اس کا حقدار کون ہو سکتا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۵۵

اس کا راوی عمرو بن حماد بن طلحہ ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ انشاء اللہ وہ سچا ہے۔ کیونکہ ابوماتم رازی اور یحییٰ بن معین نے اسے سچا ائمہ مطہرین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابوداؤد کا کہنا ہے کہ یہ عمرو بن حماد رافضی ہے۔ قتادہ کے لقب سے مشہور ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۵۵

ایک جانب تو ذہبی عمرو بن حماد کو ثقہ قرار دیتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ روایت منکر — ہے لیکن اس کی کوئی خاص وجہ بیان نہیں کرتے۔

ہمارے نزدیک اس کے منکر ہونے کی ایک وجہ تو عمرو بن حماد کا رافضی ہونا ہے اور دوسری اس کی وجہ یہ ہے کہ عمرو بن حماد نے اسے

اسباط بن نصر سے روایت کیا ہے۔ جسے ابو نعیم اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور وہ بھی شیعہ ہے اور اس روایت کا راوی ہے کہ آپ نے علیؓ، فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ سے فرمایا تم جس سے جنگ کرو گے میں اس سے جنگ کروں گا اور جس سے صلح کرو گے میں اس سے صلح کروں گا۔ میزان ج ۳ ص ۱۶۱

اسباط نے یہ روایت سماک بن حرب سے نقل کی ہے۔ اس کا آخر عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا لوگ اس سے جس بات کو حدیث کہہ کر لے لیا کرتے تھے وہ

اسے حدیث کہہ دیتا۔ اور خاص طور پر وہ جہنی روایات عکرمہ سے نقل کرتا ہے وہ اسی قسم کی ہوتی ہیں کہ لوگوں نے گھر کر اس کے سامنے پیش کیں۔ اس نے اپنے پاگل پن سے اسے روایت کر دیا۔ اور اتفاق سے سماک نے یہ روایت عکرمہ سے نقل کی ہے۔ گو یا کہ ہر وہ روایت جسے سماک عکرمہ سے

نقل کرے وہ درست نہیں ہوتی۔ میزان ج ۲ ص ۲۳۳

عکرمہ مولیٰ ابن عباس
جہاں تک عکرمہ کا تعلق ہے تو اسے اگرچہ بہت سوں نے
ثقہ کہا ہے لیکن بہت سے کذاب کہتے ہیں۔ مثلاً مسیب
بن المسیب، محمد بن سیرین، ابن حوٰن اور مالک وغیرہ، اور عبد اللہ بن عباس کے صاحبزادے علی
کا بیان ہے کہ یہ میرے باپ پر جھوٹ بولتا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک یہ روایت عکرمہ نے بیان نہیں کی۔ بلکہ سبک لے اپنے باگل پن سے اس
کی جانب منسوب کر دیا، ورنہ عکرمہ، تو خداجی تھا اور حضرت علیؑ اور ان کے ساتھیوں کا قتل واجب
تصور کرتا تھا۔ اس لئے وہ حضرت علیؑ کی فضیلت میں کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔

حضرت علیؑ چار انگوٹھیاں پہنے رہتے

عبدغیر کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس چار انگوٹھیاں تھیں جنہیں وہ پہنے رہتے، قوت
قلب کے لئے یا قوت کی، بینائی کے لئے یا فروزہ کی اور چینی نوہے کی قوت باہ کے لئے اور عشق کی
پناہ کے لئے۔

عبدغیر سے اس کہانی کو جس متبرک ہستی نے نقل کیا ہے ان کا نام سیدی ہے ان کا حال
پہلے گزر چکا، اس کا ایک راوی

ابو جعفر الرازی ہے۔ اس کا نام محمد بن احمد بن سعید ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ میں اسے
نہیں جانتا کہ یہ کون ہے اور یہ روایت باطل ہے۔ اور یہ سدی آفت اسی کی ڈھائی ہوئی ہے۔
میزان ج ۲ ص ۵۹۵

ہاں یہ دوسری بات ہے کہ انگوٹھی پہننے کے باوجود کوفہ میں ان کا قتل عام ہو جائے
رہ گئی جان کی حفاظت تو عشق کی انگوٹھیاں بازاروں میں ماری ماری بھرتی ہیں۔ بعض لوگ
آٹھ آٹھ دس دس انگوٹھیاں پہنے پھرتے ہیں۔ لیکن موت اپنے وقت پر آتی ہے۔ یا فروزے

کی انگوٹھی۔ اس کے پھنپھنے بغیر کوئی شیعو نہیں بن سکتا۔ کیونکہ فیر ذہ فیر مذ کی یادگار ہے جو قاتل عمرؓ ہے۔
بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اسے نہ پہنا جائے۔ اسی سے تو سب فالیں کھولی جاتی ہیں۔

جہاں تک ہمارے اپنے تحلیل کا تعلق ہے۔ تو حضرت علیؓ کے مودت تھے زوہ بت پرست
تھے ادہ نہ سنگ پرست۔ یہ دوسری شے ہے کہ انگوٹھی کو سنت رسولؐ سمجھتے ہوئے ہتھتے ہوں۔ اگرچہ
اس میں اختلاف ہے۔ محققین کا مسک یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء انگوٹھی کو بطور مہر
استعمال کرتے نہ کہ حورتوں کی طرح ہاتھوں میں سجاتے۔

میرے بعد علیؓ کے پاس پناہ لینا

حضرت صفیہؓ بنت حمی زوجہ رسولؐ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی بیویوں میں سے
کوئی بیوی ایسی نہیں جس کا قبیلہ موجود نہ ہو، جہاں جا کر وہ پناہ نہ لے سکے لیکن میرا تو کوئی قبیلہ نہیں۔ اگر
آپ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آگیا تو میں کس کے پاس پناہ لوں۔ آپؐ نے فرمایا علیؓ کے پاس مینار ج
یہ کہا عالم غیب کی باتیں ہو رہی ہیں؟ عالم یہود میں تو ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ ان کے غریبے اٹھاتے
رہے اور جب حضرت علیؓ خلیفہ بنائے گئے تو محمد بنہ جھوڑ کر چلے گئے۔ اس داستان کا رادی
مالک بن مالک ہے۔ جو یہ داستان حضرت صفیہؓ سے نقل کر رہا ہے اور اس سے یہ داستان
ابو اسحاق سبعی نے نقل کی ہے۔ لیکن اس مالک کو کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ بخاری کا بیان ہے
کہ اس مالک کی کوئی مناجعت نہیں کرتا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۳ ص ۴۲
ذہبی لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں ضرار بن مرد ہے۔ بوضعیف ہے۔

ضرار بن ضررؓ ذہبی اس کے حال میں لکھتے ہیں اس کی کنیت ابو نعیم الطمان ہے بخاری کہتے
ہیں ضرار بن ضررؓ ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں۔ ایک
نعیم انعمی اور ایک یہ ضرار بن ضرر۔ اس نے جتنی روایات بیان کی ہیں سب حضرت علیؓ کی فضیلت میں
بیان کی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۳۲

حسین ابن الحسن الاشقر الکوفی اس روایت کا ایک راوی حسین بن الحسن الاشقر ہے بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت غور طلب ہے

ابو زرعم کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم لکھتے ہیں قوی نہیں۔ جوزہانی کہتے ہیں حدیث بڑھا ہوا ہے نیک لوگوں کو گامیاں دیتا تھا۔ اس کی متعدد مسکرات نقل کر کے لکھا ہے۔ میرے نزدیک یہ ساری بلا اس حدیث کی نازل کردہ ہے۔

ابو عمر الہندی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں مشہر میں اس کا انتقال ہوا۔ گویا اس روایت کے تین راوی مانا اللہ ہیں اور راضی اور کذاب ہیں۔

حضرت علی ابو بکرؓ سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ابو بکرؓ کے والی بن گئے، حالانکہ میں خلافت کا سب سے زیادہ حقدار

تھا۔ میزان ج ۳ ص ۴۱

کثیر بن سحبی بن کثیر اس روایت کا راوی کثیر بن سحبی ہے۔ ابن ہادی کا بیان ہے شیعہ ہے۔ ازدی کہتے ہیں یہ منکر روایات نقل کرتا ہے جو اس بن الغنیم العنبری فرماتے ہیں اس کی کوئی روایت نقل نہ کرو۔

اس کثیر سے نقل کرنے والے ابو حنظلہ ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں یہ ابو حنظلہ پر بھوٹ ہے۔ انہوں نے اپنی کسی کتاب میں یہ روایت نہیں لی۔ اور اس کثیر سے نقل کرنے والے کا کچھ اتنا پتہ نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۴۱ جب ابو حنظلہ پر یہ روایت بھوٹ ہے تو خالد الحذاء، عبدالرحمن بن ابی بکرہ اور ان کے والد ابو بکرؓ صحابی کیسے روایت کر سکتے ہیں۔ جب کہ ابو بکرؓ نے جبل و صفین میں بھی تلوار اٹھانا گوارہ کیا۔ اور یہ روایت بیان کی کہ جب دو مسلمان باہم قتال کریں تو دونوں جہنی ہیں۔ اور اسی باعث حضرت علیؓ کے بیعت نہیں کی۔ گویا ابو بکرؓ اس کے کیا قائل ہوتے کہ علیؓ کا پہلا نمبر ہے۔ وہ تو چوتھا نمبر ملنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

علیؑ کا منبر تمام انبیاء کے منبروں سے بڑا ہوگا

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نبی کو ایک نور کا منبر ملے گا۔ اور علیؑ کے پاس سب سے طویل اور سب سے زیادہ نورانی منبر ہوگا۔ ایک منادی ندا کرے گا: نبی امی کہاں ہیں؟ تو انبیا جواب دیں گے ہم بھی نبی امی ہیں۔ تو کہا جائے گا نبی امی عربی کہاں ہے۔ راوی کہتا ہے۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے۔ اور جنت کے دروازے پر آئیں گے۔ اسے کھٹکھٹائیں گے۔ آپ کے لئے دروازہ کھولا جائے گا۔ آپ اس میں داخل ہوں گے تو پروردگار تعالیٰ فرمائے گا اور یہ تجلی کسی نبی کے لئے قطعاً نہ ہوگی۔ اسے دیکھ کر آپ سجدے میں گر جائیں گے۔ یہ حدیث انتہا سے زیادہ غریب ہے۔ ضعیفوں کا عقیدہ ہے کہ ہر امام کا مقام بکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑھ کر ہے۔ لہذا منبر علیؑ سب سے زیادہ طویل اور سب سے زیادہ نورانی ہونا چاہیے۔

سنیوں کا عقیدہ ہے کہ کوئی امتی کسی نبی کا مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ بلکہ اسے تمام انبیاء پر فوقیت

ہو۔ اس داستان کا راوی

کثیر بن عبید اللہ الثقفی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت انتہائی غریب ہے۔ اگرچہ اس کثیر کو ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۴۳

اے علیؑ! امت تیرے ساتھ غداری کرگئی

حضرت علیؑ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ امت تیرے ساتھ غداری کرے گی۔ میزان ج ۳ ص ۴۲

جب حضرت علیؑ کو اس بات کا علم تھا تو انہیں خلافت سنبھالنی ہی نہیں چاہیے تھی۔ اور اگر سنبھالی تھی تو کسی کے ساتھ بگاڑ نہیں رکھنا چاہیے تھا۔

کامل بن العلاء السعدی اس روایت کا راوی کامل بن العلاء السعدی الکوفی ہے۔ اس کی کنیت ابو العلاء ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ یہ حدیث کی سندات میں تبدیلیاں کرتا رہتا۔ اور صحابی کے قول کو حدیث رسول بنا کر پیش کرتا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۱

کامل نے یہ روایت حبیب بن ابی ثابت سے نقل کی ہے اور حبیب نے

ثعلبہ بن یزید الحنفی سے نقل کی ہے ثعلبہ حضرت علیؑ کی جانب سے پولیس افسر تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ غالی شیوہ ہے۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ یعنی اے علیؑ! امت تیرے ساتھ خداری کرے گی۔ اس روایت کو ثعلبہ سے حبیب نے نقل کیا ہے۔ اور کوئی اس روایت کو نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ۱ ص ۳۷، اس ثعلبہ کو اگرچہ نسائی نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن امام شعبی تابعی کا قول ہے کہ حضرت علیؑ کے سب ساتھی جھوٹے ہیں۔ اور محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ علیؑ سے جتنی روایات مروی ہیں سب جھوٹ ہیں۔

علیؑ سے محبت کر نیوالے کو لیسینہ کے ہر قطرہ کے بدلے جنت میں ایک شہر ملے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے علیؑ سے محبت کی، اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدن کے لیسینہ کے ہر قطرے کے بدلے جنت میں ایک شہر عطا فرمائے گا۔ میزان ج ۳ ص ۶۲

اس کا واضح وہی ابن شاذان ہے۔ اور اس نے اس روایت میں امام مالک کا نام بھی لیا ہے۔ حاشا وکلا امام مالک کی مرویات محدثین میں مشہور ہیں ہمیں ان کی مرویات میں یہ روایت کہیں نظر نہیں آتی۔

ہاں ہمیں یہ سنکر ضرور غوشتی حاصل ہوئی کہ ہر شیعوہ کو جنت میں شہروں کی صورت میں اتنی

بڑی مملکت عطا فرمائے گا جس پر کسریٰ پرویز بھی سد کرے گا۔ اور موجود دور کے امریکہ اور روس بھی۔ اتفاق سے شیعوں کی ہمیشہ سے تمنا یہی رہی ہے۔ اور اس کے حصول کے لئے حضرت علیؑ اور حسینؑ کو استعمال کیا گیا۔ اور جب دنیا میں حسرت پوری ہوتی نظر نہ آئی تو جنت کے ٹھیکیدار بن گئے۔

علیؑ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے معاذؓ کو ہمیشہ علیؑ کی جانب دیکھتے دیکھا۔ میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی، آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیؑ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔ میزان ج ۳ ص ۴۵
ذہبی کہتے ہیں اس کا واضح

محمد بن اسماعیل الرازی
محمد بن اسماعیل بن موسیٰ بن ہارون الرازی ہے خطیب کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں، ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کا وضع ہی

ہے۔ خطیب نے اس کی متعدد موضوعات نقل کی ہیں۔ اس راوی کا انتقال ۲۰۳ھ کے بعد ہوا۔

محمد بن اسماعیل الرازی کا دعویٰ تھا کہ اس نے یہ روایت موسیٰ بن نصر الرازی سے سنی ہے جو جریر کے شاگرد تھے۔ خطیب کا

دعویٰ ہے کہ محمد بن اسماعیل الرازی نے موسیٰ بن نصر سے کبھی ملاقات نہیں کی۔

اس روایت میں ایک عجیب یہ ہے کہ محمد بن اسماعیل کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت محمد بن نفیس نے ہودہ سے نقل کی ہے اور ہودہ نے ابن جریر سے اور ابن جریر نے ابو صالح سے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ محمد بن ایوب نے ہودہ کا زائد نہیں پایا اور ہودہ نے ابن جریر کا اور ابن جریر نے ابو صالح کا زائد نہیں پایا۔ گویا ان کے درمیان میں کم از کم تین راوی اور ہوئے ہا نہیں۔

اس کی سند پر اور بھی اعتراضات کئے جاسکتے ہیں لیکن ہماری تو عرض صرف اتنی سی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت معاذؓ کو یہ عمل کراتے کب دیکھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضورؐ کی حیات میں

دیکھا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر تو بن رسول کیا ہوگی کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ مبارکہ چھوڑ کر حضرت علیؑ کے چہرے کو دیکھا جائے۔ اور وہ بھی نگاہد یعنی ٹھٹھکی باندھ کر۔ کیونکہ لفظ یدیم دوام ثابت کرتا ہے اور یہ کسی صحابی سے ممکن نہیں۔ لیکن فرقہ شیعہ اس امر کا دعویٰ کر رہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی جانب دیکھنا کوئی عبادت نہیں۔ لیکن علیؑ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔

لیکن اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ معاویہؓ نے یہ عمل حضورؐ کی وفات کے بعد شروع کیا تو وفات رسول کے بعد صحابہ کرام مرتدین کے قلع قمع میں لگے رہے۔ اور بعد میں معاویہؓ شام کی مہات میں ابو عبیدہؓ کے ساتھ چلے گئے اور وہیں ۱۶ھ میں انتقال فرمایا۔

در اصل سبائیںوں نے یہ تصور کر لیا ہے کہ سنی جاہل اور بے وقوف ہیں لہذا انہیں جو پہلے سبق لے گا وہ تو اللہ کا کرم ہے کہ ابھی کچھ صاحب علم باقی ہیں۔

اگر کوئی صاحب استغراق یہ فرمائیں کہ یہ سب کچھ سالم استغراق میں ہوتا تھا۔ تو حضرت معلوفؒ کا تمام استغراق جہاد میں تھا۔ اور اس وقت اسی استغراق کی ضرورت تھی۔ انہیں حضرت علیؑ کے سلسلہ میں کسی استغراق کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

تین شخصوں نے اللہ کے ساتھ کبھی ٹھٹھکی نہیں کیا

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین شخصوں نے اللہ کے ساتھ کبھی کفر نہیں کیا۔ ایک مؤمن آل لیسین، ایک فرعون کی بیوی آسیہ اور ایک علیؑ بن ابی طالب

میزان ج ۲ ص ۷۴

اس روایت کا جھوٹا ہونا اس کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس لئے کہ حضرت آسیہ فرعون کی بیوی پہلے متفقہ طور پر کافرہ تھیں، بعد میں حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائیں۔ اس طرح آل لیسین پہلے کافر تھا۔ بعد میں حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لایا۔

جہاں تک حضرت علیؑ کا تعلق ہے تو اگر وہ روز پیدائش ہی سے مؤمن تھے۔ جیسا کہ ملاحقہ جلدی نے اپنی جلالہ العیون میں نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنی پیدائش کے تیسرے روز سورہ

مومنوں کی تلاوت فرمائی جب کہ ابھی حضور کو نبوت بھی نہ ملی تھی۔ اور فاطمہ بنت اسد تو حضرت علیؓ کی پیدائش کے وقت بھی مسلمان تھیں۔

ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ فاطمہ بنت اسد حضرت علیؓ کی والدہ کا کوئی انضی حضور کے بعد تذکرہ نہیں کرتا، اور لطف یہ کہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہؓ کو سیدہ النساء بنایا گیا۔ لیکن فاطمہ بنت اسد کو قطعاً مہلا دیا گیا۔ حالانکہ وہ تو سب سے پہلے امام کی ماں تھیں۔

ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو حضرت علیؓ نابالغ تھے۔ اور نابالغ غیر مکلف ہوتا ہے۔ اور فرقہ شیعہ کے نزدیک وہ پیدائش کے وقت ہی مسلمان تھے۔ ایسی صورت میں ان کے اسلام کی کہانیاں کیا معنی رکھتی ہیں اور علیؓ انھیں ایسی صورت میں کہ حضور کی صاحبزادیوں کے ایمان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

عاطقہ سرگرمیاں ہے کہ اسے کیا کہتے

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ یحییٰ بن محمد بن علیؓ کی پرورش حضور نے فرمائی حتیٰ کہ جلا العیون میں ہے کہ تیسرے روز آپ علیؓ کو لے آئے تھے۔ ایسی صورت میں ان کے کفر کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے دراصل اس روایت کا راوی محمد بن یغیرۃ الشہر زوری ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حدیث جور تھا۔ اور روایت وضع کیا کرتا تھا۔ میزان ج ۴ ص ۴۶

محمد بن المغیرۃ

یحییٰ بن اکسین نے یہ روایت یحییٰ بن اکسین المدائنی سے نقل کی ہے جو ابن لبیہ سے نقل کرتا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول الحال ہے۔ صرف

یحییٰ بن اکسین

خطیب نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ میزان ج ۴ ص ۴۶

اس محمد بن یغیرہ نے یہ داستان عبد اللہ بن لبیہ سے نقل کی ہے۔ ہم اس کا حال پہلے بیان کر چکے ہیں۔ الغرض یہ روایت جھوٹ کا ایک ہلندہ سہم

رحمت الہی سے مراد علی ہیں

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ جو یہ فرماتا ہے۔ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ

وَبِرَحْمَةٍ - آپ فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے۔

ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں فضل اللہؐ مراد محمدؐ اور رحمت اللہ سے مراد علیؑ ہیں۔

میزان ج ۳ ص ۳۳

ابن عباسؓ کے اس قول کا راوی محمد بن مردان ہے جو سیدی صغیر کے لقب سے مشہور ہے تمام محدثین نے اسے ترک کیا ہے اور بعض حضرات نے اسے کذاب کہا ہے تفصیل پہلے بیان کی جا چکی۔

متنی نے یہ تفسیر کلبی سے نقل کی ہے۔ جو مشہور رافضی اور کذاب ہے۔ یہ تفسیر ابوصالح سے نقل کرتا ہے۔ جسے اس نے دو ایک بار دیکھا تھا۔ لیکن اس نے اسے پوری تفسیر گھول کر پلا دی۔ اسی طرح ابوصالح نے کبھی ابن عباسؓ کو نہیں دیکھا لیکن وہ تفسیر ابن عباسؓ ابوصالح کو دیکھے بغیر گھول کر پلا گئے اور پھر ابوصالح نے اسے کلبی کو گھول کر پلا دیا۔

بقول ابن عباسؓ کلبی کو جب جھوٹ بولنا ہوتا ہے تو وہ اس کام کے لئے ابوصالح کو قبر سے باہر نکال کر کھڑا کر دیتا ہے اور پھر اس کے نام سے خوب دل کھول کر جھوٹ بولتا ہے۔ اور چونکہ ہم جھوٹ کے ملالہ ہیں۔ لہذا ہم نے تفسیر کلبی کا نام تفسیر ابن عباسؓ تجویز کیا اور پھر اس نام سے اس کی اتباع شروع کر دی۔ اس کی تفصیل پہلے بار بار گزر چکی ہے۔

حضرت علیؑ سے دوستی نہ رکھنے والا جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیگا

حضرت علیؑ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ! اگر کوئی بندہ ایک ہزار سال تک اللہ کی عبادت کرتا رہے، اس کے پاس اُمد بیاض کے برابر سونا ہو اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے اور صفا و مروت کے دریاں مظلوم قتل ہو۔ لیکن وہ شخص تجھ سے دوستی

نہ کہتا ہو تودہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا اور اس میں داخل بھی نہ ہوگا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۵۹
 ہم یہ پہلے تحریر کر چکے کہ جس روایت میں یا علیؑ ہو موضوع ہوتی ہے۔ اس روایت میں
 یا علیؑ آ رہا ہے۔ اور کم از کم ان روایات کے مطالعہ کرنے کے بعد حضرات ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ
 عنہما کا تصور ذہن سے قطعاً نکل جاتا ہے۔ اور یہ ماننے میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے کہ حضرت
 علیؑ کے علاوہ بقیہ صحابہ سب منافق تھے لیکن یہ منافقت کامرض یا تو یہودیوں میں پایا جاتا ہے
 یا عیسویں میں۔ عربوں میں زمانہ کفر میں بھی یہ مرض نہ تھا۔ کیونکہ منافقت کامرض ہمیشہ کمرہ
 لوگوں میں پایا جاتا ہے۔

محمد بن عبد اللہ البلوی اس کاراوی محمد بن عبد اللہ بن محمد البلوی ہے۔ اور اس کی
 یہ روایت منکر ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں یہ محمد بن عبد اللہ
 کذاب ہے اور یہ روایت قطعاً موضوع ہے۔

ابراہیم بلوی نے یہ روایت ابراہیم سے نقل کی ہے یہ ابراہیم کون سا ہے۔ اس کا علم یا
 تو کسی عالم الغیب کو ہو سکتا ہے یا یہ جھوٹ وضع کرنے والے کو۔ کیونکہ جب تک
 ابراہیم کے باب کا نام معلوم نہ ہو وہ قطعاً مجہول ہے۔ امام ذہبی نے اپنی میزان الاعتدال میں ۱۳۲۔
 ابراہیم نامی راویوں کا ذکر کیا ہے جو تقریباً سب ضعیف ہیں۔ اور یہ ابراہیم عبد اللہ بن علیؑ سے نقل
 کر رہا ہے جس کا وجود ہمیں تاریخ میں نظر نہیں آیا۔ اللہ عبد اللہ اپنے باپ علاء سے نقل کرتا ہے۔ یہ علاء
 کون ہے اس کا بھی علم نہیں۔ کتب رجال میں سو کے قریب علاء نامی افراد پائے جاتے ہیں جن میں
 شتر سے زیادہ ضعیف ہیں اور اتفاق سے ان میں کوئی ایسا علاء موجود نہیں جو زید بن علی بن حسین سے
 حدیث روایت کرتا ہو۔ کیونکہ موجودہ روایت کا علاء زید بن علی بن حسین سے روایت کر رہا ہے۔ ممکن ہے
 کہ یہ علاء علم باطن کا کوئی راز ہو۔ یا امام غائب کی طرح وہ بھی ماس دنیا سے غائب ہو۔ ان تمام امور کی وضاحت
 رافضی صاحبان ہی کر سکتے ہیں نہ ہم رافضی ہیں اور نہ علم باطن کے ماہر ہیں۔

آسمان سے اخروٹ کا نزول

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک لگی تو جبریلؑ نازل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک اخروٹ تھا۔ جبریلؑ نے آپؐ کو وہ اخروٹ دیا، آپؐ نے اسے توڑا تو اس میں ایک سبز کاغذ رکھا ہوا تھا۔ جس پر نور سے لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میں نے آپؐ کی تائید علیؑ سے کی۔ اسی اپنی کے ذریعہ آپؐ کی مدد کی۔ جس نے مجھ پر میرے فیصلہ میں تہمت لگائی یا مجھ پر رزق میں تاخیر کا الزام لگایا وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا۔ میزان ج ۳ ص ۵۴

غیب لطیف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک لگ رہی ہے۔ تو اخروٹ نازل ہوتا ہے اور وہ بھی کھانے کے لئے نہیں۔ بلکہ حضرت علیؑ کی فضیلت میں ایک جملہ لکھا ہوا ملا۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا اس جملہ سے بھوک مٹ گئی یا اگر ایسا تو قوم پیش آیا تھا تو حضرت علیؑ کے سجدیوں کو بھوکا رہنا چاہیے تھا۔ لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ اس فرقہ سے زیادہ یہی ہے کہ بھوکا کوئی اور فرقہ شاید ہی ہو۔

محمد بن ابی الزعینرؒ اس کا واضح تھم بن ابی الزعینرؒ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ میزان ج ۳ ص ۵۴

اس کا ایک اور راوی میمون بن مہران ہے جو مجہول ہے۔

چار افراد ایک مخصوص مٹی سے پیدا ہوئے

حضرت علیؑ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں، ہارونؑ، یحییٰؑ اور علیؑ ایک مٹی سے پیدا ہوئے۔ آج تک ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ کس شے سے پیدا ہوئے۔ کبھی یہ دونوں حضرات نور سے پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی درخت سے اور کبھی مٹی سے۔ پھر ان کے ساتھ کبھی تخلیقی عمل میں حضرت فاطمہؑ اور حضرت حسنینؑ شریک ہوتے ہیں۔ کبھی اور دیگر افراد

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کبھی ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتیں۔ اور ان کی اولاد۔ ان حضرات کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ ان تینوں کے خاوند اموی ہیں اور ان کی اولاد بھی اموی ہے۔ اور شیخ نے ہمیں یہ سبق پڑھایا ہے کہ بنو امیہ تو حضور کے بچے دشمن تھے لیکن مکی زندگی میں بنو امیہ کے جتنے افراد ایمان لائے۔ بنو ہاشم خاندان میں سے اس کے آدمے بھی ایمان لائے۔ اسی باعث کسی ہاشمی محدث کو ام المومنین ہونے کا فخر حاصل نہیں ہوا۔ جب کہ ام المومنین ام حبیبہؓ حضرت ابوسفیانؓ کی صاحبزادی آپ کے نکاح میں آئیں جو کہ اموی تھیں۔

جس طرح آپ کی دیگر صاحبزادیاں اموی ہونے کے باعث آپ کی اولاد ہونے سے خارج ہوتی ہیں اسی طرح حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں سے حضرت زینبؓ اور حضرت ام کلثومؓ اس غیر سے محروم ہوتی ہیں۔ زینبؓ اس لئے خارج ہوئیں کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد انہوں نے یزید کے پاس۔ ہنایا پسند کیا۔ اور فرمایا کہ میں یہاں اپنے داماد کے پاس رہوں گی۔ اور آج تک ان کا مزار دمشق میں ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ یزید پر قتل حسینؓ کا الزام سراپا جھٹ ہے۔

دوسری حضرت ام کلثومؓ انہوں نے حضرت عمرؓ سے نکاح فرمایا۔ اور اتفاق سے یہ نکاح پڑھانے والے حضرت حسنؓ تھے۔ اس لحاظ سے حضرت عمرؓ کی اولاد بھی بنی ہاشم ہوئی۔ کیونکہ شیعوں کے ہاں زینبؓ عورت سے جلتا ہے مرد سے نہیں۔ لیکن ہماری عرض یہ ہے کہ حضور کی صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ بھی ہاشمیہ تھیں۔ اگرچہ وہ اموی کے نکاح میں گئیں۔ لیکن ان کی اولاد بھی تو ہاشمی ہوگی۔ اسی لئے تو حضرت فاطمہؓ کے علاوہ بقیہ صاحبزادیوں کا پتا کاٹا جاتا ہے۔

اس کا راوی محمد بن خلف المروزی ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابن جوزی نے اس کی روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ میزان ج ۳ ص ۵۲

فرشتے سات سال تک حضرت علیؑ پر درود پڑھتے رہے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے مجھ پر اور علیؑ بن ابی طالب پر سات سال تک درود پڑھتے رہے۔ اور لا الہ الا اللہ کی شہادت زمین سے آسمان کی جانب بلند نہیں ہوتی۔ سجز میرے اور علیؑ کے۔ میزان ج ۲ ص ۳۶۹

جب کہ شہادت حضرت علیؑ اور حضورؐ کے علاوہ کسی کا قابل قبول نہیں اور نہ وہ آسمانوں پر چڑھتا ہے۔ لہذا حضرت علیؑ کے علاوہ سب کا اسلام غیر مقبول ہے۔ جن میں خاص طور پر حضرت فاطمہؑ اور حضرات حسنینؑ بھی داخل ہیں۔ گویا ان حضرات کا بھی نام مقبول ہے۔

عبداللہ بن عبد الصمد
ذہبی کہتے ہیں یہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کھلی تہمت ہے اور اس کا راوی عباد بن عبد الصمد البصری ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ

اس کی بیان کردہ روایت براعتراض ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ بہت واہی انسان ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ انتہائی ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات حضرت علیؑ کے فضائل میں ہوتی ہیں یہ غالی رافضی ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۶۹

ابن الجوزی کہتے ہیں کہ ابن عدی کا بیان ہے کہ عباد غالی قسم کا رافضی ہے حقیقی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے حضرت انسؓ سے اس نے ایک نسخہ نقل کیا ہے جس کی عام روایات مسکروہ ہیں۔ اور اکثر روایات حضرت علیؑ کے فضائل میں پیش کی گئی ہیں۔ ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ یہ شخص انتہائی ضعیف الحدیث ہے۔ اس کی روایات مسکروہ ہوتی ہیں۔ موضوعات کبیر ج ۱ ص ۳۴۱

رہا یہ سوال کہ کلمہ شہادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ کے علاوہ کسی کا آسمانوں کی جانب بلند نہیں ہوتا تو ارشاد الہی ہے۔

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ
اس کی جانب پاک کلمے بلند ہوتے اور وہ نیک عمل کو اٹھاتا ہے۔

اس آیت سے یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ لامحدود مخلوق کے نہ صرف پاکیزہ کلمات اور پر جڑھتے ہیں۔ بلکہ اس کی جانب عمل صالح بھی اٹھائے جاتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ قرآن کی اس آیت ہی میں ناصبیوں نے ترمیم کر ڈالی ہو۔ کیونکہ وہ جب دس پارے فضائل علیؑ سے متعلق مبغض کر سکتے ہیں یا ام المؤمنین عائشہؓ کی بکری انہیں کھا سکتی ہے۔ تو اس آیت میں ترمیم بھی ہو سکتی ہے۔ عیاذ باللہ

حضرت علیؑ امیر البرہ ہیں

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؑ نیک لوگوں کے امیر (امیر البرہ) اور فاجروں کے قاتل ہیں۔ میںؑ کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ میزان غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے حضرت علیؑ کا کسی جنگ میں ساتھ نہیں دیا۔ لیکن ان پر سبائی برادری اس لئے زیادہ مہربان ہے کہ سبائیوں کے ایک امام یعنی جناب باقرؑ نے حضرت جابرؓ سے احادیث سُنی ہیں۔ اس لئے ان کا نام لینا ضروری ہے۔ اگرچہ تمام الفضائل منافقین میں شامل تھے۔ جنہوں نے حضرت علیؑ کی جگہ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی۔ اور جو لوگ ابو بکرؓ کو مسلمان تسلیم کریں وہ سب کافر ہیں۔ اس لحاظ سے نہ صرف حضرت جابرؓ بلکہ موجودہ دور کے تمام سُنی کفار میں شامل ہیں۔ اس روایت کا اولین راوی احمد بن عبد اللہ بن یزید البیہقیؒ ہے۔ اس کی کینت ابو جعفر ہے۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ ستر امیں مشیم تھا۔ اور

احمد بن عبد اللہ

احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ائمہ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج اصلاً

یہ احمد اس روایت کو عبد الزاق بن ہمام سے نقل کر رہا ہے۔ اس

عبد الزاق بن ہمام

برہم پہے تفصیل کلام کر چکے ہیں کہ اول تو وہ آخر میں راضی ہو گیا تھا

نہایت ۲۴ میں یہ نابینا ہو گیا تھا۔ جس کے بعد اس کی کوئی روایت قابل قبول نہ سمجھی جاتی تھی۔ اور ظاہر ہے

کہ احمد بن حنبلہ نے اگر اس سے کوئی روایت سنی بھی ہے تو سنہ ۲۰۰ھ کے بعد ہی ہوگی۔ اس لئے کلاس احمد کا انتقال سنہ ۲۰۰ھ میں ہوا۔ اور اس کا شمار معمرین میں نہیں یعنی جن کی عمر ستر سال یا اس کے قریب یا اس سے زیادہ ہوئی ہو۔ لہذا اصل بات وہی ہے جو ابن عدی نے فرمائی کہ یہ روایت احمد بن حنبلہ بن یزید البہقی نے خود وضع کر کے ان لوگوں کی جانب منسوب کر دی ہے۔

ابن خثیم المکی عبد الرزاق یہ روایت سفیان کے واسطے سے ابن خثیم المکی سے نقل کر رہا ہے اس ابن خثیم کا نام عبد اللہ بن عثمان ہے۔ سمیعی بن معین کہتے ہیں اس کی امام قوی نہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائی کہتے ہیں۔ ضعیف ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۰۰

عبد الرحمان بن بہان ابن خثیم نے یہ روایت عبد الرحمان بن بہان سے نقل کی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ اس عبد الرحمان سے ابن خثیم کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ علی بن الدینی فرماتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ یہ کون شخص ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۰۰ گویا اس روایت کے ابتداء سے آخر تک تمام راوی وضاح، رافضی، ضعیف اور مجہول لوگ ہیں ایسی صورت میں اس روایت کی کیا پوزیشن ہوگی۔

ہمارے شیعہ ہمارے دائیں باتیں ہونگے

حضرت ابو رافع کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ سب سے پہلے جنت کے اندر میں، اسے علیؓ تو اور حسنؓ و حسینؓ داخل ہوں گے۔ اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہوگی۔ اور ہمارے دائیں باتیں ہمارے شیعہ ہوں گے۔ میزان ج ۳ ص ۲۳۵

یعنی جنت صرف اولاد علیؓ اور ان کے ماننے والوں کے لئے بنی ہے۔ تو ہم جیسے لوگوں کا وہاں کیا گند ہوگا۔ رہے اہل سنت تو وہ جب علیؓ اور حبیب حسینؓ کے مطالبہ میں خالص شیعہ نہ ہو سکتا ہے کہ بائیں جانب رہی گا کہ وہ۔ باقی ہم تو یہ جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارشاد

فرمایا میری امت میں ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور اس میں آپ نے حب علیؑ کی کوئی شرط نہیں لگائی۔ اس لئے ہمیں اللہ سے امید ہے کہ ہم ان میں داخل ہوں۔

محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع اس کا راوی محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ہے جو ابو رافعؓ مولى رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پوتا ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ تمام محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے۔

بخاری کا بیان ہے کہ ابو رافعؓ مولى رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پوتا محمد منکر الحدیث ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کا قول ہے کہ یہ انتہائی منکر الحدیث ہے۔ ابن علی کہتے ہیں اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا تھا۔ میزان ج ۳ ص ۶۳ دارقطنی کہتے ہیں محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع اپنے باپ زید بن اسلم، عطاء اور مکہ سے حدیث نقل کرتا ہے۔ منروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۹۹ للدارقطنی کتاب الضعفاء کے محشی کہتے ہیں ابو حاتم اہل بخاری کا بیان ہے کہ یہ محمد منکر الحدیث ہے یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ حاشیہ کتاب الضعفاء ص ۱۹۹ امام بخاری کہتے ہیں۔

محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع اپنے باپ اور داؤد بن الحصین سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اس سے علی بن ہاشم نے حدیث روایت کی ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۰۱ الضعفاء والصغیر کے محشی کہتے ہیں یحییٰ بن معین کا بیان ہے۔ یہ اور اس کا بیٹا معمر کچھ نہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے انتہا سے زیادہ منکر الحدیث ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار شیعیان کوفہ میں ہوتا تھا۔ حاشیہ الضعفاء الصغیر ص ۱۰۱

ذہبی کا بیان ہے یہ روایت طرائی نے اپنی معجم کبیر میں حرب بن الحسن الطحان کے ذریعہ یحییٰ بن یعلیٰ سے نقل کی ہے۔ اور یحییٰ اس محمد سے نقل کرتا ہے۔ حرب بن الحسن الطحان پر بھی اعتراض ہے

اے علی! جس شخص نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا

صلصال بن دلہس البخاری کا بیان ہے کہ ہم بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں علی آگئے، آپ نے فرمایا اے علی وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو اس کا مدعی ہے کہ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور اس شخص سے بغض رکھتا ہے جس نے مجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی اسے اللہ نے محبوب بنایا اور جسے اللہ محبوب بنائے۔ اسے اللہ جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اور اس نے تو اللہ سے بغض رکھا اور اللہ اپنے جہنم میں داخل فرمائے گا۔ میزان ۲ ص ۵۸۶

صلصال، صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیان ہے کہ جب یہ وقوع پیش آیا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حالانکہ صلی اللہ علیہ وسلم نامی کسی صحابی کا وجود نہیں۔ نیز یہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باوجود ہے اور بخاری کا کوئی فرد بشر صحابی نہیں۔ بلکہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں نہ بخاری ایک اسلام پہنچا تھا اور نہ اہل بخاری کو اسلام کے بارے میں کچھ علم تھا۔ لہذا صلی اللہ علیہ وسلم کوئی صحابی رسول نہیں۔ بلکہ بخاری کے آتشکدہ کا کوئی پجاری ہو گا۔

اس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کو نقل کرنے والا اس کا بیٹا غور ہے۔ جس کا تاریخ میں کوئی وجود نہیں اور غور سے نقل کرنے والا اس کا بیٹا محمد ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اسے محبت میں پیش کرنا جائز نہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی روایت باطل ہے۔ اور ہمیں یہ اطلاعات ملی ہیں کہ وہ بغداد میں جھوٹ بولنے اور شراب نوشی میں مشہور زمانہ ہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں اس سے دین کی کوئی بات سننا حلال نہیں۔ اس لئے کہ وہ کذاب

ہے۔ شراب نوشی اور فسق و فجور میں مشہور ہے۔ میزان ج ۳ ص ۵۸۶

ہم پہلے یہ کلیہ بیان کر چکے کہ ہر وہ روایت جس میں یا علی کے الفاظ ہیں۔ بجز اس روایت
یا علی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ کے سب جھوٹ اور باطل ہیں۔

دس حصوں میں سے نو حصے حکمت علی کو دی گئی

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حکمت تقسیم
کی گئی تو حضرت علیؓ کو نو حصے دیئے گئے۔ باقی تمام انسانوں کو صرف ایک حصہ دیا گیا۔

احمد بن عمران بن سلمہ اس کا راوی احمد بن عمران ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہے
ادبیہ روایت جھوٹ ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۲۴

اس روایت کے جھوٹا ہونے کی متعدد دلائل ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت علیؓ نے حصول خلافت کے لئے جو طریقے استعمال کئے وہ سراسر حکمت کے خلاف تھے۔
اسی لئے آخر میں ان کی خلافت کو فتنہ تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ حتیٰ کہ اہل بصرہ بھی بخاری کے زمانہ تک
تشیع کے مخالف رہے۔

۲۔ یہ روایت جن حضرات کی جانب منسوب کی گئی ہے ان میں سے کوئی جھوٹا نہ تھا۔ لہذا یہ روایت
یقیناً احمد بن عمران کی وضع کردہ ہے۔

۳۔ حضرت علیؓ کو جو نو حصے حکمت کے دیئے گئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ روز بروز ان کی حکومت
میں کمی آتی گئی اور ان کے صاحبزادے حضرت حسنؓ امیر معاویہ سے صلح کرنے پر مجبور ہو گئے اور تمام صحابہ
نے ان کی بیعت کی۔ اور اس دن کا نام عام الجماعت رکھا گیا۔

اس روایت پر ہم اس لئے مزید کلام کرنا نہیں چاہتے کہ حکمت کے اس بچے ہوئے دسویں حصہ
میں انبیاء کرام بھی ہیں۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جب نو حصہ حکمت حضرت علیؓ کی صورت میں دنیا
سے اٹھ گئی تو بیمارے حسنؓ کو بھی بے وقوفوں سے صلح کرنی پڑی اور حضرت علیؓ حکمت کے نو حصے

لے کر ایسے رخصت ہوئے کہ اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ کے لئے خلافت سے محروم کر گئے۔

سیب کی حور

حضرت ابوسعید کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب مجھے رات کو لے جایا گیا تو میں جنت میں داخل ہوا۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے ایک سیب دیا۔ اچانک وہ سیب پھٹا۔ اور اس سے ایک حور برآمد ہوئی۔ میں نے اس حور سے دریافت کیا تو کس کے حصہ میں آئی ہے۔ اس نے جواب دیا علی بن ابی طالب کے۔ میزان ج ۱ ص ۱۲۷

اس روایت کو عقیل بن عبادی نے اپنی تاریخ میں احمد بن علی بن عیسیٰ بن ہامان سے روایت کیا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت عبد اللہ بن سلیمان نے بھی نقل کی ہے۔ لیکن اس نے حضرت علیؑ کے بجائے حضرت عثمانؓ کا نام ذکر کیا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۲۷

اس روایت میں صرف یہی عجیب نہیں کہ اس کا ایک راوی احمد بن علی بن عیسیٰ بن ہامان ہے جو قابل قبول نہیں۔ بلکہ یہ روایت ابوسعید کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ اور ابوسعید سے یہ کہانی نقل کرنے والا وہی عقیل ہے۔ جس کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ ابوسعید یعنی کلبی کذاب سے روایت نقل کرتا ہے۔

جو کہتا ہے کہ ہمارے تلامذہ میں کے ذہن سے کلبی کا ناکر نکل گیا ہو۔ لہذا اس کا حال دوبارہ پیش کیا

جاتا ہے۔

اس کی کنیت ابو انفر ہے۔ کوثر کا باشندہ ہے

مشہور مؤرخ، مفسر اور ہر انساب میں شمار

محمد بن السائب المعروف بہ کلبی

ہوتا ہے۔

امام سفیان ثوری کا بیان ہے کہ ایک روز مجھ سے اس کلبی لے کہا کہ ایک دن مجھ سے ابو صالح نے

کہا کہ میں نے ابن عباسؓ کی جتنی روایات بیان کی ہیں وہ کسی سے بیان نہ کرنا۔

داصل اس کلمہ نے ابوصالح کے واسطے سے ابن عباسؓ سے پورے قرآن کی تفسیر نقل کی ہے جو تفسیر ابن عباسؓ کے نام سے بازار میں ملتی ہے کلمہ اس سلسلہ میں یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ ابوصالح نے یہ سب روایات جھوٹ نقل کی ہیں۔

ابو معاویہ کا بیان ہے کہ میں نے کلمہ کہتے سنا کہ جتنی جلد میں نے قرآن حفظ کیا۔ اتنی جلد کسی اور نے نہیں کیا۔ یعنی میں نے پورا قرآن صرف پچھ روز میں حفظ کر لیا تھا۔ اور جتنی بھول بھے واقع ہوئی اتنی بھول کسی کو واقع نہ ہوئی ہوگی۔ کیونکہ میں ایک روز حجامت بنوا رہا تھا۔ میں نے اپنی دائرہ میٹھی میں پکڑ لی تاکہ ایک بالشت سے زیادہ جو ہے، اسے کٹوا دوں۔ لیکن بچے کے بچا کے اوپر سے کٹوا دی امام سفیان ثوری کا فرمان ہے کہ اس کلمہ سے بچو۔ کیونکہ کلمہ نے خود بھلے سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابوصالح کے واسطے سے ابن عباسؓ کی جتنی احادیث بیان کی ہیں وہ سب جھوٹ ہیں۔ یعنی تفسیر ابن عباسؓ علی محارب کا بیان ہے کہ میں کلمہ سے تفسیر پڑھنے جاتا تھا۔ ایک روز کہنے لگا کہ میں ایک دفعہ بیمار ہوا۔ جو کچھ بھلے یاد تھا میں سب کچھ بھول گیا۔ میں آل محمد کے پاس گیا۔ انھوں نے میرے منہ میں حقوٹ دیا۔ جس سے سب بھولا ہوا سبق یاد گیا۔ علی کا بیان ہے کہ میں نے یہ سننے کے بعد اس کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ اور قسم کھائی کہ آئندہ اس کی کوئی روایت نہ لوں گا۔

یزید بن زریع کا بیان ہے کہ یہ کلمہ سبائی ہے۔

اعمش کا بیان ہے کہ اس سبائی سے بچو۔ کیونکہ میں نے اپنے زمانہ کے جتنے لوگوں کو دیکھا وہ سب ان سبائیوں کو جھوٹا سمجھتے تھے۔ اور لطف یہ ہے کہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ اعمش شیعوں کا ہے ابن سعدی اور ذہبی کا بیان ہے کہ اس کلمہ نے ابوصالح کے واسطے سے ابن عباسؓ سے یہ روایت روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر نشہ اور شے حرام ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جب ہم شراب زیادہ پیتے ہیں تو ہمیں نشہ ہوتا ہے، وہ نہ نہیں، آپ نے فرمایا اگر نو گھنٹہ پہلے میں نشہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر دسویں گھنٹہ پر نشہ ہو تو حرام ہے (یہ شیعہ مذہب پیش کیا

جارہا ہے۔)

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ منکر احادیث پیش کرتا ہے۔ اور غاص طود پر جب یہ کلمی ابو صالح کے واسطے سے کچھ روایت کرے تو وہ یقیناً منکر ہوتی ہے (گویا پوری تفسیر ابن عباس محکم ہے) ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ کلمی سبائی تھا۔ اور ان لوگوں میں داخل تھا۔ جو یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت علی کی موت واقع نہیں ہوئی۔ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور اسی طرح اسے عدل سے بھر دیں گے جعفر طوقہ علم سے بھری ہوئی تھی۔ اگر یہ سبائی طبقہ کوئی بادل دیکھتا تو کہتا کہ امیر المؤمنین اس بادل میں تشریف لے چکے ہیں (اور یہ کہ انکے امیر المؤمنین کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ہے۔ اور یہ کلمی ان کے کوڑے مارنے کی چمک ہے۔ اللہ خیر کرے، دیکھئے امت پر یہ عذاب کب تک نازل ہوتا رہے گا۔)

ہام کا بیان ہے کہ میں نے کلمی کو خود یہ کہتے سنا کہ میں سبائی ہوں۔ ابو حوٰزہ کا قول ہے کہ یہ کلمی کہا کرتا تھا کہ جبریلؑ جب حضورؐ کے پاس وحی لے کر آتے تو اگر آپؐ حاجت ضروریہ کے لئے پہلے جلتے تو جبریلؑ وہ وحی علیؑ پر نازل کرے (اس طرح ایک وقت میں دو نبی تھے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے علی بن ابی طالب اور جتنا قرآن علی بن ابی طالب پر نازل ہوا وہ گیارہویں امام کا فرضی بیٹا لے کر غائب ہو گیا۔)

احمد بن زبیر کا بیان ہے کہ میں نے امام احمدؒ دریافت کیا۔ کیا کلمی کی تفسیر (یعنی تفسیر ابن عباسؒ) دیکھنا جائز ہے، فرمایا نہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کلمی ثقہ نہیں۔ جو زبانی کا قول ہے کہ کلمی کذاب ہے۔ دارقطنی اور ایک بڑی جماعت کہتی ہے مترکک ہے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کا مذہب تو جیسا ہے ظاہر ہے لیکن اس کا جھوٹا ہونا بھی بیان نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ابو صالح کے واسطے سے ابن عباسؒ سے جو تفسیر نقل کرتا ہے وہ بھی جھوٹ ہے۔ کیونکہ اول تو ابو صالح نے ابن عباسؒ کو دیکھا ہی نہیں۔ دوم کلمی نے ابو صالح سے دو ایک باتیں سنی ہیں۔ جب

کبھی کو کوئی جھوٹ گھڑنا ہوتا ہے تو ابوصالح کو زمین کی گہرائیوں سے نکال کر باہر لے آتا ہے۔ اس کا تو کسی کتاب میں ذکر بھی حلال نہیں (لیکن وہ اسے افسوس کہ اب کوئی تفسیر اس رافضی بچہ کے ذکر سے غلط نہیں عطیہ العونی ابوسعید کا نام اسی کبھی کتاب سے روایات نقل کرتا ہے۔ گویا وہ تمام روایات جو عطیہ نے ابوسعید سے نقل کی ہیں ان سب مقامات پر ابوسعید سے مراد کبھی کذاب ہے۔ اور یہ تمام روایات خاص جھوٹ ہیں۔ اس قسم کی روایات ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ اس قسم کی سب روایات کبھی اور عطیہ نے سبائی فیکٹری میں تیار کی ہیں۔ ہمارے قارئین ابوسعید کا نام پڑھتے ہی ہوشیار ہو جائیں۔ اگر ابوسعید سے عطیہ نقل کر رہا ہے تو سمجھ لیجیے کہ یہ روایت سبائی فیکٹری میں تیار ہوئی ہے۔

خدیحہ اور علی کے علاوہ کسی نے اسلام قبول نہیں کیا۔

عیض کا بیان ہے کہ میں ایک نابالغ تھا۔ اچانک حج کے لئے گیا تو عباسؓ کے پاس بھی گیا۔ اچانک ایک شخص باہر نکلا۔ اس نے آسمان کو دیکھا۔ جب سورج کو دیکھا کہ ناکلی ہو گیا ہے۔ تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ پھر اس خیمہ سے جس سے وہ مرد نکلا تھا ایک محبت نکلی۔ وہ عورت آپ کے پیچھے کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگی۔ میں نے عباسؓ سے عرض کیا اے ابوالفضلؓ! یہ کون لوگ ہیں؟

عباسؓ نے جواب دیا یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلبؓ میرا بھتیجا ہے۔ اود یہ خدیجہؓ ہیں۔ پھر اچانک ایک لڑکا نکلا جو جوع کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے آپ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی۔ اس پر عباسؓ نے کہا یہ علیؓ ہے اس کے بچا کا بیٹا۔ میں نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں۔ عباسؓ نے جواب دیا یہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور اس کا گمان ہے کہ یہ نبی ہے اور یہ بھی گمان کرتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے اس کے لئے فتح کر دیتے جائیں گے۔

عیضؓ اس کے بعد اسلام لائے اھ کہہ کر تے تھے۔ اگر اللہ نے اس روز میرے لئے اسلام مقدر فرمادیا ہوتا تو میں علیؓ کے ساتھ دوسرا ہوتا۔ میزان ج ۱ ص ۲۳۲

مضوی لحاظ سے اس روایت میں متعدد ایسی خامیاں پائی جاتی ہیں جو اس روایت کے بھوٹا ہونے کا ثبوت ہیں۔

۱۔ راوی یہ بیان کرنا چاہ رہا ہے کہ یہ ظہر کی نماز تھی۔ جو حضورؐ نے آسمان کی جانب یہ دیکھ کر کہ سورج ڈھل گیا ہے ادا کی۔ حالانکہ جب تک پنج وقتہ نماز فرض نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت تک رات کو نماز ادا کی جاتی رہی۔ اور پنج وقتہ نماز کی فرضیت معراج میں واقع ہوئی اور معراج ہجرت سے ایک سال قبل اور نبوت کے بارہ سال بعد فرض ہوئی۔ گویا راوی یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ نبوت کے تیرہویں سال تک آپ پر علیؑ کے علاوہ کوئی ایمان نہیں لایا۔ اور حضرت علیؑ اس وقت بھی نابالغ تھے۔ تو تیرہ سال قبل تو وہ اپنی والدہ کا دودھ پل رہے ہوں گے۔

۲۔ ہمیں افسوس اس امر ہے کہ راوی حبیب علیؑ میں مبتلا ہو کر حضورؐ کی صاحبزادیوں کو بھی بھول گیا۔

۳۔ حضرت خدیجہؓ کا انتقال معراج سے قبل ہو چکا تھا۔ اور پنج وقتہ نماز میں معراج میں فرض ہوئی تھیں۔

۴۔ حضرت علیؑ اسلام لائے تو راویوں کا بیان ہے کہ ان کی عمر بقول بعض ۱۳ سال اور بقول بعض ۹ سال اور بقول بعض اس سے بھی کم تھی۔ لیکن معراج کے بعد یعنی نبوت کے بارہ سال بعد تو آپ جو ان ہو گئے ہوں گے۔ لہذا نماز ظہر کے وقت راوی نے جو انہیں نابالغ بچہ کہا تو ہو سکتا ہے کہ یہ عقیف نامی فرضی ہیر و خود بچہ ہو۔

۵۔ ہجرت مدینہ سے قبل موتیں مردوں کے ساتھ نازہ پڑھتی تھیں جو دونوں کو نماز میں شرکت کا حکم مدینہ آنے کے بعد ملا۔

۶۔ مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں مقیم تھے، نہ کہ خیمے میں۔ خواہ وہ مکان آپ کے والد کا ہو یا حضرت خدیجہؓ کا۔

جہاں تک سند کا تعلق ہے تو ہمیں عقیف کا حال معلوم نہیں۔ اور نہ تاریخ میں کہیں نظر آتا ہے۔ جن لوگوں نے انہیں صحابی قرار دیا ہے وہ اسی روایت کو پیش نظر رکھ کر دیا ہے۔ لیکن جب یہ روایت فی الواقع غلط ہے۔ تو ان کا اسلام کیسے ثابت ہو گا۔ کیونکہ ان سے اور کوئی روایت مروی نہیں

عقیف سے اس روایت کو نقل کرنے والے ان کے بیٹے ایاس احمدی ہیں۔ ایاس سے ان کے بیٹے اسماعیل کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس ایاس کی حدیث پر اعراض ہے۔
 رباح عقیف کا دوسرا بیٹا بھی تو بخاری کہتے ہیں اس کی روایت صحیح نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۲۲۳ ابن
 عدی کا بیان ہے کہ یہ بھی مجہول ہے۔ میزان ج ۴ ص ۳۹۷

کیا کسی کی زوجہ میری زوجہ کے مانند ہے ؟

حضرت ابو الطفیلؓ کا بیان ہے کہ میں شوریٰ کے روزہ دازے پر موجود تھا۔ اچانک آوازیں بلند ہونے لگیں اور میں نے علیؓ کو یہ کہتے سنا کہ لوگوں نے ابو بکرؓ کی بیعت کی حالانکہ میں اس معاملہ میں ابو بکرؓ سے زیادہ تھکارتھا۔ لیکن میں نے تب بھی ابو بکرؓ کی بات سنی اور اطاعت کی اس خوف سے کہ لوگ کافر نہ بن جائیں اور ایک دوسرے کی گردن نکالنے لگیں۔

پھر لوگوں نے عمرؓ کی بیعت کر لی۔ اور اللہ کی قسم میں عمرؓ سے زیادہ تھکارتھا۔ لیکن میں نے تب بھی عمرؓ کی بات سنی اور اطاعت کی اس خوف سے کہ لوگ ایک دوسرے کی گردن نکالنے لگیں۔ اب تم عثمانؓ کو چاہتے ہو میں اس کی بھی سنو لگا۔ اور اطاعت کر دوں گا۔ عمرؓ نے مجھے ہانک آدمیوں میں داخل کر دیا۔ اور عمرؓ نے میری نصیحت نہیں پہچانی۔ اور نہ یہ لوگ مجھے پہچان سکے۔ اور یہ سب اس معاملہ میں برابرین اگر اللہ کی قسم میں کلام کروں تو کوئی عری اور عجمی اس کے نزدیک طاقت نہیں رکھتا۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے علاوہ کسی کو اپنا بھائی بنایا۔ پھر فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسمیں دے کر سوال کرتا ہوں کیا کسی کے چچا میرے چچا حمزہؓ کی طرح ہیں۔ سب نے کہا نہیں حضرت علیؓ نے فرمایا کسی کا بھائی میرے بھائی ذوالجناہین (حضرت بشیرؓ) کی طرح ہے جن کے پروں میں موتی جڑے ہوئے ہیں۔ جن کے غدیرہ جنت میں اڑتا پھرتا ہے۔ کیا کسی کے بیٹے میرے بیٹوں کی طرح ہیں۔ جو نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔ سب نے جواب دیا نہیں۔ پھر فرمایا کیا تم میں کسی

کی نوجو میری زوجہ کی طرح ہے۔ سب نے جواب دیا نہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص نہیں
 کو اسی طرح قتل کرنے والا ہے۔ جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر مصیبت میں کیا ہے۔
 لوگوں نے جواب دیا نہیں۔ (لیکن افسوس کہ پھر بھی عثمانؓ کو مقتب کر لیا گیا)
 ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ایک طویل روایت ہے۔ عاشاد کلا ہرگز یہ ممکن نہیں کہ حضرت علیؑ نے
 ایسی باتیں فرمائی ہوں۔

میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَلَا تَذَكُّوا نَفْسَكُمْ هُوَ اعْلَمُ بِمَا تَقُولُونَ
 اپنے نفسوں کو پاکیزہ قرار نہ دو، اللہ ہی بہتر جانتا
 ہے کہ کون زیادہ متقی ہے۔

کیا ایک صحابی رسول اس حکم الہی کی موجودگی میں اس قسم کی فضول ڈینگیں مار سکتا ہے۔ جس کا
 اس کی ذات سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ یہ باپ دادا، لولا اور خزان لوگوں کو تو زیب دیتا ہے۔ جو خود کچھ
 نہ کر سکتے ہوں۔ لیکن حضرت علیؑ جیسے صحابی سے متعلق یہ باتیں ہرگز زیب نہیں دیتیں۔ اس روایت کے
 موضوع ہونے کے لئے یہی دلیل کافی ہے۔ اور اہل عرب کبھی اس قسم کے عیب میں مبتلا نہیں رہے۔
 یہ مرض تو ان میں ایرانیل نے پھیلایا ہے۔

نیز وہ صرف چھ آدمیوں کا اجلاس تھا کوئی پاکستان کی پارلیمنٹ کا اجلاس نہ تھا۔ جو اس میں
 کر سیل جلیں۔ اور جس کی ہنگامہ آرائی کی اطلاع پوری دنیا میں پہنچ رہی ہو۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایات منکر ہے۔ حضرت ابو الطفیلؓ سے اسے حادث بن محمد کے علاوہ
 کوئی روایت نہیں کرتا۔ ابن عدی کا بیان ہے

حادث بن محمد کہ یہ حادث مجھوں ہے۔ اور اس سے زافر بن سیمان کے علاوہ کوئی روایت
 نہیں کرتا۔ اور وہ بھی ایک ایسے انسان کے واسطے ہے جو مجھوں ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اسے
 زافر کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا۔ میزان ج ۱ ص ۴۱۱

مجھوں حادث سے نقل کرنے والا ایک مجھوں شخص ہے۔ راوی نے اس کا نام لینا گوارا

نہیں کیا۔ حالانکہ ایسی روایت جس کا ارادی مجہول ہو وہ دعایت خود مجہول ہوتی ہے۔ اور بھراہمہ الطفیل کی جانب منسوب کرنا ویسے بھی خلاف عقل محسوس ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ابو الطفیل کی عمر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ نو سال تھی اور ستر سال تک حیات رہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں جن خلفاء کی بیعت کی وہ حسب ذیل ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت امیر معاویہؓ، یزید بن معاویہؓ، معاویہ بن یزیدؓ، ابن الزبیرؓ، ولید بن عبدالملکؓ، سلیمان بن عبدالملکؓ، عمر بن عبد العزیزؓ، یزید بن عبدالملکؓ۔

جہاں تک زافر بن سلیمان کا تعلق ہے۔ یہ شخص تورستان کا باشندہ ہے۔ آخر میں بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہ تورستان کے تیسرے کپڑے بغداد لاکر فروخت کیا کرتا تھا۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں اس کی امام دعایت ایسی ہوتی ہیں جنہیں کوئی دوسرا روایت نہیں کرتا۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ مگر جب یہ سچا ہے لیکن غلطیاں بہت کرتا ہے اور اسے روایت میں بے پناہ وہم ہوتا ہے۔ ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ جن میں سے ایک روایت مذکورہ بھی ہے۔ نسائی کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ امام مالک سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ زکریا ساہی کا بیان ہے کہ اسے بہت وہم ہوتا ہے۔ میزان ۲۵ ص ۶۳ نیز بخاری لکھتے ہیں اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ الضعفاء الصغیر ص ۴، کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۴۳

اپنی اولاد کو حب علیؓ پر پیش کرو

حضرت جابر کا بیان ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنی اولاد کو حب

علیؑ ہی اہل طالب پر پیش کریں۔ (اور دیکھیں کہ وہ حُجَّتِ عَلٰی کے قائل ہیں یا نہیں)
 ہمیں حیرت اس پر ہے کہ حضرت جابرؓ نے کبھی اس پر خود عمل نہ کیا۔ حتیٰ کہ حضرت علیؑ
 کا کبھی حضرت جابرؓ کے ساتھ نہ دیا۔ بلکہ حضرت جابرؓ نے امیر معاویہؓ اور یزیدؓ کا ساتھ دیا۔ ہاں یار لوگ
 ایسی باتوں سے بے وقوف ضرور بن جاتے ہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ ابن حبان کی رائے یہ ہے کہ یہ حسن بن علیؑ کی بکواس ہے۔ ابن عدی کا بیان
 ہے کہ اسی شخص سے اگرچہ بہت کم روایات مروی ہیں۔ لیکن سب موضوع ہیں۔ اور مجھے یقین ہے
 کہ یہ روایات اس نے خود وضع کی ہیں۔ دل قطنی کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔
 ذہبی کہتے ہیں کہ اس شخص کے پاس نام کو حیا نہیں۔ یہ شخص اتنی بات تک نہیں سوچتا کہ
 وہ کیا بھوٹ نظر رہا ہے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس نے ثعلبہؓ اور ہول کے نام سے احادیث وضع کر کے لوگوں میں
 پھیلائی۔ ۳۹۹ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۱۰۰

اے علیؑ تیرے لئے مسجد میں وہ اُمور حلال ہیں جو میرے لئے حلال ہیں

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم مسجد میں
 بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے ہمیں کھجور کی شاخ سے مارا اور فرمایا کیا مسجد میں لیٹے ہو حالانکہ مسجد بیٹھنے کے
 لئے نہیں ہوتی۔ پھر آپؐ جلدی جانب آگے بڑھے۔ لیکن علیؑ بھی آگے بڑھ آئے آپؐ نے فرمایا اے علیؑ
 آگے آؤ تمہارے لئے مسجد میں وہ اُمور حلال ہیں جو میرے لئے حلال ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے
 قبضہ میں میری جان ہے کہ تو قیامت کے روز میرے حوض سے لوگوں کو پانی پلائے گا۔

ہمارے یہاں ساقی کوثرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب تھا۔ آج بھی بہت سے افراد نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کو ساقی کوثرؓ کہتے ہیں۔ لیکن ایک طبقہ اس قسم کی بکواس سے متاثر ہو کر حضرت علیؑ کو ساقی کوثرؓ
 کہہ کر پکارتا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے یہ روایت انتہائی منکر ہے۔ اس کا راوی

حرام بن عثمان الانصاری الدنی ہے۔ یہ حضرت جابر کے دو بیٹوں سے روایت کر رہا ہے
امام مالک اور یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ امام احمد کا قول ہے کہ محدثین نے اس کی سند
ترک کر دی ہے۔ امام شافعی کا قول ہے کہ اس حرام بن عثمان کی روایت قبول کرنا بھی حرام ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ غالب درجہ کا شیوعہ تھا۔ حدیث کی سندات میں تبدیلیاں کرتا اور مرسل کو
مرفوع بناتا تھا۔ امام یحییٰ بن معین اور جوڑ جانی کا بیان ہے کہ اس حرام سے روایت لینا بھی حرام ہے۔
یعنی حرام ہی خود کو جابر کا بیٹے قرار دیتا ہے۔ کبھی خود کا نام محمد رکھ لیتا ہے۔ اور کبھی عبد الرحمن۔ اگر تو
چاہے تو وہ اپنے دس فرضی نام تجویز کر سکتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۶، کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۲
الضعفاء والسیف ص ۲

سویذ بن سعید اس کا ایک راوی سویذ بن سعید ہے۔ یہ آخر میں نابینا ہو گیا۔ جس کے بعد
اگر کوئی ثقہ دیتا تو انہی الفاظ کو حدیث بنا دیتا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے
لیکن تدلیس بہت کرتا ہے۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ — امام احمد اپنے دونوں بچوں اس کے
پاس جانے دیتے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ انتہائی درجہ ضعیف ہے۔ نسائی کہتے ہیں کہ انتہائی
درجہ ضعیف ہے۔ امام احمد کہتے متروک ہے۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کذاب ہے۔ کاش میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک نیزہ ہوتا
جو اس سے جا کر جہاد کرتا۔ کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہے۔ میزان ج ۲
ص ۲۵۱، کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۵۱۔ اس کا تفصیلی حال پہلے گندہ چکا ہے۔

قیامت کے روز اہل بیت کے بارے میں سوال ہوگا

حضرت ابو ذر کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے روز بندے

کے قدم اس دعت تک نہیں ہل سکتے۔ جب تک ہم اہل بیت کی محبت کا سوال نہ ہو جائے۔ اور آپؐ نے علیؑ کی جانب اشارہ کیا۔

ہم یہ پہلے حصہ میں بیان کر چکے ہیں کہ اہل بیت سے مراد بیویاں ہوتی ہیں۔ قرآن میں اہل بیت کا لفظ بیوی کے لئے آیا ہے۔ اس سے اولاد علیؑ مراد لینا یہ شیعوں کا مذہب ہے۔ اور اس سلسلے میں جتنی روایات مروی ہیں ان میں سے کوئی روایت ایسی نہیں جس میں کوئی شیعوں یا مجہول راوی موجود نہ ہو۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اور اسے

حارث بن معکوف کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور اس راوی سے تمام ذخیرہ حارث میں صرف یہی روایت مروی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۴۲۔ یعنی اس روایت کے علاوہ حارث کا کوئی حال معلوم نہیں۔

ابوبکر بن عیاش حارث نے یہ روایت قاسم ابوبکر بن عیاض سے نقل کی ہے۔ قاسم صحابہ قرأت میں تو مسند امام ہیں۔ لیکن روایت حدیث میں غلطیاں کرتے ہیں۔ دراصل یہ ان لوگوں کے دشمن تھے جو قرآن چھوڑ کر حدیث میں اپنی عمر گزارتے تھے۔

معروف بن خربوذ حارث المعکوف کا بیان ہے کہ ابوبکر بن عیاش نے یہ روایت معروف بن خربوذ سے نقل کی ہے۔ یہ معروف بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے اگرچہ یہ سچا ہے۔ لیکن شیعوں نے۔ ابو حاتم لکھتے ہیں اس کی روایت بطور تحقیق لکھ لی جائے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ اس کی حدیث کیسی ہوتی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۴۴

شیعوں دوزخ کے پتے ہیں

حضرت عبدالرحمن بن حوف کا بیان ہے۔ انھوں نے فرمایا مجھ سے اس قبل سوال کر لو کہ امام

میں باطل باتیں شامل ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں ایک درخت کی طرح ہوں۔
فاطمہ اس کی ٹٹھری ہیں۔ علی اس کی شاخ ہیں حسن و حسین اس کے پھل ہیں۔ اور ہمارے شیوہ اس کے ورق
ہیں۔ میزان ج ۱ صفحہ ۲۳۵

مینا بن ابی مینا ذہبی کا بیان ہے کہ شاید یہ روایت مینا بن ابی مینا نے وضع کی ہے۔ لیکن جلد
پہلے میں لکھتے ہیں شاید یہ روایت ابو عبد الغنی نے وضع کی ہے۔ یعنی ان
دو قول میں سے کوئی اس کا واضع ہے۔ عبد الغنی اللادری کا نام حسن بن علی بن عیسیٰ ہے۔ ابن حبان
کا بیان ہے کہ یہ ثقہ و اولیٰ کے نام سے احادیث وضع کرتا۔ اس کی روایت کسی مال میں لینا جائز
نہیں۔ میزان ج ۱ صفحہ ۲۳۵

جہاں تک مینا بن ابی مینا کا تعلق ہے تو اس سے عبد الرزاق کے باپ ہمام کے علاوہ کسی
روایت نہیں لی۔ ابو حاتم کا بیان ہے یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یحییٰ بن معین احمد نسائی کا بیان ہے کہ
ثقہ نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔

عباس دوری کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار بھی کو یہ کہتے سنا۔ کون مینا و جی جو اپنی ماں
کی پیشاب گاہ کو چھوتا ہے حتیٰ کہ صحابہ کو بھی برا کہتا ہے۔ یہ ہرگز ثقہ نہیں۔ میزان ۲ صفحہ ۲۳۵

ہمام اس جیسے نقل کرنے والا ہمام بن نافع ہے۔ حقیقی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث
محفوظ نہیں اور ہمام سے اس کے بیٹے عبد الرزاق کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔
ہمام سے یہ داستان نقل کرنے والا عبد الرزاق مافضی ہے۔ ۱۔ عبد الرزاق سے عبد الغنی
کذاب نے یہ روایت نقل کی ہے۔ گویا اس درخت کے پورے پھل شریے ہوئے ہیں۔

پھر ہمیں اس پر حیرت ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن حوث کو ان لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے
کہ جنہوں نے غلی کی موجودگی میں عثمان کو غلیف بنایا۔ اور اتنی بڑی شلخ کو چھوڑ دیا۔ اور حسن و حسین
سے انہیں کبھی بھی واسطہ پیش نہیں آیا۔

سابقین اولین سے کیا مراد ہے؟

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اس آیت **وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ** کی تفسیر فرمائی کہ اس سے دس قریشی اشخاص مراد ہیں۔ جن میں سب سے پہلے علی ابن طالب اسلام لائے۔ میزان ج ۵۰۔

حسن بن علی اس روایت کا راوی حسن بن علی الہمدانی ہے۔ جس کا کچھ بھی حال معلوم نہیں اور یہ روایت منکر ہے۔ حسن سے یہ نقل کرنے والا اسمعیل ابن بنت السدی ہے۔ میزان ج ۵۰۔

امام ذہبی نے اشاروں میں گفتگو کی ہے۔ کیونکہ یہ سدی شیعہ ہے۔ گویا اس روایت میں ذہبی کے نزدیک دو محبوب ہیں۔ ملائکہ اس روایت میں مزید دو محبوب اور پائے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ عبدالرحمن بن عوف کا پوتا قاسم اور بڑا پوتا حمید دونوں مجہول ہیں۔ ہاں عبدالرحمن بن عوف کا بیٹا حمید ثقہ ہے اور مقبول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس روایت میں مہاجرین کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ ارشاد فرمایا۔

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ اور مہاجرین و انصار میں سے پہلے سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی اتباع کی **وَالْأَنْصَارُ الَّذِينَ أَتَّبَعُوهُمْ**

گویا سابقین سے مراد صرف مہاجر نہیں بلکہ اس طبقہ میں انصار بھی داخل ہیں۔ اور وہ لوگ بھی داخل ہیں جو ان دونوں طبقوں کی اتباع میں اسلام لائے۔ گویا سابقین سے مراد ابتداء میں اسلام لانے والے مراد نہیں۔ ورنہ مؤرخین نے سابقین مہاجرین کو نام بنام گنایا ہے۔ لیکن یہاں وہ سابقین مراد ہیں جس میں انصار بھی داخل ہیں۔ اس طرح مہاجرین کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور جب اس پر غور کیا جاتا ہے کہ یہ آیات جنگ تبوک کے بعد نازل ہوئیں تو اس آیت میں ہزاروں مہاجر اور انصار داخل ہو گئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ نہیں کہ یہ بتایا جائے کہ سابقین اولین

کون ہیں۔ بلکہ بتانا یہ مقصود ہے کہ رضا سے الٹی کن لوگوں کو حاصل ہے۔

اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ سابقین اولین سے مراد ہمارے ہیں حبشہ ہیں تو حضرت علیؓ اس میں داخل نہیں ہوتے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ سابقین سے مراد وہ ہمارے ہیں جنہوں نے پہلے مدینہ کی جانب ہجرت کی۔ تب بھی حضرت علیؓ کا نثر بہت بعد میں آتا ہے۔ الغرض یہ روایت ہر طرح لغو ہے۔ بلکہ عبدالرحمن بن حوف پر ایک اتہام ہے کہ وہ اتنی معمولی بات نہیں سمجھ سکے۔ عیاذ باللہ

تخلیق آدم سے چار ہزار سال قبل میں اور علیؓ نور تھے

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تخلیق آدم سے چار ہزار سال قبل میں آدم علیؓ نور تھے۔ جو ہر وقت اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے۔ میزان ج ۱ ص ۵۰ ہم آج تک یہ طے نہ کر سکے کہ حضورؐ کی اور حضرت علیؓ کی تخلیق کس شے سے ہوئی۔ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر دو کے لئے ایک مخصوص قسم کی مٹی درکار ہوئی۔ ان ہر دو افراد کو آدم سے جدا کر دیا گیا۔ کسی روایت میں ہے کہ حضورؐ کو مٹی، ادمؑ کو لور سے پیدا کیا گیا۔ کسی روایت میں آبی تعداد میں اضافہ ہوا۔ اور کسی میں سال بڑھائے گئے۔ اسی لئے ہمارے اہل سنت میں یہ مشہور ہے کہ حضورؐ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے۔ اور پھر اس کام کے لئے روایات کا سہارا تھا گیا۔ اور اس میں مزید پھر ہر انا فکیا گیا کہ آپؐ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے۔ حالانکہ نور خود مخلوق ہے۔ ارشاد الہی ہے: **وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ط** اور ارشاد فرمایا

وَمَنْ لَّمْ يُجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ ۝
اور جس کے لئے اللہ نور پیدا نہ فرمائے اسے نور کیسے حاصل ہوگا۔

نور خود مخلوق ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سب سے بڑا درجہ انسان کا متعین فرمایا

امداد اشار الہی ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا مَنَا بَنِي آدَمَ۔ اور ہم نے بنی آدم کو معزز بنایا۔

اور جب انسان فرشتوں سے معزز و مکرم ہوا اور فرشتے نورانی مخلوق میں سب سے افضل ہیں لہذا از روئے قرآن یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انسان سے بڑھ کر کوئی مخلوق نہیں۔ اور جو شخص انسان کو نورانی بنانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ انسان کو ایک معزز مقام سے گرا کر ایک کمتر مقام پر پہنچا جائے۔ اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ نورانی مخلوق میں سب سے بڑا مقام فرشتوں کا ہے۔ لیکن جب اس سے انسان کو سجدہ کرایا جاتا ہے اور انسان مسجود بننا ہے تو فرشتوں کا مقام انسانوں سے خود کمتر ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ گویا یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ خود نور ہے اور اس نے اپنے نور کے اجزاء رکھے جن میں سے ایک حصہ سے حضور کو پیدا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کا اشارہ ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ ۝ اور ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔

تو جتنے انسان پیدا ہوئے ان کا مادہ مٹی ہے نور نہیں۔ اور خود اللہ تعالیٰ اپنے نور سے کسی کو پیدا نہیں کر سکتا۔ اس طرح الوہیت مختلف حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ سادات میں الوہیت آئے گی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے احناف بھائی آج تک سادات کو پوجتے آرہے ہیں۔ بلکہ جسے پوجنا چاہا اسے اولاً سادات بنایا اور پھر اس کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ اس سلسلہ کا راوی

حسن بن علی بن زکریا بن صالح ہے جو تیسرے کا باشندہ ہے۔ اس کی کفایت ابو سعید ہے اور ذئب (بھڑیا) کے لقب سے مشہور ہے۔ دار قطنی کا قول ہے کہ متروک ہے۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ یہ حسن بن علی احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس نے ابن کثیر سے جو روایات نقل کی ہیں۔ اور ایسے لوگوں سے روایات نقل کرتا ہے جنہیں روئے زمین پر کوئی نہیں جانتا۔ خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ اس نے بعد میں بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ رحمہ اللہ

میں پیدا ہوئے اس کا دعویٰ تھا کہ میرا ایک بار بصرہ سے گذر ہوا تو وہاں میں نے ایک جگہ دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے ارد گرد جمع تھے۔ میں نے اسے اپک کر اس طرح دیکھا جس طرح کوئی بچہ دیکھتا ہے۔ میں نے لوگوں سے سوال کیا یہ کون ہے۔ لوگوں نے جواب دیا یہ خراش ہے جو حضرت انس بن مالک کا شاگرد ہے اس کی عمر ایک سو اسی سال ہے۔ اسی حسن بن علی کا بیان ہے کہ میں لوگوں کو حیرتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا۔ لوگ ان سے احادیث کھ رہے تھے۔ میں ایک شخص کے ہاتھ سے ظم لے کر اپنے بوتے کے نیچے تلوے میں حضرت علیؑ کی فضیلت میں چودہ احادیث لکھیں اور یہ ۳۲۲ھ کا واقعہ ہے۔ میری عمر اس وقت بارہ سال تھی۔

اس سے آپ حضرات اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس خبیث کے نزدیک حدیث رسولؐ کا کیا مقام ہے۔ اور آپ حضرات اس سے اندازہ فرمائیں کہ اس کے دل میں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ کا کیا مقام ہوگا؟

خراش
اب رہا یہ سوال کہ یہ خراش کون بلا ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شہ حسن بن علی کا دعویٰ ہے کہ یہ خراش حضرت انسؓ کا خادم تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا کوئی وجود نہ تھا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس خراش کی حدیث کھنا بھی حلال نہیں۔
میزان ج ۱ ص ۶۵

ابوالاشعث
حسن بن علیؑ نے یہ روایت ابوالاشعث سے نقل کی ہے۔ ابوالاشعث متعدد ہیں لیکن ایسا ابوالاشعث کوئی نہیں جو فضیل بن عیاض سے روایت نقل کرتا ہو۔ اس لحاظ سے یا تو یہ ابوالاشعث مجہول ہے اور اگر یہ مجہول نہیں تو اس کے نام سے جھوٹ وضع کیا گیا ہے۔

زاذان
سلمان سے یہ داستان نقل کرنے والا زاذان ہے۔ اس کی کنیت ابو عمرو ہے کہو کا باشندہ ہے۔ بہت سے صحابہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔
شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے حکم سے دریافت کیا کہ تم زاذان کی حدیث کیوں قبول کرتے

انہوں نے فرمایا وہ بولتا بہت ہے۔ اور دستور ہے کہ جو بولتا زیادہ ہو وہ ہرگز محتاط نہیں رہ سکتا۔
 سلمۃ بن کہیل کا بیان ہے کہ میرے نزدیک اس سے بہتر البغفری ہے۔ (جو ایک رافضی ہے
 اور محدثین نے اس کی حدیث کو رد کیا ہے) حالانکہ اس کی اکثر روایات مرسل ہوتی ہیں۔ ابو احمد
 الحاکم کا بیان ہے کہ وہ محدثین کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ایک تابع تھا۔ اور ہر ایک گاہک سے پڑتا تھا۔ حتیٰ کہ ہر گاہک
 اسے شری تصور کیا کرتا تھا۔ پھر اس نے ابن مسعود کے ہاتھ پر توبہ کی، یعنی کفر سے۔ میزان ج ۲ ص ۶۳
 بریلویوں نے حضور کے لور ہونے کا چکر اس قسم کی روایات سے اٹھایا ہے۔ وہ اس قسم کے
 مسائل میں شیعوں کے مقلد ہیں۔ اگرچہ ان کے امام احمد رضا کا قول یہ ہے کہ شیعہ جنہم کے کتبے میں
 اسی حسن بن علی نے اور بھی اس قسم کی متعدد روایات وضع کی ہیں۔ ان میں سے ایک
 روایت اور ملاحظہ فرمائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری بیٹی النسانی حور ہے جسے نہ حیض آتا
 ہے نہ نفاس۔ اللہ نے اس کا فاطمہؑ اس لحام رکھا کہ اس نے فاطمہؑ اور اس کے محبت کرنے والوں کو
 آگ سے محفوظ رکھا ہے۔ الآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۲۴

خطیب یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ یہ روایت ثابت نہیں۔ اس کی سند میں متعدد دلائل
 جھول ہیں۔ الآلی ج ۱ ص ۲۴

قاسم بن مطیب۔ نہ صرف جھول بلکہ بعض راوی سخت مجروح ہیں جن میں سے ایک راوی
 قاسم بن مطیب ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ اس قابل ہے کہ اس کی روایت ترک کر دی جائے۔

حسن بن عمرو بن سیف۔ ایک اور راوی حسن بن عمرو بن سیف ہے۔ علی بن المدینی اور
 بخاری کہتے ہیں کہ کذاب ہے۔ ابو زرہ رازی کا قول ہے متروک ہے۔ ابن جوزی نے بھی اسے کذاب قرار دیا ہے۔

میزان ج ۱ ص ۵۱۶

ان دونوں کے علاوہ اس کے بقیہ تمام روایات جھول ہیں اور خطیب سے قبل کسی مصنف نے اسے

روایت نہیں کیا۔ حضرت فاطمہؓ نے جو عالم شباب میں انتقال فرمایا کہیں اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ حیض و نفاس نہ آنے کے باعث پیٹ میں گانٹھیں پڑ گئی ہوں اور خون کی گرمی دماغ کو جڑھ گئی ہو جو ان کی موت کا سبب بنی ہو۔ سبائی برادری ذرا سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے کہیں دوبارہ کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہو جائے۔ یہ وہ کہانیاں ہیں جن کے بل بوتے پر لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ سید پرآگ اثر نہیں کرتی۔ ہذا قارئین کرام سگریٹ یا ماچس کے ذریعہ ان کا امتحان کر لیا کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی تخریب کار کے چھندے میں چھنس جائیں۔

اگر زمین و آسمان ایک پلے میں اور علیؑ کا ایمان ایک پلے میں رکھا جائے تو علیؑ کا ایمان بھاری رہے گا

حضرت مکرز فرماتے ہیں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر زمین و آسمان ایک پلے میں رکھے جائیں اور ایمان علیؑ ایک پلے میں رکھا جائے تو ایمان علیؑ بھاری رہے گا نیز ان ج ۴۴ محمد بن تسنیم اس کا رادی محمد بن تسنیم الرازی ہے۔ ذی کتب میں اس کے حال سے واقف نہیں۔ اور اس کی یہ روایت باطل ہے۔

یہ روایت ابن عساکر نے بیان کی ہے۔

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے شاید عالم خواب میں یہ بات فرمائی ہو لیکن جہاں تک عالم بیداری کا تعلق ہے وہ اس کے قائل تھے کہ سب سے اول ابو بکرؓ چمرہ خود چمرہ ابو عبیدہؓ اور وہ چمرہ افراد ہیں جنہیں شوری کے لئے انہوں نے چنا تھا ان میں سب سے بہتر سعد بن ابی وقاص تھے۔ غالباً ابن عساکر نے چھٹی صدی میں یہ خواب دیکھا تھا۔

جس نے حضرت علیؑ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے چھوڑا اس نے

اللہ کو چھوڑا۔ اور جس نے علیؑ کو چھوڑا۔ اس نے مجھے چھوڑا۔ اور جس نے علیؑ سے دوستی رکھی اس نے مجھ سے دوستی کی اور جس نے مجھ سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی۔ میزان ج ۲/۴۹

اس داستان کا راوی زین الکوئی الاعلیٰ ہے۔ جو حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اذہی کہتے ہیں۔ یہ مترک ہے۔ اس سے حبیب بن ابی ثابت نے یہ حدیث روایت کی ہے۔ چنانچہ زین نے اسی زین کی اسے باطل روایات میں سے گذشتہ روایت کو پیش کیا۔ میزان ج ۲/۴۹

میرزا خیال ہے کہ اس روایت زین الکوئی الاعلیٰ سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت مروی نہیں۔

حافظ بن حجر لکھتے ہیں۔ یہ زین الکوئی جھوٹا ہے۔ تقریب مستل۔

چونکہ اکثر صحابہؓ نے حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی بلکہ صرف آٹھ دی صحابہؓ نے بیعت کی جب کہ صحابہؓ کی تعداد اس وقت ۸۰ اور نوے ہزار کے درمیان تھی۔ حتیٰ کہ ان ابوہریرہؓ نے بھی بیعت نہیں کی۔ چنانچہ یہ روایت منسوب کی گئی۔ بلکہ وہ مدینہ میں مروان کے قائم مقام رہے۔ اعرض تمام صحابہؓ نے حضور کو بھی چھوڑا اور اللہ کو بھی چھوڑا۔ بقول سبائہ صرف پانچ افراد مومن تھے۔ باقی کافر تھے۔ جن میں تمام صحابہ کرامؓ اور اہل سنت شامل ہیں۔

حضرت علیؑ و ابۃ الارض میں

حبیب بن مہبان کا بیان ہے کہ میں نے علیؑ کو منبر پر یہ کہتے سنا کہ و ابۃ الارض (زمین کا چھاپا) اس نے کھائے گا اور چوتروں سے بگے گا۔ اس پر رشید مجریؒ نے کہا میں اسی کی گواہی دیتا ہوں کہ اسے علیؑ آپ ہی و ابۃ الارض ہیں۔ اس پر حضرت علیؑ نے اسے سخت الفاظ کہے۔

یہ رشید المجریؒ حضرت علیؑ کا شاگرد ہے جو انہیں و ابۃ الارض بنا رہا ہے۔ جو دجانی کا بیان ہے۔ یہ کذاب ہے۔ نساہی کہتے ہیں قوی نہیں۔ بخاری کہتے ہیں محدثین نے اس پر کلام کیا ہے عباسی دوری نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ کے شاگردوں میں سے امام شعبیؒ نے رشید المجریؒ۔ حاتم اعرابیؒ اور ابی بن نباتہؒ کو دیکھا ہے دعائے اور کو بھی وہ انہیں کچھ نہ بھتے تھے۔

رشید المجریؒ

ذکر یہاں زاہدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ امام شعبیؒ سے دریافت کیا۔ کیا وہ جو کہ حضرت علیؑ کے ساتھیوں پر طیب لگاتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے ان سے علم حاصل کیا ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ میں نے

اصحاب علیؑ میں سے کس سے علم حاصل کیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حارث الاوردی موصوفہ اور رشید مجہری۔

انہوں نے فرمایا موصوفہ ایک خطیب تھا میں نے اس سے فن خطابت حاصل کیا۔ حارث ایک محاسب تھا میں نے اس سے حساب سیکھا۔ جہاں تک رشید مجہری کا تعلق ہے تو ان میں تم سے اس کا حال بیان کرتا ہوں۔ ایک روز ایک شخص نے مجھ سے کہا چلو رشید کے پاس چلیں ہم اس کے پاس گئے۔ اس نے جب یہ دیکھا تو انگلیوں سے تیس کا ہندسہ بتلایا۔ یہ دیگر لوگوں کو یہ بتانا مقصود تھا کہ یہ پناہ دہی نہیں۔ جب اسے یہ یقین ہو گیا کہ میں کوئی دشمن نہیں تو بولا کہ ہم حضرت علیؑ کی موت کے بعد حضرت حسنؑ کے پاس گئے اور ان سے عرض کیا میں میرے امیر المؤمنین کے پاس اندر جاتے دوں حضرت حسنؑ نے فرمایا وہ تو مر چکے۔

رشید کا بیان ہے کہ ہم نے عرض کیا وہ ہرگز نہیں مرے بلکہ وہ بالکل زندہ ہیں اور چاروں کے نیچے چھپے ہوئے ہیں۔ حسنؑ نے جواب دیا جب تم نے حقیقت پہچان لی ہے تو تم اندر جا سکتے ہو لیکن انہیں جگنا نہیں۔ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد امام شعبیؒ نے سوال کیا۔ اسے ذکر کیا بن زائدہ اور تو کیا معلوم کرنا چاہتا ہے؟

ابن حبان کا بیان ہے کہ رشید حضرت علیؑ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔ اس کے بعد ابن حبان نے امام شعبیؒ سے اس کا ایک اور واقعہ نقل کیا۔ تو میں ایک روز اس کے پاس گیا تو کہنے لگا۔ میں راج کے لئے گیا تھا اور میں نے دل میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ میں امیر المؤمنینؑ و حضرت علیؑ سے کئی عہدوں کا تو میں علیؑ کے دروازے پہنچا۔ اور ایک شخص جو دروازے پر بکھڑا تھا اس سے کہا امیر المؤمنینؑ کے پاس جاؤ اور میرے لئے اجازت طلب کرو۔ اس نے جواب دیا امیر المؤمنینؑ تو مر چکے (اور وہ بھی کوثر میں مذکور مدینہ میں) میں نے اس سے کہا کہ وہ تم میں مر گئے ہیں۔ اللہ کی قسم وہ تو ایک زندہ انسان کی طرح سانس لے رہے ہیں۔ اس شخص نے جواب دیا۔ جب تو آل محمد کے راز سے واقف ہو گیا ہے تو جا اندر چلا جا۔ رشید کہتا ہے میں اندر گیا۔ اور امیر المؤمنینؑ نے مجھے ہونے والے واقعات بتائے۔ میں کہہ کر امام شعبیؒ نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو تجھ پر اللہ کی لعنت۔

اس واقعہ کی خبر ابن زیاد کو پہنچ گئی جو کوفہ کا گورنر تھا۔ اس نے اس رشید کی زبان کاٹ کر پھانسی پر چڑھا دیا۔ حضرت علیؑ کے اکثر شاگردوں کا تقریباً یہی حال ہے۔ جمہور امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں مغیرہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ۔

اصحاب علی کلمہ کذب ابون
اور جہمی بخاری نے ابن سیرین کا یہ قول نقل کیا ہے۔
علیؑ کے سب ساتھی جھوٹے ہیں۔

نکل مایوسی عن علیؑ فهو باطل
حضرت علیؑ کے تقریباً تمام ساتھیوں کا یہی حال ہے۔ ان میں سے اقصیٰ بن نباتہ، حارث اعور اور
رشید کا حال گزر چکا ہے باقی ساتھیوں کا حال بھی کسی نہ کسی جگہ آجائے گا۔
حافظ ابن کثیر نے جو حوالے بیان کیے ہیں وہ کذاب ہیں۔ یہ نقد نہیں۔ نسائی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء
والمتروکین ص ۹۵۔ نسائی بخاری کہتے ہیں۔ محمد بن کاس پر کلام ہے۔ عباس ددری کا بیان ہے کہ یحییٰ بن معین ان لوگوں کو ایک
جہ کے برابر بھی حیثیت نہیں دیتے جنہیں شعبی نے دیکھا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۵۱

میں اس کا دشمن ہوں جو علیؑ سے دشمنی رکھے

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے علیؑ کا ہاتھ اپنے
ہاتھ میں لے کر فرمایا اللہ میرا دوست ہے اور میں تمہارا دوست ہوں۔ جو تم سے دشمنی رکھے میں اس کا دشمن ہوں۔ اور جو تم سے
دوستی رکھے میں اس کا دوست ہوں۔ میزان ج ۲ ص ۷۵۔

زکریا بن یحییٰ
اس کا راوی زکریا بن یحییٰ الکسائی اگونی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں میں نے اس کے بارے میں جو
یعنی ابن معین سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا یہ بدترین انسان ہے اور بدترین قسم کی روایت
بیان کرتا ہے۔ میں نے کہا مجھ سے تو وہ یہ کہہ رہا تھا کہ یحییٰ بن معین نے مجھ سے یہ حدیث لکھی ہے۔ یہ سن کر امام یحییٰ نے
منہ پھیر لیا۔ اور اللہ کی قسم کھا کر کہا میں تو اس کے پاس کبھی نہیں گیا۔ اور نہ اس سے کوئی روایت لکھی ہے۔ وہ تو اس
قابل ہے کہ ایک کنواں کھود کر اس میں اسے دھکے دے دیا جائے۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ متروک ہے۔
میزان ج ۲ ص ۷۵۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۹۵۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۴۳۔

اس ذکر کیا ہے یہ روایت علی بن القاسم اکوفی سے نقل کی ہے اور وہ اسے معلیٰ بن عرفان سے نقل کرتے ہیں
 یہ اپنے چچا ابوداؤد شقیق بن سلمہ سے روایت نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ معلیٰ
 بن عمر بن بخاری کہتے ہیں مکر الحادیث ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۴۸۔ نسائی کا بیان ہے
 یہ متروک الحدیث ہے کتاب الصغاء والمرتوکین لنسائی ص ۹

فہمی کہتے ہیں یہ خالی شیعوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے چچا شقیق کے واسطے سے یہ بھی نقل کیا
 ہے کہ عبداللہ بن مسعود جنگ صفین میں حاضر ہوئے۔ حالانکہ عبداللہ جنگ صفین سے چار سال قبل انتقال
 کر چکے تھے اور اس کے چچا شقیق ان لوگوں میں داخل تھے جنہوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ نہیں دیا۔ اور حضرت
 علیؑ کے ساتھیوں کو قاتل عثمانؓ تصور کرتے رہے (میزان ج ۴ ص ۱۴۸)۔ گویا یہ روایت جہاد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم پر مبرحہ ہے۔ وہیں عبداللہ بن مسعود اور ان کے شاگرد شقیق پر مبرحہ ہے۔

مؤمنین کیلئے علیؑ کے ساتھ شامل ہو کر جنگ کرنا کافی ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس طرح تلاوت فرماتے۔

وَكُفِيَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالُ بِعَلِيٍّ
 میزان ج ۴ ص ۱۴۸
 اور اللہ مرتدین کی جانب سے قتال میں کافی ہے
 (علیؑ کے ساتھ مل کر)

قرآن مجید کی آیت اتنی ہے۔ وَكَفِيَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالُ۔ اس آیت کریمہ میں عبداللہ بن
 مسعود کے نام سے علیؑ کا اضافہ کیا گیا۔ اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ یہ قرآن
 ناقص ہے بقول مشہور قرآن کے چالیس باروں میں دوسرے حضرت علیؑ نے خلافتِ ابی بکرؓ میں امام غائب
 کی حاضری بھی غائب کر دی تھی۔ اور اس قرآن میں بھی بہت سے اضافات تھے جو حضرت علیؑ کے فضائل میں تھے
 عثمانؓ انہیں کھا گئے اور عبداللہ بن مسعود کے قرآن کو عثمانؓ نے قبول نہیں کیا۔ اتفاق سے وہ رافضیوں کے

باقاعدگی تھا۔ اس میں یہ آیت بھی تھی جو آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہے۔

اس روایت کا راوی عباد بن یعقوب الرواحی الکوفی ہے جو انتہائی عالی شیعہ ہے، بلکہ
عباد بن یعقوب اس کا شمار سرداران شیعہ میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کی روایات بخاری، ترمذی اور
 ابن ماجہ میں مذکور ہیں۔

ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ یہ شخص ثقہ ہے۔ ابن خزیمرہ کہتے ہیں کہ عباد اپنے حریں میں متہم ہے لیکن روایت
 حدیث میں ثقہ ہے۔ غالباً یہی تخیل امام بخاری کا ہے۔

عبد بن الامروزی کا بیان ہے کہ عباد بن یعقوب صحابہ کرام کو گایاں دیتا تھا۔ ابن عدی لکھتے ہیں
 اس نے فضائل میں متعدد منکر احادیث، روایت کی ہیں (سنن میں سے ایک پیش کردہ روایت یہ بھی ہے)
 صالح جزیرہ کا بیان ہے کہ حضرت عثمان کو گایاں دیتا اور میں نے اسے یہ کہتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس
 سے زیادہ عادل ہے کہ وہ طلحہ اور زبیر کو جنت میں داخل کرے جنہوں نے علی کی بیعت کمر کے تورڈی اور پھر
 علی سے جنگ کی۔ (زبردستی کی بیعت کا یہی حال ہوتا ہے)

قاسم بن زکریا المظفر کا بیان ہے کہ میں حدیث سننے کے لئے عباد کے پاس گیا۔ اور اس کا قاعدہ تھا
 کہ جو شخص اس سے روایات سننے آتا تو اس کا امتحان لیتا کہ وہ سنی ہے یا شیعہ۔ میں جب اس کے پاس
 گیا تو اس نے مجھ سے سوال کیا کہ سمندر کس نے کھودا ہے؟ میں نے جواب دیا اللہ نے۔ اس نے کہا اللہ
 نے کھودا ہوگا اگر گیا کہ وہ ختم ہو گیا ہوگا؟ تم میرے سوال کا جواب دو۔ میں نے عرض کیا آپ ہی بتادیں۔ اس نے
 جواب دیا علیؑ نے پھر سوال کیا سمندر جاری کس نے کیا۔ میں نے جواب دیا اللہ نے۔ اس نے کہا اللہ نے جاری
 کیا ہوگا؟ تم میرے سوال کا جواب دو میں نے کہا آپ ہی بتادیں۔ اس نے جواب دیا حسین ابن علیؑ نے۔

وہ تم کا بیان ہے کہ عباد نابینا تھا۔ میری اچانک نظر پڑی کہ اس کے گھر میں تلوار لٹکی ہوئی ہے میں نے
 اس سے سوال کیا کہ تم نے یہ تلوار کس لئے رکھ رکھی ہے کہنے لگا مہدی کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرنے کیلئے
 مجھے اس شخص سے جتنی روایات سننی تھیں جب انہیں سن چکا تو پھر میں اس کے پاس گیا۔ اس نے
 سوال کیا سمندر کس نے کھودا؟ میں نے جواب دیا معاویہؓ نے کھودا۔ عرو بن العاص نے جاری کیا۔ پھر میں وہاں

سے، جھل کر جھاگ اور وہ پیچھے سے چبھتا رہا اس اندر کے دشمن فاسق کو کپڑاؤں قتل کرو۔

محمد بن جریر طبری کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ جو شخص ہر نماز میں آل محمد کے دشمنوں پر تہرہ نہیں کرتا۔ اس کا شتر بھی آل محمد کے دشمنوں کے ساتھ ہوگا۔

ابن حبان کھتے ہیں اس کا انتقال ۲۵۰ھ میں ہوا یہ لوگوں کو رخصت کی دعوت دیتا تھا، میزان ج ۲ ص ۲۹۹
عبدونے یہ روایت فضل بن القاسم سے نقل کی ہے۔ ذہبی کھتے ہیں میں اسے نہیں جانتا۔ اس روایت کے بقیہ روایت ثقہ اور اہل سنت ہیں جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس روایت کا تیار کرنے والا یا عبد بن یعقوب اور ذہبی ہے یا فضل بن القاسم۔ اور فضل بن القاسم کا رجال و تاریخ میں کوئی وجود نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی موسمی پرنور ہو اور اس کے نام سے یہ روایت وضع کی گئی ہو۔ اس صورت میں اس کا وضع بتا دہوگا، ہی ہشت ابن عدی اور ذہبی نے یہ روایت عبد کے تذکرہ میں ذکر کی ہے، اس روایت کی موجودگی میں یہ دھوکا کہ یہ راوی سچا ہے۔ باطل ہے۔ اسی وجہ سے مسلم، نسائی اور ابوداؤد نے اس کی روایت نہیں کی۔

سویہ: جنید نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس سوید پر اعتراض ہے۔ یہ نابینا ہو گیا تھا تو جو شخص چاہتا ہے تلفیق کر کے کہہ دیتا۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ لیکن بڑھاپے میں اس کے سامنے بعض غلط چیزیں پڑ گئیں اور یہ ان کی تصدیق کرتا۔

یحییٰ بن معین نے اسے جھٹکا اور اسے کذاب کہا ابن الجوزی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ مزوک الحدیث ہے اس سوید نے امام مالک سے موطا بھی روایت کی ہے۔ کہ جاتا ہے اس نے موطا پس دیوار سے ہنی تھی۔ اسی لئے یہ سوید منفع کے زیادہ قریب ہے۔

ابوداؤد کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں، یہ شخص حلال الدم ہے۔ یعنی اس کا خون مباح ہے۔ اور حسین بن فہم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے۔ اللہ اس پر کبھی رحمت نازل نہ فرمائے۔

ابوبکر لائین سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا یہ عیش کا پرورہ بڑھاپے۔ اس نے ہاں نہ یہ روایت جوش کی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا جو ہمارے دین میں اپنی رائے سے

کوئی بات کہے اسے قتل کر دو۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ وہ حدیث ہے جس کے بارے میں یحییٰ نے کہا تھا
کاش میرے پاس ایک ڈھال اور ایک تلوار ہوتی تو میں اس سوید سے جہاد کرتا۔

حاکم کا بیان ہے کہ یحییٰ نے اس سوید پر اس حدیث کے باعث اعتراض کیا کہ جس شخص نے عشق
کیا۔ اسے چھپایا۔ اور پاکدامن رہا۔ اور پھر اس حال میں مر گیا تو وہ شہادت کی موت مرا۔ جب یحییٰ کے سامنے
یہ روایت بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا کاش میرے پاس ایک گھوڑا اور نیزہ ہوتا میں سوید سے جا کر
جہاد کرتا۔

ابوہریرہؓ نے ابی طالب کا بیان سنا کہ میں نے امام مسلم سے سوال کیا آپ نے سوید کی روایت جو اپنی
صحیح میں نقل کی ہے اس کا جواز کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا میں شخص بن مسعودؓ کا نسخہ کہاں سے نقل کرتا۔
کیونکہ اس کا نسخہ تو اسی کے پاس ہے۔

یہ وہی سوید ہے جس نے ابو سعیدؓ، اعمشؓ، عطیہؓ اور ابو سعیدؓ کے واسطے سے یہ روایت نقل کی ہے
کہ حسن و حسینؓ نو جوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔ حالانکہ ہم یہ بیان کہہ چکے ہیں کہ عطیہ جب ابو سعیدؓ سے
روایت کرتا ہے تو اس کی مراد قبلی کذاب ہوتا ہے کہ ابو سعیدؓ غرضی۔

یحییٰ ابن معین کا بیان ہے کہ روایت ابو سعیدؓ سے باطل ہے۔ لیکن وہی کا بیان ہے کہ جب میں عمر
کیا تو میں نے یہ روایت مسند بغھنی میں ابو کریمؓ۔ ابو سعیدؓ کی سند سے پائی اس لحاظ سے اس روایت
کے بیان کرنے کا جرم سوید پر واقع نہیں ہوتا جس کے باعث وہ اس جرم سے پاک رہتا ہے۔ بشرطیکہ اوپر
کے راوی سب معتبر ہوں۔

سوید سو سال تک زندہ رہا اور ۳۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا جن میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت
جابرؓ نے ارشاد فرمایا جو حضرت علیؓ کے قتال میں شہید کرے۔ وہ کافر ہے۔

ہمارے لئے معیشت یہ ہے کہ حضرت جابرؓ تک جیات رہے اور تادم مرگ کسی ایسی جگہ میں
کبھی حصہ نہیں لیا جو کسی مسلم نے مسلم کے خلاف لڑی ہو جی کہ حضرت جابرؓ نے حضرت علیؓ کا بھی ساتھ نہیں دیا۔

تو وہ ایسی بات کیسے فرما سکتے تھے۔ یہ بات تو کسی تفسیر باز نے کی ہوگی۔ صحابہ کرام جس امیر کی بیعت کرتے اسکے ساتھ جنگ میں شرکت سے گریز نہ کرتے کیونکہ اس طرح جنگ و کونایعت سے انحراف ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت جابر نے دیکھ کر صحابہ کرام کی مانند حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔

خم غدیر کی ایک اور کہانی۔ براہین عادیہ کی بانی

حضرت، براہین عادیہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ٹکڑے روانہ فرمائے۔ جن میں سے ایک پر علیؓ بن ابی طالب کو اور دوسرے پر خالد بن ولید کو امیر بنایا۔ اور فرمایا جب قتل و قتال شروع ہو جائے تو علیؓ امیر ہوں گے۔

انھیں حضرت علیؓ نے ایک قلعہ فتح کیا۔ اور وہاں سے ایک باندی حاصل کر لی۔ اس واقعہ پر حضرت خالد بن ولید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط تحریر کر کے بھے دیا جس میں علیؓ کی براہی تھی۔ براہی کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے خط پڑھا۔ آپؐ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا اور فرمایا تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت فرماتا ہے میں نے عرض کیا۔ میں اللہ اور اس کے رسول کے غنیمت سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں تو صرف ایک قاصد ہوں۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن و غریب ہے میں اس سعادت کی اس سند کے علاوہ کوئی اور سند معلوم نہیں۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۳۔

اس روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہاں سوال قریہ پیدا ہوتا ہے کہ مال غنیمت میں سے تقسیم کے بغیر کونسا جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ جائز ہے تو یہ خمس تمام مسلمانوں کا مال ہے یا صرف یہ پنج تن کا حق ہے اگر تقسیم کے بغیر مال لینا جائز ہے تو تمام اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ اسے عربی میں غلول و برباعی کہتے ہیں۔ یعنی غبن اور بددیانتی۔

اگر یہ کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے اجازت ہے جن کا خمس میں حصہ ہے تو اہل توفیق میں متعدد افراد کا حصہ ہے۔ ارشاد الہی ہے۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِذِي
خِمْسَةٍ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
وَالْمَسَاكِينِ وَأُولِي السَّبِيلِ۔

اور جان لو کہ جو شے تم غنیمت میں حاصل
کرو تو اس کا خمس اللہ۔ رسول۔ ذوی القربی
یتامی۔ مساکین اور سفروں کے لئے ہو۔

معلوم ہوا خمس میں یتیم۔ مساکین اور سفروں کا بھی حق ہے۔ اس طرح یہ حق عام ہو گا۔ اگر یہ کہنے ہو
کہ یہ ذوی القربی کا حق ہے تو لفظ ذوی القربی بہت عام ہے۔ اس میں تمام قریش داخل ہو جائیں گے اور اگر
اس لفظ کو خاص مانا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خمس میں سے غلام کو غلام دینا قبول نہیں کیا
تو یہ باندی حضرت علیؑ کیلئے کیسے جائز ہوگی؟

اگر فی الواقع یہ چیزیں جائز ہوتیں تو صحابہ کرام کو یہ عمل ناگوار نہ گزرتا۔ اور نہ شکایت ہوتی۔ اور یہ بھی خلاف
عقل ہے کہ صحیح شکایت پر حضور ناگوار ہی کا اظہار فرمائیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ حضرت علیؑ کو کوئی لشکر دے کر بھیجا گیا تھا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انھیں خالی ہاتھ لایا
کے پاس خمس لینے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ جب حضرت علیؑ نے خمس پر قبضہ کر لیا تو ان سے مال خمس میں یہ
غلطی سرزد ہوئی۔ کیونکہ حضرت بریدہؓ کے الفاظ ہیں۔

بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی خالد
لیقبض الخمس وکنت البقیض علیا وقد
اغسل فقلت لخالد الامتوی لہذا
اقلمنا قد منا النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ذکوت ذلک، لہ فقال یا بریدہ
اتبفض علیا فقلت نعم قال
لا تبفضہ فان لہ فی الخمس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ کے پاس علیؓ کو
اس لئے بھیجا تا کہ وہ ان سے خمس حاصل کر لیں
اور میں علیؓ سے بغض رکھتا تھا کیونکہ انہوں نے فعل کیا
تھا میں نے خالدؓ سے کہا کہ کیا آپ اس شخص دلی کر نہیں
دیکھتے۔ جب حضورؐ کی خدمت میں حاضر رہے تو تمام آج
حضورؐ کے سامنے ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا یہ بریدہؓ کی
تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ میں نے جواب دیا جی ہاں آپؐ

اکثر من ذالک ۔
 نے فرمایا اس سے بغض نہ رکھو کیونکہ جس میں اس کا اس سے زیادہ حسد ہے۔
 (بخاری ج ۲ ص ۶۲۳)

اس واقعہ سے ان تمام امور کی تردید ہو گئی جو برہان کی روایت میں گزری ہے۔ اور بریدہ کو حضور نے اگرچہ یہ نصیحت فرمائی کہ علیؑ سے بغض نہ رکھو۔ لیکن اس امر پر کسی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔ حالانکہ بغض کا درجہ شکایت سے بہت بلند ہے۔ ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغض پر تو ناراضگی کا اظہار نہ فرمائیں۔ اور مطلق شکایت پر ناراضگی کا اننا اظہار ہو جب کہ دونوں کی وجہ بھی ایک ہو۔

اس حدیث سے یہ امر بھی ثابت ہو گیا کہ حب علیؑ کوئی جرم و ایمان نہیں۔ اور نہ بغض علیؑ سے کوئی شخص ایمان سے خارج ہوتا ہے۔ اور علیؑ انہیں جب اس بغض کی وجہ کوئی شرعی معاملہ ہو۔ الغرض اس قسم کی جتنی روایات پائی جاتی ہیں وہ سب منکر ہیں۔ اور شیعوں کی اختراع ہیں۔ لہذا پہلے اس روایت کی سند بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے پہلے راوی ابو اسحاق ہیں۔ یہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔
ابو اسحاق سمیعی
 آخر عمر میں ان کا کچھ حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ یہ مشہور ثقہ اور شیعہ تابعی ہیں لیکن تدریس کے مریض ہیں۔

امام عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہیں اہل کوفہ میں تدریس کا مرض پیدا کر دے اور انہیں خراب کر دے
 والے ابو اسحاق اور اعش ہیں۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۱۰۔
 یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مدقس کی حدیث معنعن محدثین کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ اور یہ حدیث معنعن ہے۔ اس لحاظ سے یہ روایت قابل قبول نہیں۔

یونس بن ابی اسحاق
 ابو اسحاق سے یہ روایت نقل کرنے والے ان کے صاحبزادے یونس ہیں۔ ان کی روایات بخاری کے علاوہ تمام کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔
 عبد الرحمن بن مہدی فرماتے ہیں۔ یہ کام جلاؤ ہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ سچے ہیں لیکن ان کی روایات بطور حجت پیش نہیں کی جاسکتی۔ نسائی کا قول ہے یہ کام جلاؤ ہیں۔ ابن خواتم کا قول ہے کہ ان کی

حدیث میں کمزوری ہوتی ہے۔

ابن حزم محل فرماتے ہیں۔ انہیں احمد بن حنبل اور یحییٰ بن سعید نے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔
ذہبی لکھتے ہیں کہ اگرچہ یہ بالذات سچے ہیں۔ لیکن شعبہ اور مصنف کے درجہ کے نہیں۔ یحییٰ بن سعید اقطان فرماتے
ہیں ان میں غفلت پائی جاتی ہے۔ احمد بن حنبل کا قول ہے کہ مضطرب الحدیث ہیں۔ عبد اللہ نے اپنے والد
امام احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ ایسے اور ویسے ہیں یعنی کمزور ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۴۸۳

اس روایت کو یونس سے نقل کرنے والا احوص بن جواب ہے۔

بخاری نے اس سے کوئی روایت نہیں لی۔ ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے لیکن سخی ابن
احوص بن جواب معین کا قول ہے یہ قوی نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۶۷

ان بحثوں سے اس روایت کا اندازہ فرمائیں۔ اور کچھ دیر کیلئے یہ بھی سوچیں کہ کیا بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ایک غلط بات کی اس انداز سے تردید فرماتے؟ کم از کم ہم جیسا بد عقل انسان ان امور کو قبول نہیں کر سکتا۔

ہم دونوں نور سے پیدا ہوئے

حضرت ابوذر فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں اور علیؑ نور سے پیدا ہوئے۔

دراصل اللہ تعالیٰ نے آدم کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل ہم دونوں کا فرسید فرمایا۔ ہم عرش کے دائیں جانب تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آدم کو پید فرمایا۔ اس طرح ہم دونوں کی پشت میں تبدیل ہوتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبد المطلب کی پشت میں رکھا۔ پھر اللہ نے اپنے نام سے ہمارا نام تخلیق فرمایا۔ پس اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں اور اللہ علی ہے اور علی علی ہے۔

یہ روایت جعفر بن احمد نے وضع کی ہے۔ یہ ایک رافضی سچہ تھا اس حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ ہم اس امر کا یقین رکھتے تھے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔
الموضوعات ج ۱ ص ۲۴۔

امام ذہبی اس جعفر کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس کا پورا نام جعفر بن احمد بن علی بن بیان بن زید بن سیاہ ابو الفضل الغافق المعمری ہے۔ جو ابن ابی العلاء کے نام سے مشہور ہے۔

ابن عدی نے ان کا پورا نسب نامہ لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ میں نے اس شخص سے ۲۹۹ھ اور ۳۰۴ھ میں احادیث تحریر کی تھیں۔ اور میرا گمان ہے کہ اسی سن میں اس کی موت واقع ہوئی۔ اس نے ابو صالح عبد اللہ بن یوسف التیمی اور سعید بن عفیر اور ایک جماعت سے منورث احادیث روایت کی ہیں۔ ہم اس پر وضع حدیث کی اہمیت لگاتے ہیں بلکہ ہمیں اس پر یقین ہے اور یہ رافضی تھا۔

ابن یونس نے اس کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ شخص رافضی تھا احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

اس کے بعد ابن عدی نے اس کی متعدد روایات نقل کر کے انہیں موضوع قرار دیا۔ جن میں سے ایک روایت قارئین بھی ملاحظہ فرمائیں۔

”تم اپنی بھوپلی کھجور کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو کیونکہ اللہ نے اسے آدم کے پتلے سے بچا ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے۔“ میزان ج ۱ ص ۲۰۔

تعب ہمیں اس پر ہے کہ جب آدم نور سے پیدا ہوئے تو مٹی کیسے پچ گئی کی اس مٹی کا تعلق نور سے تھا۔ یا مٹی اور نور ایک ہی شے ہو سکتی ہے؟

رافضی گروہ کو جہاں پاؤ قتل کر دو

حضرت فاطمہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے ابن ابی طالب تو ادتیر سے شیعہ جنت میں جائیں گے۔ اور عنقریب ایسے گروہ آئیں گے جو نبیؐ کی محبت کا اظہار کریں گے۔ یہ جماعت اسلام سے نکل جائے گی اور انہیں رافضی کہا جائے گا۔ اے علیؑ اگر تیری ان سے ملاقات ہو تو انہیں قتل کر دینا۔ کیونکہ یہ سب منکر ہوں گے۔

ہمیں انسوس یہ ہے کہ یہ حکم حضرت علیؑ کو دیا گیا ہے نہ دیا گیا۔ اگر ہمیں دیا جاتا تو ہو سکتا ہے کہ ہر مرز میں رافضیوں سے پاک نظر آتی۔

اگرچہ یہ روایت سابقہ صفحات میں بھی گزر چکی ہے۔ لیکن چونکہ الفاظ میں تھوڑا بہت فرق تھا اس لئے ہم نے اسے دوبارہ نقل کر دیا ہے۔ اس کا واضح تلمیذ بن سلیمان الکوفی ہے۔ ذرا اس کا حال ذہبی کی زبانی سنئے۔

تلمیذ بن سلیمان الکوفی اس کی کینت ابو الجحاف ہے۔ عطاء بن اسباب اور عبد الملک بن عیمر سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے امام احمد اور ابن نمیر نے روایت لی ہے۔ اس کی مشکوٰۃ میں سے یہ سابقہ روایت بھی ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ شیعہ ہے لیکن ہم اس کی روایت میں کوئی برائی نہیں سمجھتے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ ایک دفعہ چھت پر چڑھا حضرت عثمانؓ کو برا کہہ رہا تھا تو حضرت عثمانؓ کے غلاموں میں سے کسی نے اس کے تیر کھینچ کر مارا۔ جس سے اس کے پاؤں ٹوٹ گئے۔ ابو داؤد کا بیان ہے کہ یہ رافضی ہے ابو بکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابو داؤد نے یہ الفاظ کہے کہ رافضی ہے خبیث ہے نساہی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۸۔ کتاب الضعفاء والمترکین ص ۲۲۔

اس روایت میں سب سے اہم لطیفہ یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت فاطمہؑ سے زینب بنت علیؑ نقل کر رہی ہیں۔ جن کے بارے میں روایات کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کا وفات پیدائش فاطمہؑ سے چند سال قبل واقع ہوئی۔ اور آخر میں قتل حسین کے بعد اپنے داماد مرتد کے پاس جا کر رہیں۔ اور وہیں دمشق میں انتقال کیا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ انہوں نے رافضیوں سے ناراض ہو کر یہ بات کہی ہو۔

پل صراط پر عباسؑ، حمزہؑ اور علیؑ بیٹھے ہونگے

(اور اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے)

عبداللہ بن عباسؑ ارشاد الہی وعلی الاعراف رجال کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اعراف پل صراط پر ایک ٹیلہ ہوگا جس پر عباسؑ، حمزہؑ اور علیؑ بیٹھے ہوں گے۔ یہ اپنے چاہنے والوں کو جہرہ دیکھ کر پہچانیں گے کہ ان کے چاہنے والوں کو چہرے پسید ہوں گے۔ اور ان سے بغض رکھنے والوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ میزان ۲۵۲ ص ۲۵۲۔

حیرت ہے کہ آیت کریمہ میں اعراف کا ذکر ہو رہا ہے۔ اعراف چہار دیواری کو کہتے ہیں۔ اور راوی پل صراط پر ٹیلہ بنا رہا ہے اور اس پر حضرت حمزہؑ، حضرت عباسؑ اور حضرت علیؑ کو چہرے پہچاننے کے لئے بٹھایا ہے لیکن بنو ہاشم اور بنو علیؑ میں ہمیشہ جنگ جاری رہی لہذا یہ فیصلہ جڑا دشوار ہوگا کہ کسی کے چہرے پسید ہیں اور کس کے سیاہ۔ کیونکہ خلافت بنو عباسؑ کے دور میں شیعیان علیؑ ہمیشہ بغاوت کرتے رہے۔ لہذا یا تو شیعیان علیؑ کے چہرے روشن ہوں گے یا شیعیان عباسؑ کے جو ان سے لڑتے رہے۔ اور دونوں کے روشن ہونا ممکن نہیں۔

وہ گئے بچارے حضرت حمزہؑ ان کا نام نہ عباسؑ لیتے ہیں اور نہ علوی۔ انہیں تو اس ٹیلہ پر صرف ایک ہرہ بنا کر بٹھایا جائے گا۔ ان بچاروں کو کوئی عباسی اور کوئی علوی جانتا بھی نہ ہوگا۔

اعراف چہار دیواری کو بولتے ہیں۔ اور پل صراط دوزخ پر ایک پُل ہوگا جو مال سے باریک اور تلوار سے تیز

ہوگا۔ اور حضورؐ اس کے کنارے کھڑے کہتے ہونگے رب سلیم اے میرے رب محفوظ رکھ۔ پہل مراد سے گزرنے والے یا بغیر خوبی گزریں گے یا کٹ کر جہنم میں گریں گے۔ ظاہر ہے کہ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ تو کٹ کر دوزخ میں خودی گر جائیں گے۔

ابو شعیبہ اعمش، ابونزدی، البصری، کونزایک قبیلہ ہے جس کی جانب یہ منسوب ہے۔
عاصم بن سلیمان
 ہشام بن عروہ اور ایک جماعت سے اس نے حدیث روایت کی ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو احادیث وضع کیا کرتے تھے۔ فلاس کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا میں نے اس جیسا احادیث وضع کرنے والا نہیں دیکھا۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی حدیث مکنا بھی جائز نہیں مگر بغرض تعجب۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۵۱۔ الغفاد والمترکین للدارقطنی ص ۱۳۵۔ الغفاد والمترکین للنسائی ص ۱۹۔

عاصم نے یہ روایت جو تیر سے نقل کی ہے۔ جو میر سے مراد جو میر بن سعید ابوالقاسم المازنی البلیخی ہے جو مشہور مفسر ہے اور ابن عباسؓ کی روایات نقل کرتا ہے۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں جو زبانی کہتے ہیں یہ اس قابل نہیں کہ اسکی جانب توجہ بھی دی جائے۔ نسائی اور دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۲۱۔ الغفاد والمترکین للنسائی ص ۲۵۱۔ الغفاد والمترکین للدارقطنی ص ۴۳۔

بخاری تاریخ التفسیر میں لکھتے ہیں کہ علی بن المدینی نے یحییٰ بن سعید سے نقل کیا ہے کہ میں اس جو تیر کو دروایات کی وجہ سے پہچانتا ہوں۔ پھر اس کے بعد وہ روایات بیان کیں لیکن اس کے بعد ضعیف قرار دے گئے۔ تاریخ التفسیر ص ۲۱۔

ضحاک بن مزاحم البلیخی جو میر نے یہ روایت ضحاک بن مزاحم سے نقل کی ہے۔ یہ مشہور مفسر ہے بچوں کو ادب سکھاتا تھا۔ شعبہ کا بیان ہے کہ اس نے ابن عباسؓ سے ملاقات تک نہیں کی۔ عبد الملک بن مسیرہ کا بیان ہے کہ یہ ضحاک عبد اللہ بن عباسؓ سے ملا نہیں بلکہ اس نے تفسیر

سعید بن جبیر سے حاصل کی تھی لیکن یہ ضحاک درمیان سے سعید کا نام گرا اور خود کو ابن عباس کی جانب منسوب کر دیتا ہے۔

مشائش کا بیان ہے کہ اس نے ابن عباس کو دیکھا تک نہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں یہ ضحاک ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔ اگرچہ اسے یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور ابو زرعہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ابن عباس اور ابوبکر رضی اللہ عنہما سے جتنی روایات نقل کرتا ہے۔ سب پر اعتراض ہے۔ میزان ۲ ج ۲۲۵۔

علیؑ تو میرا نفس ہیں

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاصؓ کا بیان ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ فرمایا عائشہؓ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میں نے آپ کو کبھی علیؑ کے بارے میں کچھ کہتے نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا علیؑ تو میرا نفس ہے اور کوئی اپنے نفس کے بارے میں کوئی بات نہیں کہتا میزان ۲ ج ۲۳۵۔

علاوہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاصؓ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے میدان سفین میں حضرت امیر معاویہؓ کا ساتھ دیا اور حضرت علیؑ کے مقابل آئے اور جراحے والے کی وفات کے بعد امیر معاویہؓ کی جانب سے مصر کے گورنر بنائے گئے اور نیزہ کے آخری دور میں انتقال فرمایا۔

دراصل اس روایت میں حضرت فاطمہؓ کا قول اور اس کا جواب موضوع ہے۔ اور یہ حدیث صحیح میں زیادتی کی گئی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس زیادتی کا راوی ظفر بن محمد الخزاز ہے جو ان الفاظ کو ابوالمرثد الزہری سے نقل کر رہا ہے۔ ان دونوں میں کسی نے حدیث صحیح میں اضافہ کیلئے ذہبی لکھتے ہیں یہ زبانت موضوع ہے۔ خواہ ظفر بن محمد نے کی ہو یا اس کے استاد نے۔

اس کا ایک راوی حجاج بن ارطاط ہے جو مشہور فقیہ ہے لیکن روایت حدیث میں کمزور ہے۔ سیفان ثوری فرماتے ہیں کہ اس کے سرے جو کچھ نکلتا ہے۔

حجاج بن ارطاط

اب اسے مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں۔

علی کا بیان ہے کہ یہ فقیر ہے ممتی ہے۔ لیکن اس میں بڑی کاماد مہمے۔ یحییٰ بن ابی کثیر سے منسل روایت نقل کرتا ہے حالانکہ یحییٰ سے اس نے کوئی روایت نہیں سنی۔ اس پر محدثین کا عیب لگایا گیا ہے۔ اس نے چھ سو کے قریب احادیث روایت کی ہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے۔ یہ سچا ہے لیکن قوی نہیں۔ مدیس سے کام لیتا ہے۔ یحییٰ بن یعلیٰ الحماد کا بیان ہے کہ ہمیں فائدہ منے اس امر کا حکم دیا کہ ہم حجاج بن ارطال کی حدیث ترک کر دیں۔ عبد اللہ بن احمد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس حجاج نے زہری کو خوں دیکھا اور زہری اس حجاج کے بارے میں بہت بری رائے رکھتے۔ وہ حجاج بن ارطال اور عبد بن اسحاق کے بارے میں بہت بری رائے رکھتے جیسے ہم بیان نہیں کر سکتے۔ تفصیلی حالات شب براءت نامی کتاب میں ملاحظہ فرمائے۔

علی میرے علم کا تھیلہ ہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی میرے علم کا تھیلہ ہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۲۲۷۔

یعنی اگر خدا خواستہ علیؓ نہ ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم سے محروم رہ جاتے اور بہر صورت علیؓ کے پاس تو علم ہی علم ہوتا۔ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم میں تھیلے کے محتاج ہیں اور لطف یہ ہے کہ ابن عباسؓ اس کے باوجود حضرت علیؓ پر نکتہ مبینی کرتے رہے۔ ان نکتہ جینیوں کا تماشہ دیکھنا جو تو قبر کی ملاحظہ فرمائیں۔

اس کی کیفیت ابو نعیم ہے۔ بخاری کا قول ہے کہ متروک ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کوثر بن مسلم کذاب دو ہیں ایک ضرار بن مرد اور ایک ابو نعیم المغنی۔ نسائی کہتے ہیں یہ نفع نہیں۔ دارقطنی کا قول ہے کہ ضعیف ہے ابو حاتم فرماتے ہیں یہ قابل حجت نہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳۲۷۔

نہائی لکھتے ہیں: ضرار بن مردترک نے اس کی کنیت ابو شیم ہے، الضعفا۔ و امرؤ کن للنہائی ۵۶۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے، الضعفا و المرتزکین۔ دارقطنی ص ۱۰۶۔

یحییٰ بن عیسیٰ الرملی نے یہ روایت یحییٰ بن عیسیٰ الرملی سے نقل کی ہے۔ نہائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے یحییٰ بن معین کہتے ہیں وہ کچھ نہیں ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات کوئی دوسرا نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ۴ ص ۲۱۰۔

اس روایت کی سند میں ایک اور راوی عباہ ہے جو حضرت علیؓ کا شاگرد ہے۔ قالی شیعہ ہے۔ یہ وہی عباہ ہے جس نے حضرت علیؓ سے یہ داستان نقل کی ہے کہ میں دوزخ تقسیم کروں گا۔ اس نے حضرت علیؓ سے یہ کہانی بھی نقل کی ہے کہ میں قتل کیا جاؤں گا پھر مجھے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ پھر یہ دوبارہ قتل کیا جاؤں گا۔ میزان ج ۲ ص ۲۴۷۔

اے علیؓ میرے بعد جو اختلاف ہوگا تو اے ظہیر کریگا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا میرے بعد امت میں جو اختلاف پیدا ہوگا تو اے ظہیر کریگا۔ میزان ج ۲ ص ۳۳۸۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت انسؓ نے حضرت علیؓ کے ساتھ کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ اور اس جنگ میں شریک ہوئے یوزید بن معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر پڑی۔ حالانکہ معاویہؓ کو اصل اختلاف حضرت علیؓ سے ہوا کہ انہوں نے قاتلین عثمانؓ کا ساتھ دیا۔

اس کہانی کا لڑی بھی وہی ضرار بن مردترک کوئی ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ اس سے نقل کرنے والا زکریا بن یحییٰ الکوئی ہے۔

زکریا بن یحییٰ الکوئی عہد الشہنشاہ احمد کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے اس زکریا کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا یہ بڑا آدمی ہے۔ بہترین آدمی کہانیاں بیان

کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا اس نے تو مجھ سے کہتا تھا کہ مجھ سے بھی بن معین نے روایات لکھی ہیں۔ انہوں نے منہ پھیر لیا اور ناشکی قسم کھا کر بیان کیا کہ نہ تو وہ اس کے پاس گئے اور نہ اس سے کوئی روایت لکھی۔ اور فرمایا وہ تو اس قابل ہے کہ ایک کنواں کھود کر اس زکریا کو اس میں رکھا دے دیا جائے۔

اسی نے یہ کہانی نقل کی ہے کہ حبش کے دروازے پر رکھا ہوا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ۔ اور یہ حدیث اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل لکھی تھی۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ منروک ہے۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۵

نسائی لکھتے ہیں زکریا بن یحییٰ الکسائی منروک الحدیث ہے۔ ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للعلانی ۴۳
دارقطنی کا بیان ہے۔ کہ زکریا بن یحییٰ الکسائی الکوفی منروک ہے۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ۹۵

یا قوت کی سرخ شاخ

حضرت زبیر بن عرقم کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو سرخ یا قوت کی شاخ پہلے وہ حبش ملی ہو تو لازم پکڑ لے۔ میزان ج ۲ ص ۲۸۔

ابن سبآن لکھتے ہیں کہ عبد الملک بن دلیل نے ایک موضوع کتاب اپنے باپ سے نقل کی ہے میں تمام روایات سند ہی کے ذریعہ حضرت زبیر بن عرقم سے منقول ہیں۔ یہ سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ہیں۔ اور روایات کا اپنی کتابوں میں ذکر کرنا بھی حلال نہیں۔ ان میں سے ایک مردود روایت مذکورہ روایت ہے۔ میزان
یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ روایت کس کی وضع کردہ ہے کیونکہ اس کے تمام روایت یعنی عبد الملک بن دلیل بن عبد الملک اور سعدی صاب کذاب ہیں۔ اس کا راوی دلیل بن عبد الملک ہے جس نے اپنے باپ ایک موضوع نسخہ نقل کیا ہے۔ جس کو بیان کرنا بھی حلال نہیں۔

سندی حدیثیں کبیر اور سندیں صغیر اس اتفاق سے ہر دو افعی ہیں۔ ان دونوں کا حال پہلے بیان چکا ہے۔ لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

اے علیؑ تجھے جس نے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ جس نے مجھے چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا۔ اور جس نے تجھے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔ میزان ج ۲ ص ۱۵۱۔

ذہبیؒ کا بیان ہے یہ روایت منکر ہے۔ اس کا راوی ابو الجحاف داؤد بن ابی عوف ہے۔
ابو الجحاف اے اگرچہ احمد بن حنبلؒ، نسائیؒ اور ابی حاتم نے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابی حاتمؒ کا بیان ہے کہ یہ میرے نزدیک قابلِ حجت نہیں۔ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات فضائلِ اہل بیت میں سروری جوتی ہیں میزان ج ۲ ص ۱۵۱۔

ابو الجحاف نے اسے ابو معاویہ سے روایت کیا ہے۔ اور میزان کے یک نسخہ میں ہے کہ معاویہ سے روایت کیا ہے وہ ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ہم نے جد جال کی کتاب میں چھانیں۔ لیکن ہمیں کوئی ایسا ابو معاویہ نہ ملا جس نے ابوذرؓ سے روایات سنی ہوں یہی حال معاویہ نامی شخص کا ہے کہ تابعی میں کوئی معاویہ نامی ایسا شخص موجود نہیں جس نے ابوذرؓ سے روایات سنی ہوں۔

ہاں یہ ممکن ضرور ہے کہ صحابہ میں سے کسی معاویہؓ نامی فرد نے ابوذرؓ سے روایت لی ہو۔ صحابہ میں متعدد افراد کا نام معاویہؓ ہے مثلاً معاویہؓ بن الحکم السهمیؓ، معاویہؓ بن جندۃ الغنیریؓ اور معاویہؓ بن ابی سفیانؓ۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس ابو الجحافؓ نے کسی صحابیؓ کو نہیں دیکھا۔ یہ ترجیح نامی ہے۔ الخزن ہر صورت میں ایک راوی مجہول ہے اور در بیان میں سے روایت منقطع ہے۔

علی امام الاولیاء میں

حضرت ابوذرؓ اسلی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ

سے علی کے بارے میں عہد کیا کہ علیؓ ہدایت کے جھنڈے، امام الادبیاء اور ایسا کلمہ میں جو اللہ نے متعین پر لازم کیا ہے۔ جو علیؓ سے محبت کرے گا اس نے مجھ سے محبت کی۔ میزان ج ۲ ص ۳۶۶

ذہبی کا بیان ہے یہ رنایت باطل ہے۔ اور اس کی سند کے تمام راوی مجہول ہیں۔ اور وہیوں کا یہ چکر تین سو سال بعد وجود میں آیا۔ جو اسلام میں ایک بدعت ہے۔

اے علیؓ عنقریب تیرے دونوں ستون گر جائیں گے

حضرت طاہر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ اے میری خوشبو تجھ پر سلام ہو۔ میں دنیا میں سے بہترین خوشبو کی تجھے دیتا ہوں۔ ابھی کچھ دن بعد تیرے دونوں ستون گر جائیں گے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو فرمایا یہ تیرے دوستوں میں سے ایک ستون ہے لیکن جب فاطمہ علیہا السلام کا انتقال ہوا۔ تو فرمایا یہ تیرا دوسرا ستون ہے۔ میزان ج ۲ ص ۴۷۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضورؐ نے اپنی وفات کے بعد کس طرح یہ بات بیان فرمائی کہ تیرا پہلا ستون گرا اور کس طرح حضرت فاطمہؓ کے انتقال پر یہ بیان کیا کہ تیرا دوسرا ستون گرا۔ ہو سکتا ہے یہ بھی کوئی حیات النبی کی قسم کا کوئی مسئلہ ہو اور ہماری سمجھ سے بالاتر ہو۔

اس کا راوی محمد بن یونس بن موسیٰ القرشی السامی البعری ہے جو کئی جے مشہور ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں اس نے ایک ہزار سے زائد روایات وضع کی ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ایسے لوگوں سے روایات نقل کرتا ہے جنہیں اس نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ ابو داؤد، موسیٰ بن ہارون اور قاسم المطرز کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس کی تعریف تو صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو اس کے حال سے باخبر نہ ہو۔

ابو بکر احمد بن المطلب الهاشمی کا بیان ہے کہ ہم ایک روزہ قاسم بن زکریا المطرز کی حدیث سن رہے تھے اسنے میں اُن کی کتاب میں کدیمی کی حدیث آئی۔ انہوں نے اسے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ محمد بن عبد الحار

کدیمی

کدی سے اکثر روایات نقل کرتے تھے انہوں نے کدی کی روایات پڑھنے پر امریکا تو انہوں نے فرمایا جب میں کل اللہ کو حساب دوں گا تو یہ بھی کہوں گا کہ یہ کدی کی آپ کے رسول اور علما پر جھوٹ بولتا تھا۔ میزانشہ ج ۲ ص ۷۵۔ اس کا انتقال ۲۸۷ھ میں ہوا۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ کدی متردک ہے۔ کتاب الضعفاء و المسترکین ص ۱۱۱ دارقطنی۔

حماد بن عیسیٰ الجہنی کدی نے یہ روایت حماد بن عیسیٰ الجہنی سے نقل کی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حماد ابن جریج اور جعفر بن محمد کے نام سے من گھڑت روایات نقل کرتا ہے۔ ابوداؤد اور ابوحاتم نے اسے ضعیف کہلے۔ میزان ج ۱ ص ۵۹۸۔

نبی کریم ﷺ کی سبھیلی میں تہتر کجھوریں آئیں۔

حضرت انس بن مالک نے حضرت عمر کے واسطے سے حضرت ابو بکر سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے ابو ہریرہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے کجھوریں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے مجھے جواب دیا۔ اٹھ مٹی بھر کجھوریں عنایت فرمیں۔ میں نے انہیں شمار کیا تو وہ تہتر تھیں۔ پھر میں اٹھ کر علی بن ابی طالب کے پاس چلا گیا۔ ان کے سامنے بھی کجھوریں موجود تھیں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اٹھ ہنسنے لگے اٹھ مجھے ایک مٹی بھر کجھوریں دیں، میں نے انہیں شمار کیا، تو ان کی تعداد تہتر تھی۔

مجھے اس پر تعجب ہوا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر آیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس آیا۔ ادا آپ کے دربار کجھوریں تھیں آپ نے ایک سبھیلی بھر مجھے دی میں نے انہیں شمار کیا تو وہ تہتر تھیں۔ پھر میں علی کے پاس چلا گیا۔ ان کے ہاں بھی کجھوریں پھیلی تھیں۔ انہوں نے ایک مٹی بھر کجھوریں مجھے دیں۔ میں نے انہیں شمار کیا تو وہ بھی تہتر تھیں۔ مجھے اس پر بہت تعجب ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا اسے ابو ہریرہ کیا تو انہیں جانتا کہ میرا اللہ علی کا ہاتھ عدل میں برابر ہیں۔

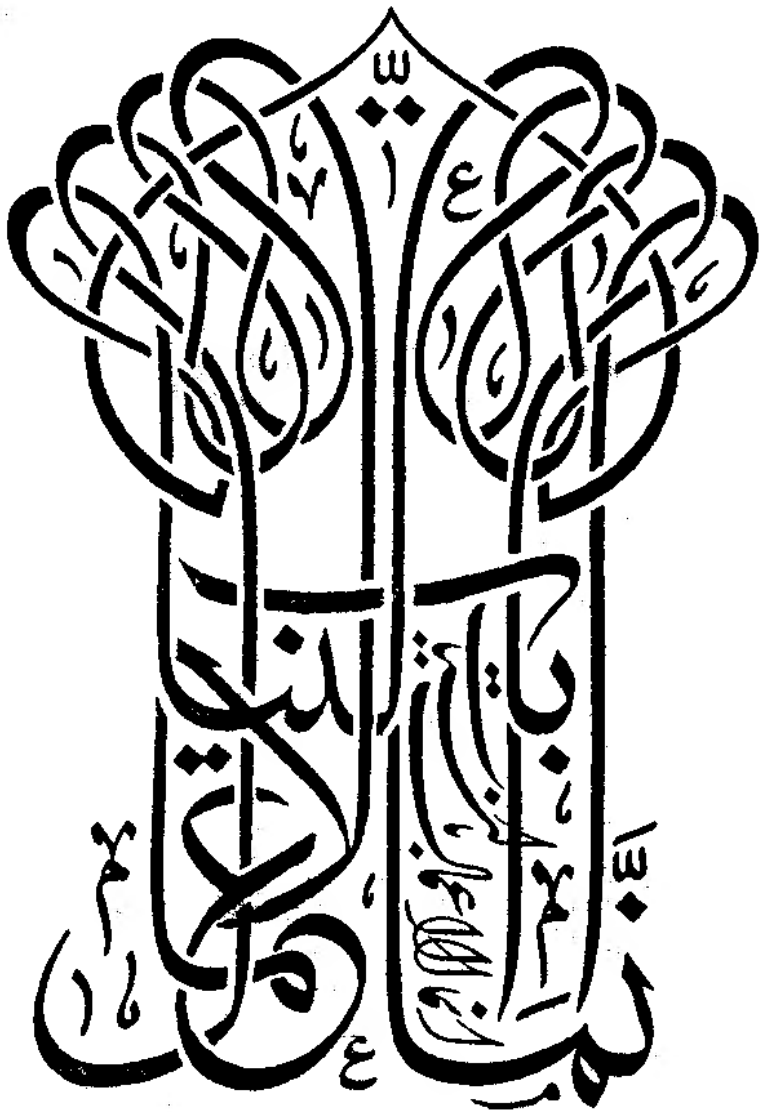
اس موضوع پر ہم پہلے حبشی بن جنادہ کی روایت بیان کر چکے۔ اس سے معلوم ہوا تھا کہ بات صرف ایک شخص کی نہیں دو ہاتھ کی تھی اور دونوں ہاتھوں میں ساتھ کھجوریں آئی تھیں اور یہاں ایک ہاتھ میں تہ کھجوریں آئیں۔ یہاں موجب خطیب نے اس روایت کو اپنی تاریخ میں نقل کئے گئے گنا ہے کہ یہ روایت اس سند بال ہے اور اسے قاسم مطلی کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا۔

قاسم مطلی، اور وہ حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ قاسم مطلی کذاب ہے۔ ^{۳۱۲} العلل المتناہیۃ ۱ دارقطنی کہتے ہیں یہ قاسم بن ابراہیم مطلی امام مالک کے نام سے شجرہ بونہا ہے۔ کتاب الفضل والمزین للدارقطنی ^{۳۱۳} ذہبی میزان میں کہتے ہیں۔ یہ روایت نقل کرتا ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے کہ یہ ایسی کو امت نقل کرتا ہے جو برداشت سے باہر ہیں۔ پھر ذہبی نے اس کی دو روایات نقل کیں۔

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

ایک ضروری وضاحت

اس کتاب میں جہاں جہاں لفظ خدا آیا ہے وہاں اللہ پڑھا جائے
 لفظ خدا "اللہ" کی پوری غائبگی نہیں کرتا کیونکہ یہ غیر اللہ کے لئے بھی استعمال
 ہوتا ہے جیسے خداوند نعمت بادشاہوں کے لئے، خدائے سخن ادیب اور
 شعراء کے لئے، خدائے صفائی سڑکوں کی صفائی سے متعلق عمل کے لئے
 وغیرہ وغیرہ۔ خدا کی جمع بھی آتی ہے جبکہ اللہ کی کوئی جمع نہیں۔ خدا فارسی
 زبان کا لفظ ہے جو ہر شے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے بعض مذاہب
 میں دو خداؤں کا تصور ہے۔ نیکی کے خدا کو خدائے یزدان اور بدی کے خدا
 کو خدائے اہرمن کہا جاتا ہے جبکہ اللہ ایک ذات کے لئے مخصوص ہے نہ اس کی
 جمع ہوتی ہے اور نہ یہ غیر اللہ کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ لفظ اللہ سے اس کی
 وحدانیت کا صحیح تصور پیدا ہوتا ہے۔ عظمت، بزرگی اور گہرائی لفظ اللہ سے ظاہر ہوتی
 ہے وہ خدا سے نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے لئے یہی لفظ استعمال
 کیا ہے۔ چنانچہ اللہ کے لئے لفظ خدا کا استعمال اس کی صریح توہین ہے اس
 سے اللہ کا ایک ہونا ثابت نہیں ہوتا اور شرک لازم آتا ہے اللہ ہیں اس شر سے
 محفوظ رکھے اور توفیق دے کہ ہم آئندہ "خدا" کی بجائے اللہ کا استعمال
 اپنے ادب پر لازم کر لیں۔ آمین



بیشک اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے